جدید فقہی تحقیقات

خواتین کی ملازمت

اور اسلامی تعلیمات

”سماج میں خواتین کا دائرہ، ملازمت اور کسب معاش کے سلسلہ میں ان کے احکام اور حدود وشرائط، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تفصیلی وضاحت پر مشتمل مقالات علماء ہند کے فیصلوں اور مباحثات کا مجموعہ بہ موقع ۱۸واں سمینار منعقدہ مدورائی بتاریخ ۲-۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ م ۲۸ فروری تا ۲ مارچ ۲۰۰۹“۔

ایفا پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) محفوظ

نام کتاب : خواتین کی ملازمت اور اسلامی تعلیمات
صفحات : ۵۹۳
قیمت :
سن طباعت : فروری ۲۰۱۰ء

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱ - ایف جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublications@gmail.com
فون فیکس: 011-26983728

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

فہرست

ابتدائیہ:	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ:		۱۵
سوالنامہ:		۱۹
تلخیص مقالات:	ہارون رشید ندوی	۲۲
عرض مسئلہ:	مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	۳۶
	مفتی انور علی اعظمی	۶۷

دوسرا باب: ماہرین کی تحریریں

عورتوں کی تعلیم اور ملازمت کے مشترک پیداواری بہبود پر اثرات ایک فکری مقالہ	ابوصالح شریف	۷۷
خواتین کی ملازمت-صورت حال، مسائل اور اسلامی موقف	عبدالرشید اگوان	۸۹

تیسرا باب: تفصیلی مقالات

خواتین کی ملازمت-شریعت اسلامی کی روشنی میں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۱۳
خواتین کی ملازمت کا مسئلہ	مولانا سید جلال الدین عمری	۱۴۸
عورتوں کی ملازمت	مولانا مفتی ڈاکٹر صادق محی الدین	۱۵۶
خواتین کی ملازمت	مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۱۶۳
خواتین کی ملازمت	مفتی انور علی اعظمی	۱۷۴
عورتوں کی ملازمت اور ازدواجی اختلافات میں اس کا اثر	ڈاکٹر محمد الزحیلی	۱۷۹

عورتوں کی ملازمت-ایک مطالعہ فقہ اسلامی کی روشنی میں	ڈاکٹر اسماعیل کاظم احیساوی	۲۳۲
خواتین کی ملازمت-شرعی نقطۂ نظر سے	مولانا اختر امام عادل	۲۵۶
خواتین کی ملازمت کا شرعی حکم	مفتی جنید عالم ندوی	۲۶۳
خواتین کی ملازمت	مولانا نورالحق رحمانی	۲۷۷
خواتین کی ملازمت	مولانا ارشاد احمد قاسمی، جونپور	۲۹۰
خواتین کے لئے کسب معاش-شرعی نقطۂ نظر	مولانا اقبال محمد ٹنکاروی	۲۹۹
خواتین کی ملازمت-شرعی نقطۂ نظر سے	مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	۳۱۲
خواتین کی ملازمت	مولانا ڈاکٹر سید اسرارالحق سبیلی	۳۲۷
خواتین کی ملازمت	مولانا ارشد فہیم مدنی چمپارنی	۳۳۶
خواتین کی ملازمت	مولانا اقبال قاسمی، کانپور	۳۴۳
خواتین کی ملازمت	مفتی شوکت ثناء قاسمی	۳۵۱
خواتین کی ملازمت کے شرعی احکام	مولانا ارشد فاروقی	۳۶۰
خواتین کی ملازمت	مولانا محمد شاہجہاں ندوی	۳۷۱
خواتین کی ملازمت	مولانا سید باقر ارشد	۳۷۹
عورتوں کی ملازمت	مفتی عارف باللہ قاسمی	۳۸۸
عورتوں کی ملازمت	مولانا سید حسین، کراچی	۴۰۲
خواتین کی ملازمت	مولانا محمد مصطفی قاسمی	۴۰۹
خواتین کی ملازمت کے چند شرعی اور غور طلب امور	مفتی احمد نادر القاسمی	۴۱۸
خواتین کی ملازمت اور عدل	مولانا عبداللہ خالد	۴۲۷
خواتین اور کسب معاش کا مسئلہ	مولانا سلمان نگلی	۴۳۳
خواتین کی ملازمت اور شرعی حدود	مفتی لطیف الرحمن	۴۴۰

چوتھا باب: مختصر تحریریں

بے سہارا خواتین کا ملازمت کرنا	مفتی شبیر علی گجراتی	۴۴۹
خواتین کی ذمہ داریاں اور ملازمت	مفتی محبوب علی وجیہی	۴۵۱
خواتین کی ملازمت	مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی	۴۵۴
خواتین کا حصول معاش میں حصہ لینا	مفتی جمیل احمد نذیری	۴۵۶

خواتین کی ملازمت اور شرعی اصول وضوابط	مولانا ابوسفیان مفتاحی	۴۵۸
خواتین کی ملازمت اور موجودہ حالات کا تقاضہ	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۴۶۴
خواتین کی ملازمت شریعت کی نظر میں	مفتی عبدالرحیم قاسمی	۴۶۸
خواتین کی ملازمت	مولانا ریاض احمد قاسمی	۴۷۴
خواتین کی ملازمت	مفتی محمد ثناءالہدیٰ قاسمی	۴۷۹
خواتین کی ملازمت	مولانا خورشید احمد اعظمی	۴۸۴
خواتین کی ملازمت	مولانا اشتیاق احمد اعظمی	۴۹۰
نفقہ کی ذمہ داری اور خواتین کی ملازمت	مولانا عبدالحئی مفتاحی	۴۹۶
خواتین کی ملازمت	قاضی محمد ہارون مینگل	۵۰۴
خواتین کی ملازمت-صورتیں اور احکام	مولانا جعفر ملی رحمانی	۵۰۷
خواتین کی ملازمت	مولانا افتخار مفتاحی	۵۱۱
خواتین کی ملازمت	مولانا مفتی عبدالاحد فلاحی	۵۱۷
خواتین کے لئے معاشی جدوجہد کا مسئلہ	مولانا مبارک حسین ندوی	۵۲۳
خواتین کی ملازمت	مفتی سراج ملی	۵۲۵
خواتین کی ملازمت	مولانا عطاء اللہ قاسمی	۵۲۸
خواتین کی ملازمت	مولانا محفوظ الرحمٰن	۵۳۴
خواتین کی ملازمت کا مسئلہ-اسلامی شریعت کے تناظر میں	مولانا ابوبکر قاسمی	۵۳۶
خواتین کی ملازمت	مولانا مفتی ظہیر احمد قاسمی	۵۴۱
خواتین کی ملازمت	مولانا شیخ حافظ کلیم اللہ عمری	۵۴۷
خواتین کی ملازمت-اسلامی نقطۂ نظر	مولانا محمد صادق مبارکپوری	۵۵۱
ضرورت شدیدہ میں عورتوں کا ملازمت کرنا	مفتی تنظیم عالم قاسمی	۵۵۵
خواتین کی ملازمت	مولانا شمس الدین مظاہری	۵۶۱

خواتین کی ملازمت	مولانا صبیح اختر	۵۶۵
خواتین کی ملازمت	مولانا محمد ذکاء اللہ شبلی	۵۶۹
خواتین کی ملازمت	مفتی عبدالرشید قاسمی	۵۷۱
خواتین کی ملازمت	مولانا عبید اللہ ندوی	۵۷۴
خواتین کی ملازمت	مولانا محمد یاسر اعظمی قاسمی	۵۸۰
ملازمت خواتین	مولانا عبدالتواب ناوی	۵۸۴
خواتین کی ملازمت	مولانا محمد فاروق بارڈولی	۵۸۶
خواتین کا صنعت وحرفت سے وابستہ ہونا	مولانا محمد اشرف قاسمی	۵۹۰
خواتین کو کسب معاش کا حق	مولانا محی الدین غازی	۵۹۴

☆☆☆

پیش لفظ

رسول اللہ ﷺ دنیا میں رحمت للعالمین بن کر تشریف لائے، یوں تو کوئی گروہ انسانی ایسا نہیں ہے جو آپ کے سایۂ رحمت سے محروم ہو؛ بلکہ دوسری مخلوقات کے بارے میں بھی آپ نے مشفقانہ سلوک کی تلقین کی اور عملی طور پر رحم دلی اور مہربانی کا برتاؤ فرمایا؛ لیکن آپ کی بعثت کے وقت جو طبقہ زیادہ مظلوم اور نا انصافی کا شکار تھا، اس پر آپ کی نگاہِ رحمت خاص طور پر متوجہ ہوئی، ٹھیک اسی طرح جیسے ماں باپ اپنی اولاد میں سے معذور اور کمزور بچوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں دو طبقے سر فہرست ہیں: غلام اور عورتیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کے نتیجہ میں بتدریج غلامی کی زنجیریں کٹتی گئیں، یہاں تک کہ غلام اور باندی عملاً دنیا سے ناپید ہوگئے۔

عورتوں کو نہ صرف سماجی اعتبار سے ظلم وجور کا شکار بنایا جاتا تھا؛ بلکہ اہل مذاہب اور اصحاب عقل ودانش بھی ان کے متعلق نہایت اہانت آمیز تصورات رکھتے تھے، انہیں گناہ کا دروازہ سمجھا جاتا تھا، انہیں منحوس خیال کیا جاتا تھا، انہیں شیطانی آفت کہا جاتا تھا، ان کے بارے میں یہ بحث جاری تھی کہ ان کے اندر انسانی روح کارفرما ہے یا حیوانی روح؟ جاہلوں نے نہیں، عالموں نے اور دانائوں نے نہیں، عاقلوں نے یہاں تک کہا کہ عورت انسان سے کمتر اور حیوان سے بدتر ایک الگ مخلوق ہے۔

پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ان تصورات کو بدلا اور عورتوں کو عزت

کا مقام دیا؛ یہاں تک کہ ماں کے بارے میں فرمایا کہ اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

بیوی کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اس کے ساتھ بہتر اخلاق وسلوک انسان کے بہتر ہونے کے لیے معیار ہے اور بیٹی کے بارے میں فرمایا گیا کہ جو محبت کے ساتھ اس کی پرورش کرے گا، وہ جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ہم نشیں رہے گا۔ ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ عورتوں کو معاشرہ میں عزت واحترام کا مقام حاصل ہوا اور پوری دنیا میں ان کے تئیں انصاف اور حسن وسلوک کی آواز اٹھنے لگی۔

خواتین کے ساتھ کچھ ایسے فطری عوارض ہیں کہ ان کے لیے کسب معاش کی دوڑ دھوپ مشکل ہے، ہر ماہ انھیں ایک فطری دورانیہ سے گزرنا پڑتا ہے، جس میں اکثر وہ جسمانی اور ذہنی سکون واعتدال سے محروم رہتی ہیں، ماں بننے کے مرحلہ میں، ولادت سے پہلے اور ولادت کے بعد کم وبیش ایک سال وہ جسمانی کمزوری اور متنوع بیماریوں سے دوچار رہتی ہیں، پھر اس کے بعد دو سال انھیں اپنے شیر خوار بچے کو دودھ بھی پلانا ہے اور جب تک بچے شعور وتمیز کے مرحلہ کو نہ پہنچ جائیں وہ ان کی محبت اور توجہ سے مستغنی نہیں ہوسکتے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مردوں سے زیادہ نرم ونازک اور لطیف بھی بنایا ہے، اور جو چیز لطیف ہوتی ہے وہ کمزور بھی ہوتی ہے۔ اگر گلاب کی پنکھڑی میں لوہے جیسی صلابت آجائے تو اس میں کیا لطافت باقی رہ سکتی ہے؟ اسی لیے فطری طور پر خواتین جسمانی لحاظ سے کمزور ہوتی ہیں اور انہیں محافظ ونگہبان کی ضرورت ہوتی ہے، یہ حفاظتی حصار انہیں بچپن میں باپ کے ذریعہ جوانی میں شوہر کے ذریعہ اور بڑھاپے میں اولاد کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

ان خصوصی حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے شریعت نے خاندانی نظام میں تقسیم کار کا راستہ اختیار کیا ہے، مردوں کو سربراہ خاندان بنایا ہے، کسب معاش کے لیے دوڑ دھوپ اور تگ ودو ان کے ذمہ ہے اور عورتوں کو گھر کی ملکہ بنایا ہے، گھر کا اندرونی نظام ان کی ذمہ داری ہے، لیکن اس

تقسیم کو شریعت نے پتھر کی لکیر نہیں بنایا کہ مرد گھر کے کام کاج بالکل نہ کریں اور عورتیں کسب معاش کی سرگرمی میں بالکل حصہ دار نہ بنیں، اس طرح ہمیں اسلامی تعلیمات میں اعتدال اور توازن ملتا ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کی صلاحیتوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور سماجی اور خاندانی ضرورتیں بھی ملحوظ ہیں۔

موجودہ صنعتی عہد میں جب مغربی سماج میں افرادی وسائل کی ضرورت بڑھی تو انہوں نے اپنی صنعت وتجارت کو فروغ دینے کے لیے عورتوں کی ہمدردی کے نام پر انھیں گھروں سے نکالا، پھر چوں کہ کسب معاش کے ساتھ ساتھ ولادت اور بچوں کی پرورش کا کام آسان نہیں تھا؛ اس لیے شرح پیدائش کم ہوتی گئی اور معاشی ترقی کے لیے عورتوں کی مدد ناگزیر ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صورتحال نے فائدہ سے زیادہ مغربی سماج کو نقصان پہنچایا ہے، اس کی وجہ سے خاندانی نظام بکھر گیا، اس کی وجہ سے ازدواجی زندگی کا سکون ختم ہوگیا، اس کی وجہ سے بچے ماں کی ممتا سے محروم ہوگئے، اس کی وجہ سے شرح پیدائش کم ہوتی جارہی ہے اور مغرب کی بعض قوموں کے لیے تو یہ خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں ان کا وجود ہی ختم نہ ہوجائے، اور اس کی وجہ سے طلاق کی شرح میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے اور نکاح کی شرح گھٹتی جارہی ہے؛ اس لیے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغربی سماج نے اس تحریک سے پایا کم ہے اور کھویا زیادہ ہے۔

اب گلوبلائزیشن کی وجہ سے صرف مغرب کا سرمایہ ہی مشرقی ملکوں میں نہیں آرہا ہے؛ بلکہ وہاں کی ثقافت اور سماجی اقدار بھی مشرقی ملکوں کو فتح کرنے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اسی پس منظر میں اکیڈمی نے اپنے اٹھارہویں فقہی سمینار منعقدہ مدورائی (۲-۴ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸رفروری وکیم و ۲مارچ ۲۰۰۹ء) میں ایک موضوع ''خواتین کی ملازمت'' کا بھی رکھا تھا، اس سمینار کے لیے ساٹھ سے زیادہ مقالات اصحاب علم کی طرف سے آئے اور موضوع سے متعلق غور وفکر کرتے ہوئے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا، اس کو بھی کہ اسلام بنیادی

طور پر خواتین کے لیے بیرون خانہ سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، اور اس کو بھی کہ اسلام نے خواتین کے لیے کسب معاش کو بالکل منع بھی نہیں کیا ہے اور بعض دفعہ تو خاندان کی کفالت کے لیے عورتوں کا کسب معاش کے لیے نکلنا مجبوری بن جاتا ہے۔

مقالہ نگاروں کے درمیان مسئلہ کے بعض پہلوؤں میں اختلاف رائے بھی تھا؛ لیکن باہمی تبادلۂ خیال کے بعد بالاتفاق تجاویز منظور ہوئیں اور ان تجاویز میں مذکورہ دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا گیا - امید ہے کہ خواتین کی ملازمت سے متعلق مقالات کا یہ مجموعہ اپنے موضوع پر رہنمائی کے لیے مفید ثابت ہوگا اور اکیڈمی کے دوسرے مجلات کی طرح اسے بھی پذیرائی حاصل ہوگی، عزیز گرامی ہارون رشید ندوی اور فرحان عقیل ندوی (رفیق شعبہ علمی) نے اس کی تصحیح و ترتیب کی خدمت انجام دی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔

خالد سیف اللہ رحمانی	۵/۱۱/۱۴۳۰ھ
(جنرل سکریٹری)	۲۴/۱۲/۲۰۰۹ء

پہلا باب

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ

خواتین کی ملازمت

''اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا'' برصغیر کا ایک ایسا معتبر علمی وفقہی ادارہ ہے، جس کو نہ صرف ہندوستان؛ بلکہ پوری دنیا میں عزت ووقعت اور توقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، اکیڈمی عصر حاضر میں پیدا ہونے والے شرعی وفقہی مسائل کو اجتماعی طور پر حل کرنے کے لئے ہر سال فقہی سمینار منعقد کرتی ہے، ان سمیناروں میں کشمیر وآسام سے لے کر کیرالا اور کنیا کماری تک کے اصحاب افتاء کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے، جو مختلف اہم تعلیم گاہوں اور فقہی مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں، اب تک اس کے سترہ سمینار منعقد ہو چکے ہیں، جن میں ۱۷۵/موضوعات سے جڑے ہوئے چارسو سے زیادہ مسائل پر علماء نے متفقہ طور پر فیصلے کئے ہیں۔

اکیڈمی کا اٹھارہواں سمینار مؤرخہ ۲-۴/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۸ فروری وکیم، ۲ مارچ ۲۰۰۹ء کو ریاست تملناڈو کے مشہور تجارتی شہر مدورائی میں ''جامعۃ الریحان'' کے زیر اہتمام منعقد ہوا، جس میں پورے ملک سے تقریبا ڈھائی سو علماء ومفتیان کرام نے شرکت کی، ان کے علاوہ متحدہ عرب امارات، قطر، بحرین اور سری لنکا سے بھی ممتاز علماء شریک ہوئے، اس سمینار میں موجودہ عالمی اور سماجی حالات وضرورتوں کے پس منظر میں چار موضوعات پر بحث ہوئی اور باتفاق رائے تجاویز منظور کی گئیں، یہ تجاویز حسب ذیل ہیں:

۱- یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے؛ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے مردوں وعورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا

ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں — جن میں کسب معاش کی تگ ودو بھی داخل ہے — مردوں سے متعلق ہوں گی اور گھر کے اندر کے امور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اسلئے کسب معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلاضرورت آزادی وترقی کے نام پر کسب معاش کے لئے مجبور کرنا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش ونگہداشت اور امور خانہ داری وغیرہ بھی انجام دیں اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔

۲- عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان کے لئے کسب معاش مباح ہے۔

۳- شریعت نے اصولی طور پر خواتین پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ البتہ بعض حالات میں ان پر نفقہ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

۴- شرعی حدود وشرائط کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے عورت کے لئے معاشی جد وجہد جائز ہے۔

۵- عورت کے لئے اندرون خانہ کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے؛ بشرطیکہ اس سے شوہر اور بچوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔

۶- (الف) شوہر یا ولی اگر عورت کی کفالت کررہے ہوں، تو عورت کے لئے کسب معاش کی غرض سے گھر سے باہر جانے کے لئے ان کی اجازت ضروری ہے، خواہ وہ جگہ مسافت سفر سے کم ہو یا اس سے زیادہ۔

(ب) رات میں کسب معاش کی خاطر عورت کے باہر نکلنے کے لئے شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۷- خواتین کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری

ہے:

(الف) ولی یا شوہر کی اجازت شامل ہو، سوائے اس کے کہ ولی یا شوہر نفقہ نہ دیتا ہو اور اس کے لئے خود کسب معاش کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔

(ب) شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔

(ج) لباس مردوں کے لئے باعث کشش نہ ہو۔

(د) خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔

(ھ) مردوں سے اختلاط بالکل نہ ہو۔

(و) اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔

(ز) شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔

۸- ملازمت کرنے والی خواتین ایسے اداروں میں کام کریں، جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں؛ لیکن ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں، تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ادارہ کا کوئی مرد تنہائی میں کسی خاتون کارکن سے بات نہ کرے، اگر ذمہ دار مردوں کے ساتھ تبادلہ خیال کی ضرورت ہو تو خواتین پردہ کے اہتمام کے ساتھ بیٹھیں، اپنی آواز میں لوچ سے پرہیز کریں، اسی طرح خواتین کارکن ذمہ دار مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا ماحول ہرگز نہ بنائیں۔

۹- جوان عورتوں کے لئے ایسے اداروں میں کام کرنا جائز نہیں، جہاں ان کے ساتھ مرد کارکن بھی شریک کار رہوں۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے اقارب سے دور تنہا مستقل قیام کرنا جائز نہیں، اگر کسی عورت کے ساتھ بہت مجبوری ہو تو پھر وہ مفتی سے رابطہ کر کے اپنی مشکل کا حل تلاش کر سکتی ہے۔

۱۱ - سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کے لئے رات کی ڈیوٹی کو ممنوع قرار دیا جائے؛ کیوں کہ رات کے وقت ڈیوٹی کے لئے جائے ملازمت تک جانا یا جائے ملازمت پر قیام کرنا ان کی جان و ناموس کے تحفظ کے لئے خطرہ ہے اور یہ ہمارے ملک کے معاشرتی اقدار کے بھی مغائر ہے۔

۱۲ - سمینار حکومت، تعلیمی و رفاہی اداروں اور خاص کر مسلمان انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے الگ درسگاہیں اور خواتین کے لئے الگ ہسپتال، اسی طرح شعبہ ہائے زندگی میں عورتوں کے لئے علاحدہ کاؤنٹرز قائم کریں؛ تاکہ خواتین اور لڑکیاں پاکیزہ اخلاقی ماحول میں تعلیم و علاج وغیرہ کی خدمات سے فائدہ اٹھاسکیں اور ضرورت مند خواتین کے لئے روزگار کے مواقع بھی بڑھیں۔

☆☆☆

سوالنامہ

خواتین کی ملازمت

یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام نے خاندانی زندگی کے نظام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ مرد باہر کے کام کرے اور خواتین امور خانہ داری کو انجام دیں، یہ یقیناً فطری اصول ہے، جو مردوں کے لئے بھی رحمت ہے اور عورتوں کے لئے بھی، نیز اس میں خاندانی نظام کی بقا واستحکام ہے، تاہم اس میں بھی شبہ نہیں کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے شادی سے پہلے ولی اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت سے عورتوں کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عہد میں اس کی نظیریں ملتی ہیں۔

موجودہ دور میں مغرب میں خواتین کے کسب معاش میں آنے کا رجحان خاصا بڑھ گیا ہے، اور مادی ذہن وفکر کے غلبہ کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ کمانے کے جذبہ نے اس رجحان کو تقویت پہنچائی ہے، اب چونکہ ہندوستان میں بھی خواتین کی تعلیم کی طرف توجہ بڑھی ہے، بلکہ بہت سی ریاستوں میں امتحانات کے نتائج میں لڑکیاں لڑکوں سے فائق ہوتی ہیں، اور تعلیم انسان کے لئے ملازمت کے مواقع پیدا کرتی ہے، اس لئے خواتین میں ملازمت کا رجحان یہاں بھی بڑھ رہا ہے، برادران وطن میں تو اس کا رجحان ہے ہی، مسلمان خواتین بھی اب اس میدان میں آگے بڑھ رہی ہیں، اس کا سبب جہاں زیادہ سے زیادہ کمانے کا جذبہ ہے، وہیں مسلمانوں کی معاشی پسماندگی اور بڑھتی ہوئی ضروریات بھی ایک سبب ہے، خاص کر جب کوئی عورت بیوہ یا مطلقہ ہو یا اس کا شوہر بے روزگار اور کاہل ہو تو اس وقت آبرومندانہ زندگی گذارنے کے لئے عورت خود کسب معاش پر مجبور ہو جاتی ہے۔

اس پس منظر میں درج ذیل سوالات ابھرتے ہیں جن پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے:

۱- شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

۲- کیا شریعت نے خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے؟ (خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا)

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے اور چلتا ہے۔

۴- خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے میں کیا اس وقت بھی جبکہ وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا؟

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو کیا اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی؟ گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، ان صورتوں میں حکم شرعی کے اعتبار سے کچھ فرق بھی ہوگا؟

۶- خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود کیا ہیں؟

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے) جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے کیا احکام ہوں گے؟

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کی کیا حدود ہوں گی؟ اس سلسلہ میں کیا سن رسیدہ خواتین اور جوان

عورتوں کے درمیان فرق ہوگا؟

۹- کیا اس کا بھی فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے مثلاً دوکان میں سیلز مین اور آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں فرق ہوسکتا ہے؟

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

تلخیص مقالات:

خواتین کی ملازمت

ہارون رشید ندوی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی کے اٹھارہویں فقہی سمینار منعقدہ مدورائی، تامل ناڈو کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا گیا ہے، ان میں سے ایک اہم موضوع ''خواتین کی ملازمت'' بھی ہے۔

ہندو بیرون ہند کے علماء وفضلاء نے اس موضوع کو اپنی بحث وتحقیق میں شامل کیا اور اس سے متعلق جاری سوالنامہ کے جوابات ارسال کئے۔

تادم تحریر تقریباً ۵۴ مقالات اکیڈمی کوموصول ہوئے، جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

مولانا محمد شاہجہاں ندوی، حافظ شیخ کلیم اللہ عمری، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد فاروق، ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا لطیف الرحمن فلاحی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا عبد اللہ خالد، مفتی عبد الاحد فلاحی، مولانا یاسر اعظمی قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا اقبال احمد قاسمی، قاضی محمد ہارون مینگل پاکستان، مولانا اسرار الحق قاسمی، مولانا مصطفی قاسمی، مولانا عبدالحئ مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن قاسمی، مولانا

☆ رفیق اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا۔

عبدالتواب اناوی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی اقبال ٹنکاروی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد ارشاد قاسمی، مفتی شیر علی گجراتی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا سید حسین احمد، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا ذکاء اللہ شبلی، مولانا فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ریاض احمد قاسمی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مفتی سراج احمد ملی، مولانا محمد اشرف عباس قاسمی، مولانا بدر احمد مجیبی، مولانا نور الحق رحمانی، ڈاکٹر محمد زحیلی (جامعۃ الشارقہ)، ڈاکٹر اسماعیل کاظم عیساوی (متحدہ عرب امارات)۔

موضوع سے متعلق اکیڈمی نے دس سوالات جاری کئے، تمام سوالوں کے جوابات اور ان سے متعلق آراء ودلائل بالترتیب پیش کئے جاتے ہیں:

۱-شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات نے کہا ہے کہ اصولی اعتبار سے عورتوں کو ”قرار فی البیت“ پر عمل کرنا چاہئے، ان کا حقیقی دائرہ کار امور خانہ داری، شوہر اور بچوں کی دیکھ ریکھ اور گھریلو مصروفیات ہونی چاہئیں، کیونکہ اصلاً مرد حضرات عورتوں کے کفیل اور نگراں ہوتے ہیں۔”**الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم**“، لہذا کوشش یہ ہو کہ مرد گھر کے باہر کی ذمہ داریوں کو ادا کرے اور عورت گھر کے اندر کے فرائض وواجبات میں مشغول ہو۔

لیکن اکثر حضرات نے عورتوں کے لئے کسب معاش کو بحالت اضطرار ومجبوری جائز قرار دیا ہے، کہ اسلامی اخلاق وکردار کی مکمل پاسداری کے ساتھ اور شوہر کی اجازت سے خواتین کسب معاش میں حصہ لے سکتی ہیں، شرعی حدود میں رہتے ہوئے شادی سے پہلے ولی اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت سے عورتوں کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہوگی، حتی کہ وہ اجرت پر دودھ پلانے کا کام بھی کرسکتی ہیں۔”**فإن أرضعن لكم فأتوهن أجورهن**“، حضرت شعیب

علیہ السلام کی بچیوں کا حضرت اسماء بنت ابو بکر اور حضرت زینبؓ کا کام کرنا ثابت ہے(**مقالہ: مولانا** ثناء الہدی قاسمی، **مولانا** فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، **مولانا** ارشد مدنی)۔

خواتین گھر کے اندر رہ کر سلائی، دستکاری یا ایسی اشیاء جو گھر میں تیار کر کے فروخت کی جاتی ہوں ان ذرائع سے عورت کسب معاش اختیار کرسکتی ہے(**مقالہ:** مفتی سید باقر ارشد قاسمی)۔

خواتین کے لئے بہتر ہے کہ وہ ملازمت سے دور رہیں، کیونکہ شرعاً کمانا وغیرہ عورتوں کی ذمہ داریوں سے الگ ہے، بلاضرورت اگر اس کو رواج دیا جائے گا تو پھر خلوت وجلوت اور اختلاط باہمی کے نتیجہ میں بے شمار مفاسد جنم لیں گے اور بے حیائی کا رواج عام ہوگا(**مقالہ: مولانا** ابوسفیان مفتاحی، **مولانا** مبارک حسین ندوی، **مولانا** محمد فاروق، **مولانا** عبد اللہ خالد، **مولانا** عطاء اللہ قاسمی، **مولانا** اقبال احمد قاسمی)۔

محض اضطرار ومجبوری کی صورت میں عورتیں کسب معاش اختیار کرسکتی ہیں(**مقالہ: مولانا** شاہجہاں ندوی، **مولانا** عبد الرحیم قاسمی، مفتی عبد الاحد فلاحی، **مولانا** لطیف الرحمٰن، مفتی محبوب علی وجیہی، **مولانا** یاسر اعظمی، **مولانا** عارف باللہ قاسمی)۔

مولانا مصطفی قاسمی صاحب نے کہا کہ شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو جائز قرار دیتی ہے اور خیر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

مولانا بدر احمد مجیبی صاحب لکھتے ہیں کہ شریعت کے نزدیک کسب معاش خواتین کے لئے مباح ہے، لیکن عام حالات میں جب کوئی ضرورت نہ ہو، خواتین کے لئے کسب معاش کو شریعت پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتی ہے، کیونکہ اس کے لئے گھروں سے باہر نکلنا پڑے گا، غیر محرموں کے سامنے جانا ہوگا، ان سے روابط وتعلقات ہوں گے جن سے ہزار پردہ واحتیاط کے باوجود بڑے مفاسد کا قوی اندیشہ ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب رقم طراز ہیں: ضرورتاً عورتوں کا گھر کے باہر کام میں مشغول

ہونے کا ثبوت سنت نبویہ سے ملتا ہے، اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ گھر کے باہر کے امور انجام دیا کرتی تھیں اور یہ ان کا بنیادی حق ہے، ہاں وہ امور و کام جو مردوں کے ساتھ خاص ہوں وہ مستثنیٰ ہیں۔

ڈاکٹر اسماعیل کاظم عیساوی صاحب کے مطابق: شوہر اگر روزی کمانے سے لاچار ہو، عورت کا شرعی حق دینے سے قاصر ہو تو عورت اپنے دین وایمان کے تحفظات کو بجالاتے ہوئے کسب معاش پر قانع ہوسکتی ہے، اگر مطلق عورتوں کو بازاروں میں نکلنے اور کمانے کی اجازت دی جائے گی تو نوجوانوں کے فطری جذبات برانگیختہ ہوں گے اور جس کے نتیجہ میں فساد وانتشار اور جرم وبرائی کا رواج عام ہوگا۔

جبکہ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کے الفاظ میں: ''للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مرد کو کمائی کا حق ہے بالکل اسی طرح عورت کو بھی کمائی کرنے کا حق حاصل ہے اور اسے اپنے اس حق کو استعمال کرنا چاہئے، تاریخ میں بھی اس کا ثبوت فراہم ہے، حضرت خدیجہؓ کپڑے کی بڑی تاجرہ تھیں، ازواج مطہرات میں بہت سی کی اپنی الگ ذریعہ آمدنی تھی، جس کی وجہ سے وہ امور خیر میں دل کھول کر خرچ کیا کرتی تھیں، موجودہ دور میں خواتین کے اس کردار کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، مسلم مردوں کے ساتھ جب تک خواتین کسب معاش نہ اختیار کریں معاشی حالت مستحکم نہیں ہوسکتی۔

مقالہ نگار حضرات نے مندرجہ ذیل نصوص وعبارات کو بطور دلائل پیش کیا ہے۔

☆''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى''۔

☆''اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن، وإن كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن''۔

☆''الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما

أنفقوا من أموالهم''۔

☆''لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله''۔

☆''للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن''۔

☆''المرأة راعية على بيت زوجها وهى مسئولة عنها'' (بخاری)۔

☆''ما حق زوجة أحدنا عليه، قال: أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت''۔

☆''إنه قد أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن'' (مسلم)۔

☆''ليس للنساء نصيب فى الخروج إلا مضطرة'' (طبری)۔

☆''عن جابر قال: طلقت خالته فأرادت أن تخرج إلى نخل لها فلقيت رجلاً فنهاهافجاء ت رسول الله ﷺ فقال: اخرجى فجدى نخلك لعلك أن تصدقى و تفعلى معروفاً'' (نسائی)۔

☆''فلسفة الإسلام فى أن البنت والمرأة بوجه عام لا يصح أن تكلف بالعمل لتنفق على نفسها بل على أبيها أو زوجها أو أخيها مثلاً أن يقوم بالإنفاق عليها لتتفرغ لحياة الزوجية والأمومة'' (المرأة بين الفقه والقانون)۔

☆''والأساس الذى وضعه الإسلام للتعامل بين الزوجين و تنظيم الحياة بينهما هو أساس فطري فالرجل أقدر على العمل والكد والكسب خارج المنزل والمرأة أقدر على تدبير المنزل و تربية الأولاد وتيسير أسباب الراحة لبيتة والطمانينة المنزلية......وقد حكم رسول الله ﷺ بين عليؓ بن أبى طالب و بين زوجة فاطمةؓ فجعل على فاطمة خدمة البيت وجعل علي على العمل والكسب'' (فقہ السنہ)۔

☆''إن النساء مامورات بلزوم البيت منهيات عن الخروج '' (احکام

القرآن)۔

☆"لا تكلف المرأة الاكتساب للإنفاق على نفسها أو على غيرها وتكون نفقتها إن كانت فقيرة واجبة على غيرها سواء كانت متزوجة أم ليست بذات زوج" (موسوعہ فقہیہ)۔

☆"الغرض من المرأة كونها مستفرشة آتية بالولد مدبرة لحوائج البيت وغير ذلک" (نورالانوار)۔

☆"إن المرأة محبوسة بحبس النكاح حقاً للزوج ممنوعة عن الاكتساب بحقه فكان نفع حبسها عائداً إليه فكانت كفايتها عليه كقوله ﷺ: "الخراج بالضمان"ولأنها إذا كانت محبوسة بحبسه ممنوعة عن الخروج للكسب بحقه فلو لم يكن كفايتها عليه لهلكت" (بدائع الصنائع)۔

۲- کیا شریعت نے خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے (خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں کا):

بعض حضرات کے مطابق نان ونفقہ کی ذمہ داریوں سے خواتین مطلق بری الذمہ ہیں (دیکھئے مقالہ: **شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا ارشد مدنی، مولانا عبد الاحد فلاحی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا جعفر ملی، مولانا یاسر اعظمی، مولانا خورشید اعظمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا اقبال ٹنکاروی وغیرہ**)۔

جبکہ بعض حضرات نے اس ذمہ داری کو مقید رکھا ہے کہ اگر شوہر تنگ دست ہو، کاہل ہو، کماتا نہ ہو، آوارہ وبدمعاش ہو، یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہو اور بچے چھوٹے ہوں، گھر میں کوئی اور دوسرا ولی یا محرم کمانے والا نہ ہو تو بحالت مجبوری خواتین کا اپنا اور اپنے بچوں کا نفقہ خود ان کے ذمہ ہوگا (دیکھئے مقالہ: **مفتی لطیف الرحمن، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد فاروق، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی**

اعظمی، مولانا مبارک حسین ندوی)۔

بعض مقالہ نگاران نے کہا ہے کہ عورتیں کما کر نفقہ ادا کرنے کی مکلف نہیں ہیں، البتہ اگر ان کے پاس مال موجود ہے تو بعض شکلوں میں ادائیگی ان کے ذمہ ہوگی (مقالہ: **مولانا** عبدالرشید قاسمی، **مولانا** عطاء اللہ قاسمی، **مولانا** صبیح اختر قاسمی، **مولانا** ریاض احمد قاسمی)۔

مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں: بعض صورتوں میں یہ ذمہ داری عورتوں پر ہے، مذہب شافعی، مذہب حنبلی، مذہب حنفی کے مطابق باپ یا اوپر کے افراد یعنی دادا وغیرہ نہ ہوں یا تنگ دست ہوں تو ماں پر ان کا نفقہ واجب ہوگا، جبکہ امام مالک کے یہاں واجب نہیں ہے۔

مولانا عبدالاحد فلاحی صاحب کے الفاظ میں: اگر شوہر نفقہ نہ دے اور بیوی اپنا گذارہ کرے تو وہ قاضی کی اجازت سے شوہر پر قرض ہوگا، جس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوگی، "**فإن لم تجد من تستدين منه عليه اكتسبت و أنفقت و جعلته دينا عليه بأمر القاضي و إن لم تقدر على الاكتساب لها السوال ليؤمها وتجعل سؤلها ديناً عليه**" (ردالمحتار)۔

ڈاکٹر محمد زحیلی کہتے ہیں کہ: بیوی کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے خواہ عورت مالدار، صاحب ثروت ہو یا اس کا شوہر فقیر و مفلس ہو، اگر شوہر کماتا ہو اور بلا کسی ضرورت و حاجت کے عورت گھر کے باہر کام کرے تو اس کا نفقہ شوہر سے ساقط ہوجاتا ہے۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆"**وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف**"۔

☆"**لا يكون لأحدكم ثلاث بنات أو ثلاث أخوات فيحسن إليهن إلا دخل الجنة**" (ترمذی)۔

☆"**كما تجب على الأم نفقة الولد لقوله تعالى: لا تضار والدة بولدها......ولما أوجب الشرع على الأم ما عجز عنه الأب من الرضاع وجب عليها ما عجز عنه من النفقة......وإذا ثبت هذا فإن الأم تجب نفقتها ويجب**

علیها أن تنفق علی ولدها إذا لم یکن له أب وبهذا قال أبوحنیفة والشافعی وحکی عن مالک أنه لانفقة علیها" (المجموع ۱۹/۳۰۱)۔

☆"والأم لایلزمها نفقة ولدها مع وجود أبیه، قلت: یلزم الأم نفقة ولدها إذا کان أبوه فقیراً عاجزاً عن الکسب جداً"۔

☆"النفقة واجبة للزوجة علی زوجها مسلمة کانت أو کافرة إذا سلمت نفسها إلی منزله فعلیه نفقتها وکسوتها وسکناها" (ہدایہ)۔

☆"ومعتدة الموت تخرج یوما وبعض اللیل لتکتسب لأجل قیام المعیشة لأنه لا نفقة لها" (بحرالرائق)۔

☆"ومعتدة الموت تخرج فی الجدیدین وتبیت أکثر اللیل فی منزلها، لأن نفقتها علیها فتحتاج للضرورة" (درمختار)۔

☆"أما إذا کان معسرا بحیث تجب نفقته علی غیره من الأصول والفروع و کان عاجزاً عنه فلا نفقة علیه لأنه لا یعقل إیجاب النفقة علیه وهو یأخذ نفقته من غیره إذ أن فاقد الشیٔ لا یعطیه وهذا هو الصحیح" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ)۔

☆"لو استغنت الأنثی بنحو خیاطة وغزل فتجب أن تکون نفقتها فی کسبها" (ردالمختار)۔

☆"تجب علی الرجل نفقة امرأته" (تاتارخانیہ)۔

☆"إن المرأة التی تعمل لا نفقة لها لأن الزوج یستطیع منعها من العمل والخروج، فذلک حق وهو إنما ینفق علیها لأنها متفرغة لزوجها محبوسة علیه فإذا کانت تعمل وتکسب فإن السبب الذی وجب من أجله الإنفاق علیها قد زال" (الواضح فی شرح قانون الاحوال الشخصیہ/۱۸۲)۔

۳۔محض معیارِ زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے

جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا اور چلتا ہے۔

مقالہ نگار حضرات کی ایک معتد بہ تعداد نے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے عورتوں کی معاشی جد وجہد کو مباح قرار دیا ہے، لیکن بیشتر افراد نے اسے کچھ شرطوں سے مشروط کیا ہے، مثلاً گھریلو ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں، شوہر بے روزگار اور کاہل ہو، حدود شرع کی پابندی ہو، بنیادی امور وفرائض میں حصول معاش سے کوئی فرق واقع نہ ہو (دیکھئے مقالہ: **مولانا** شاہجہاں ندوی، **مولانا** عبد الرشید قاسمی، **مولانا** قاضی ہارون مینگل، مفتی شیر علی گجراتی، **مولانا** فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، **مولانا** ریاض احمد قاسمی)۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی کے الفاظ میں: مباح ہے بلکہ بہتر ہے، لیکن گھر کے اندر رہ کر مثلاً گھریلو صنعت وحرفت، ہینڈ لوم، سلائی کڑھائی، بیل بوٹے بنانا وغیرہ، اس طرح بعض دفعہ عورتیں مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں، نیز فن کتابت وغیرہ، الغرض عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اپنے گھروں میں رہتے ہوئے کہیں جائے بغیر اختیار کرنا شرعاً جائز ہے۔

مولانا عبد اللہ خالد کہتے ہیں: اگر عزت وآبرو اور شریعت کا منشاء فوت نہ ہو تو اجازت ہوگی، حضرت ابن مسعودؓ کی زوجہ ذاتی صنعت وکاریگری سے اپنا اور شوہر وبال بچوں کی کفالت کرتی تھیں۔

نیز اگر مقصد صدقہ وخیرات، مواسات وخیر خواہی ہو تو یہ امر مستحسن ہے (مقالہ: مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

بعض مقالہ نگار حضرات نے اسے شریعت اسلامی کے اصول وقوانین کے مغائر قرار دیا ہے۔

لہذا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے ایسا کرنا اسلامی مزاج ومذاق سے مطابقت نہیں رکھتا ہے (مقالہ: **مولانا** سلمان منصور پوری)۔

گنجائش نہیں ہوگی، اپنی عزت وناموس کو سر بازار نیلام کرنا اس کی حمیت وغیرت کے

خلاف ہے (مقالہ: مولانا محمد فاروق، مولانا جعفر ملی رحمانی)۔

جبکہ بعض دیگر حضرات نے احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور حتی الامکان احتراز کو اولی اور مناسب سمجھا ہے، تنگی وترشی سے کام چلا لینے، صحابہ وصحابیات کی زندگیوں کو اسوہ ونمونہ بنانے کی تلقین کی ہے (مقالہ: مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا ارشد مدنی، مولانا عبد الاحد فلاحی، مولانا ارشاد قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا صادق مبارکپوری، مولانا اقبال ٹنکاروی)۔

قاضی محمد ہارون مینگل کے الفاظ میں: اجتناب اولی ہے، لیکن ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا، بشرطیکہ شرعی ہدایات واحکامات کو ملحوظ رکھیں۔

جبکہ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب نے اسے عورت کا حق مطلق قرار دیا ہے، وہ رقم طراز ہیں: حدود کی رعایت سے آمدنی بڑھانے اور اپنی کمائی کا عورت کو حق مطلق ہے، ہر حال میں تنگی وترشی سے کام چلانا بھی کوئی کار نیک نہیں ہے، لہذا وہ اپنی حدوں میں رہتے ہوئے اپنی کمائی کا حق استعمال کرسکتی ہے۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ''اعلموا أنما الحياة الدنيا لعب و لهو و زينة وتفاخر بينكم وتكاثر في الأموال والأولاد''۔

☆ ''يا ايها الذين آمنوا لا تلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلك فأولئك هم الخاسرون''۔

☆ ''ولا تمدن عينيك إلى ما متعنا به أزواجاً منهم زهرة الحياة الدنيا''۔

☆ ''فكانت أطولنا يدا زينب لأنها كانت تعمل بيدها

وتصدق'' (مسلم)۔

☆''ليس للنساء نصيب في الخروج إلا لمضطرة'' (طبرانی)۔

☆''ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة'' (ردالمحتار)۔

☆''لا تتخذوا الضيعة فترغبوا في الدنيا'' (ترمذی)۔

☆''إن هند بنت عقبة قامت إلى عمر بن الخطاب فاستقرضته من بيت المال أربعة آلاف تتجرفيها وتضمنها فأقرضها فخرجت إلى بلاد كلب فاشترت وباعت'' (جواہر الفقہ)۔

۴-خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے میں کیا اس وقت بھی جبکہ وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں، اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

بیشتر مقالہ نگار حضرات نے کہا ہے کہ اگر خواتین اندرون خانہ اپنی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہتی ہیں تو انہیں اپنے شوہر یا ولی سے اجازت لینا ہر حال میں ضروری ہوگا (دیکھئے مقالہ: **مولانا** شاہجہاں ندوی، شیخ کلیم اللہ عمری، **مولانا** ابوسفیان مفتاحی، **مولانا** ارشد مدنی، **مولانا** عبدالاحد فلاحی، **مولانا** یاسر اعظمی، **مولانا** اسرار الحق سبیلی، **مولانا** خورشید اعظمی، **مولانا** ثناء الہدی قاسمی، **مولانا** عطاء اللہ قاسمی، **مولانا** عبدالرحیم قاسمی، **مولانا** قاضی ہارون مینگل، **مولانا** جعفر ملی، **مولانا** اقبال قاسمی، **مولانا** سلطان احمد اصلاحی، **مولانا** صادق مبارکپوری)۔

ان کے مطابق جب نفلی عبادات میں اپنے شوہر کی اجازت ضروری ہے تو پھر کسب معاش میں مشغول ہونے کے لئے اجازت بدرجہ اولی ضروری ہوگی (دیکھئے مقالہ: مفتی سید باقر ارشد قاسمی، **مولانا** صبیح اختر قاسمی، **مولانا** عبید اللہ ندوی، **مولانا** شوکت ثناء قاسمی، **مولانا** عطاء اللہ قاسمی)۔

بعض حضرات نے حلال صنعت وحرفت میں مشغول ہونے کو گھر میں بیکار رہنے سے

احسن قرار دیا ہے (دیکھئے مقالہ: مولانا یاسر اعظمی، مولانا جعفر علی رحمانی)۔

مولانا اقبال احمد ٹنکاروی کے الفاظ میں: اجازت کے ساتھ ایسے کام کرلے، جیسے ہوم ٹیوشن، مدرسۃ البنات میں تدریسی خدمات، عورتوں کے شفاخانہ میں ڈاکٹرس یا نرس کی خدمات انجام دیں تو بہتر ہے۔

بعض مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ اگر اندرون خانہ کام میں مشغول ہونے سے عورت کا حسن وجمال متاثر ہوتا ہو یا شوہر کے حقوق کی صحیح ادائیگی نہ ہوتی ہو، یا اس کی مشغولیت شوہر کے لئے باعث ننگ وعار ہو تو پھر اجازت ضروری ہوگی، اس کے برعکس اگر مندرجہ بالا حقوق متاثر نہ ہوں تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہے (دیکھئے مقالہ: مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا مصطفی قاسمی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی تنظیم عالم قاسمی)۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆"علموا أبناء كم السباحة والرماية ونعم لهو المؤمنة فی بيتها المغزل" (معرفۃ الصحابۃ)۔

☆"أما العمل الذی لا ضرر له فيه فلاوجه لمنعها عنه خصوصاً فی حال غيبته من بيته، فإن ترک المرأة بلا عمل فی بيتها يؤدی إلی وساوس النفس والشيطان أو الاشتغال بما لا يعنی مع الأجانب والجيران" (شامی)۔

☆"وكذا لو أجرت نفسها لإرضاع صبی وزوجها شريف ولم تخرج قيل تكون ناشزة" (درمختار)۔

☆"لزم أنها تصيرناشزة إذا خالفته فی الغزل والنقش والحناء وغير ذلک مما تخالف به أمره وهی فی بيته وفساده لا يخفی نعم يفيد أنه له منعها من هذا الإيجاز، وللزوج أن يمنع امرأته عن ما يوجب خللاً فی حقه" (شامی)۔

"لا يحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه وينبغي عدم تخصيص الغزل بل له أن يمنعها عن الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه وكذا في العمل تبرعاً لأجنبي بالأولى" (البحر الرائق)۔

☆"وللزوجة أن تعمل في البيت عملاً لا يضعفها ولا ينقص جمالها وللزوج أن يمنعها مما يضرها ولكن لا تسقط نفقتها إذا خالفته بل له أن يؤدبها لعصيانها أمره" (الفقہ الاسلامی)۔

☆"وله منعها من الغزل وكل عمل ولو تبرعاً لأجنبي" (درمختار)۔

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو کیا اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، ان صورتوں میں حکم شرعی کے اعتبار سے کچھ فرق بھی ہوگا؟

مقالہ نگاران حضرات اس سلسلہ میں کئی رائیں رکھتے ہیں:

۱- مطلق شوہر یا ولی سے اجازت ضروری ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا قاضی ہارون مینگل، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا مصطفی قاسمی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا اختر امام عادل)۔

۲- اگر شوہر یا ولی کفالت نہ کرے اور نفقہ و رہائش کا کوئی معقول انتظام بھی نہ ہو تو خواتین کسب معاش کے لئے نہ صرف یہ کہ باہر نکلیں گی بلکہ اس صورت میں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت طلب کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا ارشد مدنی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا یاسر اعظمی،

مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا ارشاد الحق قاسمی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا محمد صادق مبارکپوری)۔

۳-معقول انتظام ہو، نکلنے کی حاجت وضرورت شرعی نہ ہو تو خروج درست نہ ہوگا (مقالہ: مولانا محمد فاروق، مولانا محمد صادق مبارک پوری)۔

۴-اختلاط اور شرعی حدود وقوانین کے ٹوٹنے کا امکان ہو تو پھر نکلنا ممنوع اور ناجائز ہوگا (مقالہ: مولانا اقبال احمد قاسمی)۔

مفتی سید باقر ارشد صاحب نے کہا کہ شرعی حجاب کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے، لیکن اجازت ضروری ہوگی، مسافت سفر کے اندر تو اجازت ہے، مگر اس سے باہر تنہا سفر کرنا اور ملازمت کرنا حرام ہے، بغیر محرم کے حج فرض نہیں ہے تو ملازمت کجا، اگر رات کے وقت ایسی جگہ ملازمت کرے جہاں صرف عورتیں ہوں تو اجازت کے ساتھ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

اگر دوری مسافت سفر سے زیادہ ہو تو محرم کا ساتھ ہونا لازم ہوگا (مقالہ: مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی)۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆"لا يحل لامرأة مسلمة تسافر مسيرة ليلة إلا ومعها رجل ذو حرمة منها" (ابوداؤد)۔

☆"عن النبي ﷺ أن امرأة أتته فقالت: ما حق الزوج على امرأته قال: لا تمنعه نفسها وإن كانت على قتب ولا تعطي من بيته شيئا إلا بإذنه فإن فعلت ذلك كان له الأجر وعليها الوزر ولا تصوم تطوعا إلا بإذنه فإن فعلت ذلك أثمت ولم توجر، وأن لا تخرج من بيته إلا بإذنه فإن فعلت لعنتها الملائكة ملائكة الغضب و ملائكة الرحمة حتى تؤوب أو ترجع، قيل: وإن كان ظالماً قال: وإن كان ظالماً" (ابوداؤد)۔

☆''ويحرم عليها الخروج بلا إذنه هذا إذا قام الزوج بحوائجها التي لا بدلها منها، وإن لم يقم بحوائجها فلا بدلها من الخروج'' (کشاف القناع)۔

☆''لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تأذن في بيت زوجها إلا بإذنه ولا تخرج وهو كاره ولا تطيع فيه أحداً'' (مستدرک حاکم)۔

☆''ليس لها أن تخرج بلا إذنه أصلاً'' (شامی)۔

☆''فلا تخرج إلا لحق لها أو عليها'' (درمختار)۔

☆''والحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع فإن علم في واقعة عجز هذه المختلعة عن المعيشة أن لم تخرج أفتاها بالحل، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة كما في فتح القدير'' (شامی)۔

☆''أن له منعها من الغزل وكل عمل ولو قابلة و مغسلة'' (شامی)۔

☆''ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة'' (باب المہر سعیدیہ)۔

☆''لا تجب النفقة إذا انتقلت الزوجة من منزل الزوجية إلى منزل آخر بغير إذن الزوج بغير وجه شرعي''۔

☆''للزوج أن يضرب المرأة على أربعة خصال......الخروج من البيت'' (فتح القدیر)۔

☆''ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج إلا بأسباب متعددة: منها: إذا كانت في منزل يخاف السقوط عليها، ومنها: الخروج إلى مجلس العلم إذا وقعت لها نازلة ولم يكن الزوج فقيهاً، و منها: الخروج إلى حج الفرض إذا وجدت محرماً، ومنها: الخروج إلى زيارة الوالدين'' (الخانیہ)۔

☆''ويسقط حقه في الإذن إذا امتنع عن الإنفاق عليها'' (موسوعہ فقہیہ)۔

☆''المرأة قبل أن تقبض مهرها لها أن تخرج في حوائجها وتزور الأقارب

بغیر إذن الزوج فإن أعطاها المهر ليس لها الخروج إلا بإذن الزوج'' (فتح القدیر)۔

☆''ويجوز للزوجة الخروج بغير إذن الزوج لما لاغناء لها عنه كإتيان بنحو مأكل والذهاب إلى القاضي لطلب الحق واكتساب النفقة إذا أعسربها الزوج والاستغناء إذا لم يكن زوجها فقيهاً'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۱۹/ ۱۱۰)۔

۶-خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود کیا ہیں؟

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگار حضرات نے کہا ہے کہ اگر ملازمت ناگزیر ہو، اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ خواتین کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں:

۱-ولی یا شوہر کی اجازت شامل ہو۔

۲-شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔

۳-لباس دبیز اور مکمل ساتر ہو۔

۴-لباس اسقدر بھڑکیلا نہ ہو کہ مردوں کے لئے کشش کا باعث بنے۔

۵-خوشبو کے استعمال سے اجتناب۔

۶-پایل یا چھلوں کے پہننے سے بچیں۔

۷-مردوں سے اختلاط بالکل نہ ہو۔

۸-اگر کبھی اجنبی اور غیر مردوں سے بات کرنے کی ضرورت آن پڑے تو لہجہ میں کرختگی ہو۔

۹-دن کے اوقات ہی میں نکلیں۔

۱۰-شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو، وغیرہ وغیرہ (دیکھئے مقالہ: مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا ارشد مدنی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا عبد اللہ خالد، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا جعفر علی رحمانی، مولانا اختر امام عادل، مولانا شیخ کلیم اللہ، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی سید باقر ارشد، مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد فاروق، مولانا یاسر اعظمی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مصطفیٰ قاسمی، مولانا

عبدالاحد فلاحی، مولانا اقبال ٹنکاروی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا شوکت ثنا قاسمی وغیرہ)۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب نے کہا ہے کہ انتہائی مجبوری کی حالت میں جواز ہے۔

اعلیٰ تعلیم، صنعت وغیرہ میں خواتین کو باک ہونا چاہئے تا کہ بچوں کی اچھی طرح تربیت کرسکیں (مقالہ: مفتی شیر علی گجراتی)۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی کے الفاظ میں: شوہر بیوی دونوں ایک آفس یا ایک کمپنی میں کام کریں یا پھر شوہر کو اعتماد رہے اور اس کی نگرانی قائم رہے تب ہی ملازمت کرسکتی ہے۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆''**وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن**"۔

☆''**ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن**"۔

☆''**إن اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولاً معروفا**''۔

☆''**وإذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء الحجاب**''۔

☆''**المرأة عورة إذا خرجت استشرفها الشيطان**'' (ترمذی)۔

☆''**مثل الرافلة فى الزينة فى غير أهلها كمثل ظلمة يوم القيامة لانور لها**'' (ترمذی)۔

☆''**كل عين زانية والمرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهى كذا وكذا يعنى زانية**'' (ابوداؤد)۔

☆''**ويجب على المرأة فى حال الخروج التزام الشرعى فلا تظهر شيئاً من جسدها غير الوجه والكفين**'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ)۔

☆''**ولا تخرج من بيتها إلا بإذنه فإن خرجت بإذنه فمختفية فى هيئة رثة تطلب المواضع الخالية دون الشوارع والأسواق، محترزة من أن يسمع صوتها أو يعرف شذها لاتتعرف إلى صديق بعلمها فى حاجاتها بل تنكر على**

من تظن أن يعرفها أو تعرفه" (احیاءعلوم الدین)۔

☆"وحيث أبحنالها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال واستمالهم" (احکام القرآن للقرطبی)۔

۷ – ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے کیا احکام ہوں گے؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران حضرات کی آراء مندرجہ ذیل ہیں:

۱ – مردوں سے سابقہ کی صورت میں پردہ مکمل ہو۔

۲ – لباس سادہ، دبیز اور کشادہ ہو۔

۳ – ضرورتاً مردوں سے بات کرنی ہو تو لہجہ میں لگاوٹ اور گھلاوٹ نہ ہو بلکہ رعب و داب ہو۔

۴ – فساد کثیر کا امکان ہو تو چہرہ اور ہتھیلیوں کو چھپانا بھی لازم ہوگا۔

۵ – اگر مردوں سے سامنا نہ ہو تو برقع اوراوڑھنی لازم نہیں۔ (دیکھئے مقالہ: مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا اختر امام عادل)۔

۶ – قابل ستر حصہ کا عورتوں سے بھی پردہ کرنا لازم ہوگا۔

۷ – اگر مسلم عورتوں کے علاوہ غیر مسلم عورتیں بھی وہاں ہوں تو ان سے بھی مکمل پردہ لازم ہوگا (دیکھئے: مقالہ: مولانا محمد فاروق، مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا یاسر اعظمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا جعفر علی رحمانی، مولانا عارف باللہ قاسمی)۔

۸ – شدید ضرورت کے وقت چہرہ اور ہاتھ کھولا جاسکتا ہے (مقالہ: مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا ریاض احمد قاسمی، مفتی شیر علی گجراتی، مولانا سلطان احمد اصلاحی)۔

۹-جہاں صرف خواتین ہوں وہاں ملازمت کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے(مقالہ: مولانا عبید اللہ ندوی،مفتی عبدالرحیم قاسمی،مولانا ارشد مدنی)۔

۱۰-اگر کسی ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں اورکام کرنے والی خواتین ہوں،تب بھی پردہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا(مقالہ:مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی،مفتی جمیل احمد نذیری،مفتی انور علی اعظمی)۔

۱۱-حالات کے اعتبار سے اس کی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں(ڈاکٹر ظفر الاسلام)۔

۱۲-ایسے اداروں میں بھی عام حالات میں ملازمت جائز نہیں ہوگی،کیونکہ اس میں بہت سارے مفاسد پائے جاتے ہیں،مثلاً بلاضرورت شرعی گھر سے نکلنا،عورت کا بن سنور کا نکلنا، ان کی طرف فساق وفجار کا میلان وغیرہ،لیکن اگر کوئی کمانے والا نہ ہوتو شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ گنجائش ہوگی(مقالہ:مولانا صادق مبارک پوری)۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆"یا ایھا النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن"۔

☆"ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن"۔

☆"فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض"۔

☆"عن أم سلمة أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة إذا أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه فقال رسول الله ﷺ :احتجبامنه، فقلت: يا رسول الله! أليس هو أعمى لا يبصرنا، فقال رسول الله ﷺ : أفعمياو ان أنتما؟"۔

☆"لا يحل للمسلمة أن تنكشف بين يدي يهودية أو نصرانية أو مشركة ولا ينبغي للمرأة الصالحة أن تنظر إليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها و خمارها كما في السراج" (شامی)۔

☆"تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنه عورة بل

لخوف الفتنة" (درمختار)۔

☆"وتنظر المرأة من المرأة إلى ما يجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل" (فتح القدیر)۔

☆"......ومن الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة" (شامی)۔

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے، جہاں مرد کارکن بھی ہوں، تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کی کیا حدود ہوں گی، اس سلسلہ میں کیا سن رسیدہ خواتین اور جوان عورتوں کے درمیان فرق ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگاران حضرات کی مختلف رائیں سامنے آئی ہیں:

۱-ضرورتاً خواتین کسب معاش کے لئے ملازمت کرسکتی ہیں، اس صورت میں جوان عورتوں کو مکمل شرعی پردہ کالحاظ رکھنا ہوگا، اختلاط سے اجتناب، تنہائی میں ملنے سے گریز اور شدید ضرورت کے وقت بات کرنے کی نوبت آجائے تو لہجہ میں لگاوٹ نہ ہو، جبکہ سن رسیدہ خواتین کے سلسلہ میں شریعت نے تھوڑی رخصت دی ہے، لہٰذا ان کے سلسلہ میں بمقابلہ جوان خواتین کے تخفیف ہوگی (دیکھئے مقالہ: مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی)۔

۲-ملازمت کی اجازت ہوگی، لیکن پردہ کے معاملہ میں جوان اور سن رسیدہ دونوں کا حکم یکساں ہوگا (مقالہ: مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام، قاضی ہارون مینگل، مولانا عبدالاحد فلاحی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی)۔

۳-ایسی جگہوں میں ملازمت کی بالکل اجازت نہ ہوگی، لیکن وہ عمر رسیدہ خواتین جن سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، انہیں کسی حد تک اجازت دی جاسکتی ہے (دیکھئے مقالہ: مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد سلمان کھلی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۴-بلا کسی تفصیل اس صورت میں ملازمت کی گنجائش نہ ہوگی (مقالہ: مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا محمد فاروق، مولانا ارشد مدنی، مفتی جمیل احمد نذیری، مولانا یاسر اعظمی، مولانا خورشید اعظمی، مولانا عارف باللہ قاسمی، مولانا ریاض احمد قاسمی، مولانا صادق مبارک پوری)۔

مولانا عبد الاحد فلاحی صاحب کے الفاظ میں: اگر مردوں کے ساتھ رہ کر کام کرنا پڑے تو اس صورت میں گنجائش ہوگی کہ چہرہ، ہاتھ اور قدم کھلے رکھے جائیں، ضرورت جہاں زیادہ ہو، وہاں آستین کا اوپر اٹھ جانا گناہ میں شامل نہیں ہوگا، امام ابو یوسفؒ نے بوقت ضرورت آستین کو کھلی رکھنے کی اجازت دی ہے۔

''وعن أبي يوسف أنه يباح النظر إلى ذراعها أيضاً لأنه قد يبدومنها عادة'' (فتح القدیر)، اسی طرح اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ بوقت ضرورت عورتوں کو دیکھنا جائز ہے، ''ثم النظر إلى المرأة الأجنبية قديصير مرخصاً عند الضرورة'' (ہندیہ)۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کہتے ہیں: نوجوان اور عمر رسیدہ ہر ایک کو صرف ناگزیر ضرورت کی بنا پر اور کم وقفہ کے لئے اختلاط ہو اور اس میں شدید تقاضہ کے باعث چہرہ اور ہتھیلی ہی کھلی رکھی جاسکتی ہے۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆''والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحاً فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة و أن يستعففن خير لهن''۔

☆''لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان'' (ترمذی)۔

☆''وإن كانت عجوزاً أو مقبحة جاز أن يكشف وجهها و كفيها'' (قرطبی)۔

☆''أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها و مس يدها إذا

أمن" (درمختار)۔

☆"وأما في زماننا فالمفتي به منع الكل عن الكل حتى في الوعظ ونحوه" (حاشیۃ الطحطاوی)۔

۹-کیا اس کا بھی فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے، مثلاً دوکان میں سیلز مین اور آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں فرق ہوسکتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں بیشتر مقالہ نگاران حضرات کی رائے کے مطابق اگر آفس میں یکسوئی ہو، اختلاط کا امکان بعید تر ہو، حجاب شرعی کا مکمل لحاظ ہو اور بے پردگی کم سے کم ہو تو یہ ملازمت کس طرح درست ہوسکتی ہے (دیکھئے مقالہ: مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا محمد سلمان کھلی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا لطیف الرحمٰن، مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا اختر امام عادل، قاضی ہارون مینگل، مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی، مولانا صبیح اختر قاسمی)۔

بطور سیلز گرل کام کرنے یا اس طرح کی ملازمت جہاں عورتوں کو شوپیس بننا پڑے، بے پردگی کا امکان بہت زیادہ ہو، لوچ اور لگاوٹ کا لہجہ استعمال کرنا پڑے، ایسی جگہوں میں ملازمت کی اجازت کو تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران حضرات نے ناجائز اور نادرست کہا ہے۔

بعض حضرات وہ بھی ہیں جو مطلقاً دونوں صورتوں کے عدم جواز کے قائل ہیں کہ بہتر ہے کہ ایسی جگہوں سے عورتوں کو کام کرنے سے دور رکھا جائے (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد فاروق، ڈاکٹر ظفر الاسلام، مولانا ارشد مدنی، مفتی جمیل احمد نذیری، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مولانا ریاض احمد قاسمی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مولانا صادق مبارک پوری، مولانا یاسر اعظمی، مولانا خورشید اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی انور علی اعظمی)۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆''إذا ابتليت ببليتين فاختر أهونهما''۔

☆''إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما'' (دررالحکام)۔

☆''ويتحمل الضرر الأخف لدفع الضرر الأشد أو الأعم'' (المنہاج فی علم القواعد)۔

۱۰ –ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کا کیا حکم ہے۔

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگاران حضرات نے کہا ہے کہ بغرض ملازمت عورتوں کا تنہا سفر کرنا یا قیام کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر محرم ساتھ ہو تو اس میں گنجائش ہوسکتی ہے اور کسی حد تک اجازت دی جاسکتی ہے۔

جبکہ مولانا عارف باللہ قاسمی کے الفاظ میں: البتہ ایسی جگہ جہاں صرف عورتیں قیام کرتی ہوں اور اس کا کوئی محرم اسے ساتھ لے جا کر چھوڑ دے پھر لائے تو ایسی جگہ میں عورتوں کے قیام کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی کہتے ہیں کہ حدود شرعیہ کی رعایت اور شوہر کی اجازت سے اگر قیام ملک یا بیرون ملک ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

☆''لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا ومعها ذو رحم محرم'' (بخاری)۔

☆''لا يحل لا مرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً فوق ثلاثة أيام فصاعداً إلا ومعها أبوها أو أخوها أوزوجها أو ابنها أو ذومحرم منها'' (ابوداؤد)۔

☆''واحتج أبوحنيفة بأن مامون السفر الشرعي في حكم البيت في

جميع الأحكام كعدم جواز القصر فكما يجوز لها أن تكون في بيتها بلا محرم كذلك يجوز لها أن تكون في أقل من مدة السفر بلا محرم" (اعلاء السنن)۔

☆"أما إذا كانت المرأة ليس لها الزوج أو أب أو غيرهما من أقاربها الذين يكلفون لها بالمعيشة وليس عندها من المال ما يسد حاجتها فحينئذ يجوزلها أن تخرج للاكتساب بقدر الضرورة ملتزمة بأحكام الحجاب فيكفي لها في مثل هذه الحال أن تكتسب في وطنها ولا حاجة لها إلى السفر إلى البلاد الأجنبية ولولم تجد بُداً من السفر في وطنها من بلد إلى بلد آخر ولولم تجد أحداً من محارمها ففي مثل هذه الحالة فقد يسع لها أن تاخذ بمذهب مالک والشافعي حيث جوزوا لها السفر مع النساء المسلمات الثقات" (المغنی ۳/ ۱۹۰)۔

☆"وأجمعوا أن العجوز لا تسافر بغير محرم فلا تخلو برجل شاباً أو شيخاً" (شامی)۔

☆"ليس لها السفر مطلقاً بلا رضاها لفساد الزمان لأنها لا تأمن على نفسها في منزلها فكيف إذا خرجت"۔

☆☆☆

عرض مسئلہ

خواتین کی ملازمت

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی کے اٹھارہویں فقہی سمینار کے ایک موضوع خواتین کی ملازمت سے متعلق سوالنامہ کے ابتدائی پانچ سوالات کا عرض میرے ذمہ کیا گیا تھا، عرض مسئلہ کے لئے مجھے کل ۴۰ مقالات اکیڈمی کی طرف سے بھیجے گئے تھے، ان میں سے کچھ مقالات تفصیلی ہیں، زیادہ تر مختصر مقالات ہیں اور بعض مقالات میں مقالہ نگار نے صرف اپنی رائے ظاہر کردی ہے۔

مقالہ نگار حضرات کے نام درج ذیل ہیں:

مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی محبوب علی وجیہی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا اقبال احمد قاسمی، قاضی محمد ہارون مینگل، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مولانا عبد الحیٔ مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا محمد شوکت ثنا قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن آسام، مولانا شمس الدین مظاہری آسام، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا یاسر اعظمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد سلمان پالنپوری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا اقبال ٹنکاروی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا ارشد مدنی چمپارنی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا عبد الاحد فلاحی، مفتی

☆ المعہد العالی الاسلامی، پھلواری شریف، پٹنہ۔

عبدالرحیم قاسمی، مولانا عبداللہ خالدلوناواڑی، مولانا صبیح اختر آسام، مولانا محمد فاروق، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مفتی جنید عالم ندوی، مولانا توقیر بدر قاسمی، اور راقم الحروف مولانا بدر احمد مجیبی ندوی۔

سوال نمبر ۱: شریعت اسلامی خواتین کے لئے ملازمت کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے تفصیلی بحث کی ہے کہ اسلامی شریعت میں خواتین کا نفقہ خود ان پر واجب نہیں ہے، مرد حضرات یعنی خواتین کے اولیاء یا ان کے شوہر پر واجب ہے، مرد ہی عورت کا کفیل ہوتا ہے، اسی کو خواتین کا نگراں بنایا گیا ہے، اس لئے عورتوں کو اپنے نفقہ کے لئے کسب معاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، شادی سے قبل ان کی معاشی کفالت کی ذمہ داری باپ پر آتی ہے، شادی کے بعد معاشی کفالت کی ذمہ داری شوہر پر آجاتی ہے، شوہر کی وفات کے بعد ان کی اولاد پر ان کی کفالت کی ذمہ داری ہوجاتی ہے، ان امور کو قرآن کریم، احادیث نبوی، صحابہ کرام کے واقعات اور فقہاء امت کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔

اس نکتہ پر سب مقالہ نگار حضرات کا اتفاق ہے کہ عام حالات میں خواتین پر کسب معاش فرض نہیں ہے، اور نہ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔

اکثر مقالہ نگار حضرات اس کے قائل ہیں کہ عام حالات میں خواتین کے لئے اصلاً کسب معاش جائز ہے، لیکن بلاضرورت کسب معاش کرنا پسندیدہ نہیں ہے، درج ذیل مقالہ نگار حضرات نے اس رائے کو اختیار کیا ہے۔

مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا عبدالحئی مفتاحی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا محفوظ الرحمن آسام، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا ارشد فہیم الدین مدنی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مفتی عبدالاحد فلاحی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا عبدالتواب

انا وی، مولانا عبداللہ خالد لوہا واڑی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا محمد سلمان پالنپوری، مولانا عبید اللہ ندوی، قاضی محمد ہارون مینگل، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مولانا توقیر بدر قاسمی وغیرہ اور راقم الحروف مولانا بدر احمد مجیبی ندوی کی بھی یہی رائے ہے۔

درج ذیل حضرات نے اس سے کچھ مختلف رائے ظاہر کی ہے۔

مفتی محبوب علی وجیہی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا اقبال ٹنکاروی نے یہ تحریر کیا ہے کہ فتنوں کی وجہ سے خارج بیت کسب معاش خواتین کے لئے درست نہیں ہے، استثنائی احوال میں کچھ قیود کے ساتھ خواتین کو کسب معاش کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی لکھتے ہیں: شریعت نے کسب معاش کو خواتین کے ذمہ نہیں رکھا ہے، اس لئے کمائی کرنا ان پر فرض نہیں ہے۔

مولانا اقبال احمد قاسمی کانپوری لکھتے ہیں: عورت کو مکمل معاش کی آزادی دینا مرد کے معاش کے مواقع کو تنگ کردیتا ہے، اورعورت کی جو گھریلو مصروفیات ہیں اس میں خلل واقع ہوتا ہے۔

مفتی جعفر ملی رحمانی لکھتے ہیں کہ شریعت عورت کے کسب معاش میں مشغول ہونے کو عام حالات میں ناجائز قرار دیتی ہے۔

مولانا محمد فاروق بارڈولی لکھتے ہیں کہ خواتین کا بلاضرورت شدیدہ کسی کے پاس ملازمت کرنا شریعت کو گوارا نہیں ہے، گھروں میں شوہر کی اجازت سے کسب معاش کرسکتی ہیں۔

مولانا صبیح اختر قاسمی لکھتے ہیں کہ خواتین کے کسب معاش کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ان کا نفقہ شوہر یا ولی پر ہے۔

مولانا عبداللہ خالد لوہا واڑہ لکھتے ہیں کہ بغیر ضرورت کے عورت کو کسب معاش کے لئے

باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی لکھتے ہیں کہ محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے بلا ضرورت شدیدہ وشرعیہ کسب معاش کے لئے نکلنے کو شریعت نہایت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے، اور اس کی اجازت بالکل نہیں دیتی ہے۔

مولانا محمد یاسر اعظمی لکھتے ہیں کہ شریعت نے خواتین کے لئے بلا کسی ضرورت شدیدہ کے کسب معاش کو ناجائز قرار دیا ہے۔اس کے بالکل برعکس مولانا عطاءاللہ قاسمی لکھتے ہیں کہ تنگ دست شوہر، باپ، بھائی کی معاونت یا خیر کی راہوں میں خرچ کرنے کی نیت سے کسب معاش عورتوں کے لئے مستحب ہے۔

دلائل: عورتوں کے لئے کسب معاش کو ناجائز قرار دینے والے مقالہ نگار حضرات کے دلائل یہ ہیں: شریعت نے عورتوں کی زندگی کے کسی مرحلہ میں بھی کسب معاش ان پر لازم نہیں کیا ہے، ابتدائی زندگی میں ان کے معاش کے ذمہ دار ان کے اولیاء ہیں، شادی کے بعد معاشی ذمہ داری شوہر پر ہے، بعد میں اولاد پر ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے، اس لئے کسی حال میں معاش کی تحصیل خواتین پر لازم نہیں ہے، اور کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا خواتین کے لئے بہت سے مفاسد کا سبب ہوسکتا ہے، اس لئے کسب معاش ان کے لئے بلا ضرورت شدیدہ جائز نہیں ہے۔

ان حضرات کی تحریروں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خواتین کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت سے گھر میں کسب معاش کرنا ان حضرات کے نزدیک بھی ناجائز نہیں ہے، صرف خارج بیت کسب معاش کو ناجائز کہتے ہیں۔

اکثر مقالہ نگار حضرات جو عام حالات میں خواتین کے لئے کسب معاش کو جائز لیکن غیر پسندیدہ کہتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-عورتوں کو کسب معاش کی اجازت دی گئی ہے، وہ اجرت پر دودھ پلانے کا کام بھی

کرسکتی ہیں قرآن کریم میں ہے: "فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن" (سورۂ طلاق)۔

۲- حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کا بکریوں کو پانی پلانے کے لئے کنوئیں تک جانے کا تذکرہ خود قرآن کریم میں ہے۔

"قال: ما خطبكما، قالتا: لا نسقي حتى يصدر الرعاء وأبونا شيخ كبير" (سورۂ قصص)۔

۳- حضرت مریم سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

"هزي إليك بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا فكلي واشربي وقري عينا" (سورۂ مریم)۔

۴- حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا واقعہ بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ وہ کس طرح جانوروں کی دیکھ بھال اور ان کو چارہ دینے کے کاموں میں حضرت زبیرؓ کا تعاون کرتی تھیں اور دو تہائی فرسخ دور زمین سے سر پر کھجور کی گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھیں۔

۵- حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی خالہ کا واقعہ کہ وہ اپنے کھجور کے باغ کے کام خود انجام دیتی تھیں۔ کسی صحابی نے ان کو منع کیا تو انہوں نے اس مسئلہ کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا، وہاں سے ان کے کاموں کی تائید کی گئی اور یہ ارشاد ہوا "بلى، فإنك عسى أن تصدقي أو تفعلي خيرا" (مسلم)۔

۶- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ کا واقعہ مسند احمد میں موجود ہے کہ وہ خود اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کرتی تھیں، صنعت وحرفت سے واقف تھیں، کچھ چیزیں تیار کرکے اس کو فروخت کرتی تھیں۔

۷- ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے بارے میں مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا یہ قول مروی ہے: "كانت زينب امرأة صناعة اليد تدبغ وتخرز وتصدق في سبيل الله"۔

۸-متعدد صحابیات کے بارے میں بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ وہ غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوتی تھیں، مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں، زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور ان کا علاج کرتی تھیں، غزوہ احد میں خود حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ پانی بھر کر مشکیزے اپنی پشت پر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

۹-علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک صحابیہ شفاء بنت عبد اللہ قرشیہؓ کو بازار کے بعض معاملات کا ذمہ دار بنایا تھا اور ان کی رائے کو پسند کرتے تھے، ایک صحابیہ حضرت سمراءؓ بازار میں جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں اور غلطی کرنے والوں کی کوڑے سے خبر لیتی تھیں۔

ان دلائل کے پیش نظر اکثر مقالہ نگار حضرات نے عورتوں کو کسب معاش کی اجازت دی ہے، خواہ گھر کے اندر رہ کر ہو یا گھر سے باہر جا کر ہو، لیکن اس کے لئے متعدد قیود اور شرائط بھی ذکر کرتے ہیں کہ ان شرائط کے ساتھ اجازت ہوگی۔

۲-کیا شریعت نے خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے؟ (خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا):

اکثر مقالہ نگار حضرات کے نزدیک بعض ناگزیر حالات میں خواتین پر بھی اپنا اور دوسروں کا نفقہ لازم ہوجاتا ہے، اور ان کو بھی کسب معاش کی ضرورت پڑسکتی ہے، اس قول کے قائل درج ذیل مقالہ نگار حضرات ہیں:

مولانا اقبال ٹنکاروی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا صبیح اختر قاسمی، مولانا محمد فاروق بارڈولی، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن، مولانا شمس الدین، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا اقبال احمد قاسمی کانپوری، قاضی محمد ہارون مینگل، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا عبد الحئی مفتاحی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام

صدیقی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مولوی توقیر بدر قاسمی اور راقم الحروف مولانا بدر احمد مجیبی ندوی کی بھی یہی رائے ہے۔

بعض مقالہ نگار نے یہ صراحت کی ہے کہ شریعت اسلامیہ نے خواتین پر نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، درج ذیل مقالہ نگار کی یہ رائے ہے:

مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد یاسر اعظمی، مولانا محمد سلمان پالنپوری، مولانا عبد الرشید قاسمی، مفتی عبد الاحد فلاحی، مولانا ارشد فہیم الدین مدنی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، ان حضرات کے دلائل یہ ہیں:

۱-نفقہ کی ذمہ داری شریعت نے مردوں پر رکھی ہے، عورتوں پر نہیں رکھی ہے۔ ''وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف''۔

۲-جہاں خواتین پر نفقہ کا ذکر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اگر مال والیاں ہیں تو ان پر بعض صورتوں میں نفقہ لازم ہے، اگر وہ خود محتاج ہیں تو ان پر کسب کر کے نفقہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

جن مقالہ نگار حضرات کے نزدیک ناگزیر حالات میں خواتین پر بھی نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے درج ذیل ناگزیر حالات میں نفقہ کی ذمہ داری خواتین پر عائد کی ہے اور انہوں نے کتب فقہ حنفی سے عبارتیں پیش کی ہیں۔

الف-شوہر بدمعاش، آوارہ اور کاہل ہو اور بچے چھوٹے ہوں کوئی دوسرا ولی نہ ہو یا ہو لیکن ذمہ داری اٹھانے کو تیار نہ ہو تو خود عورتوں پر اپنے اور اپنے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ب-شوہر کی وفات ہوگئی ہو اور ذمہ دار ولی نہ ہو تو اس وقت بھی عورتوں پر نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ج-مطلقہ عورت جس کا کوئی ولی نہ ہو یا ہو مگر کفالت سے معذور ہو۔

د-محتاج والدین اور اسی طرح محتاج اصول (دادا، دادی وغیرہ) کا نفقہ ان کی مالدار اولاد پر لازم ہوتا ہے، خواہ اولاد ذکور ہوں یا اولاد اناث ہوں۔

ھ-مولانا شاہجہاں ندوی نے مذاہب اربعہ کی کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اولاد کا نفقہ ماں پر لازم ہوگا، اس سلسلے میں انہوں نے المجموع شرح المہذب، المغنی، الشرح الصغیر للدردیر اور رد المحتار کے حوالے دیئے ہیں۔

سوال نمبر ۳-محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے؟۔

اس سوال کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی مختلف رائیں سامنے آئی ہیں۔ کچھ مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ خواتین شوہر کا ہاتھ بٹانے یا صدقہ وخیرات کرنے کے لئے گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی اور مکمل پردے کے ساتھ کسب معاش کی جد وجہد کریں تو جائز ہے، اس رائے کو اختیار کرنے والے حضرات یہ ہیں:

مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا اقبال ٹنکاروی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا مصطفی قاسمی آوا پوری، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، مولوی توقیر بدر قاسمی اور راقم الحروف مولانا بدر احمد مجیبی ندوی کی بھی یہی رائے ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-''وجعلنا لكم فيها معايش'' (الاعراف: ۱۰)۔

۲-''هو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعا'' (سورۂ بقرہ)۔

یہ اور اس طرح کی آیات مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے عام ہیں، ان سے کسب معاش کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

۳-حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے:

''فکانت أطولنا یداً زینب لأنها کانت تعمل بیدها'' (مسلم)۔

۴-حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا واقعہ کہ وہ خود کسب معاش کے ذرائع پر عمل کرتی تھیں جبکہ ان کے اوپر کسب معاش کی ذمہ داری لازم نہیں تھی کیونکہ حضرت زبیرؓ موجود تھے۔

بعض دوسرے مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ تمام صورتیں ضرورت اور حاجت شدیدہ کے اندر داخل نہیں ہیں، لہٰذا اس غرض سے عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے، البتہ خواتین گھر میں رہ کر کسب معاش کر سکتی ہیں۔

اس رائے کو اختیار کرنے والے حضرات یہ ہیں:

مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا یاسر اعظمی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا ارشد فہیم الدین مدنی، مفتی عبدالاحد فلاحی، مولانا محمد فاروق بارڈولی، مولانا صبیح اختر، مولانا مبارک حسین ندوی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی۔

ان حضرات کے دلائل یہ ہیں:

۱-''وقرن في بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة''، اس آیت میں عورتوں کو گھر لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے، بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے، اور یہاں کوئی ضرورت نہیں پائی جارہی ہے۔

۲-''أذن الله لکن أن تخرجن لحوائجکن'' (بخاری)۔

۳-''ولها السفر والخروج من بیت زوجها للحاجة'' (ردالمحتار)۔

۴-''فمتی انقضت حاجتها لا یحل لها بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتها'' (البحر الرائق)۔

۵-ان صورتوں میں عورتوں کو معاشی جد وجہد کی اجازت دے دی جائے تو درج ذیل خرابیاں لازم ہوں گی:

الف-ملازمت کے میدان میں عورتوں کی شرکت سے مردوں کے اندر بے روزگاری کا اضافہ ہوگا اور یہ اقتصادی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

ب-عورت کے گھر چھوڑنے سے اس کے گھر اور اس کے خاندان کو زبردست خسارہ لاحق ہوگا۔

درج ذیل حضرات نے کچھ فرق کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کی ہے:

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی لکھتے ہیں: دور جدید میں ضرورتیں بہت آگے بڑھ گئی ہیں، جن کی تکمیل شوہر کی استطاعت سے باہر ہے، ایسے میں عورتیں چاہتی ہیں کہ ان کے پاس اپنا کمایا ہوا مال ہو جس سے وہ اپنی آسائشیں اور آرائشی ضرورتیں پوری کر سکیں، یہ خواہشات جیسی بھی ہوں کم از کم غیر شرعی نہیں ہیں، ان کی تکمیل اسی وقت ممکن ہے جب وہ کسب معاش کریں۔

مولانا افتخار احمد مفتاحی لکھتے ہیں: وقت گذاری اور سرمایہ جمع کرنے کی غرض سے معاشی جد وجہد کرنا جب کہ گھر کی حالت ایسی ہے کہ تنگی وترشی سے کام چلتا ہے تو اجازت دینے میں قباحت ہے، کیونکہ دولت وثروت جمع وذخیرہ کے لئے نہیں ہے، بلکہ اجتماعی وانفرادی ضروریات کی کفالت کے لئے ہے۔

قاضی محمد ہارون مینگل لکھتے ہیں: بہتر ہے کہ عورتیں معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری کے لئے معاشی جد وجہد سے اجتناب کریں، البتہ ان پر اس جد وجہد کو ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا، بشرطیکہ وہ شرعی ہدایات اور احکامات کی پابندی اور پردے کے ساتھ ہوں۔

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں: یہ سب مغربی تہذیب کے اثرات ہیں جو مسلم معاشرے کے لئے قابل شرم ہیں نہ کہ لائق تقلید۔

مولانا شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں: معیار زندگی بلند کرنے یا سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی

غرض سے معاشی جد وجہد اختیار کرنا اگر یہ چیز اس کے گھریلو ذمہ داریوں نیز شوہر اور اولاد کے حقوق میں اثر انداز نہ ہوں تو شوہر کی اجازت سے مباح ہے، محض وقت گذاری کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنا ممنوع ہے، کیونکہ گھر سے باہر عورت کے لئے کام کرنے کا جواز ضرورۃً ہے اور جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز قرار دی جاتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی ثابت رہتی ہے۔

سوال نمبر: ۴-خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے میں کیا اس وقت بھی جبکہ وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اس رائے کو اختیار کیا ہے کہ اندرون خانہ کسب معاش کے لئے بھی ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے، ان کی اجازت کے بغیر کسب معاش خواہ گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-''**الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم**''(النساء)۔

۲-''**قيام الرجال على النساء هو أن يقوم بتدبير هاوتأديبها و إمساكها في بيتها ومنعها عن البروز وأن عليها طاعته وقبول أمره مالم تكن معصية**'' (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۵/۱۶۹)۔

قوامیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی نگرانی اور سرپرستی میں کام کریں ان کے مشورے اور اجازت سے کام کریں اور جب مرد ان کی کفالت کررہے ہوں تو ان کو ایسے کاموں سے روکنے کا حق ہے۔

۲-''**لا يحل لامرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه**'' (بخاری)۔

۳-''**ألا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته فالإمام على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته وهو مسئول عن رعيته**

والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسئولة عن رعيتها" (صحیحین)۔

۴-"ولا تتطوع للصلاة والصوم بغير إذن الزوج" (ردالمحتار)۔

۵-"وله منعها من الغزل ونحوه وعن كل ما يتأذى برائحته كالحناء والنقش والإرضاع أولى لأنه يهزلها ويلحق به عار إذا كان من الأشراف" (ردالمحتار)۔

۶-"له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه بوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا" (البحرالرائق)۔

۷-"وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به" (ردالمحتار)۔

درج ذیل پانچ مقالہ نگار حضرات نے اپنی رائے کچھ مختلف ظاہر کی ہے۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب فرماتے ہیں: اگر خواتین کے گھر کے اندر کسب معاش سے ولی یا شوہر کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے تو اجازت لینا ضروری ہے، اور اگر خلل واقع نہیں ہوتا ہے تو اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

قاضی محمد ہارون مینگل لکھتے ہیں: اگر اپنے فرائض ادا کرنے کے ساتھ عورت گھر میں کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرے تو کوئی اس کو اجازت لینا ضروری نہیں ہے تاہم زندگی کو خوشگوار بنانے اور اختلافات کے اندیشہ سے بچنے کے لئے خاوند اور ولی سے اجازت لینا بہتر ہے۔

مولانا اسرارالحق سبیلی لکھتے ہیں: اگر گھر میں ایسی معاشی سرگرمی اختیار کریں جس سے شوہر کے حق میں رکاوٹ نہ ہوتی ہو اور شوہر کو کوئی نقصان بھی نہ ہو تو شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے:

"وأما العمل الذي لاضرر فيه فلاوجه لمنعها عنه خصوصا في حال غيبته عن بيته" (ردالمحتار)۔

مفتی جنید عالم ندوی قاسمی لکھتے ہیں: جن حالات میں عورت کے لئے کسب معاش ضروری ہے ان حالات میں اجازت لینا ضروری نہیں ہے، اور جن حالات میں عورت کے لئے کسب معاش ضروری نہیں ہے ان حالات میں اجازت لینا ضروری ہے۔

مولانا لطیف الرحمن فلاحی لکھتے ہیں: اندرون خانہ معاشی سرگرمیوں کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ شریعت نے عورت کو شوہر کی خدمت کا پابند بنایا ہے، ولی کی خدمت کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے۔

سوال نمبر ۵: اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو کیا اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی؟ گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، ان صورتوں میں حکم شرعی کے اعتبار سے کچھ فرق بھی ہوگا؟

اس سوال کے تین اجزاء ہیں: ہر ایک جزء کے بارے میں ہم نمبر وار مقالہ نگار حضرات کی رائے پیش کرتے ہیں:

الف- خواتین کے خارج بیت کسب معاش کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں شوہر یا ولی کی جانب سے کفالت ہونے یا نہ ہونے سے کچھ فرق ہوگا؟

درج ذیل مقالہ نگار حضرات کے نزدیک خارج بیت کسب معاش کے لئے ہر حال میں ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے، خواہ وہ اس کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا مبارک حسین ندوی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا اقبال ٹنکاروی، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا یاسر اعظمی قاسمی، قاضی محمد ہارون مینگل، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا عبد التواب اناوی، مولانا محفوظ الرحمن، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا خورشید

احمد اعظمی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولوی توقیر بدر قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی۔

درج ذیل مقالہ نگار حضرات کے نزدیک خارج بیت کسب معاش کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت کی ضرورت اس وقت ہوگی جب ولی یا شوہر اس خاتون کی کفالت کرتا ہو، اگر شوہر یا ولی اس کی کفالت نہیں کرتا، اپنی تنگ دستی اور مجبوری کی وجہ سے عورت کی بنیادی ضرورتیں مثلاً کھانا کپڑا وغیرہ فراہم نہیں کرسکتا ہو اور عورت مجبوری میں بنیادی ضرورتوں کے حصول کے لئے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس کو شوہر یا ولی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا عبد الرشید قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی عبد الاحد فلاحی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا ارشد فہیم الدین مدنی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی، نیز راقم الحروف مولانا بدر احمد مجیبی ندوی کی بھی یہی رائے ہے۔

مولانا نور الحق رحمانی اور راقم الحروف نے لکھا ہے کہ ولی یا شوہر کے کفالت سے عاجز ہونے کی صورت میں اس سے اجازت لینا واجب تو نہیں ہے مگر اس کے قوام ہونے کی وجہ سے اجازت لینا مستحب اور مستحسن ہے۔

مفتی محبوب علی وجیہی صاحب اور مولانا محمد فاروق بارڈولی لکھتے ہیں: ایسی عورت جس کی کفالت کا انتظام ہو اس کا کسب معاش کے لئے نکلنا خواہ ولی یا شوہر کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو بہر صورت ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ خروج بلاضرورۃ شرعیہ ہے، البتہ کفالت کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ گھر میں رہ کر کوئی صنعت کرسکتی ہو تو اسے دن کے وقت میں مسافت شرعیہ کے اندر خصوصی طور سے نکلنے کی گنجائش ہوگی۔

مولانا عبید اللہ ندوی لکھتے ہیں: اگر گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا رات میں ہو اور ولی اس کی کفالت کرتا ہو تب اجازت واجب ہوگی۔ جن حضرات نے

کفالت اورعدم کفالت دونوں صورتوں میں شوہر یا ولی سے اجازت لینےکولازم قرار دیا ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-"ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج" (خانیہ)۔

۲-"وله منعها من الغزل ونحوه وعن كل ما يتأذى برائحته كالحناء والنقش والإرضاع أولى لأنه يهزلها ويلحق به عار إذا كان من الأشراف" (ردالمحتار)۔

۳-"له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه بوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا" (البحرالرائق)۔

۴-"للزوج أن يمنع القابلة والغاسلة من الخروج لأن في الخروج إضرارا به" (البحرالرائق)۔

۵-"وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح يأمرها به" (ردالمحتار)۔

جن مقالہ نگارحضرات نے عدم کفالت کے وقت اجازت کولازم قرارنہیں دیا ہے ان کے دلائل یہ ہیں:

۱-ولی یا شوہر کی جانب سے عدم کفالت کی صورت میں اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کسب معاش کرنا عورت پرفرض ہوجاتا ہے، اورفرائض کی ادائیگی کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسےفرض حج یافرض نمازیافرض روزہ کے لئے ولی یا شوہر سے اجازت لازم نہیں ہے۔

۲-نکاح کی وجہ سے شوہر کو'حق احتباس' حاصل ہوتا ہے، اسی لئے بیوی کوگھر سے باہر نکلنے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہوتی ہے، کیونکہ شوہر چاہےتو اس کو باہر نکلنے سے منع کردے، اسی حق احتباس کی وجہ سے شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہوجاتا ہے،لیکن اگر شوہر کی معذوری کی وجہ سے نفقہ کی ادائیگی نہیں ہورہی ہےتو اس کا حق حبس باقی نہ رہے گا، اب وہ بیوی کو

باہر نکلنے سے منع نہیں کرسکتا، لہذا بیوی کو اس سے اجازت لینا لازم نہیں ہوگا۔

"وذلک لأن نفقة المرأة فی مقابلة الاحتباس فما دام الاحتباس قائما کانت النفقة واجبة تحقیقا للمعادلة" (عنایہ مع الفتح ۴؍۳۲۰)۔

"ولأن النفقة جزاء الاحتباس فکل من کان محبوسا بحق مقصود لغیره کانت نفقته علیه، أصله القاضی والعامل فی الصدقات والمفتی والوالی" (البحر الرائق ۴؍۱۷۳)۔

"ویسقط حقه فی الإذن إذا امتنع عن الإنفاق علیها" (الموسوعۃ الفقہیہ)۔

"یجوز للزوجة الخروج بغیر إذن الزوج لما لا غنی لها عنه کإتیان بنحو مأکل والذهاب إلی القاضی لطلب الحق واکتساب النفقة إذا أعسر بها الزوج" (الموسوعہ ۹؍۱۱۰)۔

"ویحرم علیها الخروج بلا إذنه، هذا إذا قام الزوج بحوائجها التی لا بد لها منها وإن لم یقم بحوائجها فلابد لها من الخروج للضرورة" (کشاف القناع ۳؍۱۱۷)۔

۳-اجازت کے عدم لزوم کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اجازت کے وجوب کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اجازت دینے والے کو منع کرنے کا اختیار حاصل ہو، مذکورہ صورت میں شوہر اس کے نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کو منع کرسکے، کیونکہ اگر منع کرے گا تو وہ عورت اور اس کے بچے بغیر نفقہ کے بھوکے رہیں گے اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی کو گھر میں روک کر بھوکا مارا جائے۔

ب-خواتین کے لئے کسب معاش کی جگہ سفر شرعی کی مسافت پر ہو یا اس سے کم کی مسافت پر ہو، کیا دونوں کے حکم میں فرق ہوگا؟

درج ذیل مقالہ نگار حضرات کے نزدیک اگر وہ سفر شرعی کی مسافت پر ہو تو محرم یا شوہر کا

ساتھ ہونا واجب ہے، اس سے کم مسافت پر ہو تو محرم کا ساتھ ہونا واجب نہیں ہے۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مفتی جعفر ملی رحمانی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مولانا عبدالتواب اناوی، مولانا نورالحق رحمانی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا مصطفی قاسمی آواپوری، مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا عبدالحئی مفتاحی، مولوی توقیر بدر قاسمی، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی اور راقم الحروف کی بھی یہی رائے ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ حدیث نبوی ہے:

''لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا يكون ثلاثة أيام فصاعدا إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو ذومحرم منها'' (مسلم، کتاب الحج)۔

بعض مقالہ نگار حضرات سفر شرعی سے کم میں بھی محرم کے ساتھ ہونے کو لازم بتاتے ہیں۔

مفتی عارف باللہ قاسمی لکھتے ہیں: سفر شرعی کا فاصلہ ہو یا اس سے کم فاصلہ ہو لیکن اس جگہ آنے جانے کو سفر سے تعبیر کیا جاتا ہو تو محرم لازم ہے۔

مولانا یاسر اعظمی اور مولانا اقبال ٹنکاروی لکھتے ہیں کہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے خواہ مسافت سفر تین دن سے کم ہی ہو۔

مولانا ارشد فہیم مدنی کے نزدیک سفر شرعی کی مسافت ہو یا نہ ہو دونوں کا حکم یکساں ہوگا، اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مفتی انور علی اعظمی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی لکھتے ہیں: جوان عورت کا کسب معاش کے لئے تنہا بستی سے باہر جانا بالکل درست نہیں ہے، خواہ سفر شرعی کی مسافت سے کم ہو۔

مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا شمس الدین مظاہری اور مولانا محفوظ الرحمٰن آسام لکھتے

ہیں: اگر حصول معاش کے لئے نکلنا ناگزیر ہو تو وہ ایک دن اور رات کی مسافت (سولہ میل) سے کم فاصلہ پر کسی جائز کام کے لئے بغیر محرم کے بھی جا سکتی ہے، اس سے آگے بغیر محرم کے نہیں جا سکتی۔

ان حضرات کی دلیل یہ حدیث نبوی ہے:

"لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة يوم إلا مع ذى محرم" (مسلم)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی لکھتے ہیں: اگر بقدر کفاف روزی کا ذریعہ مسافت شرعی سے کم میں حاصل ہو جاتا ہے تو اسی پر اکتفاء کرے بدون مجبوری اگر مسافت شرعی کے حد کو پار کر رہی ہے تو کراہت سے خالی نہیں ہے۔

مفتی عبد الاحد فلاحی نے بغیر مجبوری کے سفر شرعی کی مسافت تک جانے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ج۔کسب معاش کے لئے دن کے وقت خواتین کے گھر سے باہر جانے میں اور رات کے وقت گھر سے باہر جانے میں کچھ فرق ہے؟

درج ذیل مقالہ نگار حضرات کے نزدیک اس میں رات اور دن میں کوئی فرق نہیں ہے، مجبوری میں شوہر کی اجازت سے رات میں بھی نکل سکتی ہے۔

مولانا عبد الرشید قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی عبد الاحد فلاحی، مولانا محمد ارشد فہیم مدنی، مولانا محمد یاسر اعظمی، مولانا محفوظ الرحمٰن، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا شوکت ثنا قاسمی، مولانا مصطفی قاسمی آواپوری۔

مفتی سید باقر ارشد قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر اس جگہ صرف عورتیں ہی ملازمت میں ہوں تو رات میں بھی ملازمت کر سکتی ہے اور اگر وہاں مرد بھی ہوں تو رات میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

جبکہ دیگر مقالہ نگار حضرات یہ لکھتے ہیں کہ صرف دن میں کسب معاش کے لئے نکلنے کی اجازت ہے، رات میں کسب معاش کے لئے نکلنے کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ اس کے قائل ہیں: مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی جعفر علی رحمانی، مولانا لطیف الرحمن فلاحی، مولانا اقبال احمد قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولوی توقیر بدر قاسمی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مفتی جنید عالم ندوی قاسمی اور راقم الحروف کی بھی یہی رائے۔ ان حضرات کے دلائل یہ ہیں:

۱- اللہ تعالی نے دن کو کسب معاش کے لئے مقرر فرمایا ہے: "**وجعلنا الليل لباسا وجعلنا النهار معاشا**" (سورۂ نبا)۔

۲- جس عورت کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو اور وہ محتاج ہو تو اس کو نفقہ کے لئے صرف دن میں نکلنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ کسب معاش عادۃً دن میں ہوتا ہے۔

"**لأن نفقتها عليها وعسى لاتجد من يكفيها مؤنتها فتحتاج إلى الخروج لنفقتها غير أن أمر المعاش يكون بالنهار عادة دون الليالى فأبيح الخروج لها بالنهار دون الليالى**" (فتح القدیر ۱۶۶/۴)۔

۳- رات میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر رہنے میں ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کا مسئلہ زیادہ ہوگا، بہت سارے فتنے جنم لے سکتے ہیں، بڑی خرابیاں لاحق ہوں گی، مفاسد کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ رات کو کسب معاش کی اجازت نہ دی جائے۔

۴- جب ان کو خارج بیت جانے کی اجازت ضرورت کے تحت دی جارہی ہے اور یہ ضرورت دن میں کسب معاش سے پوری ہوجارہی ہے تو اجازت بھی ضرورت کے بقدر صرف دن میں ہی ہونی چاہئے۔

۵-رات شوہر کا حق ہے، رات میں کسب معاش سے شوہر کے لئے تسکین نفس نہیں پایا جائے گا اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

نکات بحث:

آج اس مجلس میں ہمیں درج ذیل امور پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس دور میں اگر خواتین کو گھر سے باہر نکل کر معاشی جدوجہد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو:

۱-کیا حجاب کی شرعی پابندی باقی رہ پائے گی؟

۲-غیر محرم افراد سے احتراز ہو پائے گا؟ ان سے روابط میں اور ساتھ بیٹھ کر کام کرنے میں تنہائی اور خلوت سے اجتناب ہو پائے گا؟

۳-اپنی خانگی ذمہ داری، شوہر کے حقوق کی ادائیگی، بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ جیسے فرائض معاشی جدوجہد کے ساتھ پورے ہو پائیں گے؟

۴-کسب معاش کے لئے محرم کے ساتھ سفر شرعی کی اجازت اکثر مقالہ نگار حضرات نے دی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس پر عمل ہو سکے گا کہ ہمیشہ محرم کے ساتھ ملازمت کے لئے جائے اور آئے؟

یہ سب ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دینا آسان نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب خواتین کے قدم گھر سے باہر نکلنا شروع ہو جاتے ہیں تو پھر کوئی پابندی باقی نہیں رہتی، خواتین کے گھر سے باہر نکل کر معاشی جدوجہد کرنے میں تمام قسم کی خرابیاں بالکل ظاہر اور نمایاں طور سے نظر آتی ہیں، خصوصاً آفس میں، کارخانے میں، دکانوں میں اور دیگر ایسی تمام جگہوں میں جہاں غیر مردوں کے ساتھ صرف اختلاط ہی نہیں بلکہ تنہائی اور خلوت کے بکثرت مواقع پیش آتے رہتے ہیں، اس لئے نفس کسب معاش کی اباحت کے باوجود ان شدید خرابیوں اور مفاسد کی وجہ سے خواتین کو عام حالات میں گھر سے باہر کسب معاش کی اجازت دینا بہت غور طلب مسئلہ ہے۔

۵-بعض مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ اگر شوہر یا ولی عورت کی کفالت کر رہے ہیں تو

عورت کے لئے گھر سے باہر نکل کرکسب معاش کرنا جائزنہیں ہے، اسی طرح متعدد مقالہ نگار حضرات نے لکھا ہے کہ اگر ولی یا شوہر کی طرف سے کفالت ہورہی ہے تو باہر نکلنے کے لئے اجازت ضروری ہے اور اگر کفالت نہیں ہورہی ہے تو اجازت ضروری نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ کفالت کی وہ کیا مقدار ہے جس کوکسب معاش کے بارے میں معیار اور حد فاصل قرار دیا جائے؟

مولانا عبدالرشید قاسمی نے اس سلسلے میں اچھی بحث اٹھائی ہے اور حدیث اور فقہ کی روشنی میں ایک معیار اور حد فاصل متعین کرنے کی کوشش کی ہے، نفقہ بقدر کفایت ہوتا ہے، حضرت ابوسفیانؓ کی اہلیہ کو حضور ﷺ نے حضرت ابوسفیانؓ کے مال میں سے ان کے اور ان کی اولاد کے لئے بقدر کفایت لینے کی اجازت دی۔ ''**خذی من مال أبی سفیان ما یکفیک وولدک بالمعروف**''۔

اور چونکہ نفقہ حاجت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے تو حاجت کے بقدر ہی لازم ہوگا، بقدر کفایت میں حاجت پوری ہوجاتی ہے، اس لئے اس سے زیادہ لازم نہ ہوگا۔

لیکن اس زمانہ میں بقدر کفایت نفقہ کی مقدار کیا ہوگی؟ کیا صرف چند روٹی اور سالن مہیا کردینے سے اور سال میں ایک دو جوڑے کپڑے اور کسی جگہ رہائش فراہم کردینے سے بقدر کفایت نفقہ کی ادائیگی ہوجائے گی، قرن اولی میں تو خلیفہ وقت بھی روکھا سوکھا، کھا کر موٹا جھوٹا پہن کر بلکہ ایک چادر پر بھی بسر کرلیا کرتے تھے، لیکن اس زمانے میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، زمان، مکان، ماحول، معاشرہ، خاندان، علاقہ ان سب کو نفقہ کی ادائیگی میں ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوگا، اسی اعتبار سے نفقہ کی مقدار کا تعین ہوگا، دیہاتوں اور شہروں میں فرق ہوگا۔ ہندوستان اور مغربی ممالک میں بھی فرق ہوگا۔

عرض مسئلہ

خواتین کی ملازمت

مفتی انور علی اعظمی ☆

راقم الحروف کو اٹھارہویں فقہی سمینار کے ایک اہم موضوع ''خواتین کی ملازمت'' سے متعلق سوال نمبر ۶ تا ۱۰ کے عرض مسئلہ کا حکم دیا گیا ہے، اس موضوع پر اکیڈمی کی جانب سے کل ۴۰ مقالات بھیجے گئے تھے:

سوال نمبر ۱- شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

شریعت کے پیش کردہ نظام کے مطابق عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے باپ، بیٹا، شوہر اور بھائی پر ہے۔ یہ حضرات عورتوں کے نان ونفقہ کے ذمہ دار ہیں، ڈاکٹر مصطفی سباعی اپنی مشہور کتاب ''المرأة بين الفقه والقانون'' میں لکھتے ہیں: "فلسفة الاسلام أن البنت والمرأة بوجه عام لا يصح أن يكلف بالعمل تنفق على نفسها بل على أبيها أوزوجها أو أخيها مثلاً أن يقوم بالإنفاق عليها لتتفرغ لحياة الزوجية والأمومة''۔

مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن (۳۹۸/۲) پر "الرجال قوامون على النساء" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دوسرا اشارہ اہم اصول زندگی کی طرف یہ بھی ہے کہ عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اس

☆ مفتی دار العلوم مئو، یوپی۔

کے حالات اس کے لئے سازگار ہیں کہ محنت مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح بازاروں اور دفتروں میں پھرا کرے، اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈال دی ہے (معارف القرآن ۲/ ۳۹۸)۔

خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرایا اور ارشادفرمایا: ''**ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف**'' (صحیح مسلم)، اس لئے عام حالات میں عورت کسب معاش سے مستغنی ہے، لیکن اگر کوئی عورت ملازمت کرتی ہے تو اس کے لئے کیا حدود ہیں اس کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات کی بیان کردہ شرائط بہت حد تک مشترک ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک جوان عورت اجنبی مرد کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرے، زیادہ سے زیادہ اپنی ہتھیلیاں، کلائیاں اور چہرہ کا کچھ حصہ کھول سکتی ہے وہ بھی بغیر زینت اور بناؤ سنگار کے۔

۲- اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی عورت کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں رہے باوجودیکہ وہ اپنے لباس پوشاک میں باوقار اور سنجیدہ ہی کیوں نہ ہو، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی مین نہیں رہتا مگر شیطان ان دونوں کا تیسرا بن جاتا ہے۔

۳- اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت اجنبی مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہے (المرأۃ بین الفقہ والقانون/ص ۱۸۵)۔

۴- عورت کی ملازمت کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت بھی ضروری ہے جبکہ وہ اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوں۔

اجنبی مردوں کے سامنے ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے لیکن اکثر مقالہ نگار حضرات کچھ مخصوص جگہوں کے علاوہ اس کو جائز نہیں سمجھتے اور مفتی محمد شفیع صاحب کی

رائے کو ترجیح دیتے ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلق اجازت نہیں دی۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اگر چہ خوف فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا ہے اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہے اس لئے فقہاء حنفیہ نے غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی (سورۃ احزاب، معارف ۷/۲۱۹)۔

سوال ۷ –ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے ادارے میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمات انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردے کے کیا احکام جاری ہوں گے؟

اس سوال کا جواب ۱۳۳حضرات نے دیا ہے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا افتخار احمد مفتاحی، **مولانا** اقبال احمد ٹنکاروی، **مولانا** عبد اللہ خالد لونا واڑی، **مولانا** عبید اللہ ندوی، **مولانا** شوکت ثناء قاسمی، **مولانا** صبیح اختر آسام، مفتی جعفر ملی رحمانی، مفتی یاسر اعظمی، **مولانا** عبد الاحد فلاحی، **مولانا** ظفر الاسلام اعظمی، **مولانا** اقبال احمد قاسمی کانپوری، **مولانا** محمد فاروق دربھنگوی، **مولانا** عبد الرشید کانپوری، **مولانا** ارشد مدنی، قاضی محمد ہارون مینگل، سید باقر ارشد قاسمی، **مولانا** خورشید احمد اعظمی، **مولانا** شمس الدین مظاہری، **مولانا** اشتیاق احمد اعظمی، **مولانا** مصطفیٰ قاسمی آواپوری، **مولانا** لطیف الرحمٰن فلاحی، مفتی محبوب علی وجیہی، **مولانا** محفوظ الرحمٰن آسامی، **مولانا** سلمان پالنپوری، شیخ کلیم اللہ، مفتی عارف باللہ قاسمی، **مولانا** شاہجہاں ندوی، **مولانا** عبد الحئی مفتاحی اور مفتی انور علی اعظمی۔

مولانا ظفر الاسلام اعظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی عورت سے پیغام رسانی کا کام لیا جائے جو ذمہ دار مرد کی محرم ہو، جناب اسرار الحق سبیلی صاحب کی رائے یہ ہے کہ اسکول یا ادارہ کے ذمہ دار کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہوسکتی ہے، دلیل میں انہوں نے علامہ حصکفی کی ایک عبارت تحریر کی ہے، **مولانا** خورشید احمد اعظمی تحریر فرماتے ہیں کہ ادارہ کے ذمہ دار اگر مرد ہوں تو حسب ضرورت عورت پردے کے پیچھے سے ان سے بات کرسکتی ہے۔

مولانا شمس الدین مظاہری لکھتے ہیں کہ غیر مسلم عورتیں غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں، غیر محرم مردوں سے جتنا پردہ لازم ہے اتنا پردہ ان سے بھی لازم ہوگا۔

بقیہ مقالہ نگاروں نے اس صورت حال میں پردہ کے احکام کے متعلق جو باتیں لکھیں ہیں وہ یہ ہیں:

ادارہ کا کوئی مرد تنہائی میں کسی خاتون کارکن سے بات نہ کرے، ادارہ کی ضروریات کے سلسلہ میں اگر ذمہ دار مردوں کے ساتھ تبادلہ خیال کی ضرورت ہوتو خواتین پردے کے اہتمام کے ساتھ بیٹھیں، چہرہ بھی پورا نہ کھولیں اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ دونوں فریق اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ خواتین اپنی آواز میں لوچ اور چاشنی سے پرہیز کریں۔ ''**ولا تخضعن بالقول وقلن قولا معروفا**'' پر عمل کریں۔ اسی طرح خواتین کارکن ذمہ دار مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا ماحول ہرگز نہ بنائیں۔

سوال نمبر ۸ - اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کی کیا حدود ہوں گی، اس سلسلہ میں کیا سن رسیدہ اور جوان عورتوں کے درمیان فرق ہوگا؟

اس مسئلہ میں جوان اور سن رسیدہ عورت کے درمیان فرق نہ کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا محمد یاسر اعظمی، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مولانا محمد ارشد مدنی، قاضی ہارون مینگل، مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی۔

مقالہ نگار حضرات کی اکثریت نے جوان اور سن رسیدہ عورت کے درمیان فرق کیا ہے، فرق کرنے والوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا اسرار الحق سبیلی، مولانا صبیح اختر آسام، مولانا عبداللہ خالد لوہا واڑی، مولانا

شوکت ثناء قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا اقبال احمد ٹنکاروی، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا عبدالاحد فلاحی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا لطیف الرحمٰن فلاحی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا اقبال احمد کانپوری، مولانا محفوظ الرحمٰن آسام، مولانا ظفر الاسلام اعظمی، شیخ کلیم اللہ عمری، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد جعفر علی رحمانی، مولانا سلمان پالنپوری، مولانا عبدالرشید کانپوری، مولانا عبید اللہ فلاحی، مفتی انور علی اعظمی۔

دونوں گروہ کے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جوان مشتہاۃ عورتیں ایسے اداروں میں کام نہ کریں جہاں مرد کارکن بھی ہوں، مغربی طرز معاشرت چاہے اس انداز کو پسند کرتا ہو مگر اسلامی تعلیمات اور اسلامی مزاج اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا آج بڑے شہروں میں آفسوں میں کام کرنے والی لڑکیاں جس انداز میں رہتی ہیں درحقیقت وہ فحاشی اور بے حیائی کے پرچار کا ایک ذریعہ ہے، ایسے ماحول میں اگر ایک دو فیصد مسلمان لڑکیاں بھی ہوں تو ان کا اپنے آپ کو پردہ کے اہتمام کے ساتھ اور شرعی ضابطہ کے مطابق رکھنا بہت مشکل ہوگا، اس لئے مسلمان جوان لڑکیوں کو ایسی ملازمت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى**"، البتہ ایسی سن رسیدہ عورت جو حد اشتہاء سے آگے نکل چکی ہے اس کے لئے کچھ گنجائش ہوسکتی ہے، ہدایہ جلد رابع کتاب الکراہیہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی رضاعی قبیلہ کی عمر دراز عورتوں سے مصافحہ کرتے تھے اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی تیمارداری کے لئے ایک عمر دراز عورت کو اجرت پر رکھ رکھا تھا۔

سوال نمبر ۹- کیا اس کا بھی فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے مثلاً دوکان میں سیلز مین اور آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں فرق ہوسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے جوان مشتہاۃ خاتون کے لئے دونوں طرح کا کام ناجائز قرار دیا ہے، اور دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا ان حضرات کے اسمائے

گرامی یہ ہیں:

مولانا اقبال احمد کانپوری، مولانا ظفر الاسلام اعظمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا ارشد مدنی، مفتی محمد یاسر اعظمی، مولانا سلمان پالنپوری، مولانا افتخار احمد مفتاحی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبد الرشید کانپوری، مفتی سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا اقبال احمد ٹنکاروی، مولانا عبد اللہ خالد لونا واڑی، مولانا مبارک حسنی ندوی، مولانا عطاء اللہ قاسمی، راقم السطور مفتی انور علی اعظمی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی۔

اور دوسرے مقالہ نگار حضرات جنہوں نے ان دونوں کاموں میں فرق کیا ہے، دوکان میں بیٹھ کر سامان بیچنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور آفس کی ملازمت کو جائز کہا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محفوظ الرحمٰن آسام، مولانا صبیح اختر آسام، مفتی عبد الرحیم قاسمی، شیخ کلیم اللہ، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا شمس الدین مظاہری، مولانا عبد اللہ ندوی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا جعفر ملی رحمانی، مولانا اسرار الحق سبیلی، مفتی محبوب علی وجیہی۔

مولانا جعفر ملی رحمانی فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے ملازمت کی اجازت بدرجہ مجبوری دی جائے گی، اس لئے وہ اپنے لئے ایسی ملازمت اختیار کرے جس کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے کم ہو۔ مولانا اسرار الحق سبیلی کہتے ہیں کہ خواتین اگر ملازمت کرنے پر مجبور ہوں تو انہیں ایسی ملازمت کو ترجیح دینا چاہئے جہاں زیادہ سے زیادہ پردہ ہو سکے اور کم سے کم بے پردگی ہو، مولانا عارف باللہ قاسمی نے دونوں طرح کی ملازمتوں میں فرق تو ضرور کیا ہے لیکن کسی اجنبی مرد کے آنے کی صورت میں ایک جوان عورت یکسوئی اور تنہائی کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہے؟ اگر ایمانداری کے ساتھ اس کا جائزہ لیا جائے تو یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ آفسوں میں بھی مردوں کی آمد و رفت برابر جاری رہتی ہے، اور اگر بالفرض کسی عورت کو یکسوئی اور تنہائی میسر ہو جائے تو اس وقت ایک اجنبی مرد کا تنہا آنا اور زیادہ خطرناک ہوگا، اللہ کے رسول ﷺ نے بہت واضح

ہدایت دی ہے کہ کوئی اجنبی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے ورنہ ان دونوں کا تیسرا شیطان ہو جائے گا۔ اس لئے جوان مسلمان لڑکیوں کو ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی البتہ اگر کوئی عمر دراز عورت ہو جو حد اشتہاء سے متجاوز ہو چکی ہو وہ اپنی مجبوری کی بنا پر ایسی ملازمت اختیار کرتی ہے تو اس کے معاملے میں سوچا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۰-ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کا کیا حکم ہے؟

ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور رہ کر تنہا مستقل قیام کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ مقام اندرون ملک ہو یا بیرون ملک ہو، یہی رائے تقریباً سبھی مقالہ نگاروں کی ہے، ان حضرات کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبد الرحیم قاسمی، **مولانا** عبید اللہ ندوی، **مولانا** عبد الرشید کانپوری، **مولانا** سید اسرار الحق سبیلی، **مولانا** محمد فاروق دربھنگوی، **مولانا** افتخار احمد مفتاحی، مفتی محمد یاسر قاسمی، **مولانا** محمد عارف باللہ قاسمی، **مولانا** جعفر علی رحمانی، **مولانا** محمد شاہجہاں ندوی، **مولانا** عبد الاحد فلاحی، **مولانا** شمس الدین مظاہری، **مولانا** شوکت ثنا قاسمی، **مولانا** اشتیاق احمد اعظمی، **مولانا** مبارک حسین ندوی، **مولانا** کلیم اللہ عمری، قاضی محمد ہارون مینگل، **مولانا** عبد الحئ مفتاحی، **مولانا** محمد سلمان پالنپوری، **مولانا** عبد اللہ خالد لوناواڑی، **مولانا** خورشید احمد اعظمی، **مولانا** سید باقر ارشد قاسمی، **مولانا** ارشد مدنی، **مولانا** لطیف الرحمٰن فلاحی، **مولانا** محفوظ الرحمٰن آسام، **مولانا** صبیح اختر آسام، مفتی محبوب علی وجیہی، **مولانا** اقبال احمد قاسمی اور راقم السطور مفتی انور علی اعظمی۔

البتہ اس مسئلہ میں **مولانا** ظفر الاسلام اعظمی نے اختلاف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ ایسی عورت جس کا نہ شوہر ہو نہ باپ اور نہ کوئی ایسا رشتہ دار جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے تو اس صورت میں عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز ہے۔

وہ اپنے وطن یا ملک ہی میں کسب معاش کرے اور بیرون ملک جانے کی اجازت نہیں، لیکن اگر بیرونی ملک جاکر معاشی سدھار ناگزیر ہوجائے نیز انہیں کوئی اپنا محرم بھی نہ ملے تو ایسی صورت میں قابل اعتماد عورتوں کی معیت میں بیرون ملک کا سفر امام مالکؒ، اور امام شافعیؒ کے فقہ کے مطابق کرسکتی ہے، مانعین کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے: "لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر تسافر مسیرة ثلاث لیال إلا ومعها ذی محرم وفی روایة لا تسافر المرأة یومین من الدهر إلا ومعها ذو محرم منها أو زوجها وفی روایة لأبی داؤد لا تسافر بریدا وفی روایة مسیرة یوم ولیلة وفی روایة لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر تسافر مسیرة یوم الامع ذی محرم"، مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں عورت کے لئے ایک دن کا سفر بھی بلامحرم کے درست نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر چہ مسافت سفر سے کم میں گنجائش ہے، لیکن فساد زمانہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک جوان عورت اپنے شہر سے دوسرے شہر کا سفر بھی بغیر محرم نہ کرے، علامہ نووی نے علامہ باجی پر رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ کبیرہ غیر مشتہاۃ کو بھی تنہا سفر کی اجازت نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں:

"قال النووی: وهذاالذی قاله الباجی لا یوافق علیه، لأن المرأة مظنة الطمع فیها ومظنة الشهوة ولو کانت کبیرة وقد قالوا لکل ساقطة لاقطة" (صحیح مسلم مع نووی ۱/۴۳۳)۔

اس لئے جوان عورت کا کسب معاش کے لئے تنہا اپنے گھر اور اپنوں سے دور جانا اور مستقل قیام کرنا ناجائز ہوگا۔

☆☆☆

دوسرا باب

ماہرین کی تحریریں

عورتوں کی تعلیم اور ملازمت کے مشترک پیداواری بہبود پر اثرات

ابوصالح شریف

عورتوں کی تعلیم اور ملازمت کلید ہے:

ہندوستان ایک کثیر المذاہب معاشرہ کا ملک ہے، ان میں ایسے فرقے بھی ہیں جن کی اپنی مخصوص مذہبی شناخت ہے، یہ فرقے جس جگہ رہتے ہیں وہاں ان میں معیار زندگی، آمدنی خرچ، مواقع ووسائل تک رسائی، شہری سہولیات اور مقامی نظم وغیرہ جو ایک بہتر معیار زندگی کی ضمانت ہوتے ہیں، ان سہولیات کی فراہمی کی سطح وسعت اور معیار میں فرق ہوتا ہے، اگر چہ دیگر فرقوں کے مقابلے میں مسلمان زیادہ تر شہری علاقوں میں رہتے ہیں، لیکن ان کی اکثریت دیہی علاقوں میں زراعت اور حرفت کے پیشوں سے متعلق ہے، مسلمانوں کا خاندانی نظام خانگی سربراہ کے تحت ہوتا ہے، جس میں خواتین اور بچے اس کے زیر کفالت ہوتے ہیں، خواتین کو اس قابل نہیں سمجھا جاتا کہ وہ ملازمت یا کسی حرفت کے ذریعہ خاندان کی آمدنی میں اضافہ کریں۔ یہ نقطہ نظر بے بصر امتیاز وعصبیت پر مبنی ہے اور خواتین کے اس اہم کردار کو اہمیت نہیں دیتا جو وہ بچوں کی پرورش کے ذریعہ انجام دیتی ہیں۔

جدید تحقیق اور لٹریچر نے اس حقیقت کو متعدد مثالوں کے ذریعہ واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ خواتین نہ صرف مستقبل کے شہریوں کی تربیت اور پرورش کا بنیادی ذریعہ ہیں بلکہ نسلوں تک اقدار، خیالات اور مہارت وہنر کی ترسیل کا بھی ذریعہ ہوتی ہیں، تعلیم، روزگار اور آمدنی ان کا

آپس میں گہرا تعلق ہے خواہ صرف ۵ یا ۷ سال کی اسکول کی تعلیم کیوں نہ ہو جس کے ذریعہ خواتین روزگار حاصل کریں، ہم یہاں بہت اعلیٰ تعلیم کے بارے میں نہیں سوچ رہے ہیں کیونکہ انتہائی اعلیٰ تعلیم سے صرف مخصوص مفاد اور منافع حاصل ہوتے ہیں، جبکہ عمومی (ثانوی) تعلیم سے روزگار کے زیادہ مواقع حاصل ہوتے ہیں، اور اس سے وسیع تر معاشرتی اور ملی فوائد کی راہیں کھلتی ہیں اور معاشرہ نیز متعلقہ فرقہ پر اس کے وسیع تر اثرات مرتب ہوتے ہیں، عورتوں کی تعلیم اور روزگار سے بچوں کی صحت میں بہتری ہوتی ہے تعلیم اور روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں کیونکہ ان سب باتوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔

اس بارے میں امت مسلمہ کو اس ہدایت پر یقین رکھنا چاہئے جسے ہم ایمان کا اثر سے تعبیر کر سکتے ہیں اور تعلیم اور روزگار بہتر آمدنی اور وسائل پر کنٹرول سے اسے دوام حاصل ہو سکتا ہے، بالفاظ دیگر آمدنی کی سطح میں اضافہ سے انسان دین کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے کم تر نہیں۔ مقامی احوال و شرائط کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملت کے افراد ایسے روزگار یا پیشے اختیار کر سکتے ہیں جسے خواتین بھی انجام دے سکیں اور اس کی مختلف نوعیت سے استفادہ کر سکیں اور صرف روایتی کاموں کی اسیر بن کر نہ رہ جائیں۔

جہاں تک مذکورہ بالا اصطلاح ایمان کا اثر کے عملی رخ کا تعلق ہے تو خواتین کو ضرور کسی نہ کسی روزگار سے وابستہ ہونا چاہئے خواہ اس کے لئے انہیں گھر سے باہر ہی کیوں نہ جانا پڑے، یا سفر کرنا پڑے، مسلم گھرانوں میں اضافی منفعت کے حصول کے لئے روزگار کے جدید ذرائع اختیار کرنا مثلاً ملبوسات تیار کرنا، خوراک (غذائی اشیاء) کے ڈبے پیک وغیرہ تیار کرنا، اور اسی طرح مقامی سطح کے پیشے اور کاروبار کی خاطر افراد کو میدان عمل میں لانا ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ خواتین کو سرکار کی طرف سے شروع کی گئی خود روزگاری کی مختلف اسکیموں تک رسائی کا اہل بنایا جائے، یہ سرکاری اسکیمیں مسلم اکثریتی علاقوں میں شروع کی جا چکی ہیں۔

روزگار اور تعلیم کا بہت گہرا رشتہ ہے، اور یہ دونوں مل کر مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کی مالی معاشی بہتری کی ضمانت بنیں گے۔ یہ رشتہ (ربط) مختصر طور پر ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱-تعلیم کا معیار اور روزگار رملازمت کے درجہ کا بچوں کی تعلیم صحت اور غذائیت (معیار خورد ونوش) پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

۲-باپ کے مقابلہ میں ماں کے تعلیمی معیار اور روزگار کی سطح کا بچوں کی تعلیم وصحت اور معیار زندگی پر زیادہ گہرا اثر ہوتا ہے۔

۳-تعلیم کی کم تر سطح مثلاً ساتویں پاس، دسویں پاس یا یونیورسٹی سے پہلے کی معیار کی تعلیم (ثانوی درجہ) کے مثبت اثرات وسیع ہوتے ہیں، اعلیٰ تعلیم کے اضافی فوائد ملت کے لئے بڑھتے رہتے ہیں، لیکن یہ مخصوص طبقہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

۴-خواتین کے منصبی معیار کے وسیع مثبت اثرات ہوتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ کچھ منفی اثرات بھی ہوتے ہیں جو تین سال سے کم عمر کے بچوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔

۵-تاہم خواتین (ماں) کے منصبی درجہ سے آمدنی کے جو وسیع ذرائع میسر ہوتے ہیں ان کے اثرات ٦ سے ١٤ سال تک کی عمر کے بچوں پر خاصے گہرے ہوتے ہیں عمر کا یہ حصہ انسان کے معاشی وسائل کی تشکیل کا مرحلہ ہوتا ہے۔

خاندانی کفالت نظام کا انتشار:

پورے ملک میں خاندانی کفالت کا نظام بکھراؤ کا شکار ہے خصوصاً غریب مسلمان اس سے اور بھی زیادہ متاثر ہیں، مشترک اور وسیع خاندان کا تصور اب زمین دار کنبوں میں ہی پایا جاتا ہے، جبکہ غریب گھرانے یا وہ جو مالی اعتبار سے کسی حد تک بہتر پوزیشن میں ہیں ان میں الگ رہنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، ظاہر ہے ایسے کنبوں کو اپنے خاندان کے دیگر افراد سے کوئی مالی معاونت حاصل نہیں ہوتی ایسے علاحدہ رہنے والے کنبوں کی خواتین اور بچے استحصال کا شکار بھی ہوجاتے ہیں، ہندوستان میں ایسے متعدد مسلمان کنبے ہیں جن کے مرد روزگار کی تلاش میں باہر

جاتے ہیں اور ایسے ہجرت کرنے والے مردان ملکوں میں جا کر یا تو دوسری شادی کر لیتے ہیں یا پھر کام کی جگہ پر کسی عورت سے تعلق قائم کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنی اصل بیوی اور بچوں کو بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں، ہندوستان میں یہ صورت حال زیادہ سنگین ہے خصوصاً مغربی بنگال، آسام اور کیرالہ میں اس کے اثرات نمایاں ہیں۔

کئی بار ایسی صورت حال بھی پیش آتی ہے جہاں دیگر فرقوں کے مقابلے میں مسلمان اسلام میں دی گئی رعایت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح مسلم معاشرہ میں خواتین بے تعلقی اور استحصال کے خطرات سے زیادہ ہی دوچار ہوتی ہیں۔

ہندوستان اور ہمسایہ ممالک میں اسلامی اداروں کا بڑا محدود دائرہ کار ہے مثلاً اوقاف جو بے سہارا افراد کو امداد فراہم کر سکیں، یا مسلمانوں کا بیت المال یا انفرادی طور پر فیاضی کے کام، صدقہ زکوۃ، فطرہ جس کے ذریعہ بے سہارا مظلوم اور خطرات سے دوچار مفلس افراد کو مدد فراہم کی جا سکے یا انہیں جو اس وجہ سے بدحالی کا شکار ہیں کہ ان کے گھر کا کمانے والا نہیں رہا۔ ان اسلامی اداروں کے منظم نہ ہونے اور ان کی رقوم کے غبن اور خیانت کے سبب غریب اور مستحق افراد ان ملی ذرائع و وسائل کے نظام سے کوئی مدد حاصل کرنے سے محروم رہتے ہیں اس وجہ سے بعض اوقات مسلم خواتین بعض انتہائی اقدامات مثلاً گداگری، چوری یہاں تک کہ جسم فروشی تک کے لئے مجبور ہو جاتی ہیں۔

افراد ملت (کمیونٹی ویلفیر) کی بہبود کے وسیع تر فوائد کے لئے حکمت عملی:

ان معاشرتی مفاسد سے بچنے کے لئے جو معاشرے اصلاحی اور تدارکی اقدامات کرتے ہیں وہی وقار اور خودداری کے ساتھ زندہ رہتے ہیں، اس سلسلے میں اگر مندرجہ ذیل سہ رخی حکمت عملی اپنائی جائے تو ان معاشرتی خرابیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

۱۔ خواتین کو تعلیم سے آراستہ کیا جائے تاکہ اگر ایسی (ناگوار) صورت حال درپیش ہو تو وہ آزادانہ طور پر فیصلہ کی صلاحیت رکھتی ہوں۔

۲-عورتوں کوایسا روزگار فراہم کرایا جائے جس سے آمدنی ہوتا کہ وہ گھر کے اخراجات برداشت کرسکیں اور کسی گراں بار(بوجھل) صورتحال سے نبردآزما ہوسکیں، مثلاً اگر گھر کی کفالت کرنے والا نہ ہوتب بھی وہ عزت اور تحفظ کے ساتھ زندگی گزارسکیں۔ہر ایک معاملہ میں ایسا نہیں ہوپاتا کہ بیوہ، مطلقہ یا شوہر کی جانب سے بے تعلق(معلق) خاتون کودوسری شادی کا موقع میسر آجائے۔

۳-قانونی کاروائی کے ذریعہ خواتین کو املاک میں شریک بنایا جائے (یہ وصیت، میراث اورترکہ کے علاوہ ہے) اس ملکیت میں مکان زراعتی زمین، زیورات اوردیگر منقولہ وغیر منقولہ اثاثہ جات شامل ہیں نیز آمدنی کے ذرائع مثلاً فیکٹری کاروبار(تجارت) وغیرہ میں ان کو حصہ دار بنایا جائے۔

اگر مسلم خواتین کو مذکورہ بالا تینوں زمروں کے تحت فوائد اور مواقع حاصل ہوتے ہیں تو مردوں کو اس سے خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہئے بلکہ انہیں اس پر فخر کرنا چاہئے، یہ ملک اور ملت کے وسیع تر معاشرتی مفاد میں ہے۔

ذیل میں ایک تصویری خاکہ پیش کیا جاتا ہے جو مختصر طور پر صنفی عدل ومساوات اور تفویض اختیارات کو ظاہر کرتا ہے۔

خواتین کے روزگار اور کنبے کی بہبودی کے درمیان ربط کے بارے میں ایک تصوراتی خاکہ

اقتصادی ڈھانچہ-لیبر مارکیٹ غیر ہنرمندی اور خواتین کا روزگار

عورتوں کے روزگار کے حق میں معاشی ومعاشرتی ردعمل کا طریق کار

صنفی اور بچوں سے مخصوص نتائج تفویض اختیارات اور خانگی بہبود مشترکہ نسلی ترسیل

خواتین کی ذاتی بہبود میں اضافہ ایسے ناخوشگوار حالات جیسے بیوگی، طلاق اور معلق ہونا (شوہر نے چھوڑ رکھا ہو)

صنفی فائدے کو سمجھنے کے لئے ایک تاریخی خاکہ:

موجودہ اقتصادی اصلاحات اور معاشیات کے عالمی ربط و یکجائی قائم کرنے کے تناظر میں معاشی فروغ غربت میں کمی اور روزگار کے کثیر مواقع فراہم کرنا اصل مقصد ہے اس صورت حال میں صنفی تناظر قائم کرنا لازمی ہے کیونکہ پیداواری اور منافع کے کثیر سرگرمیوں کے میدان اور کردار میں خواتین اقتصادی فروغ اور انسانی وسائل کے فروغ (تعلیم) کے دوراہے پر کھڑی ہیں صنفی افلاس اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج ہے جس سے نہ صرف ترقی پذیر بلکہ متعدد ترقی یافتہ ممالک بھی دوچار ہیں یہ سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ کس طرح معاشی تبدیلیاں متعدد تبدیلیوں کا باعث بنی ہیں، مثلاً اندرونی مہاجرت جس کا اثر خواتین اور مردوں پر مختلف انداز سے ہوتا ہے اور کس طرح غیر مساوی تعلقات اول الذکر کے لئے دوہرے نقصان کا باعث بنتے ہیں یہ تسلیم کرنا لازمی ہے کہ اگرچہ مرد اور خواتین دونوں کی پیدائش یکساں انداز سے ہوتی ہے لیکن معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ، ترقیاتی پالیسیاں اور پیداواری عوامل دونوں پر مختلف طور سے اثر انداز ہوتے ہیں، معاشرتی اور معاشی محرکات سے واضح ہوتا ہے کہ پیداواری عمل کے اثرات اگرچہ صنفی اعتبار سے پورے طور پر غیر مؤثر نہیں ہیں تاہم افلاس اور اس کی وسعت خواتین پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔

یہ ایک دستاویزی طور پر تسلیم شدہ امر ہے کہ افلاس کی وسعت خواتین پر بہت زیادہ منفی اثر ڈالتی ہے اور جب تک مواقع، وسائل، صلاحیت اور خواتین اور مردوں کے درمیان حقوق کے فرق کے موجودہ غیر مساوی رجحانات کو ختم نہیں کیا جاتا اس وقت تک افلاس کم کرنے کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا اس سے خانگی وسائل تک رسائی، معاشی مواقع، اور خانگی امور میں فیصلے کے اختیارات میں خواتین کو ہونے والے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے مستقل طور پر مشترکہ

نسلی اثرات ہوتے ہیں اس سلسلہ میں گھر کے کفیل (کمانے والے فرد) کا گھر سے باہر چلا جانا (مہاجرت) خانگی معاملات میں فیصلہ کرنے کے عمل مثلاً بچوں کی نگہداشت تعلیم اور مقامی وسائل کے فروغ (مقامی تعلیمی امکانات) پر اثر انداز ہوتے ہیں، ان حالات میں خواتین خانگی امور کے نظم کا مرکز بن جاتی ہیں ان میں سے کچھ معاملات مضر اثرات کے حامل ہوتے ہیں اور بعض ان کے اختیارات کے معاون بھی ہوتے ہیں لہذا یہ ضروری ہے کہ ایسے مواقع اور ان کے نتائج کا احاطہ کیا جائے جو اسی سمت کا تعین کرتے ہیں جن پر کسی گھر کی بہبودی کی راہ معاشی اور معاشرتی دائرہ میں صورت پذیر ہوتی ہے جو حکومت، معاشرہ اور تنظیموں، مذہبی علماء اور دانشوروں کے لئے پالیسی طے کرتی ہے۔

یہ لازمی ہے کہ صنفی مضرت کو ایک مجموعی خاکہ کے تناظر میں زیر بحث لایا جائے اور عدم مساوات کے ان پہلوؤں کا پتہ لگایا جائے اور یہ کہ افلاس کس طرح خواتین کو دہرے نقصان سے دوچار کرتا ہے اور انہیں معاشی صدمات اور حالات سے مصالحت پر مجبور کرتا ہے۔

ذیل میں ایک عمومی خاکہ کے ذریعہ یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کیا عوامل ہیں جو خواتین کو افلاس کا شکار بناتے ہیں اور وہ کیسے کیسے انداز میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ریاست یا علاقہ کے لحاظ سے خاصا فرق بھی ہوسکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ عدم مساوات خانگی طرز زندگی کے پہلے مرحلے سے پیدا ہوتی ہے اور مختلف معاشی اور معاشرتی دائروں میں منعکس ہوتی رہتی ہے، لہذا بحث عدم مساوات کے متعدد پہلوؤں پر مرکوز ہونی چاہئے اور اس پر بھی کہ افلاس کس طرح صنفی غیر مساوی تناظر کو بد سے بدتر بنا دیتا ہے۔

فطری طور پر مرد گھر کے معاشی کفیل ہونے کے ناطے باہر جاتے ہیں، پیسہ کماتے ہیں اور وسائل و اثاثہ جات پر کنٹرول رکھتے ہیں اور بہتر خورد و نوش حفظ صحت و تعلیم کا حق رکھتے ہیں لہذا مرد خانگی طور پر اور معاشرتی طور پر فیصلہ کن پوزیشن میں ہوتے ہیں اور اپنی اس قوت کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں اور اپنے مفاد کو تسلیم کراتے ہیں۔ ان اشیاء کو سمجھنے کا یہ منطقی طرز بتدریج

تبدیل ہوتا گیا اور کیونکہ اثاثہ جات خصوصاً اراضی اور دیگر معاشی وسائل پر مردوں کا غلبہ تھا اس لئے عدم مساوات میں اور بھی اضافہ ہوا۔ عورتوں کی شناخت مردوں سے ان کے رشتے اور خانگی تعلق کے ذریعہ ہی ثابت کی جاتی رہی یہ شر کا ایک ایسا دائرہ ہے جس سے یہ چیزیں وجود میں آتی ہیں اور پھر غلط رخ اختیار کر لیتی ہیں، معاشی ومعاشرتی جمود و یکسانیت اس کا سبب ہے اور افلاس ان حالات سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور رہے۔

وقت گذرنے کے ساتھ خواتین نے تعلیم اور معاشی سرگرمیوں میں زیادہ حصہ لینا شروع کیا اور پھر یہ عمل معاشرتی وتہذیبی رسوم سے متصادم ہوا۔ بعد ازاں ترقی اور ہم آہنگی کے عمل نے صنف کے موضوع کو نظر انداز کر دیا بلکہ محض معمولی طور پر ہی اس پر غور کیا اور خواتین کو اہم شریک کے طور پر تسلیم کرنے میں ناکام رہا۔ اس طرح عدم مساوات اور بڑھتے ہوئے افلاس کے حالات میں خواتین کو ہی اس کا نقصان سہنا پڑا اس میں پیداواری اور منفعت دونوں قسم کی سرگرمیوں پر الزام آتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ ہوا کہ جسے طرز زندگی سمجھا جاتا تھا اس نے ایک مختلف رخ اختیار کر لیا اور عدم مساوات کی بعض شکلیں مثلاً خورد ونوش اور تغذیہ تک یکساں رسائی نہ ہونا حفظان صحت اور کاروبار سے بے تعلقی اور خواتین کی کوئی آواز نہ ہونا سامنے آئیں اب یہ صورت حال تبدیلی سے متاثر ہونے لگی ہے۔

خانگی اور کاروباری امور میں صنفی تعلقات کا تجزیہ:

خانگی مرحلہ پر اگر صنفی تعلقات کا جائزہ لیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بہتر خورد ونوش کے معاملہ میں خاندان میں مردوں اور لڑکوں کو ترجیح دی جاتی ہے یہ صورت حال اور بھی سنگین ہو جاتی ہے جب موسمی تغیرات کے سبب غذائی قلت درپیش ہوتی ہے یا پھر مختلف استحقاق کے رسوم و رواج ہوں جن کے تحت خواتین اور لڑکیاں کم کھاتی ہیں اور بعد میں کھاتی ہیں۔ یہ گویا طعام کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اگر چہ گھر میں غذا کے تحفظ کی ذمہ داری خواتین پر ہوتی ہے لیکن خود خواتین ہی اپنے لئے پوری خوراک حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہیں اس کے سبب خواتین جو تولیدی عمر

کے مراحل میں ہوتی ہیں نقص تغذیہ کا شکار ہوجاتی ہیں، خواتین میں اسی وجہ سے خون کی کمی کا عارضہ لاحق ہوجاتا ہے، حمل اور زچگی کے دوران ان کی مناسب اور صحیح ڈھنگ سے طبی نگہداشت نہ ہونے کے سبب خواتین میں وضع حمل کے دوران جاں بحق ہوجانے کا تناسب زیادہ اور بچوں کے زندہ رہنے کا تناسب کافی کم ہے۔

صحت کی دیکھ بھال کے بارے میں بھی اسی قسم کا امتیاز پایا جاتا ہے۔حفظان صحت کے نظام تک خواتین کی رسائی کم ہوتی ہے، بیماری اور خرابی صحت کے دوران بھی خواتین مردوں کے مقابلے میں کم ہی طبی سہولیات حاصل کرپاتی ہیں اسے ایک طرح سے کفایتی اقدام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عورتوں میں طبی سہولیات سے فائدہ اٹھانے کا جذبہ ان کے تعلیمی معیار سے بھی تعلق رکھتا ہے، تعلیم یافتہ خواتین صحت اور طبی سہولیات کے بارے میں زیادہ باشعور ہوتی ہیں، دیہی علاقوں میں جہاں خواتین کھانا پکانے کے لئے لکڑی کوئلہ کے ایندھن وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں اور دھواں نیز گیس میں گھری رہتی ہیں انہیں تنفس کا عارضہ اکثر لاحق ہوجاتا ہے، جو خواتین غیر صحت بخش ماحول میں رہتی ہیں جہاں صاف ہوا، صفائی اور پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں ہوتا وہ اکثر بیمار رہتی ہیں بڑے شہروں کے سلم علاقوں (جھگی جھونپڑی) میں رہنے والی خواتین اس کی مثال ہیں۔

اس بات پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے کہ وسعت، خوشحالی اور بہبود کے حصول کے لئے خواتین کا تعلیم یافتہ اور باروزگار رہنا اشد ضروری ہے اگر چہ ترقیاتی امور کے ہر ایجنڈے میں خواتین میں ناخواندگی کم کرنے کو بے حد اہمیت دی جاتی ہے لیکن اب بھی خواتین کی تعلیم کے خلاف تعصب پایا جاتا ہے خاص کر لڑکیوں کو اسکول بھیجنا معیوب سمجھا جاتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لڑکیوں کو ابتدائی عمر میں اسکول بھیجا جاتا ہے لیکن بعد کو لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کے اسکول چھوڑ دینے کا تناسب زیادہ ہوجاتا ہے۔دیہی علاقوں میں چونکہ اسکول دور دراز مقامات پر ہوتے ہیں اس لئے والدین اپنی بچیوں کو اتنی دور اسکول بھیجنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں،

دوسرے چونکہ روزگار کے مواقع بھی کم تر ہوتے ہیں اس لئے والدین محض شادی کی خاطر لڑکیوں کو تعلیم دلانے کے مقابلہ میں تعلیم پر ہونے والے خرچ کو بچانے میں عافیت اور بہتری سمجھتے ہیں تاکہ یہ سرمایہ بچی کی شادی میں کام آئے۔ جب افلاس مجبور کرتا ہے تو لڑکیوں کو اسکول سے اٹھالیا جاتا ہے، جبکہ ان کے بھائی اسکول جاتے رہتے ہیں، ایسے خاندانوں میں جہاں خواتین گھر کا خرچ چلانے کے لئے محنت مزدوری کرتی ہیں وہاں لڑکیوں کو گھر پر چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ گھر کی اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی نگہداشت کریں یا پھر یہ لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ محنت مزدوری کرتی ہیں تاکہ گھر کی آمدنی میں کچھ اور اضافہ ہو۔

مزدوری کے معاملے میں عورتوں کے ساتھ خصوصاً غریب عورتوں کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے، ان غریب عورتوں کے ساتھ دوہری مصیبت یہ ہے کہ وہ محنت مزدوری کی مشقت بھی جھیلتی ہیں اور پھر بچے پیدا کرنا بھی ایک اور مشقت مزید سہنی پڑتی ہے اگر چہ گلوبلائیزیشن کے بعد ترقی پذیر ممالک میں روزگار کے مواقع بڑھ گئے ہیں لیکن اس سے بے ضابطگی کا رجحان بڑھا ہے اور خواتین روز بروز اس سے دور ہوتی جارہی ہیں اگر چہ محنت کے شعبہ میں عورتوں کی کثیر تعداد ہے لیکن وہ بیشتر نچلے درجے کے کارکنوں میں ہوتی ہیں ایک بڑھتا ہوا رجحان یہ ہے کہ غیر رسمی امور میں خواتین کو زیادہ سے زیادہ آگے رکھا جائے اس غیر رسمی محنت کے سیکٹر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تنخواہیں کم ہوتی ہیں، کوئی کنٹریکٹ نہیں ہوتا، کام کا کوئی متعین مقام نہیں ہوتا جو عورتیں زیادہ تعلیم یافتہ یا ہنر مند نہیں ہوتیں وہ محنت کے اس زمرہ میں کام کرتی ہیں اس سے ان کے کام کا بوجھ بڑھ گیا ہے لیکن آمدنی میں اضافہ قطعی نہیں ہوا ہے۔ معاشی تنگی خواتین کو اس زمرہ میں کام کرنے پر مجبور کرتی ہے اور اس سے ان کی بہبودی اور خوشحالی میں اضافہ نہیں ہوتا۔

دیہی علاقوں کے کاشتکار گھرانوں میں عورتیں یا تو گھر میں مزدوروں کی طرح کام کرتی ہیں، یا پھر کھیتوں میں مزدوری کرتی ہیں جب کہ ان کے مقابلے میں مردوں کو ان کھیتوں اور زمینوں کے مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں اس حقیقت کے باوجود کہ زراعتی شعبہ میں بہت بڑی

تبدیلیاں ہورہی ہیں اورنئی جہتیں سامنے آرہی ہیں مویشی اور مچھلی پالنے اور باغبانی کے شعبوں میں عورتوں کو آگے بڑھنے کے امکانات ہیں لیکن صنفی مساوات کے بارے میں اب بھی احساس بیدار نہیں ہے۔ اگر چہ عملی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین اپنی مدد آپ، جیسے گروپ اور اجتماعی انتظامی طریقوں کے واسطہ سے بعض زمروں میں پیش رفت کرسکتی ہیں لیکن ترقی کی یہ رفتار بہت سست ہے۔

یہ عام دستور ہے کہ اراضی کی ملکیت، قرضہ اور دیگر منافع بخش وسائل تک خواتین کی بہت کم رسائی ہوتی ہے ان تین ممالک میں جہاں سے معلومات حاصل کی گئیں ان میں وراثت کے قوانین میں مردوں کو پوری بالا دستی حاصل ہے۔ خواتین کو مردوں کے رشتے کی بابت اراضی پر کچھ مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ ان وسائل سے کوئی فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہتی ہیں۔ زمیندار خاندانوں میں مردوں کو اراضی اور دیگر اثاثہ جات پر مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں اور زمین ودیگر ذرائع سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی ان ہی کے قبضہ میں رہتی ہے، خواتین یا تو گھر میں محنت کا کام کرتی ہیں یا پھر مزدوری کرتی ہیں انہیں اختیارات یا حقوق حاصل نہیں ہوتے حصول قرض میں بھی جو امتیاز ہے اس کی جڑیں بھی ملکیت اراضی میں پیوست ہیں جو مردوں کے نام ہوتی ہے اور رہن وغیرہ کی کاروائی صرف مردوں کے ذریعہ ہی عمل میں آسکتی ہے وہی قرضہ کی سہولیات سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس طرح عورتوں کو قرضہ حاصل کرنے کی بہت کم آسانی حاصل ہے اس کی وجہ سے وہ زراعتی میدان میں کوئی نمایاں تکنیکی کام نہیں کرسکتیں جو اس شعبہ کے فروغ میں بے حد اہمیت کا حامل ہے، اپنی مدد آپ گروپ کے ذریعہ چھوٹے قرضوں کے سلسلے میں ہندوستان میں جو کوششیں ہوتی ہیں ان کے نتائج ملے جلے ہیں جبکہ بنگلہ دیش میں یہ اسکیم بے حد کامیاب ہے۔ وسائل تک رسائی میں عدم مساوات کے سبب زراعتی اور غیر زراعتی شعبوں میں خواتین کی حصہ داری کم اور محدود ہے۔

تعلیم، خورد ونوش، حفظان صحت اور ملازمت کاروبار کے مواقع تک رسائی میں عدم

مساوات کے سبب خواتین ایک بہتر معیار زندگی اور فیصلہ کرنے کے امور میں بالکل ساکت و صامت ہوکر رہ گئی ہیں جس کی وجہ سے خواتین کو افلاس ،صدمات سے دوچار ہونے اور حالات کے آگے سرنگوں ہونے کے خطرات زیادہ درپیش ہیں ،عدم مساوات اور افلاس دو طاقتور عوامل ہیں اور یہ ایک دوسرے کو خراب تر کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وسائل، ملازمت اور کاروبار کے مواقع تک رسائی کا غیر مساوی رویہ عورتوں کی معاشی خودمختاری اور افلاس کے شکنجے سے آزاد ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، افلاس سے عدم مساوات کو فروغ ہوتا ہے جس کی وجہ سے خواتین زندگی کے ابتدائی مراحل سے ہی کفایت شعاری اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں اخراجات میں کمی کر کے بچت کرنا مثلاً کم کھانا اسکول چھوڑ دینا اور ایک غیر صحت مندانہ زندگی گذارنا وغیرہ اور پھر عورتیں چھوٹی موٹی غیر محفوظ ملازمتوں کے ذریعہ اپنی آمدنی بڑھانے کی کوشش کرتی ہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت
صورت حال، مسائل اور اسلامی موقف

عبدالرشید اعوان

علماء کرام، مسلم دانشوران اور ملی قیادت کے سامنے دورِ جدید کے پیدا کردہ جن چند مسائل کا سامنا رہتا ہے ان میں مسلم خواتین کی ملازمت کا مسئلہ بھی ہے۔ دور حاضر کے تقاضے، نئی طرز زندگی اور مسلمانوں کی عام پسماندگی اس مسئلے کو سنجیدہ بنا دیتی ہے اور کئی سوال اسلامی رہنماؤں کے سامنے ابھر آتے ہیں جن کا مناسب جواب ہر خاص و عام کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ذیل میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ خواتین کی ملازمت کے سلسلے میں موجودہ صورت حال اور اس سے جڑے مسائل کی روشنی میں مناسب اسلامی موقف اختیار کرنے کے لیے راہ ہموار کی جائے۔

موضوع کی اہمیت

خواتین کی ملازمت پر غور وخوض کی چار بنیادی وجوہات سامنے آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس کا معاشرے پر، اور اس کی تعمیر وترقی اور ارتقاء اور تنزلی پر شدید اثر واقع ہوتا ہے۔ جن معاشروں میں اس کا چلن عام ہو چکا ہے ان پر اس کے اچھے اور برے دونوں قسم کے اثرات رونما ہو رہے ہیں اور جو معاشرے اس مسئلے میں ابھی پیچھے ہیں مگر اول الذکر کی اندھی تقلید کے شکار ہیں وہاں بھی ان اچھے اور برے دونوں اثرات کا سامان پایا جاتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ خواتین کی

ملازمت کے مثبت پہلوؤں پر غور وفکر کے بعد انہیں فروغ دیا جائے اور جو منفی اثرات اس ضمن میں سامنے آتے ہیں ان کا بر وقت تدارک کیا جائے تاکہ مسلم معاشرہ بالخصوص اور دوسری قومیں اور انسانی معاشرہ بالعموم ان تعلیمات سے فیضیاب ہوسکے جو بالآخر انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

اس موضوع پر غور وخوض اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ خواتین کی عمومی صورت حال اور مسلم سماج میں ان کی خصوصی صورت حال قابل تشویش ہے۔آج خواتین کئی مسائل اور چیلنجز سے دوچار ہیں اور ان میں اکثر کا تعلق خواتین کی ملازمت سے براہ راست جڑا ہوا ہے۔آج خواتین بڑی تعداد میں غربت وافلاس، ظلم وزیادتی، استحصال اور امتیاز وغیرہ کا شکار ہوتی ہیں اور انہیں معاشرے میں طاقتور بنانے کے سلسلے میں اور ان کی فوری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ان کی ملازمت کو مفید سمجھا جاتا ہے۔اس لحاظ سے مسئلے کا تجزیہ انتہائی ضروری ہے تاکہ صحیح موقف اختیار کیا جاسکے۔

یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ ہمارے ملک میں مسلمانوں کی پسماندگی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔اس پسماندگی کو دور کرنے کے لیے جو حل تجویز کیے جاتے ہیں ان میں مسلم خواتین کی ملازمت بھی شامل ہے اور اس نظریے سے بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ مسلم خواتین کی ملازمت کی عام اجازت اس پسماندگی کو کس حد تک دور کرسکتی ہے اور اس کے کون سے اچھے اور برے اثرات مسلم سماج پر پڑ سکتے ہیں؟

اس ضمن کی چوتھی اہم ضرورت تصویر اسلام ہے۔واضح موقف کی عدم موجودگی میں ایک طرف اسلام کی تصویر کو مسخ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس سلسلے کی اہم اسلامی تعلیمات خاص و عام کے سامنے نہیں ہونے سے ان کی زندگی میں حرج واقع ہوتا ہے۔خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات واضح طور پر مرتب کرکے پیش کرنے سے اسلام کی بہتر تصویر بھی نمایاں ہوگی اور ان تعلیمات کی روشنی میں لوگ بہتر زندگی کی جانب پیش رفت بھی کرسکیں گے۔

پس منظر

ہر دور میں مرد وزن کے سامنے اپنی معاشی ترقی کا مسئلہ رہا ہے اور قدیم زمانے سے مرد کے شانہ بشانہ خواتین بھی معاشی سرگرمیوں میں شامل رہی ہیں۔ مگر عصری تقاضوں اور مخصوص طرز فکر کی وجہ سے ان سرگرمیوں میں کمی وبیشی ہوتی رہی ہے۔ قبائلی دور میں جنگلوں سے پھل اور لکڑی جمع کرنے میں اور زراعت کی کھوج کے بعد کھیتی باڑی اور مویشی پالنے میں خواتین کا کردار ہمیشہ رہا ہے۔ مگر وہ عام طور پر اپنے گھر کے محرم کی نگرانی یا موجودگی میں اپنا معاشی کردار نبھاتی رہی ہیں۔ آج سے چار ہزار سال پہلے بیبلون میں خواتین کو تجارت کرنے اور محرر بننے کی اجازت تھی۔ دور قدیم سے ہی شرفاء طبقے کی خواتین گھروں تک محدود رہی ہیں اور محنت ومشقت کے کاموں میں غریب اور غلام خواتین کی شمولیت تسلیم کی جاتی رہی ہے۔

قدیم یونان کی عورتیں گھر سے باہر جا کر نمک، انجیر، روٹی، جوٹ کے سامان وغیرہ بیچتی تھیں اور درزی، دایا، دھوبن، موچی، کمہارن وغیرہ کے روپ میں اپنے خاندان کی آمدنی بڑھانے میں حصہ دار ہوتی تھیں۔ ہمارے ملک میں بھی عورتیں پتھر توڑنے، سڑک بنانے سے لے کر کپڑا بننے کے کاموں میں خدمت انجام دیتی رہی ہیں۔ صنعتی انقلاب کے بعد کپڑا بننے والی میل اور سلے سلائے کپڑے بنانے والی فیکٹریوں میں خواتین کی تعداد ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہی ہے۔

دور حاضر نے خواتین کے لیے ملازمت اور معاشی سرگرمیوں کا ہر میدان کھول دیا ہے۔ چنانچہ اسکول سے لے کر دفاتر تک، فیکٹریوں سے لے کر فوج تک اور کاروباری مشیر سے لے کر سائنسداں بننے تک خواتین کے لیے سارے راستے کھلے ہوئے ہیں۔ آج عورتیں وزیر اعظم بھی بن رہی ہیں اور بیوٹی کوئین (Beauty Queen) بھی۔ اسی کھلی آزادی نے جہاں خواتین کو اپنی قابلیت دکھانے کا موقع دیا ہے وہیں کچھ مخصوص قسم کے سماجی مسائل سے خواتین اور معاشرہ دونوں زد میں آئے ہیں اور یہ سوال ماہرین سماجیات ونفسیات کے سامنے منہ پھاڑے کھڑا ہے کہ اس چمک دمک والی ترقی اور نئے سماجی مسائل کے بیچ توازن کیسے قائم کیا

جائے؟ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی تعلیمات اپنا موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔

خواتین کی ملازمت کے تسلیم شدہ جواز

خواتین کی معاشی سرگرمیوں اور ان کی ملازمت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اہم جواز پیش کیے جاتے ہیں:

۱-**مساوات:** مرد وزن کے بیچ مساوات قائم ہوں اور خواتین کو کسی ایسے کام سے نہیں روکا جاسکتا جو مرد کرتے ہوں۔

۲-**انسانیت کی خدمت:** جس طرح مرد انسانیت کی ترقی اور اس کی فلاح وبہبود کے لیے سرگرم ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی اپنی خدمات پیش کرنی چاہیے۔ انہیں کسی میدان میں کام کرنے سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ سماج کی نصف آبادی معطل ہوجائے گی اور انسانیت ان کی کئی خوبیوں اور صلاحیتوں سے محروم ہوجائے گی۔

۳-خواتین فطرتاً کمزور واقع ہوئی ہیں اس لیے مرد انہیں اپنے ظلم وتشدد کا نشانہ بناتے ہیں اس لیے اگر وہ معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑی ہوتی ہیں تو ان کو اس استحصال اور ظلم سے بچایا جاسکتا ہے۔

۴-کئی معاملوں میں خواتین مردوں کے مقابلے بہتر ثابت ہوئی ہیں۔ مثلاً وہ بدعنوانی، رشوت خوری اور ہمسر لوگوں پر ظلم کے معاملے میں مردوں سے بہتر ثابت ہوئی ہیں اور ان کی ملازمت اور معاشی سرگرمیاں سماج میں بہتر رجحانات کو پروان چڑھائیں گی۔

۵-غربت و افلاس کے خاتمہ کے لیے ضروری ہے کہ مرد وخواتین دونوں مل کر کام کریں اور اپنی آمدنی میں اضافہ کے ذریعہ اپنی خوشحال زندگی کی تعمیر کریں۔

۶-آج جب کہ ترقی کی دوڑ ایک اندھے تکاثر میں تبدیل ہوچکی ہے خواتین کو ملازمت اور معاشی سرگرمیوں سے روکنے کا مطلب ہے اس دوڑ میں پیچھے رہ جانا اور دوسروں کے مقابلہ پسماندگی کا راستہ اختیار کرنا۔

۷-خواتین کی معاشی شمولیت کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے لازم وملزوم ہے۔ ان کا کردار ایک Economic Booster کے روپ میں انتہائی ضروری ہے تاکہ مندی کی مار جھیلنے والے ممالک یا معاشی جمود کا شکار ممالک ایک نئی توانائی کے ساتھ اپنی خوشحالی کی جانب گامزن ہوں۔

مذکورہ جواز میں سے کئی ایک پر اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ان کو پیش کرنے کا مقصد ان پہلوؤں کا احاطہ کرنا ہے جو موضوع پر روشنی ڈال سکیں۔

ملازمت اور معاشی سرگرمیوں میں خواتین کی صورتحال

صنعتی انقلاب کے بعد مغربی ممالک و دوسرے ملکوں میں خواتین سستی مزدور بن کر کارخانوں میں کام کرتی رہی ہیں۔آزادی نسواں کے سب سے بڑے علمبردار متحدہ امریکہ میں انیسویں صدی کے آواخر میں فیکٹری نظام قائم ہوا۔ ۱۸۱۴ء میں پہلی فیکٹری کے قیام سے لے کر محض چند سالوں میں ۱۸۵۰ء کے آس پاس فیکٹریوں میں مزدوروں کی تعداد میں ۲۴ فیصد حصہ خواتین کا ہوگیا۔ یہ سستی مزدور کپڑے، جوتے، سگار، اور دوسری اشیاء بنانے والی فیکٹریوں میں دن کے اکثر اوقات میں کام کرتی تھیں۔ ۱۸۹۰ء تک آتے آتے مزدور خواتین کی تعداد کل خواتین کا ۱۴ فیصد اور کل مزدوروں کا ۱۷ فیصد ہوگئی۔ ان کی اکثریت گھریلو نوکری،تعلیم وتدریس اور ٹیکسٹائل فیکٹریوں میں لگی ہوئی تھی جب کہ دفاتر اور مال فروخت کرنے کے کاموں میں ان کی مجموعی تعداد کا فقط ۵ فیصد حصہ ہی سرگرم تھا۔ امریکہ میں روشن خیالی، مرد وزن مساوات، آزادی نسواں جیسے نظریات و دیگر عوامل کی وجہ سے ملازمتوں اور معاشی سرگرمیوں میں خواتین کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوا۔سن ۲۰۰۰ء کے اعداد وشمار کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۶ سال سے اوپر کی عمر کی ۶۰ فیصد امریکی خواتین کسی نہ کسی پیشے اور معاشی سرگرمیوں سے جڑی ہوئی ہیں جو کہ امریکہ کی قوت کار (Workforce) کا ۴۷ فیصد حصہ ہیں۔نگرو اور ہسپانی خواتین کا تناسب گوری نسل کی خواتین کے مقابلے زیادہ ہے۔جن پیشوں سے آج امریکی خواتین جڑی ہوئی ہیں

وہ اس طرح ہیں:

۹۹ فیصد سیکریٹری، ۹۸ فیصد بچہ پالنے والے افراد، ۹۷ فیصد استقبالیہ کے ملازم، ۹۶ فیصد گھریلو نوکر، ۹۴ فیصد نرس، ۹۰ فیصد بینک میں نوٹ سنبھالنے والے، ۶۵ فیصد دکانوں پر مال بیچنے والوں میں سے خواتین ہیں اس کے علاوہ کپڑے سے جڑے کارخانوں، ٹیلی فون، صحت وطبی خدمات کے کام اور مقامی تعلیم میں خواتین کی تعداد نمایاں ہے۔ ۱۹۹۸ء کے اعداد وشمار کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کمپیوٹر سے جڑے پروگرامس اور سائنسدانوں میں ۳۰ فیصد سے زائد تعداد خواتین کی ہے۔

یورپ میں بھی پیشہ ور اور مزدور خواتین کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ ۱۹۹۰ء کے آس پاس سویڈن کی قوت کار (Workforce) میں خواتین کا حصہ ۵۵ فیصد تک جا پہنچا جو دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ جب کہ اسی عرصہ میں جرمنی کے ملازمت پیشہ لوگوں میں خواتین کا تناسب ۳۸ فیصد تھا۔ ایک زمانہ میں روس (USSR) خواتین کی ملازمت کے لحاظ سے دنیا میں سب سے آگے تھا چنانچہ ۸۰ کی دہائی میں وہاں کی ۸۵ فیصد خواتین روزگار پیشہ تھیں۔

اکثر ممالک میں خواتین کی اوسط تعلیمی لیاقت کے ساتھ ساتھ ان کی ملازمت میں شرکت کا تناسب بڑھتا ہے مگر جاپان میں ٹھیک اس کا الٹا ہے کیونکہ وہاں بڑی تعداد میں خواتین فیکٹریوں و دفاتر کے چھوٹے کاموں میں لگی ہوئی ہیں اور کالج کی ڈگری ایسے کاموں کے لیے ضرورت سے زیادہ (Over qualification) سمجھی جاتی ہے اور جیسے جیسے جاپان میں اعلیٰ تعلیم کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے ان کی ملازمت کا تناسب کم ہو رہا ہے۔

تیسری دنیا کے بیشتر ممالک مغربی ممالک کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور وہاں خواتین کی شرکت مسلسل معاشی سرگرمیوں، روزگار اور ملازمتوں میں بڑھ رہی ہے۔

جہاں تک مسلم ممالک کا تعلق ہے تو یہ مانا جاتا ہے کہ وہاں مزدور پیشہ خواتین کی تعداد غیر مسلم ممالک کے مقابلہ میں کم ہے۔ ۱۹۷۵ء میں یہ درج کیا گیا ہے کہ جہاں غیر مسلم ملکوں میں

مزدور پیشہ خواتین کی تعداد کل تعداد کا ۳۶.۶ فیصد تھا وہیں یہ تناسب مسلم ملکوں میں ۲۱.۳ فیصد تھا۔ یعنی مسلم دنیا میں مزدور پیشہ خواتین کا تناسب غیر مسلم ممالک کے مقابلے تقریباً ۱۵ فیصد کم تھا۔ انٹرنیشنل لیبر آرگنائیزیشن (International Labour Organization) کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق مصر میں کام کے بدلہ پیسہ دینے والے کاموں (Monetised Employment) سے جڑے لوگوں میں خواتین کی تعداد ۳۷ فیصد ہے جب کہ ۱۹۸۳ء کے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق یہ محض ۱۳ فیصد تھی۔ اس لحاظ سے مصر مسلم ملکوں میں خواتین کی ملازمت اور ان کے روزگار سے جڑنے کی نسبت سے نہ صرف سب سے آگے ہے بلکہ اس عمل میں تیز تر اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ اور اس لحاظ سے مصر بعض یورپی ممالک سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مصر میں خواتین کی بڑی تعداد جدید ملازمتوں کے میدان میں لگی ہوئی ہے اور ان کا تناسب پیشہ وارانہ کاموں میں بہت زیادہ ہے۔ انہیں وجوہات کی بنا پر خواتین کی بہترین تعلیم کے لئے موجودہ ناصری طرز سیاست کو شامل کیا گیا ہے۔

یہ مانا جاتا ہے کہ سوڈان میں بھی خواتین کی ملازمت میں اچھی خاصی ترقی ہو رہی تھی مگر ۱۹۸۹ء میں سیاسی تبدیلی کے ذریعہ فوجی راج قائم ہوا جو آج بھی جاری ہے اور اس کے زیر اثر سرکاری اداروں سے جڑے پیشہ وارانہ ملازموں مثلاً ڈاکٹرس، وکلاء، یونیورسٹی کے اساتذہ، نرسوں، وغیرہ کو بڑی تعداد میں ملازمتوں سے ہٹایا گیا جن میں خواتین کی تعداد اچھی خاصی تھی۔

بنگلہ دیش میں بھی ۱۹۹۰ء کی ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق بڑی تعداد میں خواتین کا روزگار پیشہ ہونا درج کیا گیا۔ جہاں بنیادی طور پر ایکسپورٹ سے جڑی فیکٹریوں اور دفاتر، تعمیر سے جڑے کام میں خواتین بڑے پیمانے پر ملازمت اختیار کرتی نظر آتی ہیں۔ اس ملک کی خواتین قوت کار کا کثیر حصہ یعنی ۴۳ فیصد آج بھی زراعت کے کاموں سے جڑا ہوا ہے۔

کیراپیکو اور مائیٹی (Carapico and Mynitti, 1991) کے مطابق یمن کے انضمام سے قبل جنوبی یمن کی ''بے پردہ خواتین'' (Unveiled women) کی تعداد طلبہ،

اساتذہ، طب وصحت سے جڑے پیشہ ور خواتین اور فیکٹری مزدوروں کی مجموعی تعداد کا ایک تہائی ہوتی تھی۔

مالے میں خواتین کی نمایاں تعداد غیر منظم معاشی کاموں مثلاً زراعت، غذائیات، تارکول، شراب، برتن سازی، ملبوسات اور گھریلو فنون میں لگی ہے اور بازاروں میں مال بیچتی ہوئی خواتین کی خاطر خواہ تعداد نظر آتی ہے۔

دوسرے مسلم ممالک میں صورت حال بہت واضح نہیں ہے کیونکہ وہاں کے مستند اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں۔ مگر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایران، سیریا، جورڈن، ملیشیا، پاکستان، ترکستان وغیرہ میں ملازمہ خواتین کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ جب کہ سعودی عرب میں یہ تعداد بہت کم ہوگی، جہاں حال ہی میں پہلی وزیر عورت نے شعبہ تعلیم سنبھالا ہے۔ یقیناً انڈونیشیا میں زراعت کا میدان ہی اکثر خواتین کی کارگاہ ہے۔

ہمارے ملک میں بھی خواتین کی معاشی سرگرمیوں، روزگار پیشہ کاموں میں شمولیت اور ملازمت کے لیے مثبت ماحول پایا جاتا ہے۔ اور نوے کی دہائی میں یہ ملک مغربی ملکوں کو اپنا رہنما مان کر سیاسی، سماجی اور معاشی پالیسیاں بنا رہا ہے اور خواتین کی پیشہ وارانہ سرگرمیوں کے جو نتائج مغرب میں رونما ہوئے ہیں وہ بتدریج یہاں بھی ظاہر ہونے لگے ہیں۔ چونکہ ملک میں غالب سماجی رجحان خواتین کو اسٹور، فیکٹری اور سرکاری کارخانوں میں جانے سے روکتا ہے اس لیے ان کے لیے غیر منظم ملازمتوں میں ہی جوہر دکھانے کے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔ روزگار سے جڑی ۹۰٪ عورتیں اسی طرح کے کاموں میں پائی جاتی ہیں۔ سن ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس وقت ملک میں خواتین کی تعداد ۴۹،۶۴،۵۳،۵۵۶ تھی ان میں سے ۱۲،۷۲،۲۰،۲۴۸ خواتین یعنی ۲۵.۶۲٪ کسی نہ کسی روزگار سے وابستہ تھیں اور اس طرح ۱۶ سال سے اوپر کی خواتین کی اکثریت Non-worker کے روپ میں درج کی گئی۔ کام کرنے والے مردوں کی تعداد کل مردوں کا ۵۱.۶۸٪ تھی یعنی خواتین کے مقابلے ان کا تناسب دوگنا تھا۔

کل روزگار پیشہ لوگوں میں خواتین کی شرکت ۳۲% تھی۔ کام کرنے والی خواتین کی کل تعداد کا ۳۳% زراعت میں، ۳۹% زراعت سے جڑی مزدوری میں، ۶% گھریلو صنعت میں اور ۲۲% دیگر کاموں میں لگا ہوا درج کیا گیا۔ لیبر منسٹری (Labour Ministry) کے مطابق ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۵ء کے عرصہ میں روزگار خواتین کی تعداد میں اضافہ کی شرح ۴% تھی۔ یہ مانا جارہا ہے کہ ۱۹۹۱ء سے جاری نئے معاشی نظام کے بعد سے سرکاری ملازمتوں کے مقابلے غیر سرکاری ملازمتوں میں مردوں اور خواتین دونوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ بلکہ اضافے کی جو شرح درج کی گئی ہے وہ بھی محض غیر سرکاری ملازمتوں کی وجہ سے ہے۔ ملازمتوں کے منظم دائرے (Organized Sectors) میں مردوں کی بڑی اکثریت لگی ہوئی ہے۔ جب کہ ان ملازمتوں کا ۱۹% حصہ ہی خواتین کے نصیب میں آیا ہے۔ روزگار کی متلاشی خواتین کی تعداد ۲۰۰۴ء میں ایک کروڑ ۶ لاکھ تھی جو کہ ایسے افراد کی مجموعی تعداد کا ۲۶% تھا۔

یہاں بھارت میں مسلم خواتین کی صورت حال پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ ۲۰۰۱ء میں مسلم خواتین اور بچیوں کی کل تعداد ۶،۶۸،۱۴،۱۰۶ تھی۔ ان میں سے با روزگار خواتین کی تعداد ۹۴،۰۹،۸۸۰ یعنی کل مسلم خواتین کا ۱۴% تھی۔ یہ تعداد کل خواتین کی تعداد کا ۷% اور کل برسر روزگار اور کام کرنے والے افراد کا ۲% تھی۔ کام کرنے والی مسلم خواتین میں سے ۲۲% زراعت میں، ۳۱% زراعت سے جڑی مزدوری، ۱۹% گھریلو صنعت اور ۲۸% دیگر کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ شہری آبادی میں باروزگار مسلم خواتین کی تعداد ۱۸،۱۷،۹۷۵ تھی اور ان میں سے تناسب کے اعتبار سے ۲% زراعت میں، ۶% زراعت سے جڑی مزدوری، ۳۳% گھریلو صنعت میں اور ۵۹% دیگر کاموں میں لگی ہوئی تھی۔

سچر کمیٹی نے اپنے تجزیات میں یہ بات درج کی ہے کہ اپنے خود کے کاروبار میں جہاں مسلمانوں کا مجموعی تناسب ۶۱% تھا وہیں شہری آبادیوں میں یہ تناسب ۷۳% رہ جاتا ہے۔ مگر شہروں میں رہنے والی مسلم خواتین کا خود اپنے کاموں کے ذریعہ آمدنی کرنے والیوں کا تناسب

۳۷٪ تھا جو شہری ہندو خواتین کے مقابلے ۱۳٪ زائد درج کیا گیا۔ سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق مستقل ملازمت میں مسلمانوں کا تناسب محض ۱۳٪ تھا اور مسلم خواتین کا محض ۶٪ ہی مستقل ملازمتوں میں سرگرم نظر آیا۔ آزادانہ روزگار سے جڑی مسلم خواتین کا تناسب ۷۷٪ کے آس پاس درج کیا گیا۔

مندرجہ بالا بحث سے جو نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱-مغربی ممالک میں تمام دعوں کے باوجود تقریباً ۴۰٪ کے آس پاس ہی خواتین روزگار سے جڑی ہوئی ہیں۔

۲-دنیا کے دوسرے ممالک بشمول مسلم ممالک میں عام طور پر مغربی طرز معاشرت اختیار کی جارہی ہے اور وہاں بھی ملازمتوں اور معاشی سرگرمیوں میں رجحانات مغرب سے جدا نہیں ہیں حالانکہ اس معاملے میں یہ ممالک مغربی ممالک سے پیچھے ہیں۔

۳-تیسری دنیا کے ممالک کی طرح بھارت میں بھی خواتین کی کثیر تعداد زراعت اور زراعت پیشہ مزدوری سے جڑی ہے اور ملازمت کے دیگر ذرائع مثلاً فیکٹریوں، دفتروں وغیرہ میں بے روزگار خواتین کا محض ۲۲٪ حصہ ہی لگا ہے۔

۴-مستقبل میں بھارت میں روزگار کے مواقع غیر سرکاری اداروں میں ہی بڑھنے کے امکانات ہیں اور منظم سیکٹر میں کام کرنے والی خواتین کے موجودہ ۱۹٪ کے تناسب میں تدریجاً اضافہ ہوگا۔

۵-اپنی ہمسر خواتین کی طرح مسلم خواتین کی اکثریت (۵۳٪) بھی زراعت سے جڑے کاموں میں لگی ہے حالانکہ یہ تناسب غیر مسلم خواتین کے مقابلہ کم ہے۔

۶-مسلم خواتین کی خاطر خواہ تعداد یعنی ۷۴٪ گھریلو صنعت اور دیگر کاموں میں درج کی گئی تھی جو کہ ہندو خواتین کے مقابلہ کافی زیادہ ہے۔ اسی طرح اپنے خود کے کام کرنے والی مسلم خواتین کی تعداد آزاد پیشہ خواتین کا ۵۷٪ ہے۔

۷-فیکٹریوں میں کام کرنے والے کل مسلمانوں میں سے مسلم خواتین کا حصہ ۳۰٪ کے آس پاس درج کیا گیا جو کہ کافی زیادہ ہے۔

۸-کام کرنے والی مسلم خواتین کا محض ۶٪ حصہ ہی مستقل ملازمت کے کاموں میں نظر آتا ہے۔

سماج میں عورت کا فطری کردار:

خواتین کی ملازمت کے ضمن میں جو سب سے بڑا سوال سامنے آتا ہے وہ یہی ہے کہ کیا مرد و خواتین کی پیشہ وارانہ اور دیگر معاشی سرگرمیوں میں کوئی امتیاز کیا جا سکتا ہے اور کیا ملازمت اختیار کرنے کے سلسلہ میں دونوں کی ضرورتیں اور صلاحیتیں یکساں ہیں؟ اس سلسلے میں آزادانہ موقف کے مقابلہ سماج میں خواتین کے فطری کردار کی بات کہی جاتی ہے اور یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ دونوں اصناف کا بنیادی کردار سماج میں ایک جیسا نہیں ہے اور اسی لحاظ سے روزگار، ملازمت اور معاشی سرگرمیوں کے معاملے میں دونوں کی پسند ناپسند، دونوں کی حصہ داری اور دونوں کے لازمی کردار مختلف ہوں گے۔

اس سلسلہ کی سب سے اہم حقیقت مرد و زن کی جسمانی تفریق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے افزائش نسل کے لیے مرد کو باپ اور عورت کو ماں بنایا ہے۔ ان مختلف ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے نہ صرف دونوں کی ساخت مختلف رکھی گئی ہے بلکہ دونوں کے کئی کیمیائی مادے بھی جدا ہیں۔ حالانکہ بحیثیت انسان دونوں برابر ہیں مگر مرد و زن کی حیثیت سے دونوں الگ الگ ہیں اور یہ ایسی اٹل حقیقت ہے کہ مساوات کی بحث سے مرد و زن کی مکمل برابری ثابت کرنا ناممکن ہے۔ ماں بچوں کو اپنی کوکھ سے پیدا کرتی ہے باپ ایسا نہیں کر سکتا۔ اسی لحاظ سے نہ صرف ماں پر بچوں کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں بلکہ بچوں کے فرائض بھی ماں کے لیے اتنے ہی زیادہ ہیں۔

مرد میں ٹیسٹوسٹیرون ہارمون (Testosterone Harmone) کی موجودگی اسے مضبوط، توانا، ٹھوس اقدام کرنے والا، جفاکش اور خودسر بناتا ہے جب کہ عورت میں

اسٹروجن (Estrogen) نامی ہارمون انہیں نازک، باحیا، جذباتی اور خودسپرد بناتا ہے۔ جسمانی ساخت اور ہارمون و دوسرے کیمیا کی یہ تفریق نہ صرف زندگی میں ان کے کردار کو جدا بنا دیتی ہے بلکہ بہت سے کاموں میں ان کی ترجیحات بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ یہی حقیقت جب ملازمت اور معاشی ذمہ داریوں کے میدان میں تسلیم کی جائے تو دونوں کی معاشی ذمہ داریاں اور ملازمتوں کا رنگ جداگانہ ہوگا۔ دونوں اپنی اپنی ساخت اور فطرت کے مطابق کچھ کاموں کی جانب فطری میلان رکھتے ہیں اور بعض دوسرے کام ان کے لیے دشوار اور مشقت بن جاتے ہیں۔ خواتین کے لیے ایسے تمام کام جو ان کے لیے تن آسان، پرسوز، شفقت اور محبت کے عناصر کو تسکین دے سکیں، مثلاً تعلیم وتدریس، نرسنگ، بچوں کی دیکھ بھال و نگرانی، وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں فطری بن جائیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مردوں والے کام نہیں کرسکتیں۔ وہ ایسے کام کرسکتی ہیں مگر ایک تو ان پر یہ حقیقت میں گراں گزرے گا اور دوئم یہ کہ ان کی فطری صلاحیتوں سے سماج محروم ہو جائے گا۔ لہٰذا مرد و زن کو فطرت کے مطابق سماج میں اپنا کردار نبھانے کی بات کہنا کوئی عجوبہ نہیں ہے بلکہ حقیقت سے قریب تر ہے۔ آج بھی ملازمت پیشہ خواتین کی کثرت ایسے ہی شعبوں میں پائی جاتی ہے جہاں ان کی فطرت انہیں اجازت دیتی ہے۔

اس ضمن میں دوسرا پہلو سماج میں حسن نظام کے لیے تقسیم کار ہے۔ جب یہ بات کہی جاتی ہے کہ مرد و زن کے کاموں میں فطری تفریق ہے اور اس لحاظ سے ان میں قدرتاً تقسیم کار پایا جاتا ہے تو بعض روشن خیال لوگ اسے فرسودہ خیال سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہتے ہیں، مگر زندگی کے ہر شعبہ میں پائے جانے والے تقسیم کار اور حسب صلاحیت اور حسب استطاعت لوگوں سے کام لینے کا فلسفہ اور دستور پایا جاتا ہے اور اسے کوئی عیب نہیں سمجھتا۔ پھر اس بات کو کیوں برا سمجھا جائے کہ روزگار کے میدان میں بھی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دونوں کی فطری ذمہ داریاں کیا ہیں اور انہیں تقسیم کار کے نظام کے تحت کون سا کردار اپنانا ہے؟

مرد و زن کی معاشی ذمہ داریوں کے تعین میں سماجی ضرورتوں کو بھی پیش نظر رکھا جانا

انتہائی ضروری ہے۔ آج جب کہ سماج انتشار اور بے راہ روی کی عظیم وبا سے دوچار ہے اور معاشرے میں ظلم وتشدد، نفرت اور کدورت، مایوسی اور خود پرستی عام ہے، یہ سوچنے کا مقام ہے کہ غلطی کہاں ہوئی اور گہرے تجزیے کے بعد یہ بات سامنے آئے گی کہ خواتین کو ان کی فطری ذمہ داریوں سے ہٹا کر جو خلا پیدا کیا جا رہا ہے، دور جدید کا کرب اسی کی پیداوار ہے۔

انسانیت کو درپیش ایک عظیم بحران

عورتوں کو اپنی فطری ذمہ داریوں سے نکال کر مرد و زن کے بیچ کلی مساوات کی جو ہوا چلی ہے تو اس کے سماج پر کوئی بہتر اثرات رونما نہیں ہوئے۔ ان مضر اثرات کی ایک لمبی فہرست پائی جاتی ہے۔ ذیل میں چند اہم امور پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

خواتین کی ایسی معاشی سرگرمیاں، روزگار اور ملازمتیں جو انہیں مردوں کے ساتھ اختلاط پر مجبور کرتی ہیں آج سماج میں انتشار کا باعث بن گئی ہیں۔ روزگار میں لگی خواتین دن بھر جب اپنے گھر اور گھر والوں سے دور رہ کر غیر محرم مردوں کے بیچ اپنی معاشی سرگرمیاں نبھاتی ہیں تو ان پر ان کے شوہر کا اعتماد اٹھنے لگتا ہے ان میں جھگڑے شروع ہوتے ہیں اور نوبت طلاق پر جا پہنچتی ہے۔ آج ہر ملک میں شرح طلاق تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ عورتوں پر گھریلو جارحیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اس کی روک تھام کے لیے قانون سازی کا سہارا لیا جا رہا ہے۔ ان جھگڑوں سے بچنے کے لیے ایک طبقہ تو شادی بیاہ کے جھنجھٹ ہی سے بھاگ کھڑا ہوا اور 'لو ان' (Live in) یعنی بغیر شادی کے ساتھ ساتھ رہنے کا چلن شروع ہو گیا ہے۔ دہلی جیسے شہر میں بعض کالونیاں تو 'لو ان' جوڑوں کے لیے مشہور ہوتی جا رہی ہیں۔ احمد آباد میں بھی ہزاروں جوڑے اس فیشن کے تحت اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہی حال دوسرے شہروں کا بھی ہے۔ مغرب میں تو یہ ایک غیر معیوب طرز زندگی سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں بچوں کی شرح پیدائش کم ہوتی جا رہی ہے اور Single parent یعنی بغیر باپ کے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ ہمارے ملک میں بھی قانوناً درست مان لیا گیا ہے کہ ایک بچہ اسکول میں باپ کے نام کے بجائے صرف ماں کا

نام لکھا کر اپنا کام چلا سکتا ہے۔

آج مغربی دنیا کے چند حقائق اس طرح ہیں: طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اور شادی کا گھٹتا ہوا رجحان، صرف ماں کے ساتھ رہنے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ، بچے نہ پیدا کرنے کا رجحان، ملکوں کی گھٹتی ہوئی آبادی، گھروں میں عورتوں کی بے رحمی سے پٹائی کے واقعات میں اضافہ، زنا بالجبر کے واقعات میں زبردست اضافہ، بدکاری اور ناجائز تعلقات میں زبردست اضافہ۔ تیسری دنیا کے ممالک میں بھی یہی خلفشار بڑھ رہا ہے۔ خود ہمارے ملک میں بھی یہ خرابیاں دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہیں۔ امریکہ میں خواتین پر ظلم وتشدد کے تقریباً ۵ لاکھ معاملے ہر سال درج کیے جاتے ہیں جب کہ ہمارے ملک میں ان کی تعداد 1.5 لاکھ ہے۔ ان تمام حقائق کے پیچھے کسی سب سے اہم وجہ کا نام لیا جائے گا تو وہ اباحیت کہلائے گی۔ اباحیت معاشرے میں مختلف انداز سے نفوذ کر رہی ہے اور اس کی ایک ناقابل فراموش شکل اداروں، فیکٹریوں، دفتروں اور روزگار فراہم کرنے والے دیگر مقامات پر اختلاط مرد وزن ہے۔ آج اگر مغربی معاشرہ انتشار اور زبردست سماجی بحران کا شکار ہے یا دوسرے ممالک جو اس طرف بڑھ رہے ہیں تو اس کے لیے ذمہ داران ممالک کی روزگار کے سلسلے میں ایسی پالیسیاں بھی رہی ہیں جو اختلاط مرد وزن کو فروغ دیں اور معاشرے میں اباحیت کو عام کر دیں۔

مغربی دنیا میں ایسی خواتین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو اپنے کیریئر میں ماں بننے کے عمل کو ایک بڑی رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ چنانچہ یورپ میں انگلینڈ، فرانس اور اٹلی کو چھوڑ کر تمام ہی ملکوں میں شرح پیدائش منفی ہوگئی ہے۔ وہاں بچہ پیدا کرنے پر عورتوں کو انعام دیا جاتا ہے۔ مگر صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ لندن کی ۳۹ سالہ خاتون لوسی وارڈ کے یہ الفاظ مغربی خواتین کی ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں: ''میں اپنے کام کا لطف اٹھا رہی ہوں جس میں خوب سیر سپاٹے کا موقعہ ملتا ہے حالانکہ میری یہ کوئی شعوری پسند نہیں تھی مگر برسوں سے میں نے کام پر توجہ مرکوز رکھی اور اب مجھے شک ہے کہ میں ماں بن پاؤں گی۔'' ۲۰۰۶ء میں امریکہ میں کیے گئے

ایک سروے کے مطابق ۱۰ر میں سے ۸ر خواتین نے یہ مانا ہے کہ ماں بننے کا عمل ان کے کیریئر کے لیے نقصان دہ ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جو عورتیں ملازمت اور خاندان دونوں کی ذمہ داریاں نبھانا چاہتی ہیں، انہیں دوہرے کام کی وجہ سے خاصہ پریشان رہنا پڑتا ہے۔ اپنے کام سے گھر لوٹ کر انہیں اپنے شوہر، بچوں و دیگر رشتہ داروں کی خدمت کے لیے کھٹنا پڑتا ہے۔ گھر میں نوکر کے ہوتے ہوئے بھی سب کام ان پر نہیں چھوڑے جا سکتے اور کچھ نہ کچھ ذمہ داری نبھانی پڑتی ہے۔ کیرل کی ایک محقق 'میری اکگوروُ نے ترِونتاپُرم ضلع کی بنگور پنچایت میں اپنی تحقیق کے نتیجہ میں جو مشاہدہ کیا ہے وہ اس طرح ہے: ''اس تحقیق میں ۱۰۰ر کام کاجی خواتین کے مسائل کی جانچ کی گئی اور ۲۰ر گھریلو عورتوں کے ساتھ ان کا موازنہ کیا گیا۔ کام کرنے والی عورتوں نے بتایا کہ ان کے روزگار نے انہیں ایک قسم کی معاشی آزادی عطا کی ہے اور گھریلو خرچوں کے لیے زیادہ رقم دستیاب ہوئی۔ ان کی دشواریوں میں آمد و رفت کی سہولیت میں کمی، کم مشاہرہ اور شدید محنت کو شامل کیا گیا۔ برسرِ روزگار خواتین کے پاس اپنی ذاتی دیکھ بھال کے لیے وقت کی تنگی پائی گئی۔ جب کہ گھریلو عورتوں کو مناسب آرام اور تفریح کا وقت آسانی سے دستیاب تھا۔ دونوں قسم کی خواتین کی غذا میں نمایاں فرق دیکھا گیا اور کام کرنے والی خواتین کی غذا عدم توازن کا شکار پائی گئی۔'' بے روزگار خواتین میں سے نصف سے زائد کو ملازمت سے جڑے تناؤ سے متاثر پایا گیا اور ان کے لیے بچوں کی مناسب نگہداشت، گھر اور کام کے بیچ توازن، تفریحی اوقات کا فقدان اور آرام میں کمی کو لے کر بے چینی درج کی گئی۔'' ۴۳ سالہ جرمن خاتون 'گل تھامس' جو پیشہ سے وکیل اور دو بچوں کی ماں ہیں فرماتی ہیں: ''یہ شدید تناؤ کا باعث ہوتا ہے کہ آپ گھر اور کیریئر دونوں کو سنبھالیں، میں اکثر احساس جرم محسوس کرتی ہوں۔'' آسٹریلیا میں کیے گئے ایک مطالعہ میں ملازمت کرنے والی خواتین کا ۲۰٪ ڈپریشن (Depression) کا شکار پایا گیا۔ دوسرے ملکوں میں کی جانے والی تحقیقات میں بھی ایسے ہی نتائج سامنے آئے ہیں۔ پروفیسر 'لاموٹے

گئی'(La Montagne) فرماتے ہیں:''کام کا دباؤ دماغی بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔'' ان تمام حوالوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر تمام نہیں تو خواتین کی بڑی تعداد اپنے روزگار اور ملازمت کو لے کر دباؤ کو جھیلتی ہیں اور یہ ان کی صحت پر مضر اثر ڈالتی ہے۔''

ملازمت پیشہ خواتین کے لیے کام کے مقامات اور آمدورفت کے دوران اپنی حفاظت کو لے کر بھی بے چینی پائی جاتی ہے اور انہیں شب و روز میں کئی دقتوں کا سامنا رہتا ہے۔ گذشتہ اکتوبر میں چھپی 'دی ہندو'(The Hindu) کی ایک خبر کے مطابق نوکری کرنے والی خواتین میں سے ۵۳٪ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ خاص طور پر وہ خواتین جو رات کی شفٹ میں کام کرتی ہیں۔ بڑی کمپنیوں کی ۳۳٪ خواتین اور چھوٹی فرموں کی ۴۸٪ خواتین خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ نوکری پیشہ خواتین کی حفاظت کو لے کر سب سے خطرناک صورت حال ملک کی دارالسلطنت دہلی میں درج کی گئی ہے جہاں خود کو غیر محفوظ سمجھنے والی خواتین کی تعداد ۶۵٪ تک درج کی گئی ہے۔ رات کو کام کرنے والی خواتین کا ۸۵٪ خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔ یہ اعداد و شمار اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ خواتین کی اکثریت نوکری کرتے ہوئے نہ صرف خود کو غیر محفوظ تسلیم کرتی ہیں بلکہ بارہا ناگہانی صورت حال کی شکار بھی ہوتی رہتی ہیں۔

ملازمت سے جڑی خواتین کا ایک بڑا مسئلہ ان کے ساتھ ہونے والا مشاہیراتی امتیاز بھی ہے۔ انہیں مردوں کے مقابلہ کم مشاہرہ ملتا ہے اور ''سستی مزدوری'' کا روایتی تصور ان پر چسپاں رہتا ہے اور یہ امتیاز خواتین کے ساتھ نہ صرف ترقی پذیر ملکوں میں رکھا جاتا ہے بلکہ تقریباً تمام ہی ترقی یافتہ ملکوں میں یہ وبا عام ہے۔ ایسے آٹھ ملکوں میں کیے گئے سروے میں یہی حقائق سامنے آئے ہیں۔ اونچے عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کا ۷۰٪ یہ مانتا ہے کہ ان کو مردوں کے برابر کام کرنے کے باوجود کم مشاہرہ ملتا ہے۔ معاشیات کی پروفیسر 'لنڈا کیل' کے مطابق امریکہ میں اونچے عہدوں پر کام کرنے والی خواتین کا اپنے ہمسر مردوں کے مقابلہ ۲۵٪ کم پیسہ ملتا ہے۔ جہاں یہ غیر منصفانہ عمل عورتوں کو سستی مزدور سمجھتا ہے وہیں کہیں نہ کہیں مالکان کے ذہن میں یہ

بات رہتی ہے کہ اپنے تمام دعوؤں کے باوجود اپنی ساخت اور نفسیات کے لحاظ سے خواتین مردوں کے مقابلہ کم مفید ہوتی ہیں اور انہیں اپنے ہمسر مردوں کے مقابلہ کم دیا جانے والا مشاہرہ جائز ہے۔

خواتین کو طاقتور بنانے کا قومی منشور:

مرکزی حکومت نے خواتین کو طاقتور بنانے کے لیے ۲۰۰۱ء میں ایسی قومی پالیسی منظور کی جس کے کئی مندرجات میں سے چند کا تعلق ان کی ملازمت سے بھی ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱-غربت کے خاتمہ کے لیے ایسے اقدام کیے جائیں گے جو غریب خواتین اور روزگار کو قریب تر کرسکیں جس میں انہیں معاشی اور سماجی بنیاد پر اپنی ترجیحات کے لیے ایک وسیع میدان فراہم ہو اور انہیں درکار قابلیت کو بڑھانے کے مواقع پیدا کیے جائیں۔

۲- الکٹرانکس، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور اغذیہ کی صنعت اور ملبوسات کے کارخانوں سے جڑے کاموں میں خواتین ایک اہم کردار نبھا سکتی ہیں۔ انہیں قانون سازی، سماجی تحفظ اور دوسری معاون سہولیات کے ذریعہ ملک کی صنعت میں کام کرنے کے لیے تعاون دیا جائے گا۔

۳-عورت اس وقت فیکٹریوں اور دفاتر کی رات کی شفٹ میں اپنی خواہش کے باوجود کام نہیں کرسکتی۔ ان کی حفاظت اور آمد و رفت کی سہولیت کو بہتر فراہمی کے ذریعہ اسے یقینی بنایا جائے گا۔

۴-سرکار اس بات کی بھی کوشش کرے گی کہ چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے فیکٹریوں اور دفاتر کے آس پاس کریچ (Creche) بنائے جائیں تاکہ زچگی کے فوراً بعد وہ اپنے کام پر لوٹ سکیں۔

اس کے علاوہ عالمی سطح پر خواتین کو بہتر روزگار فراہم کرنے کے سلسلہ میں جو مختلف اقدامات کیے جارہے ہیں ہمارا ملک بھی ان کا پابند ہے۔

غربت اور شدائد کی وجہ سے ملازمت

یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ دنیا کی ایک تہائی آبادی غربت اور افلاس میں جی رہی ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق دنیا کی ۷۰٪ بالغ خواتین غربت کا شکار ہیں۔ اس لحاظ سے بھارت کی مسلم آبادی بھی ملک کے دوسرے طبقات کے مقابلے زیادہ غربت زدہ ہے۔ سچر کمیٹی رپورٹ کے مطابق سن ۰۵-۲۰۰۴ء میں جہاں خط افلاس کے نیچے رہنے والے لوگوں کی آبادی ملک کی کل آبادی کا ۲۲.۷٪ تھا وہیں یہ تناسب مسلم معاشرے کے سلسلہ میں ۳۱٪ اور عام ہندوں کے سلسلہ میں محض ۸.۷٪ درج کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی غربت کا یہ شمار شہروں میں ۳۸.۴٪ تک جا پہنچا ہے۔ مدھیہ پردیش (۵۸٪)، چھتیس گڑھ (۶۱٪)، مہاراشٹرا (۴۹٪)، اڑیسہ (۴۸٪)، کرناٹک (۴۵٪)، بہار (۴۵٪) اور اتر پردیش (۴۴٪) وہ صوبے ہیں جہاں مسلمانوں کی تقریباً آدھی آبادی غربت وافلاس کا شکار ہے اور اس کا شمار خط غربت کے نیچے رہنے والی آبادی میں ہوتا ہے یعنی ایسے مسلمان خاندان جو مبلغ ۴۵ روپیہ فی کس یومیہ سے کم خرچ کر پاتے ہیں۔

یہ کہا گیا ہے کہ غربت کفر کی طرف لے جاتی ہے۔ اس اعتبار سے عام مسلمانوں کا ایک تہائی حصہ اور شہری مسلمانوں کا ۴۰٪ حصہ اس خطرہ سے دوچار ہے۔ ایسے میں مسلمانوں کی غربت وافلاس کو ختم کرنے کے لیے خط غربت سے نیچے زندگی جینے پر مجبور افرادبالخصوص خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں شامل ہونے اور ان کی ملازمت کے لیے کچھ بہتر راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلم فلاحی اداروں کو اس سلسلہ میں بڑے پیانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور زکوۃ وصدقات کا بہتر نظم کر کے غربت کے خاتمہ کی منصوبہ بند تحریک مسلمانوں میں چلانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے اوقاف قائم کرنے پر بھی مسلمانوں کو ابھارا جائے تاکہ عام مسلمان ایک پروقار زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ مسلم خواتین کی ایسی انجمنیں بڑی تعداد میں بنائی جائیں جو مسلم خواتین کو بالخصوص تربیت دے کر روزگار سے جڑے کاموں میں لگا سکے تاکہ ایک طرف مسلم خواتین اپنی غربت کو ختم کر سکیں تو دوسری جانب انہیں اس کے لیے کسی اسلامی حدود سے

تجاوز پر مجبور نہ ہونا پڑے۔اس طرح کے مواقع اگر پیدا کیے جائیں تو مسلم خواتین کو نامناسب قسم کی ملازمتوں کی جانب جانے سے روکا جاسکے گا۔ اور جب تک مذکورہ نظام مسلم معاشرے میں خاطر خواہ سطح پر قائم نہیں ہوجاتا مسلم خواتین کو ایسی ملازمتوں کو اختیار کرنے کی اجازت دی جائے جو ان کے فطری کردار، اسلامی شعار اور تحفظ میں حارج نہ ہوں۔

تجاویز برائے ملازمت خواتین:

مندرجہ بالا معلومات، اعداد وشمار اور مباحث سے جو نکات خواتین کی ملازمت کی شرعی حیثیت کو متعین کرسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱-**زراعت اور زراعت سے جڑے کام:** اکثر ممالک بشمول بھارت کے زراعت اور زراعت سے جڑے کاموں میں خواتین کی کثیر تعداد لگی ہوئی ہے مگر ہمارے ملک میں مسلم خواتین کا نسبتاً کم حصہ اس میدان میں سرگرم عمل ہے۔زراعت اور اس سے جڑے کاموں میں خواتین کی شرکت عموماً دو طرح سے ہوتی ہے یا تو وہ اپنے محرم کے ساتھ مل کر کام کرتی ہیں یا دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر مزدوری کرتی ہیں۔ دونوں ہی صورتوں میں ان کے کام کرنے کا شرعی جواز موجود ہے۔ الا یہ کہ کھیتوں پر اختلاط کا اندیشہ ہو۔

۲-ایسے پیشوں میں مسلم خواتین کی شرکت کو روکا جائے جو شرعاً حرام ہیں مثلاً شراب اور منشیات کی فیکٹریوں اور اس کی فروخت کے کام،خنزیر پالن (Piggery) یا اس کے اشیاء کی فروخت ، لاٹری اور سٹے سے جڑے کام، ایسے ہوٹل میں کام جہاں غیر ذبیحہ یا حرام گوشت دسترخوان کا حصہ ہو، ناچ گانے اور جسم کی نمائش یا فروخت سے جڑے کام، اباحیت کو فروغ دینے والی کتب، اشیاء یا تشہیری کاموں سے جڑی ہوئی ملازمت، ایسے کام جس میں خواتین کی قابلیت اور صلاحیت سے زیادہ ان کی خوبصورتی اہم سمجھی جائے مثلاً استقبالیہ، ایئر ہوسٹس، سیلس گرل، پہلوان وغیرہ، ایسے اداروں کی ملازمت جہاں سے منصوبہ بند طریقہ سے شرک، کفر اور اسلام دشمنی کو فروغ دیا جائے وغیرہ۔

۳- رات کی شفٹ میں ہونے والے تمام کاموں کی ملازمت سے خواتین کو روکا جائے چونکہ اس میں ان کی ذات کے لیے اور معاشرے کے لیے فساد کا اندیشہ رہتا ہے۔ رات کی شفٹ میں مردوں کے وارڈ میں کام کرنے سے نرسوں کو روکا جائے۔

۴- ایسی ملازمت سے انہیں دور رکھا جائے جس میں خواتین کو اکیلے یا غیر محرم لوگوں کے ساتھ سفر کرنا لازمی ہو، مثلاً سیاحت سے جڑے گائڈ، اسکورٹ(Escort) وغیرہ کے پیشے۔

۵- ایسے تمام کاموں سے خواتین کو محفوظ رکھا جائے جہاں ستر پوشی کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے۔ مثلاً سوئمنگ پول کی ملازمت یا کھیل کود سے جڑے کام۔

۶- ایسے کاموں کو کرنے سے ان کی حوصلہ شکنی کی جائے جو فطرتاً خواتین کے شایان شان یا ان کی جسمانی ساخت کے متحمل نہ ہوں۔ مثلاً حمالی، لمبی یا ہیوی ڈرائیونگ (Heavy Driving) کے کام، وغیرہ۔

۷- انہیں ایسے کاموں کی ترغیب دی جائے جو فطرتاً خواتین کے لیے بہتر ہوں مثلاً تعلیم وتدریس، بچوں کی پرورش، طب وصحت، وغیرہ۔

۸- کسی خاتون کے لیے کام کرنا مجبوری بن جائے تو ایسے کام کی جانب رہنمائی کی جائے جو اس کے وقار کو مجروح نہ کرے مثلاً گھریلو صنعت، اپنے خود کے کام یا ایسے کام جہاں خواتین کی کثرت پائی جائے۔ بھارت میں کام کرنے والی مسلم خواتین کا ۷۰٪ حصہ پہلے سے ہی اسی طرح کے کاموں سے جڑا ہے اور مستقل ملازمت کی طرف ان کا رجحان کم پایا جاتا ہے۔

۹- مسلم اداروں کو ترغیب دی جائے کہ وہ غربت اور افلاس سے متاثر مسلم و دیگر خواتین کے لیے روزگار کے مواقع اس طرح پیدا کریں کہ وہ اپنی عصمت، حیا اور وقار کو مجروح کرنے پر مجبور نہ ہوں۔

۱۰- مسلم خواتین کی غربت کو ختم کرنے کے لیے زکوۃ اور صدقات کا استعمال کرتے ہوئے ایسی اسکیموں کی جانب پیش رفت کو فروغ دیا جائے جو ان کی اسلامی زندگی میں حارج نہ

ہوں۔

۱۱- اُن سرکاری پالیسیوں کی مخالفت کی جائے جو خواتین کو ایسے معاش اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہوں جو اصلاً حرام ہیں یا انہیں اپنے فطری کردار و ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے روکتی ہیں یا جو انہیں بے حیائی اور اختلاط پر مجبور کرتی ہوں۔

۱۲- ایسی سرکاری اسکیموں سے فائدہ اٹھایا جائے جو مسلم خواتین کی معاش کو بہتر بنانے کے لیے انہیں پروقار طریقے سے فراہم ہوں۔

۱۳- غریب و پسماندہ عورتوں کی فلاح و بہبود کی جو سب سے زیادہ رائج شکل ہے وہ ہے Self Help Group (حلقہ برائے اپنی خدمت آپ)۔ ابھی حال ہی میں بنگلہ دیش کے ماہرین معاشیات اور سماجی کارکن محمد یونس کو اسی میدان میں اپنے خاطر خواہ کردار کے لئے نوبل اعزاز سے نوازا گیا، سیلف ہیلپ گروپ مروجہ بی سی نظام کا ہی ایک گروپ ہے جس میں بیس بیس خواتین کے حلقے بنائے جاتے ہیں اور انہیں ایک اجتماعی قرض سے باندھ دیا جاتا ہے اور کسی پیشہ وارانہ کام کی تربیت دے کر ان سے مال خرید لیا جاتا ہے، منافع کی ایک رقم قسطوں میں سے قرض کاٹ کر باقی رقم متعلقین میں تقسیم کردی جاتی ہے، اس طرح خواتین نہ صرف خودکفیل ہوجاتی ہیں بلکہ اجتماعی ربط کی وجہ سے ان میں بتدریج تعلیمی، سماجی اور سیاسی تبدیلیاں بھی واقع ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حکومت کا اعلیٰ ترین ادارہ NABARD ہے جو چھوٹے اداروں اور بینکوں کے ذریعہ SHG کے ذریعہ غریب اور پسماندہ افراد بالخصوص خواتین کو مدد پہنچاتا ہے۔ اس ادارہ کے مطابق ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء کے دہے میں 78 ہزار خاندان اس نظام سے جڑے جن میں ۹۰ فیصد خواتین ذریعہ تھیں۔ خواتین پر اس اعتبار کی وجہ ان کا صحیح مصرف پر قرض کی رقم کو خرچ کرنا اور قرض واپسی میں ان کا حساس ہونا ہے۔ مسلم خواتین کو مضبوط بنانے اور انہیں خودکفیل بنانے کے لئے HSG حلقے برائے اپنی خدمت آپ بنائے جاسکتے ہیں۔ یہاں سرکاری نظام سے فائدہ اٹھانے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ نظر آتی ہے وہ متعلقہ قرض سے جڑا

سود ہے حالانکہ وہ کافی کم ہوتا ہے۔ HSG کے لئے عام طور پر ۶ فیصد کی شرح سے سود لیا جاتا ہے اقلیتوں کی معاشی ترقی کے لئے بنے ادارے NMFDC کے قرض بھی اسی شرح سے بندھے ہیں۔ مہاراشٹر کی سرکار نے اس اسکیم کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے حال ہی میں سود کی شرح کو کم کر کے ۴ فیصد کر دیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غربت و افلاس کو ختم کرنے کے لئے کیا مسلم خواتین کو اس طرح کے اداروں سے جوڑا جا سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں خط غربت کے نیچے زندگی بسر کرنے والی خواتین کو کیا رعایت حاصل ہے؟ کیا اس طرح کی اسکیم زکاۃ کے عطیہ سے بھی چلائی جا سکتی ہے؟

☆☆☆

تیسرا باب

تفصیلی مقالات

خواتین کی ملازمت
شریعت اسلامی کی روشنی میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ☆

پس منظر

خواتین کی ملازمت کا مسئلہ اس دور میں بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے اور اس کو خصوصی اہمیت موجودہ مغربی معاشرہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ مغرب کے سرمایہ دارانہ معاشرتی نظام کی بنیاد خود غرضی اور لذت پرستی پر ہے اور یہی دونوں محرکات خواتین خانہ کو گھر سے باہر لانے کے پیچھے کارفرما ہیں، خود غرضی یہ ہے کہ مغربی معاشرہ میں عورتوں کا معاشی بوجھ مرد برداشت کرنا نہیں چاہتے، یہاں تک کہ جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہو جاتی ہے، تو والدین خود اس سے تقاضا کرنے لگتے ہیں کہ وہ باہر نکلے، ملازمت کرے اور خود اپنا بوجھ اٹھائے، دوسرے: مردوں کی ہوسنا کی طلب گار ہوتی ہے کہ ہر دفتر اور دکان میں کوئی خوش رو عورت اس کا استقبال کرے، یہ وہ محرکات ہیں، جس نے یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد بڑے پیمانے پر عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے کا راستہ دکھایا، یہاں تک کہ اس معاشرہ کو حقیر سمجھا جانے لگا، جس میں عورتیں ''شمع محفل'' بننے کی بجائے ''چراغ خانہ'' بن کر رہتی تھیں۔

فوائد و نقصانات

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے سے فائدہ تو صرف اتنا ہوا کہ بعض خاندانوں کے معاشی حالات بہتر ہو گئے، سماج کے بگڑے ہوئے لوگ جو خواتین کو بالکل مجبور و بے بس سمجھ کر اپنے

☆ جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

مظالم کا نشانہ بناتے تھے اور عورتیں ہر طرح کی زیادتی کے باوجود خاموش رہنے پر مجبور تھیں، ان سے کچھ خواتین کو آزادی حاصل ہوئی؛ لیکن سماج کو اور خود خواتین کو اس سے جو نقصان ہوا، وہ ان محدود فوائد سے کہیں بڑھ کر ہے، ان میں سے کچھ اہم باتوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱- انسان کے لئے خاندانی نظام بہت بڑی ضرورت بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی رحمت بھی، خاندانی نظام مشکل حالات میں اس کی مدد کرتا ہے، تکلیف ہو تو زخم کا مرہم بنتا ہے، خوشی کا موقع ہو تو خاندان کی شرکت اسے دوبالا کر دیتی ہے، یہ اس کے لئے تحفظ کا حصار بھی ہے، خاندان کی بنیاد نکاح کے رشتہ پر ہے؛ کیوں کہ نکاح ہی کے ذریعہ مختلف رشتے وجود میں آتے ہیں اور ان ہی رشتوں کے مجموعہ کا نام ''خاندان'' ہے، —— رشتۂ نکاح میں جتنا استحکام رہے گا، خاندانی نظام اسی قدر مضبوط ہوگا، نکاح کے استحکام کا ایک اہم سبب باہمی احتیاج و ضرورت مندی بھی ہے، شوہر اپنے بچوں کی پرورش کے لئے بیوی کا محتاج ہوتا ہے اور بیوی اپنی معاشی ضروریات کے لئے شوہر کی محتاج ہے، اسی احتیاج کی وجہ سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور انسان کڑواہٹوں پر بھی ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے، جب عورت خود کسب معاش کے میدان میں اتر جاتی ہے، تو وہ اپنی ضروریات کے لئے شوہر کی محتاج نہیں رہتی؛ اس لئے شوہر کی طرف سے خلاف مزاج باتوں کو انگیز کر لینے کا جذبہ کم ہو جاتا ہے اور رشتۂ نکاح میں دراڑ آنے لگتی ہے؛ چنانچہ کام کرنے والی خواتین کی ازدواجی زندگی میں طلاق کے واقعات دوسرے خاندانوں کی بنسبت کہیں زیادہ پائے جاتے ہے؛ چنانچہ ایک سروے کے مطابق عورت کے کام کرنے کی وجہ سے مغربی ممالک میں بارہ ملین طلاق کے واقعات پیش آئے ہیں۔

۲- نکاح کا ایک اہم مقصد باہمی سکون اور دل کا قرار ہے، جب بیوی ملازمت کے لئے باہر نکلتی ہے، تو اکثر شوہر اس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ چیز اسے بے چین کر دیتی ہے، عورت کے لئے بھی یہ بات ممکن نہیں ہوتی کہ وہ اپنے شوہر کی طرح کام کر کے تھک ہار کر گھر آئے اور پھر یہاں شوہر کے لئے فرحت وانبساط کا ساماں بہم پہنچائے کہ

افسردہ کند افسردہ انجمنے را

اس طرح نکاح کا حقیقی مقصد فوت ہوکر رہ جاتا ہے۔

۳- کسبِ معاش کی یہ مہم بعض خواتین ابتداء میں ایک شوق کے طور پر اختیار کرتی ہیں، مگر یہ بہ تدریج ان کے لئے ایک فریضہ بن جاتا ہے، اب انہیں بچوں کی پرورش بھی کرنی پڑتی ہے، کچھ نہ کچھ امورِ خانہ داری کو بھی انجام دینا پڑتا ہے، حمل اور ولادت کی مشقت بھی انہیں اٹھانی پڑتی ہے، حیض و نفاس کی فطری تکلیفیں بھی ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، اس طرح انہیں اپنے فطری فرائض بھی انجام دینے پڑتے ہیں، اور جو ذمہ داری مردوں کی تھی، اسے بھی اختیار کرنا ہوتا ہے، یہ دوہری ذمہ داری یقیناً عورتوں کے لئے بوجھ ہے؛ اسی لئے بعض سروے رپورٹوں کے مطابق مغربی ملکوں میں اکثر خواتین گرہست خانون کی حیثیت سے زندگی گذارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔

۴- اس کا سب سے بڑا نقصان بچوں کو پہنچتا ہے، وہ ماں کی ممتا سے محروم ہوجاتے ہیں، مثلاً جو ماں صبح سویرے دفتر کے لئے نکلے اور شام یا رات میں واپس آئے، وہ کس طرح اپنے بچوں کو ماں کا پیار دے سکتی ہے؟ اسی لئے مغربی ملکوں میں چھوٹے بچوں کے لئے پرورش گاہیں قائم ہوئیں، اور اس نے ایک کاروبار کی صورت اختیار کرلی۔

کام کا بوجھ انسان کی طبیعت میں چڑچڑاپن اور جھلاہٹ بھی پیدا کردیتا ہے اور یہ چیز بعض اوقات انسان کو غیر معتدل بنادیتی ہے؛ اس لئے مغربی ملکوں میں ماں کے ہاتھوں چھوٹے بچوں پر زیادتی کے واقعات کثرت سے پیش آرہے ہیں؛ چنانچہ امریکہ میں صرف ایک سال میں پانچ ہزار چھ سو بچے ماں کے زدوکوب کرنے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کئے جاچکے ہیں۔

۵- اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خواتین کی ملازمت اخلاقی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے مخلوط ماحول میں مردوں اور عورتوں کی ملازمت اخلاقی بے راہ روی کو جنم دیتی ہے اور خاص طور پر عورتوں کے جنسی استحصال کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں، یہ بات نہ صرف مغربی ممالک میں پیش آتی ہے، بلکہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ابھی خواتین کی

ملازمت کرنے کا تناسب مغربی ملکوں کے مقابلہ بہت کم ہے، وہاں بھی ایسے واقعات کی کثرت ہے اور جو لوگ اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے یہ کوئی قابلِ تعجب امر نہیں۔

۶- اس کا گہرا اثر خواتین کی صحت پر بھی پڑتا ہے؛ کیوں کہ اندرونِ خانہ اور بیرونِ خانہ کی دہری ذمہ داریاں اور فطری عوارض عورت کی صحت پر گہرے منفی اثرات ڈالتے ہیں؛ اسی لئے مختلف سروے کے مطابق مغربی ملکوں میں دردِ کش اور تناؤ کو دور کرنے والی دواؤں کے استعمال کا تناسب کام کرنے والی عورتوں میں بہ مقابلہ مردوں کے 67% زیادہ ہے۔

۷- خواتین کے کسبِ معاش کے میدان میں آنے کا ایک اثر شرح پیدائش پر بھی پڑتا ہے اور امریکہ نیز دوسرے مغربی ممالک — جو اس وقت گھٹتی ہوئی شرحِ پیدائش کے سلسلہ میں پریشان ہیں — اس کا ایک سبب یہ بھی ہے؛ کیوں کہ ملازمت پیشہ خواتین ایک تو شادی ہی میں تاخیر کرتی ہیں اور شادی کے بعد بھی دیر سے ماں بننا چاہتی ہیں اور فطری نظام یہ ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عورت میں ماں بننے کی صلاحیت کم ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ چالیس سال کے بعد عورت کے حاملہ ہونے کا امکان دس فیصد ہی باقی رہ جاتا ہے؛ چنانچہ امریکہ میں بانجھ عورتوں کا تناسب تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ، یورپ، کناڈا اور جاپان جیسے ممالک — جہاں خواتین کی آزادی کے نام پر انہیں پوری طرح گھر سے باہر لے آیا گیا ہے — کی عورتوں پر اس نعرہ کا فریب واضح ہو چکا ہے اور ایک اندازہ کے مطابق ان ملکوں میں کام کرنے والی 87% خواتین گھر سے باہر نکل کر کسبِ معاش کرنے کے مقابلہ اس بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ وہ شمعِ خانہ بن کر رہیں اور امورِ خانہ کو انجام دینے پر اکتفاء کریں (اس میں مذکور اعداد و شمار ڈاکٹر فؤاد بن عبد الکریم کے مقالہ '' عمل المرأة — رؤية شرعية '' سے لیا گیا ہے، جسے www.saaid.net پر دیکھا جا سکتا ہے)۔

اسلام کی اصولی رائے

مردوں اور عورتوں کے بارے میں اسلام کا بنیادی تصور یہ ہے کہ انہیں تقسیم کار کے

ساتھ زندگی گذارنی چاہئے ، باہر کی تگ ودو اور دوڑ دھوپ مردوں کے ذمہ ہے؛ اسی لئے ان پر کسبِ معاش کو فرض قرار دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة ''(السنن الکبری للبیهقی ، کتاب الإجارۃ ، باب کسب الرجل وعمله بیده ،حدیث نمبر:۱۱۶۹۵،شعب الإیمان للبیهقی ،حدیث نمبر:۸۷۴۱)نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ﴾(الجمعہ:۱۰)اسی طرح جہاد اور لوگوں کے تحفظ کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے،عورتوں پر نہیں ،مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کو واجب قرار دیا گیا،عورتوں پر جماعت واجب قرار نہیں دی گئی،عورتوں سے فرمایا گیا کہ وہ گھر کی ملکہ ہیں''المرأۃ راعیة علی بیت بعلها ''(صحیح البخاری ، کتاب العتق ، باب کراهیة التطاول علی الرقیق وقوله عبدی وأمتی ،حدیث نمبر:۲۴۱۶)اس لئے ان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز گھر کو بنانا چاہئے : ﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ﴾(الأحزاب:۳۳)۔

یہ تقسیم کاریوں تو مردوں اورعورتوں دونوں کے لئے فائدہ مند ہے ؛ کیوں کہ جب بیوی گھر میں ہو،تو شوہر امورخانہ داری کی طرف سے مطمئن ہوتا ہے اور بیوی کو اپنی ضروریاتِ زندگی کے لئے کوئی تگ ودو نہیں کرنی پڑتی ؛ بلکہ شوہر محنت مزدوری کرکے اپنی ساری کمائی بیوی کے قدموں میں ڈال دیتا ہے ؛ لیکن عورتوں کے لئے یہ زیادہ مفید ہے ؛ کیوں کہ جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں، انہیں بہ یک وقت دونوں ذمہ داریاں انجام دینی پڑتی ہیں ، اندرون خانہ کی بھی اور بیرونِ خانہ کی بھی ، یہ عورتوں کے ساتھ یقیناً کھلی ہوئی زیادتی ہے،تقسیم کار کا نظام عورت کو اس سے نجات دیتا ہے۔

مردانہ اور زنانہ حقوق فرائض کی یہ تقسیم نہ صرف اسلام کا مزاج ہے؛ بلکہ یہی پورے خطۂ مشرق کی روایت رہی ہے اور یہ ایک فطری اور متوازن نظام ہے، جو مرد وعورت دونوں کے لئے راحت وسکون کا باعث ہے:

خواتین اور کسبِ معاش

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام عورتوں کے لئے کسبِ معاش کو یا کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کو مطلقاً شجرِ ممنوعہ قرار دیتا ہو؛ بلکہ قرآن وحدیث اور اس سے مستنبط فقہاء کے اجتہادات میں ہمیں خواتین کے لئے ملازمت اور کسبِ معاش کی شرعی حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ اجازت بھی ملتی ہے:

☆ قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴾(القصص : ۲۳)۔

''اور مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھا، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے، وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی اپنے گھر کے پانی کی ضرورت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں اور خود پانی بھر کر لایا کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ " كان آدم علیہ السلام حراثا ... وحواء تغزل الشعر فتحوله بيدها، فتكسو أنفسها وولدها " (کتاب الکسب، للامام محمدؒ : ۷۶)۔

''حضرت حواء اپنے ہاتھ سے دھاگہ کاتتی تھیں اور اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو پہنایا کرتی تھیں''

امام محمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ

" وعیسیٰ علیہ السلام کان یأکل من غزل أمه " (کتاب الکسب : ص : ۷۶)۔

" حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے کاتتے ہوئے دھاگے سے کھایا کرتے تھے"

☆ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض اوقات خواتین فوجی خدمات میں حصہ لیا کرتی تھیں، چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"کنا نغزو مع النبی ﷺ فنسقی القوم ونخدمهم ونرد القتلی والجرحی المدینة " (بخاری، حدیث نمبر : ۲۸۸۳، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۲۸۸۲)۔

" ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک رہتے تھے، قوم کو پانی پلاتے تھے، اور ان کی خدمت کرتے تھے، نیز مقتولوں اور زخمیوں کو مدینہ لے جاتے تھے"

☆ اسی طرح حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

" غزوت مع رسول الله ا سبع غزوات ، أخلفهم فی رحالهم ، فأصنع لهم الطعام و أداوی الجرحیٰ و أقوم علی المرضی " (مسلم ، کتاب الجهاد والسیر ، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسهم ، والنهی عن قتل صبیان أهل الحرب ، حدیث نمبر : ۴۶۹۰)۔

" میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی ہے، میں اپنے کجاؤوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی، ان کے لئے کھانے بناتی تھی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی"

☆ عہد نبوی میں خواتین کا زراعتی کاموں میں شرکت کرنا بھی ثابت ہے ؛ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" أن النبی ﷺ دخل علی أم مبشر الأنصاریة فی نخل لها ، ... فقال : لا یغرس مسلم غرسا ، ولا یزرع زرعا ، فیأکل منه إنسان ولا دابة ولا شیئ إلا کانت له صدقة " (مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع، حدیث نمبر: ۳۹۶۹)۔

''رسول اللہ ﷺ حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ان کے کھور کے باغ میں تشریف لے گئے...آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جو درخت لگاتا ہے، یا کھیتی کرتا ہے، پھر اس میں سے کوئی انسان یا چوپایہ کوئی چیز کھائے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے''

☆ کسب معاش کا ایک طریقہ جانوروں کی پرورش ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عام طور پر خواتین اس میں مردوں کا تعاون کرتی تھیں اور بعض اوقات مویشی چرانے کا بھی کام کرتی تھیں؛ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

" أن جارية لكعب بن مالك رضي الله عنه كانت ترعي غنما بسلع فأصيبت شاة منها فأدركتها، فذبحتها بحجر ، فسئل النبي ﷺ ، فقال : كلوها " (صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب ذبیحة المرأة والأمة، حدیث نمبر: ۵۵۰۵)۔

''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی باندی (سلع نامی مکان پر) بکریاں چرایا کرتی تھی، ان میں سے ایک بکری جانور کا شکار بن گئی انہوں نے اسے زندہ حالت میں پالیا، چنانچہ پتھر کی مدد سے اسے ذبح کیا، پھر حضور ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کھاؤ''

☆ کسب معاش کا ایک اہم ذریعہ تجارت ہے، قرن اول میں خواتین کے تجارت کرنے کا بھی ذکر ملتا ہے:

" عن الربيع بنت معوذ قالت : دخلت في نسوة من الأنصار على أسماء بنت مخرمة أم أبي جهل في خلافة عمر بن الخطاب رضي الله عنه وكان ابنها عياش بن عبد الله بن أبي ربيعة يبعث إليها من اليمن بعطر ، فكانت تبيعه " (موسوعة حياة الصحابيات لمحمد بن سعيد مبيض : ۱/۵۱)۔

''حضرت ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ میں کچھ انصاری خواتین کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ابوجہل کی ماں اسماء بنت مخرمہ کے پاس گئی ان کے بیٹے عیاش ابن عبداللہ بن ابی ربیع ان کے پاس یمن سے عطر بھیجا کرتے تھے اور وہ اسے فروخت کیا کرتی تھی''

☆ حدیثوں میں کثرت سے تعلیم وتربیت کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس میں آپ ﷺ

نے مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے؛ اس لئے جیسے مرد فریضۂ تدریس انجام دے سکتے ہیں، اسی طرح شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ عورتیں بھی اس فریضہ کو انجام دے سکتی ہیں؛ چنانچہ ہر عہد میں فاضل محدثات وفقیہات تدریس کی خدمت انجام دیتی رہی ہیں، حدیث کا فیض جن سات حضرات کے ذریعہ سب سے زیادہ لوگوں تک پہونچا ہے، ان میں ایک ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، اسی طرح فتویٰ دینے کی خدمت خواتین بھی انجام دے سکتی ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے سب سے زیادہ فتوی دینے والے صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا، درمیانی درجہ میں فتوی دینے والی خواتین میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اور کم تعداد میں فتاوی دینے والی عورتوں میں انیس صحابیات رضی اللہ عنہن کا ذکر کیا ہے؛ بلکہ فقہاء احناف کے نزدیک تو حدود وقصاص کے علاوہ دوسرے مقدمات میں عورتیں قاضی بھی بن سکتی ہیں (روضۃ القضاۃ وطریق النجاۃ لأبي القاسم السمنانی: ۱/۵۳، ط: دار الفرقان، رد المحتار: ۸/۱۴۲، ط: مکتبۃ زکریا)۔

ایک زمانہ میں یہ ساری خدمتیں بلا معاوضہ انجام دی جاتی تھیں؛ کیوں کہ خادمین دین کے لئے مسلمان حکومت کی جانب سے شایانِ شان وظائف مقرر ہوتے تھے اور عام مسلمان بھی ان کے قدرشناس تھے، بعد کو جب حالات بدل گئے، تو تعلیم قرآن اور افتاء وقضاء وغیرہ پر اجرت لینے کا جائز ہونا تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہوگیا، پس جب عورتیں ان خدمات کو شرعاً انجام دینے کی اہل ہیں، تو ان کے لئے بھی یقیناً اجرت لے کر ان کاموں کو انجام دینا درست ہوگا۔

☆ کسب معاش کا ایک ذریعہ صنعت اور دستکاری بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بعض خواتین اس ذریعۂ معاش کو بھی استعمال کیا کرتی تھیں، ایسی ہی خواتین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینت رضی اللہ عنہا تھیں:

"... قالت : يارسول الله ﷺ ! إني امرأة ذات صنعة أبيع منها وليس لي ولا لولدي ولا لزوجي نفقة غيرها ، وقد شغلوني عن الصدقة فما أستطيع أن أتصدق بشيء ، فهل لي من أجر فيما أنفقت ؟ قال : فقال لها رسول الله ﷺ :

أنفقي عليهم ، فإن لک في ذلک أجر ما أنفقت عليهم " (مسند أحمد، حدیث نمبر: ۱۶۱۳۰، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۴۲۴۷)۔

''انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک کاری گری سے واقف عورت ہوں، میں اس میں سے فروخت کرتی ہوں، میرے، میرے بچے اور میرے شوہر کے لئے اخراجات کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے، ان مصارف کی وجہ سے میں کچھ صدقہ نہیں کر پاتی، تو کیا میرے لئے ان پر خرچ کرنے میں کوئی اجر ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرتی رہو، تمہارے لئے اس میں تمہارے خرچ کرنے کا اجر ہے''

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو عورتوں کو ایسے کاموں کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''خير لهو المؤمن السباحة وخير لهو المرأة المغزل '' (کنز العمال، حدیث نمبر: ۴۰۶۱۱، ۴۵۱۴۴) ''مؤمن مرد کے لئے فارغ وقت کا بہترین مشغلہ تیراکی ہے اور عورت کے لئے چرخہ کاتنا'' آج کل دستکاری کا میدان بہت وسیع ہوگیا ہے، اس میں سلائی کڑھائی سے لے کر ڈرافٹنگ، ڈیزائننگ، کمپوزنگ اور مختلف چیزیں شامل ہوگئی ہیں۔

غرض کہ جو کام مردوں کے لئے جائز ہے، اگر قرآن وحدیث میں عورتوں کو ان سے منع نہ کیا گیا ہو، تو عورتوں کے لئے شرعی حدود وقیود کے ساتھ انہیں انجام دینا جائز ہے؛ اسی لئے فقہاء نے اکثر معاملات جیسے: خرید فروخت، اجارہ، وکالت، مزارعت (بٹائی پر کاشت کاری) وغیرہ کے لئے مرد ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے، یہ گویا اس بات کی صراحت ہے کہ عورتیں بھی ان کاموں کو کرسکتی ہیں۔

کسب معاش کی دو بالواسطہ صورتیں بھی ہیں: ایک مضاربت، اور دوسرے: شرکت، مضاربت یا شرکت کے لئے بھی فریقین یا ان میں سے ایک کا مرد ہونا ضروری نہیں، گویا عورتیں بھی اس طریقہ پر نفع حاصل کرسکتی ہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال مضاربت پر حاصل کیا تھا۔

یہ انسانی ضرورت کا تقاضا بھی ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورت کے لئے کسبِ معاش مجبوری بن جاتی ہے، ایک ایسی مطلقہ یا بیوہ عورت، جس کولڑکا نہ ہویا ہواور کسبِ معاش کے لائق نہ ہو، ایک ایسی عورت جس کا شوہر معذور ہوگیا ہواور وہ کمانے سے قاصر ہو، ایک ایسی عورت جس کا شوہر بے روزگار ہواور باوجودکوشش کے روزگارنہیں ملتا ہواور ایک ایسی عورت جس کے بچے زیادہ ہوں، شوہر کی آمدنی کم ہواور شوہر چاہتا ہو کہ بیوی اس کی مدد کرے، اس کے لئے یقیناً کسبِ معاش ایک ضرورت کا درجہ رکھتی ہے، وہ نہ صرف اس کے پیٹ کی آگ بجھاتی ہے، اس کے بال بچوں کے پرورش کا ذریعہ بنتی ہے؛ بلکہ اس کے لئے عفت وعصمت کی حفاظت کا بھی سامان ہے۔

بعض دفعہ عورتوں کی ملازمت صرف ملازمت کرنے والی خواتین ہی کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان کی ملازمت معاشرہ کی اجتماعی ضرورت کا درجہ رکھتا ہے، جیسے: میڈیکل خدمات، خواتین کثرت سے ایسی بیماریوں سے دوچار ہوتی ہیں، جن میں بے ستری کی نوبت آتی ہے، ایک عورت کا دوسری عورت کے سامنے ضرورتاً بے ستر ہونا یقیناً کسی مرد کے سامنے بے ستر ہونے سے بہتر ہے، اسی طرح تعلیم کے دوسرے شعبوں میں بھی خواتین کی ضرورت ہے؛ تا کہ معلمات کے ذریعہ لڑکیوں کی تعلیم انجام پائے، کبھی اپنے یتیم بچوں، بوڑھے ماں باپ اور بے سہارا بھائیوں اور بہنوں کی پرورش بھی اس سے متعلق ہوجاتی ہے۔

غرض کہ عورت کا کسبِ معاش کرنا اور اس کا معاش کے لئے شرعی حدود وقیود کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہیں ہے، اور شریعت اس کو مطلقاً منع نہیں کرتی ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ شریعت نے عورتوں کے خصوصی حالات کے تحت جو شرائط اور حدود مقرر کی ہیں، ان کا پورا پورا لحاظ کیا جائے۔

خواتین کی ملازمت کے لئے شرائط وحدود

خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ اس کی

ملازمت کے جائز ہونے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟——اگر غور کیا جائے تو بحیثیت مجموعی اس سلسلہ میں تین باتیں اہم ہیں:

۱-پردہ کے احکام کی رعایت۔

۲-اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط سے اجتناب۔

۳-ولی وسرپرست کی اجازت۔

انہیں تینوں نکات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے:

ستر

ستر کے سلسلہ میں قدیم زمانہ سے فقہاء کے درمیان اس بات پر تو اتفاق ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ عورت کا پورا جسم قابلِ ستر ہے؛ لیکن چہرے کے سلسلہ میں اختلاف ہے،فقہاء احناف اور بہت سے دوسرے فقہاء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چہرہ اصلاً پردہ میں داخل نہیں، ان حضرات کی دلیل اس طرح ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ، وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (سورۂ نور: ۳۰-۳۱)۔

’’آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے، بے شک اللہ کو ان سب کی خبر ہے، جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں، اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں...‘‘

اس آیت سے استدلال اس طور پر ہے کہ ’’غض بصر‘‘ کا حکم اسی وقت دیا جا سکتا ہے، جب چہرہ دیکھے جانے کی حالت میں ہو، ورنہ اس کا کوئی معنی نہیں؛ چنانچہ عورتوں کو بھی ’’غض بصر‘‘

کاحکم دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ مرد کا چہرہ کھلا ہوتا ہے اور وہ دیکھے جانے کی حالت میں ہوتا ہے۔

☆ " **عن جابر ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : إذا خطب أحدكم المرأة فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل** "(سنن أبی داؤد ، کتاب النكاح ، باب في الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها ، حدیث نمبر: ۲۰۸۲)۔

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص عورت کو نکاح کا پیغام دے، تو اگر وہ اس چیز کو دیکھ سکے جو اس کے لئے اس عورت سے نکاح کا باعث ہوا ہے، تو اسے ایسا کرنا چاہئے''

اس مضمون کی متعدد روایتیں حدیث میں منقول ہیں، اس میں مخطوبہ کو دیکھنے کی تلقین کی گئی ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ بلا اطلاع دیکھ لینا افضل ہے؛ تا کہ اگر رشتہ منظور نہ ہو تو لڑکی کے لئے اذیت کا باعث نہ ہو، احادیث سے بھی یہی اشارہ ملتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب عورت کا چہرہ کھلا ہوا ہو؛ چنانچہ معروف شافعی فقیہ ابو اسحاق شیرازیؒ فرماتے ہیں:

" **وإذا أراد نكاح امرأة فله أن ينظر وجهها وكفيها ولا ينظر إلى ما سوى وجهها وكفيها ؛ لأنه عورة** '' (المجموع : ۱۳۳/۱۶)۔

''جب کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو، تو اس کا چہرہ اور اس کی ہتھیلیوں کو دیکھنا جائز ہے؛ البتہ ہتھیلیوں اور چہرہ کے سوا نہ دیکھے؛ اس لئے کہ وہ حصہ ستر میں داخل ہے''

علامہ ابن قدامہؒ رقمطراز ہیں:

" **ولا خلاف بين أهل العلم في إباحة النظر إلى وجهها ـ أي وجه المخطوبة ــ وذلک ؛ لأنه ليس بعورة وهو مجمع المحاسن وموضع النظر** " (المغني : ۵۵۳/۶)۔

''اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس کو پیغام دیا گیا ہو، اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور یہ اس لئے کہ چہرہ حصہ ستر میں داخل نہیں اور وہی حسن و جمال کا مرکز اور دیکھنے

کی اصل جگہ ہے''۔

اس سلسلہ میں علامہ بغویؒ کا بیان ہے:

" باب النظر إلى المخطوبة ... والعمل على هذا عند بعض أهل العلم قالوا : إذا أراد الرجل أن ينكح امرأة فله أن ينظر إليها ــ وهو قول الثورى والشافعي وأحمد وإسحاق ــ سواء أذنت أو لم تأذن ، إنما ينظر منها إلى الوجه والكفين فقط ، ولا يجوز أن ينظر إليها حاسرة أوينظر إلى شيء من عورتها ، وقال الأوزاعي : لا ينظر إلا إلى وجهها " (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج : ۶/ ۱۸۶ - ۱۸۵)۔

''مخطوبہ کو دیکھنے کا بیان ... بعض اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، ان کا کہنا ہے کہ آدمی جب کسی عورت سے نکاح کرے، تو اسے چاہئے کہ اس کو دیکھ لے، چاہے اس نے اس کی اجازت دی ہو یا نہیں دی ہو، یہی قول سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم کا ہے، مگر صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں ہی کا دیکھنا جائز ہے، یہ جائز نہیں کہ اس کو کھلی ہوئی حالت میں دیکھے یا اس کے حصۂ ستر میں سے کوئی حصہ دیکھے اور امام اوزاعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ صرف چہرہ ہی دیکھ سکتا ہے''

صاحب ''نهاية المحتاج '' نے اسی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے:

" وإذا قصد نكاحها ... سن نظره إليها ... وذلک قبل الخطبة لا بعدها ... وإن لم تأذن هي ولا وليها اكتفاء بإذنه صلى الله عليه وسلم ، ففي رواية : "وإن كانت لا تعلم " بل قال الأوزاعي : الأولى عدم علمها ؛ لأنها قد تتزين له بما يغره " (نهاية المحتاج : ۶/ ۱۸۶ - ۱۸۵)۔

'' اور جب اسی سے نکاح کرے تو مسنون ہے کہ اس کی طرف دیکھ لے ... اور یہ پیغام دینے سے پہلے ہونا چاہئے نہ کہ اس کے بعد ... گو کہ اس نے یا اس کے ولی نے اجازت نہ دی ہو؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت کافی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے: '' اگر چہ

لڑکی کے علم میں نہ ہو؛ بلکہ امام اوزاعی علیہ الرحمۃ تو کہتے ہیں کہ عورت کا واقف نہ ہونا بہتر ہے؛ اس لئے کہ اگر وہ واقف ہو جائے تو ایسی زیبائش و آرائش کرسکتی ہے کہ مرد دھوکہ کھا جائے''

☆ " عن عائشة رضي الله عنها : أن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما دخلت على رسول الله ﷺ وعليها ثياب رقاق ، فأعرض عنها رسول الله ﷺ ، وقال لها : يا أسماء ! إن المرأة إذا بلغت المحيض لم تصلح أن يرى منها إلا هذا وهذا ، وأشار إلى وجهه وكفيه " (سنن أبي داؤد ، كتاب اللباس ، باب فيما تبدئ المرأة من زينتها ، حدیث نمبر: ۴۱۰۴)۔

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے، حضور ﷺ نے چہرہ پھیر لیا، اوران سے فرمایا: اے اسماء عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے تو صرف یہ اور یہ نظر آنا چاہئے اور آپ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا''

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کو آپ ﷺ نے حصۂ ستر میں شامل نہیں فرمایا ہے، اس طرح کی متعدد روایتیں ہیں، جو صراحتاً یا دلالۃً اس بات کو بتاتی ہیں کہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے۔

☆ اس سلسلہ میں ان حضرات نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿ وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ (سورۂ نور: ۳۰)۔

''عورتیں اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہو جائے''

چنانچہ'' إلا ما ظهر منها '' کی تفسیر علامہ ابن کثیرؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

" إلا ما ظهر منها : الخاتم ، الخلخال ، ويحتمل أن ابن عباس ومن تابعه أرادوا تفسير ما ظهر منها بالوجه والكفين ، وهذا هو المشهور ، ويستأنس له بالحديث الذي رواه أبوداؤد عن عائشة رضي الله عنها أن أسماء

رضي الله عنها بنت أبي بكر رضي الله عنه دخلت على النبي ﷺ وعليها ثياب رقاق ... " (تفسیر ابن کثیر: ۵۹۹/۲، سورۃ النور)۔

"إلا ما ظهر منها "(مگر جو عورت کا ظاہر ہو جائے) سے مراد انگوٹھی اور پازیب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین نے "ما ظهر منها" کی تفسیر چہرہ اور ہاتھوں سے کی ہو، اور یہی مشہور ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے، جو ابو داؤد نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسماء حضور ﷺ کے پاس آئیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے...."

نیز علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

" إلا ما ظهر منها : أي إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره ، والأصل فيه الظهور كالخاتم والفَتَخَة والكحل والخضاب ؛ فلا مؤاخذة في إبدائه للأجانب ، وإنما المؤاخذة في إبداء ما خفي من الزينة كالسوار والخلخال والدُملُج والقلادة " (روح المعانی: ۲۰۶/۱۰، سورۃ النور)۔

"إلا ما ظهر منها "(مگر جو عورت کا ظاہر ہو جائے) سے مراد وہ زینت ہے، جسے عادتاً اور فطرتاً کھلا رکھا جاتا ہے، اور اسی میں اصل ظاہر ہونا ہے، جیسے انگوٹھی، چھلے اور سرمہ، خضاب (شاید مہندی) اجنبیوں کے سامنے اس کو ظاہر کرنے میں مواخذہ نہیں ہے، اور زینت کی جو چیزیں مخفی ہوتی ہیں ان کا کھولنا قابل مؤاخذہ ہے، جیسے: کنگن، پازیب، بازوبند اور ہار"

"إلا ما ظهر منها" کی تفسیر میں مختلف اہل علم کی آراء کو جمع کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ نے اس طرح روشنی ڈالی ہے:

" ثم استثنى من الزينة واختلف الناس في قدر ذلک ، فقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ : ظاهر الزينة هو الثياب ، وزاد ابن جبير رضی اللہ عنہ :الوجه ، وقال سعيد بن جبير رضی اللہ عنہ أيضا وعطاء والأوزاعي : الوجه والكفان والثياب ، وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ وقتادة رضی اللہ عنہ والمسور بن مخرمة رضی اللہ عنہ : ظاهر الزينة هو الكحل

والسوار والخضاب إلى نصف المذراع " (أحكام القرآن للقرطبي : ۱۲ / ۱۵۲، سورة النور)۔

''پھر اظہار زینت کی ممانعت میں سے اللہ تعالی نے بعض چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے، جس کی مقدار کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ظاہر زینت سے مراد کپڑے ہیں، سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر چہرہ کا اضافہ کیا ہے، عطاء اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہما اور ایک قول کے مطابق سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں چہرہ دونوں ہاتھ اور کپڑے شامل ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہ اور مسور بن مخرمہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ظاہر زینت میں سرمہ، کنگن، اور نصف بازو تک خضاب (مہندی) شامل ہیں''

بہر حال عام طور پر اہل علم نے ''إلا ما ظهر منها '' سے چہرہ و ہتھیلی اور چہرہ اور ہاتھ سے متعلق زیورات مراد لیئے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: أحكام القرآن للجصاص : ۳/ ۴۰۸، باب الإستئذان، أحكام القرآن لابن عربي : ۳/ ۳۸۱، سورة النور : ۳۱، البحر المحيط : ۶/ ۴۴۷، الكشاف : ۳/ ۷۱، تفسير أبي السعود : ۶/ ۱۷۰، تفسير مظهری : ۶/ ۴۹۳، مفاتيح الغيب : ۲۳/ ۵۳۴ - ۵۳۳)۔

اس سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ مذاہب اربعہ کی تصریحات پیش کردی جائیں، چنانچہ فقہاء حنفیہ میں علامہ علاء الدین کاسائی فرماتے ہیں:

" وأما النوع السادس : وهو الأجنبيات الحرائر فلا يحل النظر للأجنبي من الأجنبية الحرة إلى سائر بدنها إلا الوجه والكفين لقوله تعالى : ﴿ قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ﴾ (النور : الآية : ۳۰) إلا أن النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة وهي الوجه والكفان ، رخص بقوله تعالىٰ : ﴿ ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها﴾ (النور : ۳۱) والمراد من الزينة مواضعها ، ومواضع الزينة الظاهرة الوجه والكفان ، فالكحل زينة الوجه والخاتم زينة الكف ، ولأنها تحتاج إلى البيع والشراء والأخذ والعطاء ولا يمكنها ذلک عادة إلا بكشف الوجه

والكفين فيحل لها الكشف ، وهذا قول أبي حنيفة رضي الله عنه، وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله أنه يحل النظر إلى القدمين أيضا " (بدائع الصنائع : ۲۹۳/۴ - ۲۹۴)۔

"چھٹی قسم: آزاد اجنبی عورتوں کی ہے، اجنبی مرد کے لئے اجنبی آزادعورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا پورے بدن کو دیکھنا نا جائز ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو پست رکھنے کا حکم دیا ہے، البتہ ظاہری زینت کے مواقع — اور وہ چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں — کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، اور زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں، اور ظاہری زینت کی جگہیں چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں؛ اس لئے کہ چہرہ کی زینت سرمہ ہے اور ہاتھ کی زینت انگوٹھی ہے، اور اس لئے بھی کہ خرید فروخت اور لین دین میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور عادتاً چہرہ اور ہاتھوں کو کھولے بغیر ان کاموں کو انجام دینا ممکن نہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور حسن ابن زیادؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ قدموں کو بھی دیکھنا جائز ہے"

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها ، كذا في المتون " (فتاوى هنديه : ۱۵۸/۱)۔

"آزادعورت کا بدن حصۂ ستر ہے؛ البتہ چہرہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اس سے مستثنیٰ ہے"

یہی نقطۂ نظر فقہاءِ مالکیہ کا ہے، چنانچہ "مختصر خلیل" اور اس کے شارح کا بیان ہے:

" (ومع أجنبي غير الوجه والكفين) قال الأبي عن القاضي عياض : وقيل ما عدا الوجه والكفين والقدمين ، انتهىٰ ، واعلم أنه إن خشي من المرأة الفتنة يجب عليها ستر الوجه والكفين ، قاله القاضي عبد الوهاب ونقله عنه الشيخ أحمد زروق في شرح الرسالة وهو ظاهر التوضيح : هذا ما يجب عليها ، وأما الرجل فإنه لا يجوز له النظر إلى وجه المرأة للذة وأما لغير اللذة ، فقال

القلشاني عند قول الرسالة : ولا بأس أن يراها ألخ ، وقع في كلام ابن محرز في أحكام الرجعة ما يقتضي : أن النظر لوجه الأجنبية لغير لذة جائز بغير ستر ، قال : والنظر إلى وجهها وكفيها لغير لذة جائز اتفاقا ؛ لأن الأجنبي ينظر إليه ، وكلامه في المطلقة الرجعية ، وكلام الشيخ هنا يدل على خلافه ، وأنه إنما يباح النظر لوجه المتجالة دون الشابة إلا لعذر ، والله اعلم'' (مواهب الجليل : ۲/۱۸۱، کتاب الصلاۃ، فصل في ستر العورۃ)۔

''اور اجنبی کے لئے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے سوا پورا جسم قابل ستر ہے، قاضی عیاضؒ سے منقول ہے کہ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے علاوہ بدن کا پورا حصہ عورت کے لئے ستر ہے، البتہ جان لو کہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، تو عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا بھی چھپانا واجب ہے، یہی بات قاضی عبد الوہابؒ نے کہی ہے اور شیخ احمد زروقؒ نے اس کو ''رسالہ'' کی شرح میں نقل کیا ہے، اور توضیح نامی کتاب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورت پر فتنہ کے وقت چہرہ اور ہاتھوں کو بھی چھپانا واجب ہے، جہاں تک مرد کی بات ہے تو اس کے لئے ازراہ لذت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز نہیں، اگر لذت مقصود نہ ہو، تو ''رسالہ'' میں ہے کہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے شامی نے کہا ہے کہ رجعت کے احکام کے ذیل میں ابن محیرزؒ نے جو کہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ لذت کے بغیر بلا ستر کے دیکھنا جائز ہے، وہ کہتے ہیں کہ اجنبی عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کو بغیر لذت کے دیکھنا بالاتفاق جائز ہے؛ اس لئے کہ اجنبی اسی کی طرف دیکھتا ہے اور کلام مطلقہ رجعیہ کے سلسلہ میں ہے (کہ اس کے چہرے کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں)، نیز شیخ کا کلام یہاں اس کے برخلاف پر دلالت کرتا ہے؛ البتہ عمر رسیدہ کے چہرہ کو بغیر لذت کے دیکھنا مباح ہے نہ کہ جوان عورت کے چہرے کو''

نیز فقہ مالکی کی مشہور کتاب ''التاج والإکلیل'' میں ہے:

'' (قوله : ومع أجنبي غير الوجه والكفين) في المؤطأ : هل تأكل المرأة مع غير ذي محرم أو مع غلامها ؟ قال مالک : لا بأس بذلک على وجه

ما یعرف للمرأة أن تأکل معه من الرجال وقد تأکل المرأة مع زوجها ومع غیره ممن یواکله ، ابن القطان : فیه إباحة ابداء المرأة وجهها ویدیها للأجنبي ؛ إذ لا یتصور الأکل إلا هکذا ، وقد أبقاه الباجي علی ظاهره ، وقال ابن محرز : وجه المرأة عند مالک وغیره من العلماء لیس بعورة " (التاج والإکلیل : ۱۸۱/۲، کتاب الصلاة، فصل في ستر العورة)۔

''موطأ میں ہے کہ عورت غیر محرم یا اپنے غلام کے ساتھ کھا سکتی ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ طریقہ معروف ہے کہ عورت مردوں میں سے اس کے ساتھ کھاتی ہے اور کبھی اپنے شوہر اور اس اجنبی مرد کے ساتھ کھاتی ہے جسے وہ کھلا رہا ہے، ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، اسی سے معلوم ہوا کہ عورت کا اجنبی کے سامنے چہرہ اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے؛ کیوں کہ اس کے بغیر کھانے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے، علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو اس کے ظاہری پر باقی رکھا ہے، اور ابن محرزؒ کہتے ہیں کہ امام مالک اور دوسرے علماء کے نزدیک عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے''

علامہ ابن عبد البر مالکی فرماتے ہیں:

" وجائز أن ینظر إلی ذلک منها ۔ أي الوجه والکفین ۔ کل من نظر إلیها بغیر ریبة ولا مکروه ، وأما النظر للشهوة فحرام تأملها من فوق ثیابها لشهوة ، فکیف بالنظر إلی وجهها مسفرة " (التمهید : ۳۶۵/۶ - ۳۶۴)۔

''بدنیتی اور ناپسندیدہ ارادہ کے بغیر عورت کا چہرہ اور دونوں ہاتھ دیکھنا جائز ہے، اور جہاں تک شہوت کے ساتھ دیکھنے کی بات ہے، تو اس نیت سے کپڑے کے اوپر سے بھی تأمل کرنا حرام ہے، چہ جائے کہ کھلا ہوا چہرہ دیکھے''

فقہ شافعی کے معتبر ترجمان امام نوویؒ فرماتے ہیں:

" نظر الرجل إلی المرأة : فیحرم نظره إلی عورتها مطلقا ، وإلی وجهها وکفیها إن خاف فتنة ، وإن لم یخف فوجهان : قال أکثر الأصحاب لا

سيما المتقدمون : لا يحرم بقول الله تعالىٰ : ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها وهو مفسر بالوجه والكفين ؛ لكن يكره ، قاله الشيخ أبو حامد وغيره ، والثاني : يحرم قاله الأصطخرى وأبو علي الطبري ، واختاره الشيخ أبو محمد والإمام وبه قطع صاحب " المهذب " والروياني ، ووجهه الإمام باتفاق المسلمين على منع النساء من الخروج سافرات ... ثم المراد بالكف : اليد من رؤس الأصابع إلى المعصم ، وفي وجه : يختص الحكم بالراحة وأما أخمصا القدمين فعلى الخلاف السابق في ستر العورة ، وصوتها ليس بعورة على الأصح ؛ لكن يحرم الإصغاء إليه عند خوف الفتنة " (روضة الطالبين : ۲۱/۷ ، كتاب النكاح ، الضرب الأول)۔

''مرد کا عورت کو دیکھنا — تو مرد کا عورت کے حصہ ستر کو دیکھنا تو مطلقاً نا جائز ہے اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھنا بھی نا جائز ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو دو قول ہے: اکثر مشائخ خاص کر متقدمین کی رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد '' ولا يبدين من زينتهن إلا ما ظهر منها '' کی وجہ سے یہ حرام نہیں ؛ کیوں کہ اس سے چہرہ اور ہاتھ ہی مراد ہیں ؛ البتہ مکروہ ہے، امام غزالی وغیرہ کی یہی رائے ہے، دوسری رائے اس کے حرام ہونے کی ہے، علامہ اصطخری رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں اور اسی کو شیخ ابو محمد علیہ الرحمۃ نے اختیار کیا ہے، صاحب مہذب علیہ الرحمۃ اور رویانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر یقین ظاہر کیا ہے اور امام نے اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ مسلمان عورتوں کے بے پردہ نکلنے سے ممانعت پر متفق ہیں ...نیز 'کف' سے مراد انگلی کے کناروں سے گٹوں کی گہرائی تک ہاتھ کا حصہ ہے اور ایک رائے کے مطابق جواز کا حکم صرف ہتھیلی کی گہرائی تک ہے، اور دونوں پاؤں کے تلوؤں کے سلسلہ میں وہی اختلاف ہے، جو ستر عورت کے سلسلہ میں گزر چکا ہے، نیز عورت کی آواز صحیح تر قول کے مطابق ستر میں شامل نہیں ہے؛ لیکن فتنہ کا اندیشہ ہو تو اسے کان لگا کر سننا جائز نہیں ہے''۔

غرض کہ شوافع کے نزدیک بھی ''وجہ'' اور ''کفین'' اپنی اصل کے اعتبار سے ستر میں

داخل نہیں ہیں؛ لیکن بہ اندیشۂ شہوت وفتنہ بلاضرورت ان اعضاء کو دیکھنے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح کی صراحتیں فقہاء شوافع کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں (دیکھئے: المنہاج: ۳/۲۹، ومغنی المحتاج: ۳/۲۹، کتاب النکاح)۔

فقہاء حنابلہ کا نقطۂ نظر بھی یہی معلوم ہوتا ہے؛ چنانچہ ابو الفرج عبد الرحمان مقدسی کا بیان ہے:

" ولا خلاف بين أهل العلم في إباحة النظر إلى وجهها ؛ لأنه ليس بعورة ... ولا يباح له النظر إلى ما لا يظهر عادة ... ولنا قوله تعالىٰ : ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر منها ، روي عن ابن عباس ﷺ أنه قال : هو الوجه وباطن الكف ؛ ولأن النظر أبيح للحاجة فيتخصص بما تدعو الحاجة إليه ... فأما ما يظهر غالبا سوى الوجه كالكفين والقدمين ونحو ذلک مما تظهر المرأة في منزلها ، ففيه روايتان : إحديهما : لا يباح النظر إليه ؛ لأنه عورة ، فلم يبيح النظر إليه كالذي لا يظهر ، فإن عبد الله روى أن النبي ﷺ قال : المرأة عورة (حديث حسن) ؛ ولأن الحاجة تندفع بالنظر إلى الوجه ، فبقي ما عداه على التحريم ، والثانية : له النظر إلى ذلک " (الشرح الكبير لابن قدامة المقدسي : ۲/۳۱ - ۳۰ ، كتاب النكاح)۔

" اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے؛ اس لئے کہ وہ حصہ ستر میں شامل نہیں...اور جو حصہ عادتاً نہیں کھلتا اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے، ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ ولا يبدين من زينتهن إلا ما ظهر منها ﴾ اور حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ "ما ظهر منها " سے مراد چہرہ اور ہتھیلی ہے، اور اسی لئے دیکھنے کی اجازت ضرورتاً دی گئی ہے؛ لہٰذا ضرورت جتنے حصہ کو دیکھنے کی متقاضی ہو اجازت اسی حد تک محدود ہوگی...چہرہ کے علاوہ عام طور پر جو حصہ ظاہر ہوتا ہے، جیسے دونوں ہاتھ اور پاؤں وغیرہ جسے عورت اپنے گھر میں کھول کر رکھتی ہے، تو اس سلسلہ میں دو قول ہے: ایک یہ ہے کہ اس کو دیکھنا جائز نہیں؛ اس

لئے کہ وہ حصہ ستر میں شامل ہے؛ لہذا جو حصہ کھول کر نہیں رکھا جاتا، اسی طرح اس کو دیکھنا بھی جائز نہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت سراپا قابل ستر ہے، اور اس لئے کہ چہرہ کو دیکھنے سے حاجت پوری ہو جاتی ہے؛ لہذا بقیہ اعضاء کی حرمت باقی رہے گی، دوسری رائے یہ ہے کہ ہاتھوں اور قدموں کو بھی دیکھنا جائز ہے"

فقہاء حنابلہ نے عام طور پر یہی لکھا ہے اور "إلا ما ظهر منها" کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر سے استدلال کیا ہے۔

دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چہرہ بھی ستر میں داخل ہے اور ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ (احزاب: ۵۹)۔

"اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیا کریں"

اس آیت میں عورتوں کو "جلباب" کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے، جلباب کو موجودہ محاورہ میں "گھونگھٹ" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، جس میں چہرہ کا حصہ بھی ڈھک جاتا ہے:

"جلباب: الرداء، وقيل: هو كالمقنعة تغطي المرأة رأسها وظهرها وصدرها والجمع جلابيب" (لسان العرب: ۲/۳۱۷)۔

متعدد حدیثیں بھی اس نقطۂ نظر کی تائید کرتی ہیں:

☆ "عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات، فإذا حاذوابنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها على وجهها، فإذا جاوزونا كشفناه" (سنن أبي داؤد، مناسک، في المحرمة تغطي وجهها، حديث نمبر: ۱۸۳۳، سنن ابن ماجة، كتاب المناسک، باب المحرمة تسدل الثوب على وجهها، حديث نمبر: ۲۹۳۵، السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، باب المحرمة تلبس الثوب من علو فيستر وجهها، حديث نمبر: ۹۰۵۱، مسند أحمد، حديث نمبر: ۲۴۰۱۴)۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سواری پر سوار حضرات ہمارے پاس سے گزرتے تھے جبکہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں تھے، جب وہ ہمارے مقابل آتے تو ہم میں سے ایک عورت اپنا گھونگھٹ سر سے چہرے کی طرف لٹکا لیتی، پھر جب وہ آگے بڑھ جاتے تو اسے ہم ہٹا لیتے''

☆ '' أمر نساء النبي ﷺ أن يحتجبن ، فقالت له زينب : وإنک علينا يابن خطاب والوحي ينزل في بيوتنا ، فأنزل الله عز وجل : وإذا سألتموهن متاعا فأسئلوهن من وراء حجاب '' (مسند أحمد ، حديث نمبر : ۲۳۶۳)۔

''رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کریں، حضرت عمر ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: تم ہمیں سمجھاتے ہو اے ابن خطاب! حالاں کہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام اُتارا: جب تم ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگو تو ان سے پردے کے پیچھے سے مانگا کرو''

☆ " عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أخيه سعد بن أبي وقاص أن ابن وليدة زمعة مني فأقبضه قالت : فلما كان عام الفتح أخذه سعد بن أبي وقاص ... فقال النبي ﷺ : الولد للفراش وللعاهر الحجر ، ثم قال لسودة بنت زمعة زوج النبي ﷺ : احتجبي منه يا سودة ! لما رأى من شبهة بعتبة ، فما رآها حتى لقي الله " (صحيح البخاري ، كتاب البيوع ، باب تفسير المشبهات ، حديث نمبر : ۲۰۵۳)۔

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا مجھ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں لے لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال حضرت سعد ابن ابی وقاص نے ان کو لے لیا،... تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ تو صاحب فراش ہی کا ہوگا، زانی کے لئے صرف محرومی ہے، پھر آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: سودہ! تم اس سے

پردہ کرو؛ کیوں کہ میں اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھتا ہوں، چنانچہ انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو وفات تک کبھی نہیں دیکھا''

اس سلسلہ میں زیادہ درست نقطۂ نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اپنی اصل کے اعتبار سے ستر میں داخل نہیں ہے؛ لیکن موجودہ دور میں فسق وفجور کی کثرت کی وجہ سے اندیشۂ فتنہ کے باعث عورتوں کے لئے چہرہ کا چھپانا بھی واجب ہوگا، یہی متاخرین فقہاء احناف کی رائے ہے:

'' امتنع نظره إلى وجهها ، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام ، وهذا في زمانهم ، وأما في زماننا فمنع من الشابة'' (الدر المختار شرح تنوير الأبصار مع رد المحتار : ۵۳۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)۔

'' مرد کا اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا درست نہیں، دیکھنا جائز ہونا اس قید کے ساتھ ہے کہ شہوت پیدا نہ ہو، اگر شہوت پیدا ہو تو حرام ہے اور یہ تو اُن کے زمانے کے لئے تھا، ہمارے زمانے میں نوجوان لڑکی کو دیکھنے سے مطلقاً منع کیا جائے گا''

فقہاء مالکیہ میں علامہ ابوعبداللہ مغربی کا اشارہ گذر چکا ہے:

" إنما يباح النظر لوجه المتجالة دون الشابة لغير عذر" (مواهب الجليل: ۱۸۱/۲)۔

'' عمر رسیدہ عورت کے چہرہ کو دیکھنا بلاعذر جائز ہے، نہ کہ جوان عورت کے'' فقہاء شوافع کے یہاں یہ بات زیادہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ ملتی ہے:

'' ويحرم نظر فحل بالغ إلى عورة حرة كبيرة أجنبية ، وكذا وجهها وكفيها عند خوف فتنة ، وكذا عند الأمن على الصحيح '' (المنهاج مع مغني المحتاج : ۱۲۸/۳)۔

'' بالغ مرد کا آزاد بالغ اجنبی عورت کے حصہ ستر کو دیکھنا حرام ہے اور اسی طرح اس کے چہرہ اور ہتھیلی کو بھی اندیشۂ فتنہ کے وقت دیکھنا جائز نہیں اور صحیح قول کے مطابق یہی حکم اس وقت بھی ہے جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو''

اس لئے جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں ان کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ایسا ساتر لباس پہنیں کہ وہ مردوں کے سامنے مکمل پردہ میں رہیں، ان کا جسم بھی چھپا ہوا اور چہرہ بھی، البتہ وہ ایسا برقع استعمال کرسکتی ہیں، جن میں آنکھیں کھلی رہیں؛ کیوں کہ یہ ایک ضرورت ہے؛ ورنہ انسان کے لئے راستہ چلنا یا کوئی کام کرنا ممکن نہیں ہوگا؛ چنانچہ علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں:

'' قال ابن عباس ﷺ : أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحداً، وقال محمد بن سيرين : سألت عن عبيدة السلماني عن قول الله عز وجل : يدنين عليهن من جلابيبهن ، فغطي وجهه ورأسه وأبرز عينه اليسرى '' (تفسير ابن كثير : ۳/۱۶۱، الاحزاب : ۵۹)۔

'' حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر سے نکلیں تو اپنے سر کے اوپر سے گھونگھٹ کے ذریعہ اپنا چہرہ چھپالیں اور ایک آنکھ کھلی رکھیں، نیز محمد بن سیرینؒ نے کہا ہے کہ میں نے عبیدہ سلمانیؒ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد '' یدنین علیهن من جلابیبهن '' کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے اپنا چہرہ اور سر ڈھنک لیا اور بائیں آنکھ کو کھلا رکھا''

اس سلسلہ میں سن رسیدہ خواتین (پچاس سال سے اوپر) اور جوان عورتوں میں کسی حد تک فرق کی بھی گنجائش ہے، یعنی معمر عورتوں کے لئے بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو؛ اسی لئے فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورتوں کے لئے احکام میں فرق کیا ہے اور جوان عورتوں پر چہرے کے چھپانے کو واجب قرار دیا ہے؛ چنانچہ امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

'' في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ؛ لئلا يطمع أهل الريب فيهن ''

(أحكام القرآن للجصاص : ۳/۴۸۶ ، باب حجاب النساء ،غالبا " إظهار الستر " کالفظ غلط ہے،

اصل میں "عدم إظهار السر" ہے)۔

''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جوان عورت کو گھر سے نکلتے وقت اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے اور ستر کو ظاہر نہ کرنے، نیز پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاکہ بدقماش لوگوں کے اندر ان کے بارے میں کوئی حرص پیدا نہ ہو''

نیز علامہ حصکفیؒ کا بیان ہے:

'' و أما في زماننا فمنع من الشابة ، لا ؛ لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة '' (الدر المختار مع رد المحتار : ۹/۵۳۲)۔

''ہمارے زمانے میں جوان عورت کا چہرہ دیکھنے سے منع کیا جائے گا؛ اس لئے نہیں کہ یہ حصہ ستر میں داخل ہے؛ بلکہ اس لئے کہ فتنہ کا اندیشہ ہے''

ایک اور موقع پر علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

'' وهذا في الشابة : أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن '' (الدر المختار مع رد المحتار : ۹/۵۲۸ – ۵۲۷)۔

''یہ حکم جوان عورت کے بارے میں ہے، بوڑھی عورتیں جن میں شہوت نہیں پائی جاتی، اُن سے مصافحہ کرنے اور ہاتھ چھونے میں بشرطیکہ وہ خود مامون ہوں تو حرج نہیں''

اختلاط سے اجتناب

دوسری ضروری شرط یہ ہے کہ کسی مرد کے ساتھ عورت کی تنہائی نہ ہو، یا عورتوں اور مردوں کا مخلوط ماحول نہ ہو، متعدد روایتوں میں رسول اللہ ﷺ نے غیر محرم مرد و عورت کے تخلیہ کو منع فرمایا ہے، چند روایتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

☆ " عن عبد الله بن عمرو بن عاص ﷺ ... ثم قام رسول الله ﷺ على المنبر ، فقال : لا يدخلن رجل بعد يومي هذا على مغيبة ، إلا ومعه رجل أو اثنان " (مسلم : ۲/۲۱۵ ، باب تحريم الخلوة بالأجنبية)۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے

ہوئے اور ارشاد فرمایا: آج کے اس دن کے بعد کوئی شخص ایسی عورت پر داخل نہ ہو جس کا شوہر موجود نہ ہو سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ (کم سے کم) ایک یا دو مرد ہوں''

☆ " عن عقبة بن عامر ﷺ أن رسول الله ﷺ قال : إياكم والدخول على النساء ، فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله! أفرأيت الحمو ؟ قال : الحمو الموت " (حوالہ سابق)۔

''حضرت عقبہ بن عامر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں! عورتوں پر داخل ہونے سے بچو، انصار میں سے ایک صاحب نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیور تو موت ہے (یعنی اس کے ساتھ تنہائی تو اور زیادہ نامناسب ہے)''

☆ " عن جابر ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : ألا لا يبيتن رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا رحم " (حوالہ سابق)۔

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی شوہر دیدہ عورت کے پاس رات ہرگز نہ گذارے، سوائے اس کے کہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا وہ اس کا رشتہ دار ہو''

حضرت جابر ﷺ کی روایت میں خاص طور پر شوہر دیدہ عورت کے بارے میں ممانعت آئی ہے، لیکن یہ تخصیص اس وجہ سے ہے کہ کنواری لڑکی کے پاس عام طور پر لوگ جانے سے خود ہی احتیاط کرتے ہیں اور اس پر حیا کا غلبہ بھی ہوتا ہے، شوہر دیدہ عورت کے بارے میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے؛ چنانچہ امام نوویؒ رقمطراز ہیں:

" قال العلماء : إنما خص الثيب ؛لكونها التي يدخل إليها غالبا ، و أما البكر فمصونة ومتصونة في العادة من جانبة للرجال أشد مجانبة ، فلم يجتمع إلى ذكرها ؛ ولأنه من باب التنبية ؛ لأنه إذا نهى عن الثيب التي يتساهل الناس في الدخول عليها في العادة ففي البكر أولى " (شرح المهذب : ۲/ ۲۱۵)۔

''علماء نے کہا ہے کہ شوہر دیدہ عورت کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عام طور پر مرد ایسی ہی عورتوں کے پاس جاتے ہیں، کنواری لڑکی عادۃً بچا کر رکھی جاتی ہے اور خود بھی بچ کر رہتی ہے اور مردوں سے بہت اجتناب برتتی ہے؛ لہذا اس کو تذکرہ میں شامل نہیں کیا گیا اور اس لئے کہ اس سے مقصود تنبیہ ہے؛ اس لئے کہ جب شوہر دیدہ عورت سے منع کیا گیا تو کنواری لڑکی سے بدرجۂ اولی ممانعت ہوگی''

ولی کی اجازت

عورت کو اپنی خلقی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ کسی ایسے مرد کی ضرورت پڑتی ہے، جو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ ہو، جب تک وہ باپ کے گھر میں رہتی ہے، باپ اس کا محافظ ہوتا ہے اور نکاح کے بعد شوہر اس کا محافظ ہوتا ہے؛ اس لئے خواتین کے لئے گھریلو یا گھر سے باہر کی ملازمت اختیار کرنے میں باپ یا شوہر کی اجازت بنیادی اہمیت رکھتی ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف :عورت اپنے گھر ہی میں کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرے اور اس کی مشغولیت شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں حارج نہ ہو۔

ب :عورت اپنے گھر میں ہی کسب معاش کی کوئی تدبیر کرے ؛لیکن اس کی یہ مشغولیت شوہر کے حق کو متاثر کرتی ہو۔

ج :عورت کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے اور اس کا یہ نکلنا مجبوری کی بناء پر ہو۔

د :عورت کسبِ معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے، حالاں کہ والد یا شوہر اس کی تمام ضروریات کو پوری کرتے ہوں اور عورت کسبِ معاش پر مجبور نہ ہو۔

ان مختلف صورتوں کے احکام اس طرح ہیں:

(الف ، ب) پہلی صورت میں عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسبِ معاش کرنا جائز ہے؛ کیوں کہ نہ وہ گھر سے باہر نکل رہی ہے اور نہ اس کے عمل کی وجہ سے شوہر کا

حق شوہری متاثر ہورہا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ عورت گھر ہی میں کام کرتی ہے، مگر اس کی مشغولیت شوہر کے حق کو متاثر کرتی ہے، تو شوہر کو منع کرنے کا حق حاصل ہوگا، ان دونوں ہی صورتوں کے سلسلہ میں علامہ ابن عابدین شامیؒ کی یہ صراحت بہت معقول اور چشم کشا ہے:

" بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب ؛ لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه ... قلت : ثم إن قولهم له منعها من الغزل يشمل غزلها لنفسها ، فإن كانت العلة فيه السهر والتعب والنقص لجمالها فله منعها عما يؤدي إلى ذلک لا ما دونه ، وإن كانت العلة استغناء ها عن الكسب كما مر ، ففيه أنها قد تحتاج إلى ما لا يلزم الزوج شرائه لها ... والذي ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدى إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته ، أما العمل الذي لا ضرر له فيه ، فلا وجه لمنعها عنه " (رد المحتار : ۳۲۵/۵، باب النفقة)۔

’’بلکہ شوہر کو ایسے تمام افعال سے روکنے کا حق ہوگا، جو کسب معاش کے تقاضے سے کئے جاتے ہیں؛ اس لئے کہ عورت اس سے مستغنی ہے؛ کیوں کہ اس کی ضرورتوں کی کفایت شوہر پر واجب ہے... میں کہتا ہوں؛ فقہاء کا یہ کہنا کہ شوہر عورت کو دھاگہ بُننے سے بھی منع کرسکتا ہے تو یہ شامل ہے اس صورت کو جب عورت اپنے لئے بُنے، تو اگر عورت کا اس کام کی وجہ سے رات میں جاگنا اور تھک جانا اور اس کے حسن و جمال میں کمی پیدا ہوجانا لازم آتا ہے، تو شوہر کو واقعی اس کام سے روکنے کا حق ہوگا، جو ان امور کا باعث ہے، اور اگر عورت کے ساتھ یہ عوارض پیش نہیں آتے ہیں تو شوہر کو روکنے کا حق نہیں ہوگا، اور اگر روکنے کی علت یہ ہو کہ وہ کمانے سے مستغنی ہے تو اس سلسلہ میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ عورت کو کبھی ایسی چیز کے خریدنے کی حاجت دامن گیر ہوتی ہے جس کا خریدنا شوہر پر واجب نہیں... اور اس سلسلہ میں یہ بات منقح کردینی چاہئے کہ شوہر کو ایسے عمل سے روکنے کا حق ہے، جس سے اس کا حق متاثر ہوتا ہو یا اس کو ضرر پہنچتا ہو یا عورت کو گھر سے نکلنا پڑتا ہو، اگر ایسا عمل ہو جس میں شوہر کو کوئی نقصان نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ شوہر

بیوی کواس سے منع کرے''

(ج) اگر عورت مجبور ہو، شوہر نفقہ ادا نہ کرتا ہو، یا وہ کسبِ معاش سے معذور ہو، یا مطلّقہ اور بیوہ ہو اور والد وغیرہ کفالت نہ کرتے ہوں، تو اس صورت میں عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسبِ معاش کے لئے شرعی حدود کے ساتھ گھر سے باہر نکل سکتی ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے ضرورتاً شوہر کی اجازت کے بغیر بھی عورت کو باہر نکلنے کی اجازت دی ہے، اس سلسلہ میں فقہاء کی یہ صراحتیں قابلِ توجہ ہیں:

☆" وفي مجموع النوازل : فإن كانت قابلة أو غسالة أو كان لها حق على آخر أو لآخر عليها حق تخرج بالإذن وبغير الإذن " (فتح القدیر : ۴/ ۳۵۸، باب النفقة، نیز دیکھئے: البحر الرائق : ۴/ ۳۳۱، باب النفقة)۔

''مجموع النوازل میں ہے: اگر بیوی دایہ ہو یا مردہ کو غسل دینے سے واقف ہو یا اس کا کسی دوسرے پر حق ہو یا دوسرے کا حق اس پر ہو تو وہ شوہر کی اجازت سے بھی اور بلا اجازت بھی نکل سکتی ہے''

☆ " فإن وقعت لها نازلة إن سأل الزوج من العالم وأخبرهابذلك لا يسعها الخروج وإن امتنع من السؤال يسعها أن تخرج من غير رضاه " (فتح القدیر : ۴/ ۳۵۸، باب النفقة، نیز دیکھئے: البحر الرائق : ۴/ ۳۳۱، باب النفقة)۔

''اگر عورت کو کوئی شرعی مسئلہ پیش آیا تو اگر شوہر عالم سے دریافت کر کے بیوی کو اس کے بارے میں بتا دے تب تو اس کے لئے نکلنے کی گنجائش نہیں اور اگر وہ دریافت نہ کرے تو اس کی رضامندی کے بغیر بھی عورت کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے''

بلکہ علامہ ابن ہمام کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت کا حق شوہر نے ادا نہیں کیا ہے، تو چاہے بیوی گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہو یا نہ ہو، اس کے لئے شرعی حدود کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے:

" المرأة قبل أن تقبض مهرها ، لها أن تخرج في حوائجها وتزور

الأقارب بغير إذن الزوج ، فإن أعطاها المهر ، ليس لها الخروج ، إلا بإذن الزوج'' (فتح القدير : ۴/ ۳۵۸، باب النفقة ، فصل في المسكنى)۔

''مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی عورت کو اپنی ضروریات کے لئے نکلنے اور رشتہ داروں سے ملاقات کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر شوہر مہر ادا کر چکا ہے تب اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی''

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر عورت کے لئے نفقہ اور ضروریات زندگی کا کوئی انتظام نہ ہو، تو اسے کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہوگی، اس کی مثال عدت وفات ہے، حالت نکاح میں عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے مقابلہ عدت میں گھر سے نکلنے کی ممانعت زیادہ شدید ہے؛ کیوں کہ نکاح میں نکلنے کی ممانعت ''حق العبد'' یعنی شوہر کے حق کی بناء پر ہے، اور عدت میں نکلنے کی ممانعت سابق شوہر کے حق کی بناء پر بھی ہے اور اس کا شمار 'حق اللہ' میں بھی ہے، اس کے باوجود عدت وفات میں عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔

البتہ یہ اجازت بقدر ضرورت ہے؛ چنانچہ اگر کسی عورت کے لئے نفقہ کا نظم ہو جائے، تو پھر اس کے حق میں اس کی اجازت نہیں ہوگی:

" والحاصل أن مدارحل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة ، فيتقدر بقدره ، فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها'' (رد المحتار : ۵/ ۲۲۵، فصل في الحداد)۔

''حاصل یہ ہے کہ عورت کے لئے نکلنے کے جائز ہونے کا مدار کسب معاش کو انجام دینا ہے؛ لہٰذا اسی قدر نکلنے کی اس کو اجازت ہوگی، جب اس کی یہ ضرورت پوری ہو جائے تو اس کے لئے گھر سے باہر وقت گزارنا جائز نہیں ہوگا''

اس سے معلوم ہوا کہ جن فقہاء کے نزدیک مطلقۂ بائنہ کا نفقۂ عدت واجب نہیں ہوتا، ان کے نزدیک ایسی مطلقہ عورت بھی کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے؛ چنانچہ امام

ابو بکر جصاص رازی نقل کرتے ہیں:

" عن عطاء عن ابن عباس ﷺ : أنه كان يقول في المطلقة ثلاثا والمتوفي عنها زوجها : لا نفقة لهما وتعتدان حيث شائتا " (أحكام القرآن للجصاص : ۶۱۱/۳، باب السكنى للمطلقة)۔

''حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے مروی ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں جس کو تین طلاق ہوچکی ہے، یا جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے فرمایا کرتے تھے کہ وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے اور وہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے''

بلکہ حنفیہ کے یہاں عدت طلاق میں بھی اگر خلع کی صورت ہو، جس میں عورت نے نفقۂ عدت معاف کردیا ہو؛ لیکن وہ نفقہ کی محتاج ہو، تب بھی اس کے لئے کسب معاش کی غرض سے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات عورتیں شوہر کے ظلم سے نجات پانے کے لئے نفقۂ عدت وغیرہ معاف کردیتی ہیں؛ حالاں کہ وہ ضرورت مند ہوتی ہیں؛ چنانچہ علامہ شامیؒ علامہ ابن ہمامؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

" والحق أن على المفتى أن ينظر فى خصوص الوقائع فإن علم فى واقعة عجز هذا المختلعة عن المعيشة إن لم تخرج أفتاها بالحل ، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة " (رد المحتار : ۲۲۳/۵ ،فصل في الحداد)۔

''حق یہ ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ وہ واقعات کی خصوصی نوعیت کو دیکھے، اگر کسی واقعہ میں اندازہ ہوجائے کہ یہ خلع حاصل کرنے والی عورت اگر گھر سے باہر نہ نکلے تو معاشی ضرورت پوری نہیں کرسکتی تو اس کے حق میں گھر سے باہر نکلنے کے جائز ہونے کا فتوی دے، اور اگر اندازہ ہو کہ وہ اس پر قادر ہے تو پھر اس کے ممنوع ہونے کا فتوی دے''

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ عورت کے لئے ایک ضرورت تو اس کے اپنے اخراجات ہیں دوسرے بعض اوقات دوسرے رشتہ داروں کا نفقہ بھی اس سے متعلق ہوجاتا ہے، جیسے باپ نفقہ نہ دیتا ہو، یا نفقہ ادا کرنے کے لائق نہ ہو، تو عورت پر اولاد کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے:

'' ولو لهم أم موسرة أمرت أن تنفق عليهم فيكون دينا فترجع به على الأب إذا أيسر '' (رد المحتار : ۳۴۲/۵)۔

''اگر بچوں کی ماں ہو جو خوشحال ہو تو اُسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ان پر خرچ کرے اور وہ جو کچھ خرچ کرے گی وہ اس کا دین ہوگا، جو وہ بچوں کے باپ سے اس کے خوشحال ہونے کے بعد وصول کرے گی''

بلکہ حنابلہ کے نزدیک تو عورت کو مرد کے خوشحال ہونے کے بعد اس کی واپسی کے مطالبہ کا حق بھی حاصل نہ ہوگا:

'' فإن أعسر الأب وجبت النفقة على الأم ولم ترجع بها عليه إن أيسر'' (المغنی: ۳۷۳/۱۱)۔

''اگر باپ غریب ہو تو بچوں کا نفقہ ماں کے اوپر ہوگا؛ بشرطیکہ ماں خوشحال ہو، اور باپ سے اس کے خوشحال ہونے کے بعد بھی وصول نہیں کرے گی''۔

بعض دفعہ اپنے نادار والدین کا نفقہ بھی بیٹی پر واجب ہوتا ہے:

'' إذا كان للفقير والد وابن ابن موسرين ، فالنفقة على الوالد ؛ لأنه أقرب ، وإذا كانت له بنت وابن ابن موسر ، فالنفقة على البنت خاصة ، ... وكذا إذا كان للفقير بنت ومولى عتاقة وهما موسران ، فالنفقة على البنت ... ، وكذلك المعسرة إذا كانت لها بنت وأخت لأب وأم ، فالنفقة على ابنتها ... فإن كان للصغير أم وجد فالنفقة على الأم قدر ميراثهما أثلاثا بخلاف الأب في ظاهر الرواية " (المحیط البرہانی: ۲۵۲/۴ - ۲۵۳)۔

''اگر کسی محتاج آدمی کے والد بھی ہوں اور پوتے بھی ہوں اور دونوں خوشحال ہوں تو والد پر نفقہ واجب ہوگا؛ اس لئے کہ وہ زیادہ قریبی رشتہ دار ہے اور اگر اس کی بیٹی بھی ہو اور پوتا بھی اور دونوں خوشحال ہوں تو صرف بیٹی پر نفقہ واجب ہوگا... اور اگر محتاج شخص کی بیٹی بھی ہو اور آزاد کیا ہوا غلام بھی اور دونوں خوشحال ہوں تو بیٹی پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، اسی طرح کسی تنگدست

عورت کی بیٹی بھی ہو اور ماں باپ شریک بہن بھی تو بیٹی کے ذمہ نفقہ ہوگا... اور اگر کسی نابالغ کی ماں اور دادا ہوں تو ماں اور دادا پر ان کے حصۂ میراث کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا''

اسی طرح بعض دفعہ بھائی کا نفقہ بہن پر واجب ہوتا ہے اور اگر حقیقی اور ماں شریک و باپ شریک بہنیں ہوں تو ہر ایک پر ان کے حق میراث کے حساب سے نفقہ واجب ہوگا:

'' ونفقة الأخ المعسر على الأخوات المتفرقات أخماسا على قدر الميراث '' (الہدایہ مع الفتح: ۳۸۱/۴)۔

غرض کہ کسب معاش بعض دفعہ عورت کے لئے حالات کے لحاظ سے ضرورت بن جاتا ہے، ایسی صورت میں اگر والد یا شوہر اجازت نہیں دیں، تب بھی پردہ کی رعایت کے ساتھ اس کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہوگی۔

(د) اگر عورت کسب معاش پر مجبور نہ ہو اور شوہر اس کی اور بچوں کی ضروریات معروف طریقہ پر پوری کرتا ہو، تو اب عورت کا کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا نکاح سے پہلے والد اور نکاح کے بعد شوہر کی اجازت پر موقوف ہوگا اور ان کی اجازت کے بغیر ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنا، — گو پردہ کی رعایت کے ساتھ ہو — جائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت کا مسئلہ

مولانا سید جلال الدین عمری ☆

خاندانی نظام میں عام طور پر مرد کی حیثیت سربراہ کی ہوتی ہے، وہ اس کی حفاظت اور نگرانی کرتا ہے، بیوی بچوں اور بعض اوقات قریبی عزیزوں کی معاش اور دوسری ضروریات کا نظم کرتا ہے، تعلیم وتربیت اور شادی بیاہ کے اخراجات برداشت کرتا ہے، عورت امور خانہ داری انجام دیتی ہے، جس میں گھر کے نظام کو ٹھیک رکھنا، بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش اور شوہر کے مال کی حفاظت جیسے امور شامل ہیں، خاندان کا یہی نظام عرب میں بھی رائج تھا، اس نظام میں بعض بڑی بے اعتدالیاں تھیں، ایک دوسرے کے حقوق متعین نہیں تھے، ذمہ داریاں واضح نہیں تھیں، بعض اوقات عدل وانصاف کے صریح تقاضے پورے نہیں ہوتے تھے، عورت اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے سب کچھ برداشت کرتی تھی، اسلام نے خاندان کا نظام باقی رکھا، اسے ظلم وناانصافی سے پاک کیا، مرد اور عورت کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعیین کیا، مرد کی مطلق بالادستی ختم کی، عورت کی کمزوری کی رعایت کی اور اسے قانونی تحفظ فراہم کیا، خاندان کی بقا اور استحکام کے لئے اس نے مرد کو عورت کی معاش کا ذمہ دار قرار دیا، یعنی ازروئے قانون مرد پر عورت کا نان ونفقہ واجب ہے تاکہ عورت گھر کے داخلی نظم کو چلانے کے لئے خود کو فارغ کر سکے۔

موجودہ دور میں عورت معاش کے معاملہ میں خود کفیل ہونا چاہتی ہے، وہ خاوند یا کسی دوسرے فرد پر انحصار کرنا نہیں چاہتی، اسے اس کے مواقع بھی حاصل ہیں، اس سلسلے میں جو بعض

☆ امیر جماعت اسلامی ہند، نئی دہلی۔

سوالات ابھرتے ہیں یہاں ان کا جواب دینے کی طالب علمانہ کوشش کی جائے گی۔

۱-شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

اسلام نے عورت کو معاش کی فکر سے بڑی حد تک بے نیاز کر رکھا ہے، لیکن اس کی معاشی جد وجہد کو ناپسندیدہ نہیں کہا جا سکتا، رزق کو قرآن مجید میں اللہ کا فضل کہا گیا اور اسے تلاش کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے:

''فإذا قضيت الصلوة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله''

عورت کو بھی اللہ کا فضل تلاش کرنے کا حق ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حق صرف مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں ہے، اس پر ایک اور پہلو سے بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

عورت کو مختلف ذرائع سے مال حاصل ہوتا ہے، ان میں مہر اور میراث شامل ہے، تحفہ، عطیہ اور ہبہ کی شکل میں بھی اس کے پاس مال آ سکتا ہے، وہ وقف کی بھی مالک ہو سکتی ہے، اپنی اس دولت کو وہ محنت اور کوشش سے ترقی دے سکتی ہے اور اپنی آزادی مرضی سے اس میں تصرف کا بھی حق رکھتی ہے۔

''للمرأة الرشيدة التصرف في مالها كله بالتبرع والمعاوضة'' (ابن قدامہ ۶/ ۶۰۲)۔

۲- شریعت نے عام حالات میں عورت پر معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے، خود اس کا نفقہ، پیدائش کے بعد سے بلوغ تک بلکہ جب تک شادی نہ ہو جائے باپ کے ذمہ ہے، شادی کے بعد شوہر پر اس کا نان ونفقہ واجب ہے، لیکن بعض حالات میں کسی نہ کسی درجہ میں اس پر بھی معاشی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس کی بعض مثالیں ذیل میں دی جا رہی ہیں:

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر بچوں کا باپ نہیں ہے تو ماں پر ان کا نان ونفقہ واجب ہوگا، علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں:

''إن الأم تجب نفقتها ويجب عليها أن تنفق على ولدها إذا لم يكن له

أب وبهذا قال أبو حنيفة والشافعي" (المغنی لابن قدامہ ۱۱/ ۳۰۳)۔

(ماں کا نفقہ اولاد پر واجب ہے، اسی طرح ماں پر واجب ہے کہ وہ اپنی اولاد پر خرچ کرے، اگر اس کا باپ نہ ہو، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے)۔

امام مالک کو اس سے اختلاف ہے، ان کے نزدیک عصبات پر نفقہ واجب ہوتا ہے:

"حكي عن مالک أنه لا نفقة عليها ولا لها لأنها ليست عصبة لولدها" (المغنی ۱۱/ ۳۷۳)۔

مزید فرماتے ہیں: "فإن أعسر الأب وجبت النفقة على الأم ولم ترجع بها عليه إن أيسر" (المغنی ۱۱/ ۳۷۳)۔

(اگر باپ تنگ دست ہو اور اولاد کا نفقہ نہ برداشت کر سکے تو ماں پر اس کا نفقہ واجب ہو جائے گا، یہ اس کی طرف سے قرض نہ ہوگا، اس لئے باپ خوش حال یا صاحب حیثیت ہو جائے تو اس کا مطالبہ نہ کر سکے گی)۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے: "أم معسرة وجدة موسرة النفقة على الجدة" (المغنی ۱۱/ ۳۷۶)۔

(ماں تنگ دست اور دادی خوش حال ہے تو نفقہ دادی پر واجب ہوگا)۔

بالغ اولاد جو اپنا خرچ نہیں اٹھا سکتی اس کے متعلق فقہ حنفی میں کہا گیا: "وتجب نفقة الإبنة البالغة والإبن الزمن على أبويه أثلاثا على الأب الثلثان وعلى الأم الثلث" (ہدایہ نصب الرایہ ۳/ ۲۰۷)۔

(لڑکی جو بالغہ ہے اور لڑکا جو بلوغ کے بعد معذور اور اپاہج ہے اس کا نفقہ باپ اور ماں دونوں پر واجب ہوگا، باپ پر دو ثلث اور ماں پر ایک ثلث)۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ بھائی اگر تنگ دست ہے تو بہنوں پر ان کی میراث کے لحاظ سے نفقہ واجب ہے، "ونفقة الأخ المعسر على الأخوات المتفرقات أخماسا على

قدر المیراث‘‘ (ہدایہ مع فتح القدیر ۳۸۱/۴)، وہ اس طرح کہ حقیقی بہن پر ۳/۵، اور اخیافی بہن اور علاتی بہن میں سے ہر ایک پر ۱/۵ ہوگا۔

اسی طرح کی اور بھی صورتیں ہوسکتی ہیں جن میں عورت پر از روئے شرع افراد خاندان کا نفقہ واجب ہوتا ہے، یہ ایک قانونی بحث ہے، افراد خاندان میں الفت ومحبت اور تعاون و ہمدردی کے جو فطری جذبات پائے جاتے ہیں، اس کے کچھ اور تقاضے ہیں، اسلام ان جذبات کو ابھارتا اور تقویت پہنچاتا ہے، شوہر کا نفقہ بیوی پر کسی حال میں واجب نہیں ہے، لیکن خوش حال بیوی تنگ دست شوہر کی مدد کرسکے تو یہ اعلی اخلاق کا ثبوت ہوگا، شریعت اسے بہت بڑے اجر وثواب کا عمل قرار دیتی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی، ان کی بیوی زینبؓ ان پر اور اپنے یتیم بچوں (جو سابق شوہر سے تھے) پر خرچ کرتی تھیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

’’أیجزی عنی أن أنفق علی زوجی و أیتام فی حجری‘‘ (کیا میرا اپنے شوہر پر اور اپنے ان یتیم بچوں پر جو میری حفاظت اور نگرانی میں ہیں خرچ کرنا میری طرف سے کافی ہوجائے گا اور میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں گی)، یہی سوال ایک اور خاتون کو درپیش تھا، ان کا نام بھی زینب تھا، آپ نے دونوں سے فرمایا:

’’نعم لهما أجران أجر القرابة و أجر الصدقة‘‘ (بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الزکوۃ علی الزوج والایتام فی الحجر، مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد الخ)۔

(ہاں ان کے دو اجر ہیں، ایک قرابت کا اجر اور ایک صدقہ کا اجر)۔

حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ابو سلمہؓ کے بچوں پر اگر میں خرچ کروں تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا، میں انہیں چھوڑ بھی نہیں سکتی، بہر حال وہ میرے بچے ہیں، آپ نے فرمایا: ’’نعم لک أجر ما أنفقت علیهم‘‘ (بخاری، کتاب النفقات حدیث ۵۳۶۹)۔

اس سلسلہ میں فقہی مباحث سے قطع نظر بعض اوقات عورت پر افراد خانہ کے نان ونفقہ

کی قانونی اور اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس لئے اگر وہ اپنی مالی حیثیت کو بہتر بنانے کی کوئی جائز تدبیر اختیار کرے تو اسے غلط نہیں کہا جاسکتا۔

۳- اسلام نے دنیا میں ملوث ہونے اور اپنی تمام توانائیوں کو اس میں لگانے سے منع کیا ہے اور قناعت کی تعلیم دی ہے، لیکن اس کے ساتھ اگر کوئی شخص جائز اور حلال ذرائع سے مال حاصل کرتا ہے اور آرائش وراحت کی زندگی گذارتا ہے تو اس کی بھی اجازت ہے، اس معاملہ میں مرد اور عورت کے درمیان فرق کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، عورت بھی اسلامی حدود میں عزت کی جگہ راحت کی زندگی گزارنے کی کوئی تدبیر اختیار کرے تو اسے غلط نہیں کہا جاسکتا۔

۴- عورت کے اندرون خانہ اپنی معاشی مصروفیت کے لئے شوہر سے اجازت لینی ضروری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے نان ونفقہ کا مرد ذمہ دار ہے، وہ کسب معاش کے لئے مجبور نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ نان ونفقہ کے عوض شوہر کے لئے وہ اپنا وقت فارغ کرتی ہے، ہدایہ میں ہے:

''النفقة جزاء الاحتباس ، فكل من كان محبوسا بحق مقصود لغيره كانت نفقة عليه''

اس کی دلیل یہ دی گئی ہے:

''أصله القاضي و العامل في الصدقات'' (ہدایہ مع الدرایہ ۲/۳۹۶)۔

جب عورت کے اوقات شوہر کے لئے فارغ ہیں تو وہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسری مصروفیت نہیں اختیار کرسکتی۔

۵- عورت کے گھر کے اندر کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنے کے لئے جب شوہر کی اجازت ضروری ہے تو اس مقصد سے باہر نکلنے کے لئے بدرجہ اولی اجازت ضروری ہوگی، شوہر اسے اجازت بھی دے سکتا ہے اور منع بھی کرسکتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: ''وللزوج منعها من الخروج إلى مالها منه بد''۔

(شوہر کو یہ حق ہے کہ عورت کو باہر نکلنے سے ان امور کے لئے بھی منع کردے جو اس کے لئے ضروری ہیں)۔

مزید کہتے ہیں: "ولا یجوز لها الخروج إلا بإذنه" (المغنی ۱۰/۲۲۴)۔

(عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے)۔

اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ شوہر کو قانونی طور پر اس کا حق ہے کہ بیوی کو اپنے والدین کی عیادت کے لئے جانے سے بھی منع کرے، لیکن یہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے منافی ہے، اس لئے اس کی اجازت دینی چاہئے، اسی طرح وہ بیوی کو مسجد جانے سے بھی روک سکتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ انہیں نہ روکا جائے۔

عورت کے سفر کے سلسلہ میں حدیث میں صراحت ہے کہ مسافت سفر سے زیادہ کا سفر ہو تو اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تسافر امرأة مسيرة يوم وليلة إلا ومعها ذو محرم" (متفق علیہ)۔

آج کل ملازمت کبھی دن کی ہوتی ہے اور کبھی رات کی، خطرات دونوں میں ہیں، اس سلسلہ میں کوئی اصول وضع نہیں کیا جاسکتا، دیندار مرد اور عورت فائدہ اور نقصان اور عدم خطرہ کا خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں۔

عورت کی کفالت کی ذمہ داری اس کے ولی یا شوہر کی ہے، اگر وہ اس ذمہ داری کے ادا کرنے سے معذور ہیں یا عملاً ادا نہیں کررہے ہیں تو اس کے احکام دوسرے ہیں، اس سے اس کا یہ حق نہیں ہوتا کہ ان کی اجازت ہی سے گھر سے باہر نکلنا چاہئے۔

۶- اس ذیل میں تین اہم اصول سامنے آتے ہیں، ایک یہ کہ مرد ہو یا عورت وہ ایسی ملازمت نہیں اختیار کرسکتے جو شرعی نقطۂ نظر سے جائز نہ ہو، جیسے بینک یا شراب کا کاروبار، یا اسی نوعیت کے دوسرے کام جن کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ عورت کو اس کے ولی یا شوہر کی اجازت حاصل ہو۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد کا اختلاط نہ ہو، اس پر تفصیل سے بحث آگے آرہی ہے۔

خواتین ایسے اداروں میں ملازمت کرسکتی ہیں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں۔مرد ذمہ دار ہوں تو شرعی حدود کے اندر ان سے بات ہوسکتی ہے، اس سلسلہ میں دو امور غور طلب ہیں، ایک یہ کہ عورت کی حدود حجاب، دوسرے عورت کا کسی غیر محرم سے بات کرنا۔

جہاں تک عورت کے حجاب کا تعلق ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس میں چہرہ اور ہاتھ کا پردہ بھی شامل ہے (کسی قدر تفصیل کے لئے دیکھی جائے: المغنی ۹/ ۴۹۸-۵۰۰)۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ عورت کسی اجنبی کے سامنے اپنے بدن کا کوئی حصہ نہیں کھول سکتی اور کسی معقول وجہ کے بغیر مرد کا اسے دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

''نظر الرجل إلى الأجنبية من غير سبب فإنه محرم إلى جمعيها'' (المغنی ۹/ ۴۹۸)۔

فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ بوقت ضرورت عورت کے چہرہ اور ہاتھ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

''وينظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۵۳۱)۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اگر کسی عورت سے کاروبار یا اجرت کا معاملہ ہو تو اس کے چہرہ کو آدمی دیکھے گا تاکہ اسے پہچان سکے اور نقصان ہو تو تاوان کا مطالبہ کرسکے، ایک روایت ہے کہ امام احمدؒ نے اسے ناپسند کیا ہے یا بڑی بوڑھی عورت سے متعلق قرار دیا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق اس سے ہے کہ آدمی عورت کو بے ضرورت دیکھے لیکن جہاں ضرورت ہو اور شہوت نہ پائی جاتی ہو تو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''فأما مع الحاجة وعدم الشهوة فلا بأس'' (المغنی ۹/ ۴۹۸)۔

اس سے اتنی بات واضح ہے کہ عورت حسب ضرورت ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے اور مرد کے لئے اس کا دیکھنا جائز ہے، لیکن اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اس سے شہوانی جذبات نہ مشتعل ہوں اور آدمی غلط روی نہ اختیار کرے۔

فقہاء کے ہاں نامحرم کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی گنجائش ملتی ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق وقتی اور ہنگامی ضروریات سے ہے، اس لئے اسے قاعدہ کلیہ بنانے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی جو صورت بیان ہوئی ہے ان میں یہ شرط موجود ہے کہ جنسی جذبہ محرک نہ ہو ورنہ اس کا جواز ختم ہو جائے گا۔

اس پس منظر میں کسی خاتون کا سیلز گرل ہونا یا ایسی نوع کا کام کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں حدود حجاب کی پابندی ممکن نہیں ہے، نامحرم مردوں سے مسلسل ربط و تعلق اور ایک طرح کا اختلاط ہوتا ہے، کاروباری گفتگو میں گاہک کو متاثر کرنے کے لئے گفتگو میں دل ربائی کا انداز اختیار کرنا پڑتا ہے، جسے پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔

☆☆☆

عورتوں کی ملازمت

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد صادق محی الدین☆

موجودہ دور تحقیقات وایجادات کی وجہ سے ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے، اس ترقی نے جہاں کچھ فوائد بخشے ہیں وہیں اس نے ضرر ونقصان کے راستے بھی کھولے ہیں، اعلی انسانی اقدار کی جگہ نئے تمدن وتہذیب نے لے لی ہے، جس میں انسانوں بالخصوص عورتوں کی آزادی اور مردوں اور عورتوں میں مساوات کے خوش نما عنوان سے اخلاقی قید وبند کو پامال کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے گھریلو اور معاشرتی زندگی سے سکون رخصت ہوگیا ہے، فکری وذہنی انتشار اور سماجی خلفشار نے زندگیوں کو پراگندہ اور بے مزہ کردیا ہے، ترقی کے نام پر نئی تہذیب اور نئے تمدن کو بڑھاوا دینے سے انسانی سماج میں مردوں سے زیادہ عورتیں متاثر ہورہی ہیں، ایسا محسوس ہورہا ہے کہ پھر سے جاہلیت کا دور لوٹ آیا ہے موجودہ دور کو جاہلیت جدیدہ کا نام دیا جاسکتا ہے، کیونکہ قدیم دور جاہلیت میں جو ظلم وستم، حق تلفی، بے جا زیادتی، عورتوں کی زندگی سے کھلواڑ، بنیادی حقوق سے محروم رکھے جانے کے جاہلی روایات کا چلن تھا، اب وہ نئی تہذیب کے عنوان سے چل پڑا ہے، پھر عورت زندگی کے پردہ سیمیں پر مشق ستم بنتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے، موجودہ حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ پھر سے دنیا کی ساری خواتین محسن انسانیت رحمۃ للعالمین ﷺ کی ردائے رحمت میں پناہ حاصل کرلیں، انہیں کے دست مبارک سے دنیا کی تمام خواتین کو عزت وآبرو، عظمت وبڑائی توقیر واحترام کا تاج ملا تھا۔

☆ خادم دارالافتاء، جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے مردوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈریں اور یہ کہ اللہ نے تمہارے ذمہ ان کو امانت کی حیثیت دی ہے، اس لئے ان کے کھانے اور پہننے کے لئے عرف و دستور کے مطابق انتظام کرو، خلاق فطرت نے مرد وعورت دونوں میں بحیثیت انسان مساوات رکھا ہے، النساء شقائق الرجال عورتیں انسان ہونے میں مردوں کے برابر ہیں (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

لیکن ان کی فطری ساخت کی بناپر ان کے دائرہ کارکو مرد کے دائرہ کار سے الگ رکھا ہے، مردوں کو ان کے فرائض وذمہ داریوں کے تحت ہمت وطاقت، دبدبہ قوت عطا کی ہے کہ وہ قوام ہونے کے فرض کو بخوبی نبھا سکیں، وہیں عورتوں کو ان کی اپنی فطری ساخت اور جبلی حسن و نزاکت کی بناپر حیا وحجاب، عفت وعصمت کی حفاظت میں ان کا وقار واعتبار رکھا ہے، ایک موقع پر حضرت نبی پاک ﷺ نے عورتوں کو آبگینوں سے تعبیر فرمایا، ان کی فطری نزاکت وخوبی کو پیش کرنے کی اس سے بہتر اور کوئی تعبیر نہیں ہوسکتی، چنانچہ قریبی زمانے میں ایک مغربی خاتون اس تعبیر سے متاثر ہوکر مشرف باسلام ہوئیں۔

عورت کے لئے فطرتاً خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت میں رہنے کا انتظام کیا گیا ہے، اسلام نے مرد کو بیرون خانہ ذمہ داریوں کو نبھانے کا پابند بنایا ہے اور اس کے دائرہ کارکو اندرون خانہ سے بیرون خانہ تک کی ذمہ داریوں تک پھیلا دیا ہے، عورت کا دائرہ کار اندرون خانہ کی سرگرمیوں تک محدود رکھا گیا ہے، اس تقسیم کا مقصود دونوں کے درمیان کسی طرح کا امتیاز برتنا نہیں ہے، بلکہ اس میں دونوں کی جبلی وصنفی امتیازات وخصوصیات کا لحاظ وپاس ہے، تاکہ کسی طرح ان کی یہ خصوصیات مجروح نہ ہونے پائیں، عورت کی خلقت وفطری جبلت کی بناپر اس کو اگر بیرون خانہ ذمہ داریوں میں مرد کے شانہ بشانہ چلنے کا پابند بنا دیا جائے تو اس سے اس کی خصوصیات پر ضرب پڑسکتی ہے، اندرون خانہ اولاد کی تربیت کا جو نظم فطرتاً ماں کے ذمہ ہے وہ متاثر ہوسکتا ہے، عفت وعصمت، پاکدامنی کو نفس پرستوں اور شہوت پرستوں کی طرف سے شدید خطرہ لاحق ہوسکتا

ہے، ان کی عزت وناموس کا بے داغ دامن داغدار ہوسکتا ہے، اس لئے اسلام نے اس امت کی سب سے محترم اور پاکدامن ماؤں یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کو اور دیگر خواتین اسلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ دور جاہلیت کی طرح باہر نہ نکلیں، اپنے حسن و جمال کی نمائش وآرائش نہ کریں (سورہ احزاب ۳۳)، اللہ تعالی نے مردوں کو قوام بنایا ہے، سربراہ خانہ ہونے کی وجہ کر ان کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت دی گئی ہے، یہ فضیلت اس لئے ہے کہ وہ عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، اس لئے نیک فرمانبردار خواتین خاوند کی غیر موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت رکھنے والیاں ہوتی ہیں (سورۂ نساء: ۳۴)، خاندانی نظام کو منظم طور پر چلانے کے لئے فطری طور پر اس طریقہ کار کی ضرورت ہے، اس میں دونوں کے لئے سکون وراحت کا سامان رکھ دیا گیا ہے۔

قوام ہونے کی بنا چونکہ اسلام نے مردوں پر عورتوں کا نفقہ واجب کیا ہے، اس لئے سوال نمبر ایک میں کی گئی صراحت کے مطابق اسلامی حکم یہ ہوگا کہ بلاضرورت شدیدہ خواتین کسب معاش کے لئے باہر نہ نکلیں، اسلام اس کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتا، شریعت مطہرہ نے ان کی یا ان کے بچوں کے نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری ان پر نہیں ڈالی، شوہر کا ایک فرض یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کا مہر ادا کرے، دوسرا ضروری وبنیادی فرض بیوی کے نفقہ کا وجوب ہے، نفقہ میں ہر وہ چیز شامل ہے، جو کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے اور دیگر ضروری حوائج جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں، پوری بشاشت کے ساتھ مرد کی طرف سے یہ ادا ہوں، اس نفقہ میں شوہر کی حیثیت و آمدنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق بیوی پر خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''لینفق ذو سعة من سعته و من قدر علیه رزقه فلینفق مما آتاه الله'' (سورۂ طلاق: ۷)۔

(وسعت والے مرد کو اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور جو تنگ دست ہیں ان کو بھی چاہئے کہ جو کچھ حق سبحانہ وتعالی نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کریں)۔

''علی الموسع قدره و علی المقتر قدره متاعاً بالمعروف حقا علی المحسنین'' (بقرہ ۲۳۵)۔

(خوشحال پر اس کی وسعت کے مطابق اور محتاج پر اس کی استطاعت کے بقدر نفقہ واجب ہے، نیک لوگوں پر یہ ایک طریقہ کا حق ہے)۔

''أسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروهن لتضیقوا علیهن'' (سورۂ طلاق)۔

(عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان کے ساتھ تنگی کا معاملہ کر کے ان کو تکلیف نہ دو)۔

اس لئے سوال نمبر تین کے مطابق بلاضرورت محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے عورت کا باہر نکلنا اور بلاضرورت ملازمت اختیار کرنا اسلامی نقطہ نظر سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں، حدیث پاک کی رو سے جب عورت بلا وجہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، ظاہر ہے کہ عورت کا باہر نکلنا جہاں گھریلو فرائض و ذمہ داریوں میں حارج ہے، وہیں عورت پر گھریلو بوجھ کو سہارنے کے ساتھ باہر کا بوجھ بھی اس کے کاندھوں پر اٹھانا ہے، جو اس کی ذات پر ایک ظلم ہے، وقت گزاری یا سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے معاشی جد وجہد اختیار کر لینا بھی اسلام کو گوارا نہیں، اگر چہ کہ عسر (تنگی) کے ساتھ ہی زندگی کیوں نہ گزرتی ہو، پوری قناعت کے ساتھ صابرانہ وشاکرانہ زندگی گزارنے میں ہی خیر وبھلائی مضمر ہے، اس لئے ان تمام صورتوں میں عورتوں کو بلاضرورت تحصیل معاش کی دوڑ میں مغرب کی تقلید کرتے ہوئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دینا صد ہا فتنوں کے دروازے کھولنا ہے۔

سوال نمبر ۴ کی صراحت کے مطابق اول تو خواتین کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے، اگر وہ اندرون خانہ کچھ کام کرنا چاہتی ہیں اور اپنی جد وجہد کو اسی حد تک محدود رکھتی ہیں تو اس میں اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ان کو شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے، شوہر کو

بھی اس کام سے منع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ جائز طریقہ سے مال کمانے اور حسب ضرورت اس سے استفادہ کرنے میں تقرب الی اللہ کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے جذبات و احساسات میں وہ بھی مردوں کی طرح ہیں، شرعاً جائز حدود میں رہتے ہوئے عورت کا مال کمانا ممنوع نہیں، بشرطیکہ یہ اندرون خانہ کیا جانے والا کام شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں مانع نہ ہو، اگر مانع ہو تو شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی بیوی نفل روزہ رکھنا چاہے تو شوہر کی اجازت سے رکھ سکتی ہے، اگر اجازت نہ دے تو روزہ رکھنا اس کے لئے درست نہ ہوگا، یہ صحیح ہے کہ اسلام نے عورت پر معاشی جد وجہد کی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے، لیکن اگر حالات مجبور کردیں اور زندگی گزارنے کا کوئی دوسرا ذریعہ ووسیلہ نہ ہو تو اسلام اندرون خانہ ہو یا بیرون خانہ شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ ملازمت، کاروبار صنعت وغیرہ اختیار کرنے کی اجازت دیتا ہے، بعض خاندانوں میں مرد کی محنت وکمائی سے گھریلو ضروریات کی تکمیل نہیں ہوسکتی، روز افزوں گرانی کا مقابلہ کرنے اور بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کی خاطر عورت کو بھی شوہر کے ساتھ معاشی جد وجہد میں شریک ہونا پڑتا ہے، ایسے حالات میں بھی شرعی احکام وحدود کی پاسداری کے ساتھ عورت ذرائع معاش اختیار کرسکتی ہے۔

حضرت خولہ اور حضرت حلیکہ اور اسماء رضی اللہ عنہم تجارت کرتی تھیں، حضرت سوداء رضی اللہ عنہا کھالوں کی دباغت کا کام جانتی تھیں، بعض صحابیات مختلف غزوات میں ہنگامی حالات کے تحت شریک ہوکر اپنی خدمات انجام دیتی تھیں۔

سوال نمبر ۵ میں کی گئی صراحت کے مطابق عورت اگر کسب معاش کیلئے ضرورت کی بنیاد پر گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہو تو ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام اس کو منع نہیں کرتا، کیونکہ عورت اسلامی نقطہ نظر سے تجارت کرنے یا صنعت وحرفت سیکھنے سکھانے، درس وتدریس کی مصروفیات، تصنیف وصحافت کو اختیار کرنے میں آزاد ہے، اسی طرح علم طب کے سیکھنے سکھانے اور عورتوں کے خصوصی احوال میں علاج ومعالجہ کا پیشہ اختیار کرنے کی بھی اس کو اجازت ہے، لیکن دوسرا نقطہ

نظر یہ بھی ہے کہ بلاضرورت بھی وہ ایسے کاموں کو انجام دے سکتی ہے، کیونکہ اس میں اس کی اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ غیروں کی ضروریات کی تکمیل بھی اس سے مربوط ہے، کیونکہ خواتین کا خواتین کے اندر پڑھنے پڑھانے کا کام اور خاتون طبیبات سے دیگر ضرورت مند خواتین کا علاج کے لئے رجوع ہونا ایک ایسا ناگزیر امر ہے کہ اس کے بغیر معاشرہ کی بنیادی ضرورتیں تکمیل نہیں پاتیں، البتہ ہر دو نقاط نظر کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عورت اپنے شوہر یا ولی کی اجازت حاصل کرے، حجاب اور پردہ کی پابندی کا اہتمام کرے اور یہ کہ اس طرح کی بیرونی مصروفیات خاندان کے نظام میں خلل انداز نہ ہوں، ایسی کوئی مصروفیت مسافت سفر کے اندر ہو اور آمد و رفت دن کے وقت میں ہو، اگر معاشی مصروفیت مسافت سفر یعنی ۴۸ میل (تقریباً ۷۸ کلومیٹر) یا اس سے زیادہ کی مسافت پر ہو تو بغیر محرم یا شوہر کے سفر کرنا جائز نہیں ہوگا، اس صورت حال میں شوہر یا اس کا ولی اس کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو ہر صورت میں یہی احکام ہیں۔

سوال نمبر ۶ میں دریافت طلب امر کی وضاحت سطور بالا میں ہو چکی ہے، سوال نمبر ۷ میں کی جانے والی صراحت کے مطابق اگر خواتین ایسے اداروں میں کام کریں، جہاں ان کا سابقہ صرف خواتین کے ساتھ ہو تو گھر سے اس ادارہ تک سفر میں پردہ اور حجاب کا انتظام ضروری ہوگا، مسافت سفر سے زائد مسافت کا سفر ہو تو محرم کی شرط بھی لازم رہے گی، البتہ اس ادارہ کے اندر حجاب کے بغیر ستر پوشی لباس کے ساتھ کام کاج میں مصروف رہ سکتی ہیں، اگر وہاں ادارہ کے ذمہ دار کچھ مرد موجود ہوں تو اس صورت میں ان کے سامنے جب بھی آنا ہو حجاب کی پابندی لازمی ہوگی، اور کسی مرد کے ساتھ تنہا خلوت میں ملاقات بھی منع ہوگی۔

سوال نمبر ۸ میں کی گئی صراحت کے مطابق اگر کام کی جگہ میں مرد کارکن ہوں تو حسب صراحت بالا احکامات کی پابندی لازمی رہے گی، نوجوان خواتین سے چونکہ فتنہ کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے حجاب اور شرعی پابندیوں کا ان پر لزوم رہے گا، البتہ ایسی خواتین جو اس قدر ضعیف ہو چکی ہوں کہ ان کے اندر اب کوئی کشش و جاذبیت باقی نہیں رہی ہو، اس لئے وہ باعث فتنہ بھی نہیں

ہوں تو نوجوان لڑکیوں کی طرح ان پر حجاب کو لازم قرار نہیں دیا جائے گا، البتہ ستر کی حفاظت ان پر لازم رہے گی۔

سوال نمبر ۹ کے مطابق اگر کاموں کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ ہوتا ہو تو شدید ضرورت کے بغیر ایسے کاموں کے اختیار کرنے میں احتیاط برتنا چاہئے، اور دوسرے محفوظ مقام پر کام نہ ملنے کی صورت میں ایسی جگہ کام کو اختیار کیا جاسکتا ہے، اگر مردوں سے سابقہ کم پڑتا ہو اور دفتر میں یکسوئی کے ساتھ بیٹھ کر کام کرنے کا موقع ہو یا دکان میں فروخت کرنے کی ذمہ داری ہو تو اس میں بھی درج بالا احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے حسب ضرورت کام کو اختیار کیا جاسکتا ہے، ان دونوں میں کوئی زیادہ فرق اس لئے نہیں ہے کہ ہر دو صورتوں میں بہر حال مردوں سے سامنا ہے۔

سوال نمبر ۱۰ میں کی گئی صراحت کی صورت میں ملازمت کی غرض سے اپنے گھر اور اپنوں سے دور خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک تنہا مستقل طور پر قیام کرنا سخت فتنہ وآزمائش کا باعث ہے، اس لئے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا، خاتون کے ساتھ کم از کم شوہر یا کسی محرم کا ساتھ رہنا عورت کے حق میں حفاظت وپناہ کا کام دیتا ہے، اور اس صورت میں فتنہ کا اندیشہ نہیں رہتا، اس لئے ضرورت کی بنیاد پر اس صورت میں شرعی حدود وقیود کی پابندی کرتے ہوئے ملازمت کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا ڈاکٹر ظفر الاسلام اعظمی ☆

۱،۲- ان دونوں کے جواب سے پہلے چند باتیں بطور تمہید عرض ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت اسلامی نے مرد اور عورت دونوں کے لئے الگ الگ میدان مقرر کیا ہے، مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت اور بچوں کے لئے اکتساب کے فرائض ادا کرے ان کی جملہ ضروریات پوری کرے اور عورت گھر کا نظام بچوں کی تعلیم وتربیت ان کی پرورش اور نشو ونما کے فرائض انجام دے۔

قدرت نے اسی اعتبار سے دونوں میں دو طرح کی صلاحیتیں رکھی ہیں عورت کی صلاحیتیں باعتبار مرد کمزور اور ضعیف ہیں، جسے علم الحیات اور علم النفس کے ماہرین ہمیشہ سے تسلیم کرتے آئے ہیں۔

دوسری بات: آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال فقہاء سے یہ ثابت ہے کہ نفقہ کی ذمہ داری صرف اور صرف مرد پر ڈالی گئی ہے اور معاش کی ذمہ داری سے عورتوں کو کلیۃً مستثنی رکھا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: "وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن" بچے کے باپ کو دستور کے مطابق عورتوں کو کھانا کپڑا دینا ہوگا۔

"الرجال قوامون علی النساء" اس آیت کے ضمن میں جصاص رازیؒ تحریر فرماتے ہیں:

☆ پرنسپل وشیخ الحدیث دار العلوم مئو۔

''قيامهم عليهن بالتأديب والتدبير والحفظ والصيانة لما فضل الله بالرجل على المرأة فى العقل والرأى وبما ألزمه الله تعالى من الإنفاق عليها'' (احکام القرآن ۲/ ۲۱۹)۔

تلاش معاش کے لئے بھی مردوں ہی کو مکلف بنایا گیا ہے، ''فاذا قضيت الصلوة فانتشروا فى الارض وابتغوا من فضل الله ''جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا رزق تلاش کرنے نکل جاؤ۔

''من استطاع منكم البائة '' میں استطاعت سے مراد نان ونفقہ کی استطاعت ہے (فتاویٰ لابن تیمیہ ۶/ ۳۲)۔

تیسری بات یہ کہ شریعت اسلامیہ نے مردوں کو حق حبس بھی دیا ہے، لہذا عورت کے لئے ایسی مصروفیات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں جو مرد کے اس حق کو پامال کرتی ہوں کسب معاش تو درکنار اگر عورت بغیر شوہر کی اجازت مجالس علم میں شرکت کرنا چاہے تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

''إذا أرادت المرءة أن تخرج إلى مجلس العلم بغير إذن الزوج لم يكن لها ذلك'' (الخانیہ علی ہامش الہدایہ ۵/ ۴۳)۔

شوہر کو حق ہے کہ بیوی کو دھاگہ کاتنے اور ہر ایسے کام سے روکے جو وہ اجنبی کیلئے تبرعاً انجام دے اگرچہ وہ دایہ یا غسالہ ہو کیونکہ شوہر کا حق بفرض کفایہ پر مقدم ہے اسی طرح وہ مجلس علم میں جانے سے روک سکتا ہے۔

''والذى ينبغى تحريره أن يكون له منعها من كل عمل يؤدى إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته''، بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر عورت کا حسن وجمال متاثر ہو رہا ہو تو ایسے کام سے بھی شوہر روک سکتا ہے، اسی بنا پر شیر خوار بچوں کو بغیر شوہر کی اجازت دودھ پلانا جائز نہیں۔

چوتھی بات یہ ہے کہ عورت کی طرف سے سپردگی تام ہونی چاہئے اگر سپردگی ناقص ہوئی تو بھی نفقہ کی مستحق نہ ہوگی، "وإذا سلمت نفسها بالنهار دون الليل أو على عكسه لا يستحق النفقة لأن التسليم ناقص"، اگر عورت صرف دن میں شوہر کے ساتھ رہے رات میں یکجائی نہ ہوسکے یا اس کے برعکس تو وہ نفقہ کی مستحق نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ سپردگی ناقص ہے۔

''بحث ونظر'' کے اندر ایک تفصیلی مضمون میں مولانا انوار الحق صاحب کا نظر نواز ہوا جس میں نیویارک کے ڈاکٹر کے اس تجربہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بچوں کی پرورش کے لئے دو ادارے قائم کئے اور دونوں میں پرورش کا یکساں انتظام کیا اور ایک جیسی سہولتیں فراہم کیں، صرف ایک فرق یہ رکھا کہ پہلے ادارے میں بچوں کی پرورش ان کے ماؤں کے سپرد کی اور دوسرے ادارے میں نرسوں کو اس کام پر مامور کیا، دو سال بعد جب دونوں کیمپوں کا جائزہ لیا گیا تو مختلف نتائج سامنے آئے اور دونوں تربیت گاہوں کے بچوں میں سب سے نمایاں فرق جسمانی عقلی اور نفسیاتی بڑھوتری اور نشوونما میں تھا، ڈاکٹر موصوف نے دیکھا کہ ماں کی شفقت سے محروم بچے اب تک نہ گفتگو پر قادر ہوسکے اور نہ خود سے چلنے اور کھانے پر لیکن ماں کی محبت میں پلنے والے بچے اس مرحلہ سے گذر چکے تھے، دوسرا فرق یہ رہا کہ پہلے ادارے کے تحت پرورش پانیوالے بچے سارے کے سارے باحیات تھے، مگر دوسرے ادارے کے بچوں میں سے تقریبا ۳۷ فیصد بچوں کی موت ہوچکی تھی (ماذاعن المرأۃ ص ۱۲۶-۱۲۷) اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کرایہ کی ماں اور حقیقی ماں میں کتنا بڑا فرق ہے؟

اس کے علاوہ ہر ماہ حیض آنا جس میں عورت کی کیفیت بسا اوقات مریضہ کی سی ہوجاتی ہے، حمل کی مشقتیں، زچگی کی دقتیں اور نفاس یہ ساری کی ساری الگ مشکلات ہیں۔

ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بجز استثنائی احوال کے عورت کو کسب معاش کا مکلف بنانے کی گنجائش سمجھ میں نہیں آتی علامہ سرخسی کا بہت واضح فیصلہ ''وفی امرها بالاکتساب فتنة الخ'' گذر چکا ہے، یعنی فقہاء نے ایسی عورتوں کے لئے عدم

نفقہ کا قول کیا ہے۔

''قلت بهذا عرف جواب واقعة في زماننا بأنه إذا تزوج منالمحترفات التي تكون عامة النهار في الكارخانه والليل مع الزوج لانفقتها" (البحر الرائق ۱۸۰/۴)، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرے جو دن میں کارخانہ میں ہو اور رات میں شوہر کے ساتھ تو اس عورت کے لئے نفقہ نہیں ہوگا، بہت سارے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر عورت ملازمت کی شرط پر عقد کرے تو اس شرط کا ایفاء شوہر کی جانب سے ضروری نہ ہوگا، حنفیہ کے نزدیک یہ صرف ایک وعدہ ہے جسے شوہر کو دیانۃ پورا کرنا چاہئے، اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا، امام شافعی کے نزدیک بھی شرط لازم نہیں اگر شوہر نے نکاح کے وقت یا بعد نکاح کسب معاش کی اجازت دے بھی دی تو اسے رجوع کرنے کا حق ہے۔ اور یہ تو بالکل صاف بات ہے کہ جس شریعت میں عورتوں کو مسجد میں جاکر نماز جیسی اہم عبادت اور مجالس علم (بدون اجازۃ شوہر) نیز ولیمہ کی شرکت، اجنبیوں کی بیمارپرسی اور نفلی روزہ سے منع کیا گیا ہو اس میں عورت کے لئے کسب معاش کی کہاں گنجائش نکل سکتی ہے؟

''وماعدا ذلک من زيارة الأجانب والوليمة لا تخرج إلا بإذن ولا تطوع للصلوة والصوم بغير إذن الزوج" (البحر الرائق ۱۹۴/۴) ''ولوخرجت کاناغاصيين'' (الاشباہ ۱۰۹/۴، فتح ۲۰۷/۴)۔

امام شافعی نے تو شوہر کی اجازت کے بغیر ماں، باپ اور بیٹے کے جنازہ میں بھی شرکت سے منع کیا ہے، ''فقد قال الشافعي له منعها من شهادة جنازة أبيها وأمها وولدها" (المجموع شرح مہذب ۹۷/۱۸)۔

ہاں کچھ استثنائی احوال ایسے ہیں جن میں عورتوں کو باہر نکلنے اور ملازمت کرنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، ایک صورت یہ ہے کہ وہ کسی ایسے پیش آمدہ مسئلہ سے متعلق ہو جس کو شوہر بذات خود نہ پوچھ سکتا ہو، یا شوہر ایسا ہو کہ وضو اور نماز وغیرہ کے مسائل بیوی کو نہ بتا سکتا ہو تو بیوی

ان مسائل کے لئے باہر جاسکتی ہے ورنہ نہیں،''ولکن إذا أراد أن تخرج لتعلم مسئلةمن مسائل الوضوء والصلوة إن کان الزوج یحفظ المسئالة ویذکر معھا له أن یمنعھا و إن لم یحفظ الاولی أن یأذن لھا احیانا''(شرح فتح القدیر ۴/ ۳۵۸)۔

اسی طرح اگر شوہر بے روزگار اور نکما ہو، ادائیگی نفقہ پر قادر نہ ہو یا از راہ تعنت نفقہ پورا نہ دیتا ہو تو کچھ حدود وقیود کے ساتھ عورت کو ملازمت کی اجازت دی جاسکتی ہے اور چونکہ یہ صورت اضطرار کی سی ہے اضطرار کے بعد ہی ضرورت کا تحقق ہوسکتا ہے تو سب سے پہلی شرط اس سلسلہ میں یہ ہونی چاہئے کہ کچھ متدین حضرات جو صائب الرائے ہوں اور عورت کے حالات سے واقفیت رکھتے ہوں ان کے فیصلہ کے بعد ہی ضرورت ثابت ہوگی۔

۳- عام حالات میں استکثار مال شریعت اسلامی کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے انداز بیان سے یہی ثابت ہورہا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''اعلموا أنما الحیوة الدنیا لعب و لھو زینة وتفاخر بینکم و تکاثر فی الأموال والأولاد'' (جان لو دنیاوی زندگی کھیل تماشا، بناؤ سنگار آپس میں تفاخر اور مال و اولاد میں اضافہ ہے) پھر اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ یہ سب دھوکے کا سودا ہے''وما الحیوة الدنیا إلامتاع الغرور''اور ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ: دنیاوی زندگی تم کو دھوکہ میں نہ مبتلا کردے''فلا تغرنکم الحیوة الدنیا''،سورہ شوری میں ہے:''من کان یرید حرث الآخرة نزدله فی حرثه ومن کان یرید حرث الدنیا نؤته منھا وماله فی الاخرة من نصیب'' اس آیت کے ذیل میں علامہ قرطبی نے فرمایا:''قال القشیری والظاھر أن الآیة فی الکافر یوسع له فی الدنیا''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں وسعت اور کشادگی کفار کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:''فو الله ما الفقر أخشی علیکم ولکن أخشی علیکم أن تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما

تنا فسوها ویلهیکم کما الهتهم" (بخاری ۲/۹۵۱، مسلم ۲/۴۰۷)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: "إذا نظر أحدکم إلی من فضل علیه فی المال والخلق فلینظر الی من هو اسفل منه ممن فضل علیه" (مسلم ۳/۴۰۷)۔

حدیث شریف: "لو کان لابن آدم وادیان من مال الخ" کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں:

"فیه دم الحرص علی الدنیا وجب المکاثرة بها والرغبة فیها"۔

دوسری طرف بعض آثار سے حصول مال کی ترغیب بھی ثابت ہے، امام دارقطنی، بیہقی، ابویعلی اور طبرانی نے حضرت عائشہؓ سے اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس بن ربیعہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے: "اطلبوا الرزق فی خبایا الارض" (رزق کو زمین کے تمام گوشوں میں تلاش کرو)۔

طبرانی نے شرجیل بن السمط سے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے: "من تعذرت علیه التجاره فعلیه بعمان" (جس کے لئے تجارت مشکل ہو اسے چاہئے کہ عمان چلا جائے)۔ ایک روایت میں اسی طرح مصر جانے کا مشورہ مذکور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے کسب کے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: "ثم الکسب اعلی مراتب فمقدار مالا بدلکل احد منه یعنی ما یقیم به صلبه یفترض علی کل احد اکتسابه غنیاً او فقیراً لأنه لا یتوصل إلی إقامة الفرائض إلا به فما یتوصل به إلی إقامة الفرائض یکون فرضا، فإن لم یکتسب زیادة علی ذلک فهو فی سعة من ذلک لقوله علیه السلام من اصبح آمنافی سربه معافی فی بدنه وعنده قوت یومه فکانما حیزت له الدنیا بحذا فیرها" (مبسوط للسرخسی ۳۰/۲۵۶)۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اکتساب دولت کبھی فرض ہے کبھی مستحسن اور کبھی

مباح ہے اور ایک درجہ میں حرام بھی ہے یعنی حالات اور مقاصد کے اعتبار سے اس کے احکام ہیں، لیکن مسئلہ اکتساب مرءۃ کا ہے اس لئے بندہ کی ناقص رائے یہ ہے کہ اگر گذران تنگی وترشی سے ہوسکتا ہوتو احوط یہ ہے کہ ملازمت کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔

لیکن اگر مقصد محمود ہوتو جواز کی گنجائش ہونی چاہئے۔

۴- اس سلسلہ میں مشہور فقیہ دکتور وہبہ زحیلی فرماتے ہیں: "**وللزوجة أن تعمل في البيت عملا لا يضعفها ولا ينقص جمالها وللزوج أن يمنع مما يضرها**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۷۹۳)، شوہر یا ولی کی اجازت سے اندرون خانہ معاشی سرگرمی جیسے سلائی، کڑھائی، پاورلوم، زیراکس مشین یا کمپیوٹر وغیرہ کے کام انجام دے سکتی ہے اس لئے کہ یہ "**أما العمل الذي لا ضرر فيه فلا وجه لمنعها**" کے مفہوم میں شامل ہے۔

۵- سابقہ تفصیلات سے اس کا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ اگر حالات اضطراری ہوں اور گذران کے لئے کچھ بھی میسر نہ ہوتو عورت شوہر سے اجازت لے کر اسباب معاش اختیار کرے اور شوہر کو اجازت بھی دے دینا چاہئے لیکن اگر وہ اجازت نہ دے تو بدون اجازت بھی اس کام کو انجام دے سکتی ہے، جیسے کہ عورت کو گھر کے اندر عدت گذارنا ضروری ہے مگر خرچ کے لئے نہ تو اس کے پاس کچھ ہے اور نہ ہی کوئی کفالت کرنے والا ہے تو ایسی صورت میں عورت کمائی کے لئے باہر نکل سکتی ہے، لیکن الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ کا قاعدہ بہر حال سامنے رہنا چاہئے۔

حکما دن اور رات خروج وبروز کی جہت سے یکساں ہیں اسی لئے فقہاء ان عورتوں کے لئے جو دن کو نکلیں اور رات کو گھر کے اندر رہیں حبس تام نہ پائے جانے کی وجہ سے نفقہ کی مستحق قرار نہیں دیتے ہیں۔

اگر عورت کی جملہ ضروریات پوری نہیں کی جارہی ہیں تو عورت انتہائی مجبوری کی صورت میں شوہر کی اجازت کے بغیر بھی بقدر ضرورت نکل کر ملازمت کرسکتی ہے (احسن الفتاوی ۵/ ۴۴۰)۔

احقر کی رائے یہ ہے کہ اگر عورت کو بقدر کفاف روزی کا ذریعہ مسافت شرعی سے کم میں حاصل ہوجاتا ہے تو اسی پر اکتفا کرے بدون مجبوری اگر مسافت شرعی کی حد پار کرتی ہے تو کراہت سے خالی نہیں (دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۲۹۲)۔

۶- سوال نمبر ا و ۲ کے تحت اس کا جواب گذر چکا ہے۔

۷- اجانب اور غیر محرم سے تو بہر حال پردہ ہے چاہے وہ ایک ہی ہوں یا ایک سے زائد، مگر چونکہ ذمہ دار سے سابقہ تو پڑتا ہی ہے اس لئے درمیان میں ایسی عورت سے پیغام رسانی کا کام لے جو ذمہ دار کی محرم ہو ایسے مرد سے جو عورت کا محرم ہو، حالات کے لحاظ سے اس کی صورتیں نکالی جاسکتی ہیں۔

۸- احقر کی یہی رائے ہے کہ عورتیں بدرجہ مجبوری ایسی جگہ ملازمت کریں جہاں نگرانی اور ذمہ داری کے فرائض بھی عورتیں ہی انجام دیتی ہوں، مثلاً لڑکیوں کا اسکول، کالج یا عورتوں کا اسپتال جس کے تمام شعبوں میں عورتیں ہی ہوں، لیکن اگر مرد بھی اس میں کام کرتے ہوں تو اس شرط کے ساتھ گنجائش ملنی چاہئے کہ مردوں سے کلیۃً اختلاط نہ ہو۔

عدم اختلاط کی صورت میں بوڑھی اور جوان عورتوں کا حکم یکساں ہوگا لیکن اختلاط کی صورت میں دونوں کے درمیان تھوڑا سا فرق ہوگا جس کو سمجھنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کی تھوڑی سی تفصیل کردی جائے۔ پردہ شرعی کے تین درجے ہیں ایک یہ کہ چہرہ اور ہتھیلیوں اور بعض کے نزدیک پیروں کے علاوہ باقی تمام بدن کو چھپایا جائے، یہ ادنی درجہ کا پردہ ہے، دوسرے چہرہ اور ہتھیلیوں کو بھی چھپایا جائے یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے، تیسرے عورت دیوار کے پیچھے رہے برقعہ کے باوجود بھی گھر سے نہ نکلے یہ اعلی درجہ کا پردہ ہے، تینوں درجات کا ثبوت آیات واحادیث میں موجود ہے۔

صاحب خیر الفتاوی جلد اول میں پردہ سے متعلق تمام تفصیلات رقم فرما کر تحریر فرماتے ہیں کہ بوڑھی عورتوں میں پہلا درجہ واجب ہے یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا باقی حصہ بدن کو ظاہر کرنا ہرگز جائز نہیں اور درجہ ثانیہ کو برقعہ کے ساتھ باہر جانا مستحب قرار دیا ہے، اس طور پر کہ اس کا

قد وقامت ظاہر نہ ہو، لیکن جوان عورتوں کے لئے تینوں درجے واجب ہیں یعنی چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا باقی بدن کا ستر کرنا واجب ہے، اور برقعہ اوڑھ کر چہرہ کو چھپانا بھی واجب ہے اور اپنے آپ کو گھر میں محبوس رکھنا بھی ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں بندہ کا خیال یہ ہے کہ جوان عورتوں کے مقابلہ میں بوڑھی عورتوں میں کچھ وسعت رکھی گئی ہے۔

۹- نصوص واحادیث اور فقہاء کے اقوال کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بے حجابی کی کمیت شریعت میں مقصود نہیں بے پردگی بذات خود معیوب ہے۔

۱۰- ایسی عورت جس کا نہ شوہر ہو نہ باپ اور نہ کوئی ایسا رشتہ دار ہو جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی معاشی ضروریات پوری کر سکے اس صورت میں عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ نکلنا جائز ہے، وہ اپنے وطن یا اپنے ملک ہی میں کسب معاش کرے اور بیرون ملک جانے کی اجازت نہیں لیکن اگر بیرون ملک جا کر معاشی سدھارنا گزیر ہو جائے، نیز انہیں کوئی اپنا محرم بھی نہ ملے تو ایسی صورت میں قابل اعتماد عورتوں کی معیت میں بیرون ملک کا سفر امام مالک اور امام شافعیؒ کے فقہ کے مطابق کر سکتی ہے۔

بیرون ملک قیام کی ایک صورت بدرجہ مجبوری اور بھی ہے جس کا تذکرہ مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتاب ''بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ، ص ۳۴۷'' میں کیا ہے، لکھتے ہیں:

''قدر ذکرنا فی الجواب عن السؤال السابع أن النسوۃ المسلمات لا ینبغی لھن السفر إلی بلاد غیر المسلمین للدراسۃ او الاکتساب و أما إذا کانت المرء ۃ قدتوطنت احدی ھذہ البلاد مع محارمھا ثم بقیت مفردۃ لموت محارمھا أو انتقالھم من ذلک المکان بسبب مافإنہ لا مانع لھا من الإقامۃ بمفردھا مادامت ملتزمۃ بأحکام الشرع فی الحجاب''۔

خواتین کی ملازمت

مفتی انور علی اعظمی ☆

۱- شریعت کے پیش کردہ نظام کے مطابق عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اسکے باپ، بیٹا، شوہر اور بھائی پر ہے یہ مذکورہ مرد عورتوں کے نان ونفقہ کے ذمہ دار ہیں تا کہ ایک عورت اپنی گھریلو ذمہ داریاں اطمینان کے ساتھ انجام دے۔

مصطفیٰ سباعی اپنی مشہور کتاب ''المرأة بین الفقہ والقانون'' میں لکھتے ہیں:

''فلسفة الإسلام أن البنت والمرأة بوجه عام لا يصح أن يكلف بالعمل لتنفق على نفسها بل على أبيها أو زوجها أو أخيها مثلاً أن يقوم بالإنفاق عليها لتتفرغ لحياة الزوجية والأمومة''۔

اور قرآن پاک کے الفاظ ''وما أنفقوا من اموالهم'' سے صاف ظاہر ہے کہ قوامیت کے اسباب میں ایک اہم اور بنیادی سبب مردوں کا عورتوں پر انفاق بھی ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرایا اور مردوں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: ''ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف'' (صحیح مسلم بحوالہ ابن کثیر ۱/ ۶۰۲)۔

اس لئے عام حالات میں عورت کسب معاش سے مستغنی ہے اور مردوں کے متکفل ہونے کی صورت میں اس کا کمائی اور کسب معاش میں مشغول ہونا شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے۔

☆ مفتی دارالعلوم مئو، مئو۔

۲- بعض صورتوں میں عورتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نان ونفقہ کا بندوبست خود کریں، مثلاً جب شوہر تنگ دست ہو اور ایسا عاجز ہو کہ خود اس کا نان ونفقہ اسکے اصول یا فروع پر واجب ہو یعنی غریب بھی ہو اور کمانے کی سکت بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر پر دوسرے کے نفقہ کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، کیونکہ جب وہ خود اپنا نفقہ دوسرے سے لے رہا ہے تو دوسرے کا نفقہ اس پر لازم کرنا ایک غیر معقول بات ہے، علامہ وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

"أما إذا كان معسرا بحيث تجب نفقة على غيره من الاصول أو الفروع وكان عاجزا من الكسب فلا نفقة عليه لأنه لا يعقل إيجاب النفقة عليه وهو ياخذ نفقته من غيره إذان فاقد الشي لا يعطيه وهذ هو الصحيح" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/ ۸۴۳)۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک تو یہ ہے کہ عورت باقاعدہ ملازمت کرے اور اس کو اس کے لئے باہر آنا جانا پڑے اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط ہو گھریلو ذمہ داریاں پوری نہ کر پائے شوہر کی خدمت اور بال بچوں کی دیکھ ریکھ میں خلل پڑے، تو اس صورت میں محض پیسوں کی لالچ یا معیار زندگی کو بلند کرنے کے مقصد سے عورت کا معاشی جد وجہد کرنا درست نہیں ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ معاشی تنگی دور کرنے کے لئے عورت گھر کے اندر کوئی کام کرے جیسے سلائی، کڑھائی، بنائی اور کوئی پیشہ ورانہ کام اور اس سے عورت گھر کے معاشی حال کو سدھار سکتی ہو اور شوہر بھی اسے اپنے معیار اور سطح کے خلاف نہ سمجھتا ہو یعنی وہ بھی اس سے راضی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ گرانی اور مہنگائی کی وجہ سے بہت سے گھرانوں میں ایسی صورت حال پائی جاتی ہے کہ شوہر کی کمائی بال بچوں کی ساری ضروریات کے لئے ناکافی ہے اور عورتوں کے لئے ایسے کام مہیا ہیں جو گھروں میں رہ کر عزت وآبرو کے ساتھ کئے جاسکتے ہیں، تعلیم یافتہ عورتیں ٹیوشن فیس کے ساتھ گھر میں پڑھانے کا کام کرسکتی ہیں، عورتوں کے گھریلو کام کی اجازت فقہاء کے

یہاں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

۴- خواتین کے لئے کسب معاش کی صورت اختیار کرنے میں ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے اس صورت میں بھی جبکہ وہ اندرون خانہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں، اس لئے کہ اللہ تعالی نے مرد کو قوام بنایا ہے وہ عورت پر خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے وہ ساری ضروریات اور ذمہ داریاں پوری کرتا ہے تو اگر اسے عورت کی معاشی سرگرمیوں پر کسی وجہ سے اعتراض ہے تو گھریلو مصلحت کے پیش نظر روک لگا سکتا ہے، عورت کے کسب معاش کی وجہ سے کبھی تو مرد کی حیثیت و وجاہت متاثر ہوتی ہے کبھی گھریلو نظم ونسق بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور دوسرے بھی اعتراض کے اسباب ہوسکتے ہیں، درمختار میں بحر کے حوالے سے مذکور ہے:

''له منعها من الغزل و كل عمل و لو تبرعا لا جنبي و لو قابله أو مغسله لتقدم حقي على فرض الكفاية''۔

۵- اگر شوہر یا ولی کفالت کرتا ہو تو اس صورت میں کسب معاش کے لئے عورت کا گھر سے نکلنا ان کی اجازت کے بغیر درست نہیں اس لئے کہ تکفل کی صورت میں اگر عورت گھر کے اندر رہ کر بھی کام کرتی ہے تو شوہر کو روکنے کا حق ہے۔

اور اگر شوہر یا ولی تنگ دستی کی وجہ سے عورت کی بنیادی ضرورتیں مثلاً کھانا کپڑا وغیرہ فراہم نہ کرسکتے ہوں تو اس صورت میں اکتساب نفقہ کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکلنا جائز ہے۔

''يجوز للزوجة الخروج بغير اذن الزوج لما لاغنى لها عنه كإتيان بنحو ما كل والذهاب إلى القاضي لطلب الحق واكتساب النفقة إذا أعسر بها الزوج'' (موسوعہ ۹/ ۱۱۰)۔

البتہ یہ بات ضرور ملحوظ رکھنا ہوگا کہ کسب معاش کے سلسلہ میں عورت کے گھر سے باہر نکلنے کی متعدد صورتیں ہیں اور ان کے احکام بھی مختلف ہیں، مثلاً گھر سے نکل کر دن ہی میں اپنی بستی

میں کام کرنا اس کا حکم اوپر مذکور ہے، رہا بستی میں رات میں کام کرنے کا معاملہ تو اس کی گنجائش نہیں کیونکہ رات شوہر کا حق ہے اور رات میں فساد کا زیادہ اندیشہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کا اپنی بستی چھوڑ کر دوسری بستی میں کسب معاش کے لئے جانا اس کی بھی دو شکلیں ہیں ایک یہ کہ وہ دوسری بستی مسافت سفر سے کم ہو دوسرے یہ کہ مسافت سفر کے برابر ہو، چوتھی صورت میں امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ شرعی مسافت کا سفر عورت بغیر شوہر یا محرم کے تنہا نہیں کرسکتی، تو جب نفس سفر ممنوع ہے تو کسب معاش کے اس سفر میں ولی یا شوہر کی اجازت بھی ضروری ہوگی، اور ساتھ جانا اور قیام کی صورت میں رہنا بھی ضروری ہوگا۔

اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے: **"لا تسافر المرأة بلدا إلا ومعها ذو محرم"** (مسلم ۱/ ۴۳۳-۴۳۴)۔

تیسری شکل میں جب کہ عورت کا نکلنا اپنی بستی چھوڑ کر دوسری قریبی بستی کے لئے ہو اس صورت میں اگر امام ابوحنیفہؒ کے یہاں محرم کی پابندی نہیں ہے لیکن دوسرے فقہاء کے نزدیک اس صورت میں زوج یا محرم کی پابندی ہے، علامہ نووی نے نقل کیا ہے: **"لا يحل لا مرأة تومن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم إلامع ذی محرم وفي رواية لأبي داؤود-"لا تسافر بريدا والبريد مسيرة نصف يوم"** (نووی مع مسلم ۱/ ۴۳۴)۔

اس لئے جوان عورت کا کسب معاش کے لئے تنہا اپنی بستی کے باہر جانا بالکل درست نہیں ہے۔

۶- خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود بیان کرتے ہوئے اگر چہ علامہ مصطفیٰ نے (المرأة بين الفقه والقانون رص ۱۸۵) میں اجنبی مردوں کے سامنے عورت کو چہرہ کھولنے کی اجازت دی ہے لیکن فقہاء کی عبارتوں سے کچھ مخصوص جگہوں کے علاوہ اس کی عمومی اجازت نہیں معلوم ہوتی چنانچہ مولانا محمد شفیع عثمانی صاحبؒ سورہ احزاب میں آیت ۵۹ کی تفسیر میں شرعی

پردہ کی تفصیلی بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: ائمہ اربعہ میں سے امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل نے تو پہلا مذہب اختیار کرکے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی مطلق اجازت نہیں دی، خواہ فتنہ کا اندیشہ ہو یا نہ ہو، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اگرچہ دوسرا مسلک اختیار فرمایا مگر خوف و فتنہ کا نہ ہونا شرط قرار دیا ہے اور چونکہ عادۃً یہ شرط مفقود ہے، اس لئے فقہاء حنفیہ نے بھی غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت نہیں دی۔

آگے مفتی شفیع صاحب نے فتح القدیر، مبسوط، شامی کی عبارتوں سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی۔ شامی کی عبارت کا حصہ ملاحظہ ہو:

"فإن خاف الشهوة أو شک امتنع النظر إلى وجهها فيحل النظر مقيلة بعدم الشهوة وإلا محرم وهذا في زمانهم و أما في زماننا فمنع من الشابة إلا النظر يقاض وشاهد يحكم ويشهد" (معارف القرآن ۷/۱۹-۱۸-۲۱۷)۔

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں جہاں صرف خواتین کام انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے احکام سے متعلق سب سے اہم بات یہ ہے کہ ادارہ کا کوئی مرد تنہائی میں کسی خاتون کارکن سے بات نہ کرے، ادارہ کی ضروریات کے سلسلہ میں اگر مردوں کے ساتھ تبادلہ خیال کی ضرورت ہو تو خواتین پردے کے اہتمام کے ساتھ بیٹھیں، چہرہ بھی ڈھکی رہیں، آنکھ کھول سکتی ہیں، اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ دونوں فریق اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور صنف نازک اپنی آواز میں لوچ اور چاشنی سے پرہیز کریں، وتخضعن بالقول پر عمل کرتے ہوئے **"وقلن قولا معروفا"** کا مظاہرہ کریں۔

اسی طرح عورتیں ان ذمہ دار مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا ماحول ہرگز نہ بنائیں۔

۸- عورتیں ایسے ادارے یا آفس میں کام کرنے سے حتی الامکان گریز کریں جہاں مرد

کارکن ہوں، مغربی طرز معاشرت چاہے اس انداز کی زندگی پسند کرتا ہو مگر اسلامی تعلیمات اور اسلامی فلسفہ اس انداز معاشرت کی عمومی اجازت بالکل نہیں دیتا، آج بڑے شہروں میں آفسوں میں کام کرنے والی لڑکیاں جس انداز میں رہتی ہیں، درحقیقت وہ فحاشی اور بے حیائی کے پرچار کا ایک ذریعہ ہے، ایسے ماحول میں اگر ایک دو فیصد مسلمان لڑکیاں بھی ہوں تو ان کے لئے اپنے آپ کو پردہ کے اہتمام کے ساتھ اورشرعی ضابطہ کے مطابق رکھنا بہت مشکل ہوگا۔

اس لئے مسلمان لڑکیوں کو ایسی ملازمت کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اسپتال یا تعلیمی اداروں میں کچھ گنجائش دی جاسکتی ہے، تعلیمی ادارے اگر لڑکیوں سے متعلق ہوں تو وہاں کوئی مسئلہ نہیں، اسی طرح سے امراض نسواں کے علاج کے لئے بھی مسلمان عورتوں کو ڈاکٹر یا نرس کا پیشہ اختیار کرنا ایک مجبوری ہے، اس قسم کی مخصوص جگہوں کو چھوڑ کر عام سرکاری آفسوں میں عورتوں کا ملازمت کرنا، اسلامی مزاج کے خلاف ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" (اور مسلمان عورتیں تم لوگ اپنے گھروں کو لازم پکڑو اور جاہلیت اولی کی طرح سے بن سنور کر باہر نہ نکلو)۔

۹ - دوکان میں بحیثیت سیلز گرل کام کرنے میں یقیناً مردوں سے سابقہ زیادہ پڑے گا، لیکن آفسوں میں یکسوئی اور تنہائی جوان اور مشتہاۃ عورت کے لئے کچھ کم خطرناک نہیں، اس لئے دونوں طرح کا کام جوان اور مشتہاۃ عورتوں کے لئے جائز نہیں، البتہ کوئی عمر دراز عورت جو حد اشتہا سے متجاوز ہوچکی ہو وہ اس طرح کا کام اپنی ضرورت اور مجبوری کی بنا پر کرے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ دوکان اور آفس دونوں جگہ اختلاط لازم ہے، اور دونوں جگہ یہ ممکن ہے کہ جوان عورت کے ساتھ کوئی مرد اس وقت آملے جب کوئی تیسرا نہ ہو، اور حدیث پاک کے ارشاد کے مطابق شیطان ان کو گناہ میں مبتلا کردے اس لئے مسلمان لڑکیوں کو ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۱۰ - ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے لوگوں سے دور تنہا مستقل قیام کرنا

جائز نہیں چاہے وہ مقام اندرون ملک ہو یا بیرون ملک، شریعت نے ایک عورت کو حج جیسے مقدس فریضہ کے لئے تنہا جانے کی اجازت نہیں دی تو ملازمت کے لئے اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

عورتوں کی ملازمت اور ازدواجی اختلافات میں اس کا اثر

ڈاکٹر محمد الزحیلی ☆

☆☆ترجمہ: مولانا صفدر زبیر ندوی، مولانا محمد زکریا ازہری

اللہ تعالی نے انسانوں کو مردوں اور عورتوں سے پیدا کیا، چنانچہ مرد کو پہلے پیدا کیا، پھر اس سے عورت کو پیدا کیا، تا کہ ولادت اور نسل کا سلسلہ قائم ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: یا أیھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیراً ونساء۔ (سورۂ نساء/۱)۔

اللہ تعالی نے مرد و عورت کے درمیان شہوانی تعلق کو بھی پیدا کیا تا کہ زمین میں خلافت قائم ہو، اور نسل انسانی قیامت تک قائم و دائم رہے اور یہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس کام کو انجام دے جو جسمانی اور شہوانی وجود سے ہم آہنگ ہو، تا کہ انسانی تعمیر کی تکمیل ہو سکے اور تخلیق و ایجاد، اسی طرح خلافت اور ازدواج سے مقصود حاصل ہو سکے۔

اسی مقصود کو موکد کرنے کے لئے اللہ تعالی نے خاندان کے احکام مشروع فرمائے تا کہ لوگوں کو صحیح اور بہتر راستے کی رہنمائی کرے، اور آخرت سے پہلے دنیا میں امن و اطمینان، اتحاد، راحت و نیک بختی کو قائم کرنے پر ان کی مدد کرے، اور تا کہ ازدواجی تعلقات خاندان کی سلامتی کی تمنا، اور تعمیر و ترقی اور تعاون کے ذریعہ اس کے استحکام پر، اور آپسی مفاہمت اور محبت و ملائمت کے ساتھ آپسی میل جول کے دائرے میں ہو۔

☆ عمید کلیۃ الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ، جامعۃ الشارقۃ، الامارات العربیۃ المتحدۃ۔

اگر لوگوں نے اللہ کی شریعت کو چھوڑا، یا اس کے احکام میں کوتاہی کی، یا اس کے طریقہ سے روگردانی کی، یا اس کی تطبیق میں کھلواڑ سے کام لیا تو انتشار وافتراق، اختلاف ونزاع اور شروع ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن أعرض عن ذکری فإن له معيشة ضنكا ونحشره يوم القيامة أعمى، قال رب لم حشرتني أعمى وقد كنت بصيرا، قال كذلك أتتك آياتنا فنسيتها وكذلك اليوم تنسى.** (طٰہٰ ۱۲۴-۱۲۶)۔

اس الٰہی ہدایت اور نبوی راہنمائی نے مسلم خاندان اور اسلامی معاشرہ میں پوری تاریخ میں اور موجودہ زمانہ میں بہتر نتائج سامنے لائے ہیں۔لیکن درحقیقت صورتحال پوری طرح واضح نہیں ہے، اور مسلم معاشرہ اس طرح مثالی تو نہیں بن سکی ہے جیسا کہ فرشتوں کے معاشرہ میں ہے اور جو ہمیشہ ہمیش کی جنت میں ہوگا، تاکہ دنیا ابتلاء وآزمائش، نقصان وخوف، اضطراب واختلاف اور نزاع وافتراق کی جگہ کی حیثیت سے باقی رہے اور یہ دنیا کی حقیقی صورتحال ہے، جو مسلمانوں کی زندگی میں عام طور پر اور مسلم خاندانوں میں خاص طور پر ہے کبھی کبھی میاں بیوی کے جھگڑے سامنے آجاتے ہیں تو اس وقت ہدایت ورہنمائی، حل وعلاج کی ضرورت پڑتی ہے، اور زندگی کے مصائب ومشکلات بھی اس اختلاف وافتراق کو بھڑکانے میں معاون ہوتے ہیں، ان ہی میں سے عورت کا گھر سے باہر کام کرنے کے لئے جانا اور اسکی ملازمت ہے، اور اس کی وجہ سے ہی میاں بیوی کے اختلافات بھی ہوتے ہیں، اس کو ہم مندرجہ ذیل خاکہ کے مطابق پیش کریں گے:

بحث کا خاکہ:

بحث اول: خاندان اور عورت کی ملازمت پر مقدمہ

بحث دوم: ملازمت کرنے والی بیوی کے لئے شرعی احکام

بحث سوم: ملازمت کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان اختلاف

بحث چہارم: میاں بیوی کا اپنے حقوق کے استعمال میں ظلم برتنا

خاتمہ: نتیجہ بحث اور سفارشات

ہم اس مقالہ میں فقہی موازنہ کی منہج کی پابندی کریں گے، نصوص شرعیہ اور فقہاء کے نصوص کا تحلیل وتجزیہ کریں گے، نکاح، طلاق اور خاندان کے تعلق سے دراسہ اور حقیقی اور واقعی مشاکل کا تتبع واحاطہ کریں گے تاکہ اس دراسہ کا حقیقی صورتحال اور زندگی سے ربط پیدا ہوسکے۔

ہم اللہ سے توفیق وتعاون کا سوال کرتے ہیں اور اسی سے رشد وہدایت چاہتے ہیں اور اجر وثواب اور قبولیت عمل کی امید رکھتے ہیں، اور اسی پر اعتماد وبھروسہ کرتے ہیں اور تمام تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

بحث اول

عورت کی ملازمت اور خاندان

تمہید:

خاندان کی امیدیں بے شمار ہیں اور اسلام اور احکام شریعت میں نظریاتی اعتبار سے اور زندگی اور اسلامی سماج میں عملی طور پر اس کی شاندار نظیریں ہیں، لیکن اضطراب واختلافات نے اس کی صورت کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے، ان کو بیان کرنا، واضح کرنا، ان پر مناقشہ کرنا اور ان کا حل تلاش کرنا ضروری ہیں، موجودہ زمانہ میں انہی میں سے اب مخصوص مسئلہ عورت کی ملازمت اور اس سے پیدا ہونے والے مثبت ومنفی پہلوؤں کا ہے، جن کو ہم اس بحث میں ذیل کے فقروں میں بیان کریں گے۔

اول: زندگی کی صعوبتیں اور میاں بیوی کا فریضہ:

زندگی کی صعوبتیں بہت ہیں، اس لئے کہ زندگی بنیادی طور پر ابتلاء وآزمائش اور پریشانی ومشقت سے عبارت ہے جس سے کسی انسان کو چھٹکارا نہیں، لہذا وہ حرج وتنگی اور ایسی چیزوں سے بھی دوچار ہوگا جن سے اس کو خوشی نہیں ہوگی اور ایسے حالات سے سابقہ پڑسکتا ہے جو اس کے مزاج ومذاق کے خلاف ہو۔ اصل تو یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان پوری طرح باہمی

تعاون ہو،لیکن ہر وہ چیز جس کی آدمی تمنا کرتا ہے نہیں پاتا ہے۔

مرد کو گھر سے باہر کام کرنے میں اور لوگوں کے ساتھ معاملات کے دوران غم اور فکر لاحق رہتی ہے،جیسا کہ وہ گھر کے اندر ہر چہار جانب سے ذمہ داریوں، پریشانیاں اور مسائل سے دوچار ہوتا ہے، اسی طرح عورت اگر ملازم ہے تو اسے بھی ملازمت کی فکر اور اس کی پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، اگر وہ گھر کی مالکن ہے تو اس پر اس کی، بچوں اور شوہر کے دیکھ ریکھ کی ذمہ داری ہے، زمانہ کے مصائب ہیں اور اہل خانہ سے جدائی ہے۔

صعوبت و پریشانی، مشکلات و مسائل، ہموم وتفکرات اور تنگی و بحران کے وقت ہی میاں بیوی میں سے ہر ایک کا کردار دوسرے کے تئیں سامنے آتا ہے اور یہ صبر وقناعت، ایثار و قربانی،عطا وبخشش، انس ومحبت اور بہتر وصالح زندگی تک پہنچنے کے لئے باہمی متبادل عملی، نفسیاتی، جذباتی، اور وجدانی مشارکت کے ذریعہ ہوگا۔

دوم: ازدواجی اختلافات:

میاں بیوی کے درمیان اختلافات ایک امر حقیقی ہے بلکہ یہ فطری اور جبلی ہے، اور اس کے متعدد نفسیاتی، معاشرتی، داخلی وخارجی، معنوی ومادی اور جسمانی ووجدانی اسباب ہیں۔

اسباب اختلافات میں سے جو کہ موجودہ زمانہ میں زیادہ ہیں اور سنگین رخ اختیار کرتے جارہے ہیں تا کہ وہ ایک سماجی ایشو بن جائے،شوہر اور ملازمت کرنے والی بیوی کے درمیان اختلافات ہیں، دونوں کا اختلاف خاص طور پر ملازمت اور بیوی کو ملنے والی تنخواہ سے متعلق ہوتا ہے اور یہی محل بحث ہے، اس اشکال سے چند اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱- میاں بیوی کے درمیان مالی ذمہ داریوں سے الگ ہونے کی حد کیا ہے؟

۲- بیوی کو شوہر کے گھر میں رکے رہنے اور شوہر پر اس کے نفقہ کے وجوب کی وجہ کیا ہے؟

۳- کیا عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ خاندان کے افراد کے لئے وقت نہ دے پانے

کے مقابلہ گھر کے بجٹ میں حصہ دار بنے؟

۴- بیوی کو ملازمت چھوڑ دینے پر مجبور کرنے میں شوہر کے حق کی کیا حد ہے؟

۵- بیوی کو اپنی تنخواہ کا ایک حصہ دینے کا پابند بنانے میں شوہر کے حق کی حد کیا ہے؟

۶- کیا بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی ملازمت پر باقی رہنے کی شرط لگائے؟

۷- میاں بیوی میں سے ہر ایک کا اپنے حق کے استعمال کی حدود کیا ہیں؟

ان تمام امور کو انشاء اللہ ہم پیش کریں گے اور قرآن وسنت اور احکام شریعت کی روشنی میں ان کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

سوم: میاں بیوی کے درمیان اختلاف کے اسباب:

بلاشبہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف کے اسباب فطری اور معاشرتی ہیں، کبھی یہ قبولیت کی حد میں ہوتے ہیں، کبھی حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں، اس کے اسباب بہت سے ہیں جن میں اہم دو ہیں:

۱- میاں بیوی کے درمیان مذہبی، فکری، ثقافتی اور معاشرتی ناموافقت، خواہ اس میں زندگی میں فکری اور ثقافتی سطح کے اختلاف کی وجہ سے اور سماج میں متعدد ثقافتوں اور تہذیبوں کے نتیجہ میں پائی جانے والی شخصی اور طبعی عدم توافق ہو یا روحانی اور جذباتی ناموافقت ہو۔

یکسانیت سے باہم قربت اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اختلاف سے نفرت اور کراہیت پیدا ہوتی ہے، پھر یہی میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور وسائل وذرائع اور اغراض و مقاصد اور حقوق وواجبات میں جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

۲- اقتصادی اسباب، جس میں مثبت یا منفی طور پر اور مطلوب یا ممنوع کے اعتبار سے عورت کا عمل ہی نمایاں ہوتا ہے، خاص طور پر میاں بیوی کی مادی/مالی سطح، یا دونوں کے خاندانوں کی مالی سطح مختلف ہونے کی وجہ سے یہ چیز سامنے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہائے حنفیہ نے عقد نکاح کے لازم ہونے کے لئے مالی کفاءت کو شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ لوگ مالداری پر فخر

کرتے ہیں اورفقر سے عار محسوس کرتے ہیں (حاشیہ ابن عابدین ۳/۹۰)۔

یہ اقتصادی سبب آج کی زندگی میں سب سے نمایاں رول ادا کررہا ہے، جس کی پوری توجیہ مغرب کی اندھی تقلید، مادی فلسفہ اور مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر انانیت اور مادی منفعت کی طرف ہے۔

چہارم: میاں بیوی کے لئے حفاظت کی گارنٹی اور بچاؤ کے طریقے:

خواہش نفس بعض لوگوں کو مطلق العنان بنادیتی ہے اور عقل وفکر اور حق وصواب کے راستہ سے رشد وہدایت کو ختم کردیتی ہے، پھر وہ اختلاف کی آگ کو بھڑکاتی ہے، اس کے انگارے کو دہکاتی ہے، لڑائی جھگڑے کو ہوا دیتی ہے، پھر تو دشمنی اور نزاع واختلاف شروع ہوجاتا ہے۔

اسی لئے قرآن کریم نے پہلے ہی زوجین کے درمیان حفاظت کی گارنٹی اور بچاؤ کے راستے اور دونوں کے درمیان دوبارہ موافقت پیدا کرنے کے طریقے بتادیئے ہیں، اس سلسلہ میں بہت سی آیات ہیں جو اندرون خانہ سے شروع ہوتی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ عورت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: "وإن امرأة خافت من بعلها نشوزاً أو إعراضاً فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهماصلحا، والصلح خير، وأحضرت الأنفس الشح، وإن تحسنوا وتتقوا فإن الله كان بما تعملون خبيرا" (النساء ۱۲۸)، پھر خطاب الٰہی مردوں سے ہوا اور ان کو بڑی ذمہ داری دی، ان کو قوام بنایا اور انہیں اس کو بہتر طریقے سے انجام دینے کا مکلّف بنایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليا كبيرا۔ (نساء ۳۴)۔ اگر معاملہ نہ رکے اور خطرہ بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک خارجی وسیلہ کی طرف رہنمائی کی کہ تحکیم کے ذریعہ دونوں

کے درمیان اصلاح کی جائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **فإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكمامن أهله وحكما من أهلها، إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما، إن الله كان عليماً خبيراً**۔ (نساء/۳۵)۔

اسی طرح قولی وعملی احادیث ہیں، پھر احکام شریعت ہیں جن سے درستگی اور ہدایت اور سیدھے راستہ کی رہنمائی حاصل کی جائے، زوجین کو مکمل تحفظ حاصل ہو، مقصد یہ ہے کہ زوجین کا بندھن مضبوط رہے، یہ امید بھی ہے کہ ازدواجی زندگی کے جو اہداف ہیں وہ بھی حاصل ہوں، تاکہ خاندان اس کے بعد سماج اور قوم کے لئے سعادت وخوشحالی کی ضمانت ہو۔

پنجم: مرد کی عورت پر قوامیت:

مرد کی عورت پر قوامیت قرآن کریم سے ثابت ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض، وبما أنفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله** (نساء/۳۴)۔

المعجم الوسیط میں ہے: القوامة یعنی معاملہ یا مال کی نگرانی کرنا ہے، یا کسی معاملہ کا ولی بننا ہے (**المعجم الوسیط**: ۲/ ۷۶۸، مادۂ قوم)۔ چنانچہ مردوں کو عورتوں پر ولایت حاصل ہے، جیسا کہ والی اپنی رعایا کی نگرانی کرتا ہے۔

اس آیت سے قوامیت کے بعض اسباب کی صراحت ہوتی ہے، مثلاً:

۱- مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے اور یہ افضلیت مرد میں پائی جانے والی حقیقی صفات کی وجہ سے ہے، جیسے علم، کمائی پر قدرت، طاقت، عزم ویقین، حسن تدبیر اور معاملات میں تصرف کرنا وغیرہ ہے۔

۲- مرد کو عورت کو مہر دینے کا مکلف بنانا ہے اور اس کو بیوی وخاندان کا خرچ اٹھانے کا مکلف بنایا گیا ہے۔

اس کے نتیجہ میں صالح عورتیں فرمانبرداری کرنے والیں، شوہروں کے حقوق

ادا کرنے والیاں، اور شوہروں کی عدم موجودگی میں اپنے گھروں میں غیبوبت کے مواقع کی حفاظت کرنے والیاں ہیں، شوہروں کی عدم موجودگی کی صورت میں جن کی حفاظت ان پر واجب ہے یعنی عزت وعصمت، اموال و اولاد کی حفاظت کرتی ہیں (تفسیر طبری: ۵/ ۵۸، الکشاف للزمخشری: ۱/ ۵۲۳، تفسیر القرطبی: ۵/ ۱۶۸، تفسیر المنار: ۵/ ۶۹)۔

ایک دوسری آیت میں اس مفہوم کی تاکید آئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف، وللرجال علیھن درجة، واللہ عزیز حکیم" (بقرہ: ۲۲۸)۔ زمخشری کہتے ہیں: درجہ کا معنی حق کا زائد ہونا ہے اور فضیلت ہے......... مرد کا عورت کی نگہبانی کی وجہ سے یا عورت کے مصالح میں اس کے خرچ کرنے کی وجہ سے اس کو فضیلت حاصل ہے۔ (الکشاف: ۱/ ۳۶۶)۔

ششم: عورت کا کام کرنا:

عورت کے کام کے بارے میں گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بیان کریں، اول: عورت کا اصلی کام، دوم: گھر سے باہر کے کام، پھر اس کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے اثرات:

الف:-عورت کا اصلی کام:

عورت کا اصلی کام اپنے گھر میں کام کرنا ہے اور یہ ایسا مقدس عمل ہے جو فطری، سماجی، ازدواجی اور عائلی وظیفہ/ کام سے جڑتا ہے، یہ ایک عظیم عبادت ہے، اس میں بڑا اجر ہے، اس عمل کا اظہار چار پہلوؤں سے ہوتا ہے:

۱- ازدواجی پہلو سے، یہ گھر اور خاندان میں میاں بیوی کا رہنا سہنا اور محبت ومودت اور سکون واطمینان کا حاصل کرنا ہے اور یہ بیوی کی اپنے شوہر کے تئیں ذمہ داری ہے۔

۲- حاملہ ہونا اور بچے جننا، اس کے بعد رضاعت وحضانت کا مرحلہ ہے، اسی سے متعلق حیض ونفاس کا معاملہ ہے، یہ تمام امور عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، ان میں مرد کسی صورت میں عورت کا ساتھ دے ہی نہیں سکتا، یہ ممتا کا عمل ہے۔

۳-اولاد کی پرورش وتربیت، یہ بچپن اور بچے کے شروع کے برسوں کے ساتھ خاص ہے اس کا وافر حصہ اوراولیت ماں کو حاصل ہے اور یہ حضانت وتربیت کا عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر شفقت ومحبت، رحمت ومہربانی اورصبر وبرداشت کا مادہ ودیعت کررکھا ہے، ماں کے علاوہ کوئی اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

۴-شوہر کے گھر، مال، آبرو کی حفاظت، اور یہ نگہبانی وامانت اورحفاظت کا عمل ہے، سابقہ وظائف کا ہر پہلوعورت سے محنت ومشقت اورتوجہ چاہتا ہے، جس کے لئے پوری طرح فراغت اورکافی وقت اورلازمی محنت چاہئے، جو اس کی طاقت وقوت کوروز بروز کم کرتی رہتی ہے، اس کے خالی اوقات کومشغول رکھتی ہے، سماج اورقوم میں اس کی حیثیت، اس کے وجوداور اس کی شخصیت کوثابت کرتی ہے۔

ب:-گھر سے باہرعورت کا کام:

عورت کے پاکیزہ اصلی عمل کا اکثر حصہ ایسی شادی شدہ عورت سے متعلق ہے جو بچے والی ہواورحضانت وتربیت کے مرحلہ میں ان کی پرورش وپرداخت میں لگی ہو۔

لیکن ایسی عورت کے بارے میں کیا ہونا چاہئے جس نے سرے سے شادی ہی نہیں کی، یا طلاق شدہ ہے، یا جس کا شوہر مرچکا ہے، اوراس کی کوئی اولاد نہیں ہے، یا ایسی بیوی جس کے کوئی بچہ ہی نہ ہوا ہو، یا ایسی ماں جس کے بچے بڑے ہوچکے ہوں اوروہ بچے ماں کی حضانت اوراس کی نگہبانی سے مستغنی ہوچکے ہوں؟ تواب اس کے پاس محدوداورتھوڑا کام رہ جاتا ہے، اس کے پاس کوئی ایسابڑا کام نہیں ہوتا جس سے اس کا وقت مشغول رہے، تو اس وقت دوسرے مرحلہ میں گھر سے باہر کام کرنے کا نمبر آتا ہے۔

اسی طرح کوئی شادی شدہ عورت اوربچوں کی پرورش وپرداخت کرنے والی ماں کبھی بیوہ ہوجائے اوراس کے لئے اور نہ اس کے بچوں کے لئے کوئی آمدنی کا ذریعہ ہو، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر زندہ ہے، لیکن اس کی آمدنی بہت محدود ہے اور بیوی کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے

شوہر کی مدد کرے اور اس کو سہارا دے، تو یہاں عورت گھر سے باہر دوسرا کام کرسکتی ہے۔

اسی طرح زوجین کے درمیان مشترک جذبات عورت کو اپنے شوہر کا ساتھ دینے کے لئے کھیت میں، باغ میں، کارخانہ میں اور دوسرے مشروع کاموں میں کام کرنے پر ابھارتی ہیں۔

یہ تمام امور گھر سے باہر عورت کے کام کرنے کی مشروعیت کو ثابت کرتے ہیں اور اس کی تائید میں بہت سے دلائل ہیں جو کتاب وسنت، سیرت نبویہ اور عمل صحابہ میں وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی کام کرنے والی دو بیٹیوں کا ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ولما ورد ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون، ووجد من دونهم امرأتين تذودان، قال: ما خطبكما؟ قالتا لانسقي حتى يصدر الرعاء، و أبونا شيخ كبير۔** (القصص/۲۳)۔

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوتے تھے، ہم مجاہدین کی خدمت کرتے تھے اور مقتولین اور زخمیوں کو مدینہ لے کر آتے تھے۔ (بخاری: ۳/۱۰۵۴ وما بعد، رقم: ۲۷۲۷ باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو)۔

اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی، قافلہ میں قافلہ والوں کے پیچھے رہتی، ان کے لئے کھانا بناتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ (مسلم: ۱۲/۱۹۴، رقم ۱۸۱۲، کتاب الجہاد، باب غزوۃ النساء مع الرجال)۔ یہ جنگوں میں فوجی اور عسکری خدمت ہے، تو بدرجہ اولیٰ اس کے علاوہ خدمات کی اجازت ہوگی، مثلاً نرسنگ کی خدمات ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میری خالہ کو طلاق ہوگئی، تو انہوں نے چاہا کہ باغ میں جاکر درختوں سے کھجور توڑیں تو انہیں ایک آدمی نے نکلنے سے منع کردیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپؐ نے فرمایا: بلکہ تم اپنے درختوں سے کھجور

توڑو، شاید کہ تم صدقہ کرسکو یا کوئی خیر کا کام کرسکو (مسلم: ۱۰/ ۱۰۸، رقم ۱۴۸۳، ابوداؤد: ۱/ ۵۳۵، احمد: ۳/ ۳۴۱)۔ یہ زراعتی اور کاشتکاری کے کام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی ایک باندی تھی جو بکریوں کو سلع پہاڑی کے پاس چرایا کرتی تھی، ایک دن ایک بکری کو کچھ ہوگیا تو اس نے اس بکری کو پکڑا اور پتھر سے ذبح کرڈالا، نبیؐ سے اس بکری کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے کھاجاؤ (بخاری: ۵/ ۲۰۹۵، رقم: ۵۱۸۳)۔ یہ چرواہی اور ذبح سے متعلق کام ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا صنعت سے لگی ہوئی تھیں اور اس سے کماتی تھیں، تو انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں ہنر والی ہوں، کچھ کچھ بنا کر اس کو بیچتی ہوں اور اس کے علاوہ نہ میرے لئے اور نہ میرے شوہر کے لئے، اور میرے بچوں کے لئے کوئی آمدنی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تم ان پر خرچ کرو اس میں تمہارے لئے اجر ہے (مسند احمد: ۶/ ۴۹۳، نیز دیکھئے: بخاری: ۵/ ۲۰۵۴، رقم: ۲۰۵۴، مسلم ۷/ ۸۷، رقم: ۱۰۰)۔

سنت نبوی میں بہت سے نصوص ہیں جو گھر سے باہر عورت کے کام کرنے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور تاریخ اسلامی میں بھی ایسے واقعات مذکور ہیں کہ عورتیں ضرورت کے وقت گھر سے باہر جاکر بیع وشراء کا عمل انجام دیتی تھیں، بعض اوقات جب ضرورت ہوتی تھی عورتیں اپنے شوہروں کے زراعتی، صنعتی اور تجارتی کاموں میں تعاون کرتی تھیں۔

عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گھر سے باہر کام کرے لیکن شرط جو مرد وعورت دونوں کو شامل ہے، یہ ہے کہ احکام شرعیہ اور اسلامی آداب کی پابندی کرے، خاص طور پر حجاب اور حیاء کو لازم پکڑے اور اجنبی مردوں سے خلوت میں ملنے سے گریز کرے۔

عورت کو ان کاموں میں ترجیح دی جائے جو اس کے مناسب حال ہوں اور جن میں ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کی حیثیت سے اس کی کرامت وشرافت اور عفت وپاکیزگی محفوظ رہے،

جیسے نرسنگ، تعلیم وتربیت، طب، حضانت اور تدریس کے کام۔

آج کے دور میں عورت کے گھر سے باہر کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عمومی یا خصوصی ادارہ یا کمپنی سے لگے، اپنے رشتہ داروں سے الگ تھلگ ہو، تا کہ وہ اپنے کام کے مقابلہ میں اجرت حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر کام کرے، اس میں ان کاموں کو نہیں شامل کیا جاتا جنہیں ایک عورت دیہات یا کاشت کے علاقوں میں اپنے شوہر اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ اپنی مکمل اور مسلسل شراکت کے ساتھ انجام دیتی ہے۔

گھر کے اندر یا گھر کے باہر بہت سے ایسے کام ہیں جو عورت کے اپنے اصلی کام کے منافی نہیں ہے، مثلاً عورت محدود اوقات میں کہیں معلم یا نرس، یا طبابت کا کام کرے تو اس سے اس کے گھر کے کام، اولاد کی تربیت اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لہذا وہ اپنے اصلی کام اور اپنے ملازمتی کام دونوں کو انجام دے سکتی ہے۔

فقہاء نے عورت کو گھر سے باہر کام کرنے کی اجازت دی ہے اگر اس کے اسباب پائے جائیں، چنانچہ شافعیہ کہتے ہیں: اگر شوہر تنگ دست ہو کام نہ کرتا ہو اور نہ نفقہ ادا کرتا ہو، تو عورت کو نکلنے کا حق ہے تا کہ وہ کام کر کے نفقہ حاصل کر سکے، شوہر کو اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہوگا، اس لئے کہ منع کرنا نفقہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ امام نوویؒ کہتے ہیں: عورت کا شوہر کے نفقہ نہ دینے کی مدت میں گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، تا کہ وہ کام کر کے یا تجارت کر کے یا بھیک مانگ کر اپنا نفقہ حاصل کر سکے، وہ مزید کہتے ہیں: نفقہ نہ دیئے جانے کے دوران عورت کو نکلنے کا حق ہے تا کہ وہ نفقہ حاصل کرے۔ (الروضہ: ۹/۷۸، المنہاج ومغنی المحتاج: ۳/۴۴۵، نیز دیکھئے: المجموع: ۲۰/۱۶۸، المہذب: ۴/۶۱۸)۔

حنابلہ کہتے ہیں: اگر شوہر کے لئے نفقہ ادا کرنا دشوار ہو تو بیوی کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ یا تو نکاح فسخ کرا لے یا اس کے ساتھ رہے، اور شوہر اس کو کام کر کے آمدنی حاصل کرنے سے منع نہیں کرے گا، لیکن اگر نکاح فسخ نہ ہوا ہو تو شوہر اپنی تنگی کے ساتھ اس کو روک نہیں رکھے گا، اس لئے کہ اس طریقہ سے اس کو نقصان پہنچانا ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کو اسی وقت روکے رکھنے کا مالک

ہوگا جبکہ وہ اس کو بقدر کفاف نفقہ دے اور بنیادی ضروری چیزوں سے اس کو مستغنی کردے۔ (الروض المربع: ۶۲۲، الممتع فی شرح المقنع: ۳۸۹/۵-۳۸۰)۔

ہفتم: عورت کا گھر سے باہر کام کرنے کے اثرات:

گھر سے باہر عورت کے کام کرنے سے اہم نتائج سامنے آتے ہیں، خواہ یہ ایجابی ہوں یا سلبی اور ان میں سے اکثر شوہر اور ملازمت کرنے والی بیوی کے درمیان اختلافات کو بڑھاوا دیتے ہیں، مرتب ہونے والے اہم اثرات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حریت اور آزادی: ملازمت کی ذمہ داریوں کے نتیجہ میں ملازم عورت کے دل میں مرد کی تابعداری سے آزادی کی بات پیدا ہوجاتی ہے، خواہ یہ صحیح اسلامی صورت میں ہو، یا شاذ روایتی موروثی صورت میں ہو، عورت شوہر کے معاملہ میں عام طور پر اور معاشی پہلو سے خاص طور پر آزاد ہونے کا احساس کرنے لگتی ہے، یہاں تک کہ یہ سوچ ترقی کی علامت بن گیا ہے، یہ ایک ہدف ہے جس کے پیچھے چلا جاتا ہے، گویا عورت شوہر سے ایک طرح سے آزاد ہے اور میاں بیوی کے درمیان اس اصول کہ ''جو میرا ہے وہ تمہارا ہے'' کے بدلے ''یہ میں ہوں اور یہ میرا ہے'' کا اصول سامنے آنے لگتا ہے۔

عورت کا معاشی طور پر آزاد ہونے کا مطلب مغربی عورت سے مشابہت اور اس کا ساتھ دینا ہے جو خرچ دینے میں شوہر کا حصہ دار ہوتی ہے یہاں تک کہ کھانے، پینے اور رہائش میں بھی۔

اس آزادی کے احساس کی وجہ سے بہت سے منفی نتائج سامنے آتے ہیں، جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ طلاق کی نسبت بڑھ رہی ہے، اس لئے کہ ملازمت عورت کو ایسا بنادیتی ہے کہ عورت کا باپ یا شوہر سے کوئی تعلق نہ رہے خواہ وہ کفالت کا تعلق ہو یا نفقہ کی ضرورت سے متعلق ہو۔

۲- مرد کی قوامیت سے آزادی: خواہ یہ صحیح اسلامی صورت میں ہو یا غلط رائج شکل میں

ہو،عورت اپنے شوہر سے برابری اور حصہ داری کی طرح کا معاملہ کرنے لگتی ہے اور یہ سمجھنے لگتی ہے کہ ملازمت کی ہی وجہ سے اس کو اپنی شناخت ملی ہے اور مثبت ہو یا منفی، سماجی تعلقات وسیع ہوئے ہیں اور یہی سوچ وفکر زندگی میں بے سکونی واضطراب کا سبب بنتی ہے، جیسے کسی ایک مدرسہ کو دو مدیر چلا رہے ہوں، ایک گاڑی کو دو آدمی ڈرائیو کر رہے ہیں، اور ایک جہاز کو بیک وقت دو پائلٹ اڑا رہے ہوں، یہی سوچ بیوی کو شوہر کے خلاف سرکشی پر اور مرد کی قوامیت کو قبول نہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

۳- ازدواجی زندگی میں زوجین کا ایک دوسرے کے لئے مکمل ہونے کے مفہوم میں ٹکراؤ ہوا جس کی وجہ سے گھر کے اندر اور باہر میاں بیوی کے درمیان کاموں کی تقسیم کی جاتی ہے اور بچوں کی پرورش اور دیکھ ریکھ کے لئے باری لگائی جاتی ہے۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ اس صورتحال کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عورت کے معاشی استقلال نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا ہے، وہ قدیم اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے، اب اس نئے قاعدہ سے بدل گیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے، اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی میں بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی ربط ایسا باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پر مجبور کرتا ہو (پردہ: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ص: ۲۱)۔

۴- گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کبھی کبھی تعاون کے اصول کا معطل ہو جانا ہے جس کی وجہ سے میاں بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے تعاون اور راحت وآرام کے لئے فدا ہو جانے کے تعلق سے دوسرے کنارے پر کھڑا نظر آتا ہے۔

۵- میاں بیوی کے درمیان اعتماد کا فقدان، ملازمت کرنے والی عورت ازدواجی رازوں، شوہر کے ساتھ جھگڑوں اور گھر کے حالات کے بارے میں جھوٹ یا سچ اپنے دوستوں سے بتاتی رہتی ہے، اسی طرح دوسری عورت بھی اس سے بتاتی ہے، پھر وہ اپنے شوہر اور اپنی

دوستوں کے شوہر جو اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور حقیقت کو چھپا لیتے ہیں، کے درمیان موازنہ کرنے لگتی ہے اور اس طرح اس کے دل میں شک وشبہ در آتا ہے اور اپنے شوہر پر اعتماد و بھروسہ کم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح شوہر بھی اپنی بیوی پر دوسرے ملازمین اور کام کرنے والوں سے تعلق کی وجہ سے شک کرنے لگتا ہے اور جب وہ اپنی آفس یا کمپنی میں ملازمت کرنے والے مرد وعورتوں کو اپنی نظروں سے دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان تعلقات کس طرح قائم ہوتے ہیں تو اس کا شک اپنی بیوی کے تئیں مزید بڑھ جاتا ہے۔

۶- ازدواجی اختلافات، یہ سب سے اہم اور خطرناک نتیجہ ہے، اور یہی بحث کا موضوع ہے، سابقہ آثار کی بنیاد پر شوہر اور ملازم بیوی کے درمیان اختلافات ظاہر ہوتے ہیں اور گہرے ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ تکلیف دہ حد تک پہنچ جاتے ہیں جن کی وجہ سے بہت برے نتائج سامنے آتے ہیں اور اخیر میں علاحدگی ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ معاشرہ میں پھیلنے والی وبا کی شکل اختیار کرچکی ہے جس کا مقابلہ کرنے، اس کو نوٹس کرنے اور اس کے لئے مناسب حل کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

۷- گھر کے اندر اور باہر عورت کو دوگنے کام کرنے کا مکلّف بنانا، چنانچہ عورت اپنا وقت، قوت وطاقت کام میں صرف کرتی ہے، پھر وہ تھکی تھکائی گھر پہنچتی ہے تو وہ گھر شوہر اور بچوں کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے پر مجبور ہوتی ہے لہٰذا عورت یا تو تھک کر چور چور ہوجاتی ہے یا برابر کام نہیں کرپاتی ہے، اس کی وجہ سے گھر میں بک جھک ہونے لگتی ہے، بچوں پر برے اثرات پڑتے ہیں، اور پھر نفسیاتی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔

۸- گھر سے باہر کسی مسلم عورت کا کام کبھی ایک محور پر نہیں رہا اور نہ اس کی صحیح سالم حدود متعین ہوئیں، اس میں صحیح غلط سب کچھ گڈمڈ ہوتا رہتا ہے، کام کی نوعیت کے تعلق سے بہت سی خلل اندازیاں اور مغالطے بھی ہوتے رہتے ہیں، جن کی وجہ سے ازدواجی تعلقات میں استحکام، بچوں کی تربیت اور مضبوط سماجی تعلقات کی استواری میں برا اثر پڑتا ہے۔

۹- سماج میں بیکاری کا اضافہ ہونا، عرب اور مسلم ممالک میں کام کرنے والے افراد کی کثرت ہے اور کام کے مواقع کم ہیں اور جب بہت سارے کاموں کی ذمہ داری عورت کو دی جائے اور کمپنیوں میں سکریٹری کی جگہ مردوں کے بجائے پرعورتوں کو ترجیح دی جائے، تجارت و اشتہارات وغیرہ میں عورت کی نسوانیت اور اس کی خوبصورتی کو غنیمت سمجھ کر جگہ دی جائے تو خالی بیٹھے مردوں اور نوجوانوں کو کام کے مواقع نہیں ملیں گے۔

۱۰- بچوں کو اجنبی مربیہ کے حوالہ کرنا، جو عام طور سے یا تو ان پڑھ ہوتی ہیں یا مغربی یا کسی اور تہذیب کی حامل ہوتی ہیں، وہ بچوں کی تربیت، زبان، دین و مذہب، اخلاق، یہاں تک کہ ان کی غذا سے کھلواڑ کرتی ہیں، کبھی کبھی بچوں کی طرف سے انتقام کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ بچوں کو ماں کے دودھ، غذا، اور اس کی شفقت و محبت (جس کا بدل ممکن نہیں) سے محروم کرنے کا سبب ہوتی ہیں۔

۱۱- زوجین کے درمیان الفت و محبت اور سکون و اطمینان کا ختم ہو جانا یا ان میں کمی آجانا، اس لئے کہ وہ دونوں تھکے تھکائے گھر پہنچتے ہیں اور دونوں اس بات کے محتاج ہوتے ہیں کہ یا تو وہ گھر کا کام کریں یا مستقل آرام کریں، چنانچہ دونوں کے درمیان ازدواجی تعلقات میں کمی آنے لگتی ہے۔

۱۲- بیوی کی ملازمت کرنے کی وجہ سے بچوں پر برے اثرات کا مرتب ہونا، خواہ یہ عورت کی غیر موجودگی کے وقفہ میں ہو، یا دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ہو، یا ملازمت کی وجہ سے زوجین کے درمیان تنازع کی صورت میں ہو، سوشل سائنس میں یہ بات طے ہے کہ جن بچوں کی پرورش جھگڑالو ماں باپ کے سائے میں ہو ان کے خیالات پراگندہ اور وہ نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے خاندان بکھر جاتا ہے اور ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے اور بچے بگڑ جاتے ہیں۔

۱۳- بلاشبہ یہ اثرات حتمی اور طے شدہ نہیں اور کبھی کبھی واقع ہوتے ہیں اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، جیسے غریب گھرانوں میں ہو، یا سماجی ماحول یا زندگی کے معیار کے مطابق

ہو، میاں بیوی کے درمیان مفاہمت ہوجائے اور گھر سے باہر کام کرنے پر اور گھر کے اندر کام کی تقسیم پر پہلے ہی اتفاق ہوجائے، اس کے ساتھ ساتھ دونوں کے درمیان احساس وشعور میں ہم آہنگی ہو اور دونوں میں سے ہر ایک بچوں کی خاطر اور مستقبل کی خاطر قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔

۱۴-عورت کے کام کے عام طور پر اور گھر کے باہر کام کرنے کے خاص طور پر مثبت اثرات بھی ہیں، مثلاً سماجی اور معاشی ترقی میں اس کا حصہ ہوتا ہے عمومی آمدنی میں اضافہ ہوجاتا ہے، شوہر کے مالی بوجھ کو اٹھانے میں مشارکت ہوتی ہے اور کام کرنے والے افراد کو باہر سے بلانے کے بدلہ آپس میں مل کر کام کرنے والے ہاتھ گارنٹی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

اس کے متعدد منفی اثرات بھی پڑتے ہیں، کچھ اثرات شوہر پر پڑتے ہیں جبکہ بیوی پر کچھ جسمانی اور نفسیاتی اثرات پڑتے ہیں، اور اس سے اہم یہ ہے کہ اولاد پر اس کا منفی اثر پڑتا ہے، عورت کے ملازمت کی وجہ سے جو سب سے خطرناک اثر پڑتا ہے وہ اختلاف کا پیدا ہونا ہے جس کی وجہ سے طلاق تک کی نوبت آجاتی ہے، یا زوجین کے درمیان اکثر نزاع اور کشیدگی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا ہوجاتا ہے۔

بحث دوم

ملازمت یا مزدوری کرنے والی بیوی کے شرعی احکام

اسلامی قانون کے ماہرین نے بیوی کے اپنے گھر کے اندر بنیادی اور ضروری ذمہ داریوں کے متعلق شرعی احکامات کا ذکر تو بکثرت کیا ہے اور ان کے کاموں میں درپیش احوال کی طرف مختصراً اشارہ بھی کیا ہے، لیکن موجودہ دور میں عورتوں کی ملازمت یا کام کرنے کے عام رواج نے عورتوں کے متعلق بالعموم اور بیویوں کے متعلق بالخصوص ڈھیر سارے مسائل پیدا کردئے

ہیں، جن میں سے چند کا ذکر پہلی بحث کے ابتدائی فقروں میں کر چکے ہیں اور انہیں میں سے درجہ ذیل یہ ہیں:

نمبر ۱:-بیوی کے مال کی حفاظت وضمانت:

نکاح کر لینے اور مرد کا بیوی پر قوامیت حاصل کرنے سے نہ تو اس عورت کا تشخص ختم ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے وجود واہلیت میں تبدیلی آتی ہے اور نہ ہی اختیارات ختم ہوجاتے ہیں، اسلام عورت کے مال اور اس کی اہلیت کو اسی کے لئے مستقل طور پر قانونی تحفظ وضمانت فراہم کرتا ہے، چاہے وہ عورت مسلم ہو یا غیر مسلم، بیوی ہو یا نہ ہو، لہذا وہ اپنی کمائی ہوئی دولت آمدنی یا دیگر املاک میں تصرف کا پورا حق رکھتی ہے اور بغیر عام شرعی موانع کے (جن میں مرد وزن یکساں ہیں) اسے حق تصرف سے روکا نہیں جا سکتا۔

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بالعموم عورت اور بالخصوص بیوی حقوق و فوائد کے حصول اور عبادات ومعاملات کے تعلق سے دیگر دینی ودنیوی حقوق ولوازمات کے مطالبات میں مستقل بالذات حیثیت رکھتی ہے، وہ اپنی دولت کی مالک مختار ہے وہ چاہے تو بلا روک ٹوک اور خوش دلی کے ساتھ جیسے چاہے اسے خرچ کرسکتی ہے، شوہر کا اس کے مال پر کسی طرح کا تسلط نہیں رہتا، وہ وراثت، وصیت، ہبہ اور مہر کے اندر جائز ملکیت کے ذرائع سے فائدہ بھی حاصل کرسکتی ہے اور کمائی بھی کرسکتی ہے، اسے دیگر مردوں کی طرح اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، اس کے لئے شوہر یا کسی اور سے مال کے استعمال اور تصرف میں مخصوص اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

فقہاء نے انوثت کو نہ تو عورت کی اہلیت میں رکاوٹ قرار دیا ہے اور نہ ہی اس سے اہلیت میں کمی آتی ہے اس طور پر شوہر اور بیوی، ملکیت، دولت، آمدنی اور دیگر تصرفات میں مکمل الگ الگ ہیں اور عقد نکاح مہر اور مقرر کردہ شرعی نفقہ کے علاوہ ملکیت اور آمدنی کے معاملہ میں زوجین میں سے کسی پر حق متعین نہیں کرتا۔

اسلام شوہر اور بیوی کے درمیان مالیاتی تعلقات کو منظم شکل میں پیش کرتا ہے، اس نے شوہر اور بیوی دونوں کے مالوں کے درمیان الگ الگ حدود متعین کئے ہیں اور یہ دو الگ الگ شخص کے درمیان تعلق کی مانند ہے، عورت کو اپنے مہر میں تصرف کا مطلق حق حاصل ہے، نیز قرآن کریم سے ثابت شدہ مال وراثت میں شوہر اور اقارب کی جانب سے حاصل شدہ مال وراثت میں مکمل حق حاصل ہے، اسی طرح مانند شوہر تحفہ تحائف کے لینے دینے، صدقہ اور زکوۃ کے حصول و ادائیگی، شرعی معاملات کے راستے سے اپنی ملکیت حاصل کرنے، ملکیت سے دستبردار ہونے اور معاہدات کو برتنے (بہ استثناء عقد نکاح کے کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے) اور جس کام کو چاہے اسے اختیار کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ گھر سے باہر نکل کر کام کرنے میں (جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے) کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بشرطیکہ وہ اپنے دین واخلاق اور عزت وناموس کی حفاظت کرے تو اس کے اپنے مال ودولت اور اعمال وسلوک میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔

پتہ چلا کہ عورت کا تشخص شادی کے بعد ختم نہیں ہوتا، نہ تو اس کے نام میں جیسا کہ یوروپین سماج میں رائج ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت میں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے، ''یقیناً عورتیں مردوں کی ہی صنف سے ہیں'' (ابوداؤد ۱/ ۵۴، ترمذی ۱/ ۶۸۔۳ وغیرہ عن عائشہؓ مرفوعاً)، اور جیسا کہ آیت کریمہ میں گزر چکا ہے ''ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف، وللرجال عليهن درجة'' (البقرة: ۲۲۸)، عورتوں کا بھی وہی حق ہے جو ان پر حق ہے شرعی دستور کے مطابق اور مردوں کو ان کے اوپر یک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

۲- بیوی کو گھر میں روکے رکھنا اور شوہر پر اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری:

عورت کے مال کی حفاظت وضمانت اور اس کی مکمل اہلیت اور وجوبی دونوں شریعت کے عام بنیادی اصول ہیں، لیکن اگر عورت شادی کر لیتی ہے تو اس پر کچھ نئے احکامات جاری ہو جاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حکم شوہر کا بیوی کو گھر میں روکنے کا حق اور اس پر بیوی کے نان و

نفقہ کی ذمہ داری بھی ہے، کیونکہ شریعت کا اصول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی بنیاد باہمی توافق وتعاون، مشترکہ ذمہ داری اور حسن سلوک پر ہے، شوہر کے اوپر گھر سے باہر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی واجب ہے جن میں سب سے اہم کسب معاش ہے جبکہ بیوی کے اوپر اندرون خانہ کی ذمہ داری شرعی احکامات اور عرف عام کی حدود میں رہ کر ادا کرنا واجب ہے۔

انہیں احکامات میں سے ایک حکم گھر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بدلہ عورت کا نان ونفقہ حاصل کرنا ہے، بیوی شوہر کے نان نفقہ کی مستحق اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ کر دیتی ہے اور اپنے شوہر کی مصلحتوں کے لئے اس کے گھر میں خود کو مخصوص کر دیتی ہے۔

اسی وجہ سے تمام فقہاء کے نزدیک شوہر اس کے نان نفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے اور یہ نص شرعی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے شوہروں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: "اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم، ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن" (الطلاق:٦) ان مطلقات کو اپنی حیثیت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور نیز فرمایا ہے: "عاشروهن بالمعروف" اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کیا کرو اور معروف یعنی خوش اسلوبی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اسے ایک رہائشی مکان فراہم کرے کیونکہ لوگوں کی نگاہوں سے پردہ پوشی اختیار کرنا اور تمتع اور تصرف کے لئے مکان اسکے لئے ناگزیر ہے (فتح القدیر ۳۲۱/۳)، نیز اللہ تعالی نفقہ کے ہر ذمہ دار شخص کو مخاطب کر کے فرماتا ہے "لينفق ذو سعة من سعته" (الطلاق:۷) وسعت والے کو خرچ اپنی وسعت کے مطابق کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا "وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف" (البقرة:۲۳۳) اور جس کا بچہ ہے (شوہر) کے ذمہ ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا دستور کے موافق ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا "اتقو الله في النساء، فإنكم أخذتموهن بأمانة الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله، ولهن

علیکم رزقهن و کسوتهن بالمعروف" (مسلم: ۸/ ۱۷۶-۱۸۳، ابوداؤد: ۱/ ۴۴۲، ابن ماجہ: ص ۳۳۳، احمد: ۵/ ۷۳) اللہ سے عورتوں کے بارے میں ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت میں لے رکھا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم ہی سے جائز کیا ہے اب تمہارے اوپر عورتوں کا کھانا اور کپڑے کا انتظام بھلائی کے ساتھ واجب ہے۔

بیوی کا نان ونفقہ اس کا حق ہے اگر چہ وہ مالدار اور اس کا شوہر فقیر ہی کیوں نہ ہو، یہ نفقہ اسی وقت ساقط ہوگا جبکہ بیوی کی طرف سے عدم اطاعت کا ظہور ہو، کیونکہ نفقہ شوہر کی بنیادی ذمہ داری ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے اور وہ بیوی کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر ہاتھ نہیں لگا سکتا، کیونکہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: "**وآتوا النساء صدقاتهن نحلة فإن طبن لكم عن شئ منه فكلوه هنيئا مريئا**" (النساء: ۴) اور تم بیویوں کو ان کی مہر خوش دلی کے ساتھ دیا کرو، اگر وہ خوش دلی سے تمہارے لئے اس کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو تم اسے مزیدار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔ نیز فرمایا: "**وإن اردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم إحداهن قنطارا فلاتأخذوا منه شيئا**" (النساء: ۲۰) اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اس بیوی کو مال کا انبار دے چکے ہو تو تم اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ اور اس کے عوض میں بیوی اپنے گھر اپنے شوہر اور اپنے بال بچوں کی دیکھ ریکھ کے لئے فارغ ہوتی ہے، شوہر اپنی بیوی کے ذاتی مال میں سے خرچ کرنے کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا، بلکہ وہ خود اس کے اطاعت اور اسکے قابل احترام عمل کے عوض دینے کا حق رکھتا ہے تا کہ پوری فیملی کے لئے امن وسکون اور استحکام کی فضا قائم ہو سکے۔ (فتح القدیر ۳/ ۳۲۱، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۵۷۲، مذاہب الجلیل ۴/ ۱۸۱، وغیرہ)۔

۳- بیوی کا گھر سے باہر ملازمت یا مزدوری کرنا اور نفقہ کا حق:

ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ شوہر کے اوپر بیوی کے لئے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس لئے ہوتی ہے کیونکہ اسے گھر کے اندر رکھتا ہے، لیکن کیا بیوی کے گھر سے نکل جانے، اسے کام اختیار کر لینے اور مزدوری اور تنخواہ حاصل کر لینے کی صورت میں بھی سابقہ احکامات باقی رہیں گے؟

فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ بیوی کا شوہر کے گھر میں محبوس ہوکر شوہر کی حق ادا کرنا اور شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرنا نفقہ کے مستحق ہونے کے بنیادی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ ہے، کیونکہ اس کے گھر میں رکنے کا فائدہ شوہر ہی کو پہنچتا ہے، اس لئے شوہر کے مال سے اس کی کفالت واجب ہوجاتی ہے اور یہاں پر فقہی اصول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو حق بجانب روکتا ہے تو اس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے، کیونکہ محبوس شخص کو اپنی ضروریات پوری کرنے کا موقع نہیں ملتا اور یہی اصول ہر ملازم پر چاہے قاضی ہو یا حاکم، مزدور ہو یا زکوۃ وخیرات وصول کرنے والے سفراء یا مضاربت کا مال لے کر سفر کرنے والے اشخاص سب پر منطبق ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع ۴/۱۶، تبیین الحقائق ۳/۵۱، الموسوعۃ الفقہیہ ۴۱/۳۶)۔

اسی وجہ سے فقہا نے یہ بھی کہا ہے کہ بیوی شوہر کے گھر میں منتقل ہونے سے پہلے اس نفقہ کی مستحق نہیں ہوتی اور اسی طرح یہ نفقہ شوہر کی نافرمانی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جانے سے بھی ساقط ہوجاتا ہے، کیونکہ اب وہ سبب ہی نہیں رہا جس سے نفقہ واجب ہوتا ہے۔

اس لئے اگر بیوی گھر سے ملازمت یا کام کے لئے اپنے گھر سے نکلتی ہے تو موجودہ دور کے علماء کی اس بارے میں تین رائیں ہیں:

۱- گھر سے باہر کام کرنے والی عورت کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے، یہ رائے ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر کی ہے، وہ کہتے ہیں "جو عورت مزدوری یا ملازمت کرتی ہے اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں، کیونکہ شوہر اسے گھر سے باہر نکلنے اور کام کرنے سے روک سکتا ہے اور یہ اس کا حق ہے، شوہر اس کے اخراجات کو اپنے لئے فارغ رکھنے اور روکنے ہی کی وجہ سے برداشت کرتا ہے، لہٰذا اگر وہ کام کرنے لگے اور کمانے لگے تو جس وجہ سے خرچ واجب ہوتا ہے وہ ختم ہوگیا (الواضح فی شرح قانون لا حوال الشخصیۃ ص ۱۸۲)، اس کی تائید دوسرے لوگوں نے بھی کی ہے۔

۲- کام کرنے والی عورت کے لئے نفقہ برقرار رہتا ہے (مذکورہ اصول کے مطابق)، یہ استاذ عبد الکریم شہبون کا قول ہے، ان کا کہنا ہے: "جو عورت ملازمت یا مزدوری کرے اس کا

نفقہ برقرار رہے گا، لیکن شوہر اسے روکنے کا حق رکھتا ہے''۔

پھر انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ مطلق حکم خلاف واقعہ ہے، تو انہوں نے یہ مزید کہا: ''صحیح حل مسئلہ کا یہ ہے کہ بیوی شوہر پر نکاح نامہ میں ہی یہ شرط لگادے کہ وہ ملازمت کرتی رہے گی اور اس کی تنخواہ اس اس طرح ہوگی (شرح مدونۃ الاحوال الشخصیۃ المغربیۃ ۱/۲۰۷)، اس کی بھی تائید کچھ لوگوں نے کی جن میں سے ایک ملیشیا کے مفتی ہیں جن کا کہنا ہے کہ اگر شوہر کام کی اجازت دیتا ہے تو اس کا نفقہ برقرار رہے گا، اس کی تائید کوالالامپور ملیشیا کی ہائی کورٹ نے بھی کی ہے۔ (عندالزواج وآثارہ ۲۲۴)۔

۳-مسئلہ میں تفصیل ہے: اس کے قائلین کچھ علماء ہیں جن میں عبدالحیٔ بن عبدالشکور مالیزی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کام کرنے والی عورت کا نفقہ برقرار رہے گا، لیکن اسے گھر کے اخراجات میں تہائی حصہ میں شریک ہونا ہوگا، کیونکہ وہ کام کرتی ہے اور باقی دوتہائی شوہر کی ذمہ داری ہے، الحاجۃ زاویہ نے اس کی تائید کی ہے کہ عورت کا کام کرنے کی شکل میں بھی شوہر پر نفقہ واجب ہے، لیکن عورت کے لئے مناسب ہے کہ گھر کے اخراجات میں حصہ لے (عندالزواج و آثارہ ۲۲۵-۲۲۳)، اور یہ قول بھی حقیقتاً پہلے قول سے موافقت رکھتا ہے، یعنی نفقہ سے روک دینا، کیونکہ گھر کے اخراجات میں سے ایک تہائی حصہ کی شرکت کا مکلف کرنا اس کی خود کے نفقہ استحقاق سے زیادہ ہوجاتا ہے، تو بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ نفقہ لیتی ہے پھر گھر کے اخراجات اپنے مال سے پورا کرتی ہے، نتیجۃً وہ نفقہ سے محروم ہوجاتی ہے گویا کہ وہ گھر پر نہیں بلکہ اپنی ذات پر خرچ کررہی ہے۔

میرا خیال ہے کہ سابقہ اختلاف کا دارومدار عقد نکاح اور اس پر مرتب ہونے والے وجوب نفقہ وغیرہ کی بنیاد پر ایک نیا حکم مستنبط کرنے پر ہے جس کی علت بیوی کو شوہر کے گھر میں اس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے محبوس کرنا ہے، یہ ایک عمومی حکم ہوا اور بیوی کے تعلق سے ایک لازمی اور اصلی حالت ہوئی نہ کہ عارضی۔

میرے نزدیک یہ استنباط درست نہیں ہے، کیونکہ زیر بحث موضوع میں بیوی کی حالت عارضی ہے نہ کہ حقیقی اور اصلی، کیونکہ عقد نکاح سے بالکل الگ ایک نئی صورت حال پیدا ہو رہی ہے اور وہ بیوی کا گھر سے باہر جا کر کام کرنا ہے، لہٰذا یہ معاملہ سابقہ معاملہ اور اس کے اثرات سے مختلف اور جداگانہ ہے، لہٰذا یہاں پر شرعی حکم کو موجودہ حقیقی صورتحال سے ہم آہنگ کرنا لازم ہے اور اسے حالات زمانہ اور زوجین کے مابین کئے گئے معاہدوں اور شرائط کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے جو بیوی کا خارج از بیت کام کرنے سے متعلق ہے، نہ تو ہم ان دونوں کے معاملہ میں دخل اندازی کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی رائے ان پر تھوپ سکتے ہیں اور اس نئی صورتحال کا تعلق شریعت اور فقہاء کی جانب سے عقد نکاح پر مرتب ہونے والے حقوق و واجبات سے نہیں ہے۔

بناء بریں مسئلہ مذکورہ کے حکم میں درج ذیل حالات کے مطابق تفصیل ہونی چاہئے:

پہلی حالت: شوہر اور بیوی کے مابین نفقہ پر صراحۃً معاہدہ:

اس معاہدہ کی شرائط ولوازمات پر حرف بہ حرف عمل کرنا لازم ہے، اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور زوجین پر اس کی پابندی ضروری ہے، کیونکہ معاہدہ بھی قانونی حیثیت رکھتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے "والمؤمنون عند شروطهم" اور ایک روایت کے مطابق "المسلمون علی شروطهم" (بخاری نے معلق روایت کیا ہے ۴/ ۴۴۷، ابوداؤد نے موصولاً ۴/ ۴۷۳، ترمذی، حاکم، دارقطنی، بیہقی)۔ مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "یأیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" (سورۂ مائدہ:۱) اے مومنو اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ اس لئے اگر ایسے معاہدوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو جج ان معاہدوں سے ہٹ کر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

رہی بات بیوی کی تنخواہ کی تقسیم اور اس میں شوہر کے حصہ کی تو ہم اسے اگلی بحث میں پیش کریں گے۔

دوسری حالت: نان ونفقہ پر غیر صریح یا عرف عام کے مطابق معاہدہ:

اس حالت میں چونکہ زوجین نے نفقہ پر صراحۃ معاہدہ نہیں کیا ہے، بلکہ بیوی کے کام پر جاتے وقت قرائن اور حالات کو سامنے رکھتے ہوئے معاہدہ ہوا ہے اور یہ بات یا تو شوہر کے علم میں یقینی طور پر ہے (شادی کے وقت یا شادی کے بعد، یا اس نے کام کرنے کی اجازت (ضمنا ہی سہی) دے رکھی ہے اور اسے کوئی اعتراض نہیں ہے، تو ایسی صورت میں اس کا حکم بھی دلالت حال یا عرف عام کا اعتبار کرتے ہوئے سابقہ حکم کی طرح ہوگا اور بیوی کا خارج از بیت کام کرنے پر نفقہ کے باقی رہنے یا نہ رہنے کے لئے شہر میں رائج عرف کا لحاظ رکھا جائے گا، اگر اس فیصلہ پر زوجین کے مابین کوئی اختلاف نہ ہوتو پھر معاملہ ہی ختم ہوا اور مداخلت کی گنجائش بھی نہیں رہی، لیکن اگر بعد میں دونوں کے مابین اختلاف ہوگیا تو جج احوال وقرائن اور عرف عام کا صحیح طور پر جائزہ لیتے ہوئے کوئی فیصلہ کرے گا۔

تیسری حالت: نفقہ دینے پر کسی بھی حالت میں صراحۃ یا دلالۃ یا عرفا کوئی معاہدہ نہ ہو:

اس حالت میں میری رائے یہ ہے کہ مزدوری یا ملازمت کرنے والی بیوی کے لئے شوہر پر نان ونفقہ واجب ہے، کیونکہ یہی حکم اصل ہے جو نصوص شرعیہ سے ثابت ہے اور اس لئے بھی کہ شوہر نے صراحۃ یا ضمنا کام کرنے کی نہ تو اجازت دی اور نہ اس پر اس کو اعتراض ہے اور نہ ہی نفقہ پر ناراضگی کا اظہار، لہذا اصل حکم یعنی شریعت کی جانب سے مقرر کردہ (اصلی حالت پر) نفقہ کا وجوب باقی رہے گا اور یہاں پر کوئی چیز یا علت بھی نہیں پائی جارہی ہے جو اس وجوب کو ختم کردے، اس لئے بھی کہ شوہر نے صراحۃ یا اشارۃ بغیر کسی عوض کے اسے گھر میں روکنے سے تنازل اختیار کیا ہے، لہذا نفقہ کا وجوب اس پر برقرار رہے گا، ہاں اگر اپنی رائے پھر بدل لیتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا، اب رہی بات کہ آیا اسے کام سے روکنے کا حق ہے یا نہیں ہے، تو اس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

چوتھی حالت:

بیوی کے ملازمت یا مزدوری کرنے پر شوہر کو اعتراض ہو اور اس کی اجازت کے بغیر بیوی کام کے لئے نکل جائے تو ایسی صورت میں نفقہ ساقط ہوجائے گا، کیونکہ یا تو نفقہ کے وجوب کی وجہ باقی نہیں رہی یا مانعِ نفقہ پایا جارہا ہے اس لئے کہ عورت اب ناشزہ کے حکم میں ہوچکی ہے، بایں طور پر کہ اس نے شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کام کرنا شروع کیا ہے اور گھر کے اندر رکنے اور بنیادی حقوق ادا کرنے سے دستبردار ہورہی ہے، لہٰذا اب یہ عورت خود اپنی تنخواہ سے اپنی ذاتی ضروریات پوری کرے گی اور اگر بعد میں کام چھوڑ دے اور گھر کی ذمہ داری پھر سے پوری کرنی شروع کردے تو اس کے لئے حق نفقہ پھر سے ثابت ہوجائے گا، کیونکہ اب سبب نفقہ بھی پایا جارہا ہے مانع نفقہ بھی ختم ہوچکا ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ: **إذا زال المانع عاد الممنوع**: جب مانع ختم ہوجائے تو ممنوع چیز پھر سے جائز ہوجاتی ہے۔

۴-بیوی کو گھر سے باہر کام کرنے سے منع کرنا شوہر کا حق ہے:

الفت وسکون شادی کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد ہے اور عورت کی بنیادی ذمہ داری گھر میں رہتے ہوئے افزائش نسل، بچوں کی پرورش اور تربیت سازی ہے اور اسی ذمہ داری یعنی گھر میں اپنے آپ کو روکے رکھنے اور شوہری حقوق ادا کرنے کے عوض میں وہ نفقہ کا مستحق ہوتی ہے۔

اس تمہید سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شوہر کو مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے اس بات کا مکمل حق حاصل ہے کہ بیوی کو گھر سے باہر کام کرنے کے لئے منع کردے۔

اگر عورت شادی سے پہلے کہیں ملازمت یا مزدوری کررہی ہے تو شوہر پر اس معاملہ میں اپنی رغبت کا اظہار کھلے لفظوں میں کرنا اور ملازمت یا کام چھوڑ دینے کی شرط لگانا واجب ہے تاکہ وہ عورت اس کے گھر کی بنیادی ذمہ داریوں کے لئے فارغ ہوسکے، پھر شوہر پر عورت کے نفقہ کی ذمہ داری قطعی طور پر لازم ہوگی۔

لیکن اگر اس نے نہ تو شرط رکھی اور نہ ہی اس معاملہ کی وضاحت کی تو سمجھا یہی جائے گا کہ وہ عورت کے کام کرنے سے راضی ہے اور یہ کہ اس نے اپنا شرعی حق ساقط کیا ہے، پھر اسے کام چھوڑنے پر مجبور کرنے کا حق نہیں ہوگا کیونکہ اس نے فعلا اس کی رضامندی ظاہر کی ہے اب اسے روکنے کا حق نہیں رہا(۱)۔

سابقہ دونوں حالتوں میں اگر شوہر کی آمدنی اتنی ہے کہ فیملی کی تمام ضروریات اس سے پوری ہو جاتی ہیں تو بیوی اخلاقی اور دینی طور پر اپنے گھربال بچوں کی دیکھ ریکھ پرورش اور ان کے لئے خوشحالی کے وسائل فراہم کرنے کی کوشش کرے جو امت، معاشرہ، شوہر اور اولاد کے لئے سب سے اہم ہے اور اس پر وہ عند اللہ ماجور ہوگی۔

اگر عورت شادی کے وقت ملازمت کر رہی تھی اور پھر عقد نکاح کے وقت ملازمت برقرار رکھنے کی شرط رکھے یا اس کے پاس کوئی ملازمت نہیں تھی لیکن عقد نکاح کے وقت آئندہ ملازمت کرنے کی شرط لگادی اور شوہر نے اپنی رضامندی ظاہر کردی تو ایسی صورت میں اسے محبوس کرنے کا حق نہیں رہے گا اور شرط پوری کرنی ہوگی اور اسے ملازمت چھوڑنے کے لئے مجبور

۱- پروفیسر عبدالکریم زیدان اس قول سے اتفاق نہیں کرتے، ان کا کہنا ہے: '' کہ شوہر کو شادی کے وقت اس بات کا علم ہے کہ عورت گھر سے باہر کہیں ملازمت کر رہی ہے۔ اس کے باوجود اس نے خاموشی اختیار کی اور ملازمت چھوڑنے کی شرط نہیں رکھی اور نہ ہی اس عورت نے شوہر پر یہ شرط رکھی کہ وہ ملازمت کرنے سے منع نہیں کرے گا تو شوہر کی یہ خاموشی رضامندی نہیں مانی جائے گی اور نہ ہی اسے عورت کی طرف سے ملازمت سے عدم ممانعت کا درجہ دیا جائے گا اور نتیجۃ شوہر کو یہ حق ہوگا کہ بیوی کو ملازمت کے لئے جانے سے روک دے اگر عورت اس کی بات نہیں مانتی تو اسے ناشزہ قرار دیا جائے گا۔'' المفصل في أحكام المرأة والبيت المسلم في الشريعة الإسلامية ۷/ ۱۶۶''۔

میں ان کی بات سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ قرائن سے یہی سمجھ میں آرہا ہے کہ شوہر اس کی ملازمت سے راضی ہے کیونکہ ایسے مقام پر سکوت اختیار کرنا جہاں بیان ووضاحت کی ضرورت ہو وہ بیان ہی ہے خاص طور پر جبکہ شوہر کو دھوکہ میں پڑ جانے کا امکان ہو اور کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر برقرار رہنا ہی اصل ہے لہذا اگر شوہر نے عورت سے گھر سے باہر نکل کر کام کرنے کا علم رکھتے ہوئے شادی کی تو اس پر شوہر کی اجازت سے ملازمت کرنے والی بیوی کا حکم لگایا جائے گا۔

کرنے کا نہ تو فی الحال اور نہ ہی آئندہ حق ہوگا، الا یہ کہ نئے سرے سے کوئی دوسری رضامندی یا سمجھوتہ کرلیں، ایسی صورت میں موجودہ تاہم سابقہ معاملہ کو ملغ ختم دے گا، اس بارے میں نہ تو کسی کا اختلاف ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرج کی بات ہے۔

لہٰذا اگر سابقہ صورتوں میں سے کوئی صورت پیش نہیں آئی یا شوہر نے صراحۃ یا دلالۃ ملازمت چھوڑ دینے کی شرط رکھ دی تو وہ اپنی بیوی کو ملازمت چھوڑنے پر مجبور کرسکتا ہے، تاکہ شادی کے تقاضوں کے پیش نظر اور بحیثیت ایک بیوی کے اپنی بنیادی ذمہ داریوں کو نبھانے کی غرض سے گھر کے کام کی طرف دوبارہ لوٹ سکے۔

۵-ملازمت کو برقرار رکھنے کی عورت کی شرط:

شریعت مطہرہ نے شوہر کو قوامیت کا حق دیا ہے اور شوہر کی اطاعت خیر اور جائز امور میں بیوی پر واجب قرار دیا ہے، نیز اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اپنے شوہر کا احترام کرے، اس کی حکم عدولی نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے تاکہ گھر میں رہ کر شوہر کے حقوق اور اس کے مال واولاد اور عزت وآبرو کی نگہداشت ٹھیک سے کرسکے، اسی لئے شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی کی ملازمت چھوڑنے یا یکسر ملازمت اختیار نہ کرنے کی شرط لگائے تاکہ بیوی امور خانہ داری کی انجام دہی کے لئے مکمل فارغ رہے اور ایسی صورت میں شوہر پر مکمل نفقہ اور اس کی ضروریات کی تکمیل واجب ہوگی جو کہ قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت تعلیم حاصل کرنے میں پوری محنت صرف کرتی ہے اور تعلیمی سندوں کے حصول کے لئے اپنی عمر کا سب سے قیمتی وقت اس لئے لگاتی ہے تاکہ اسے مناسب ملازمت مل سکے، اس کے لئے وہ اپنے مخصوص میدان میں تجربہ بھی حاصل کرچکی ہوتی ہے، پھر اس کے خوابوں کا شہزادہ اس کی زندگی میں آتا ہے اور شادی کے لئے اس کا ہاتھ مانگتا ہے، پھر عورت کو اپنے منگیتر کی ملازمت چھوڑنے کی ڈیمانڈ پر جھٹکا لگتا ہے اور جذبات کی کشمکش میں مبتلا ہوجاتی ہے، حالانکہ اسے شرعی طور پر اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے آزادی حاصل ہے اور بہت

آسانی کے ساتھ شادی اور ملازمت دونوں کے مابین مطابقت اور ہم آہنگی پیدا کرسکتی ہے، باہمی رضامندی سے تنخواہ کے مسائل بھی حل کرسکتی ہے (جسے ہم آگے ذکر کریں گے) اور اس وقت شوہر بیوی کی شرط کو جسے اس نے برضا ورغبت قبول کیا ہے نانذ کرنے کا پابند ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے"**یآیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود**" اور صاحب ایمان کے اوصاف میں سے بتایا گیا ہے"**الذین یؤمنون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق**" (سورۃ الرعد:۲۰) جو عہدوں کو پورا کرتے ہیں وہ عہد و پیمان نہیں توڑتے۔ نیز ارشاد باری ہے"**و أوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا**" اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:"**المؤمنون علی شروطهم**" اور ایک روایت میں ہے"**المسلمون عند شروطهم**"، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"**أحق ما أوفیتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج**" (بخاری ۱۹۷۸/۵، مسلم ۲۰۱/۹)۔ تم لوگ سب سے زیادہ ان شرطوں کو پورا کرنے کے حقدار ہو جن سے عورتوں کی شرمگاہ کو جائز کیا ہے نیز مسلم کی روایت میں ہے "**إن أحق الشروط أن یوفی به** ...."۔

ایک موقوف روایت کے مطابق: ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی اور اسی کے گھر میں رہنے کی شرط رکھی، پھر اس آدمی نے گھر سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور فیصلہ کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو آپ نے کہا: اس عورت کی شرط پوری ہوگی، تو اس پر اس آدمی نے کہا کہ: تو وہ ہمیں طلاق دے دیں، تو حضرت عمر و نے فرمایا:"**مقاطع الحقوق عند الشروط**" (بخاری نے اس کا ذکر تعلیقاً کیا ہے ۱۹۷۸/۵)۔ حقوق کے سلسلہ میں قطعی فیصلے شرطوں کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نکاح کے تقاضوں کو پورا کرنیوالی جو بھی شرطیں لگائی جائیں اس کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے بیوی کو نفقہ دینا، آپس میں میل ملاپ کے ساتھ رہنا، یا اسی طرح جو عقد نکاح کے تقاضوں کو یقینی بناتے ہوں جیسے مہر ادا کرنے کے لئے کفیل یا ضامن کی

شرط یا وہ شرطیں جو شرعی طور پر جائز ہیں، جیسے بیوی کی عصمت اپنے ہاتھ میں رکھنے کی شرط، یا عرف صحیح میں جو شرطیں رکھی جاتی ہیں، جیسے مہر فوراً ادا کرنا یا قسطوں پر یا کچھ نقد اور کچھ ادھار ادا کرنے کی شرط، فقہاء ایسی شرطوں کو فاسد قرار دینے پر بھی متفق ہیں جو عقد نکاح کے تقاضوں کے برخلاف ہو، جیسے شرط لگانا کہ مسلمان بیوی کا وراثت میں حصہ نہیں ہوگا، شوہر اس کو نفقہ نہیں دے گا، یا میل ملاپ کے ساتھ رشتہ ازدواج نہیں نبھائے گا، یا بغیر مہر کے شادی کرے گا یا خود بیوی اخراجات کی ذمہ دار ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ایسی شرطوں کو فاسد قرار دینے پر بھی متفق ہیں، جس کے فساد پر نص شرعی موجود ہو، مثلاً بیوی کا اپنے سوکن کو طلاق دینے کی شرط، بعض حنابلہ کا قول اس مسئلہ میں استثناء کا ہے (بدائع ۲/ ۲۵۶، فتح القدیر ۳/ ۱۰۴، حاشیۃ الدسوقی ۲/ ۲۳۸، المغنی ۷/ ۱۴)۔ کیونکہ وہ اس شرط کے جواز کے قائل ہیں۔

پھر فقہاء کرام کی آراء ان عمومی شرطوں کے سلسلہ میں مختلف بیان کی جاتی ہیں، جو عقد نکاح کے تقاضوں کے نہ تو منافی ہیں نہ ہی نکاح کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں اور نہ ہی مقاصد نکاح میں خلل پیدا کرنے والی اور تقاضائے نکاح کو یقینی بنانے والی ہیں، اور نہ ہی ایسی ہیں جن پر شریعت نے جواز یا بطلان کا حکم لگایا ہے اور نہ ہی عرف صحیح کی صنف میں آتے ہیں، مثلاً بیوی کا شہر سے باہر سفر نہ کرنے کی شرط لگانا یا اس کے باہر نہ نکلنے کی شرط رکھنا، یا اس کی زندگی میں دوسری شادی نہ کرنے کی شرط، یا کسی مخصوص شہر میں قیام کرنے کی شرط، یا اس کا اپنی ملازمت کو برقرار رکھنے کی شرط یا آئندہ ملازمت اختیار کرنے کی شرط وغیرہ۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی دو رائیں ہیں: (۱) شرط باطل ہے (۲) شرط صحیح ہے۔

(۱) بطلان شرط: کیونکہ عقد نکاح میں بغیر کسی نص شرعی کے کوئی بھی شرط لگانا درست نہیں ہے، ہاں ایسی شرط لگا سکتا ہے جو نکاح کے یقینی تقاضوں کو پورا کرنے والی اور نظام شریعت سے ہم آہنگ ہو، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل'' (بخاری عن عائشہؓ ۱/ ۳۷۱، رقم الحدیث ۴۴۴، البیہقی ۷/ ۱۳۲، فی قصۃ بریرۃ)۔ جو

شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل اور مردود ہے۔ باطل شرط وہی ہوتی ہے جو کتاب اللہ سے ماخوذ شریعت کے قواعد و اصول کے مخالف ہو اور کتاب اللہ سے مراد شریعت اسلامی ہے۔ یہ رائے احناف، شوافع اور جمہور مالکیوں کی ہے، لیکن کچھ مخصوص حالات میں بعض لوگ شرط پوری کرنے کے استحباب کے قائل ہیں، مثلاً بیوی کا سفر نہ کرنے کی شرط، یا گھر سے باہر نہ لے جانے کی شرط، یا سوکن نہ بنانے کی شرط۔

۲-صحت شرط: کیونکہ عام شرعی اصول کے پیش نظر زوجین کو باہمی رضامندی سے اپنی مصلحتوں کے پورا کرنے میں شرائط رکھنے کی آزادی حاصل ہے، یہی رائے حنابلہ اور بعض مالکی، امام اوزاعی اور ابن شبرمہ کا ہے، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''**المسلمون عند شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا**'' یہ اصول ان تمام شرطوں کو شامل ہے جو عقد نکاح اور اصول شریعت کے مخالف نہیں ہیں اور جن کا فائدہ زوجین کو ملتا ہے۔ (دیکھئے: شرح قانون الأحوال الشخصیۃ للسباعی ۱/۱۰۸، شرح قانون الأحوال الشخصیۃ للسرطاوی ۱۳۵، المدخل الفقهی العام للزرقاء ۱/۳۳۲-۳۶۱، زاد المعاد ۴/۸، أعلام الموقعین ۱/۴۰۰)۔

میرے نزدیک دوسرا قول قابل ترجیح ہے، کیونکہ یہ عقود کے بارے میں قرآن کریم کے مقرر کردہ اختیار و ارادہ سے قریب ترین اور ہم آہنگ ہے، جس میں کہا گیا: ''**إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم**'' مگر ایسی تجارت جو تمہاری باہمی رضامندی سے طے پائے اور یہ حدیث سے بھی ثابت ہے، جائز مصلحتوں کو پورا کرنے کے مماثل جیسے، نیز عقود مالیاتی امور، اور بین الاقوامی معاہدوں اندرون و بیرون ملک کاروبار اور تمام ذاتی تصرفات میں موجودہ دور کے علماء کا رجحان اسی جانب ہے۔

تیسری بحث

بیوی کی ملازمت اور کام کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اختلافات

جن چیزوں سے عمومی طور پر زوجین کے مابین اختلافات جنم لیتے ہیں ان کے جہاں بے شمار اسباب ہیں ان میں سے آپ بیوی کا گھر سے باہر ملازمت یا مزدوری کرنا بھی ہے، جو صرف الفت ومحبت اور فدائیت کے لئے سم قاتل ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بغض وحسد اور کینہ کپٹ جیسی مہلک بیماری بھی پیدا ہوتی ہے اور کبھی کبھی اختلاف ونزاع کے اثرات اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ معاملہ کورٹ تک پہنچ جاتا ہے اور طلاق کی نوبت آجاتی ہے، ذیل میں اس کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱-تنخواہ یا آمدنی پر زوجین کا اختلاف:

ازدواجی تعلقات میں دراڑ پیدا کرنے والی اہم وجوہات میں سب سے اہم وجہ ملازمت کرنے والی عورت کی تنخواہ ہے، آیا اس کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے، بالخصوص جب شوہر کی مالی حالت خراب ہو یا کہ شوہر کی فطرت ہر چیز پر ہاتھ مارنے اور اسے اپنی ملکیت سمجھنے کی ہو، یا سماج میں عموماً اور زوجین کے مابین خصوصاً مادیت کا رجحان غالب ہو، ایک طرف خودغرضی کے مظاہر ہوں تو دوسری جانب انفیت، میل جول، اخلاص اور باہمی تعاون کا فقدان ہو اور شاید زوجین کے مابین باہمی تعاون وتفاہم کا فقدان ہی بیوی کی آمدنی اور تنخواہ پر جھگڑنے کی اہم وجہ ہوتی ہے۔

کیونکہ عورت جب یہ سمجھتی ہے کہ اسے کام میں مشقت اور تھکاوٹ جھیلنی پڑ رہی ہے تو اپنی کمائی پر اسے مکمل حق کیوں نہ ہو، اسے جیسے چاہے خرچ کیوں نہ کرے، اس کو اپنی اہلیت، قدرت اور وجود پر ناز کیوں نہ ہو، اس کی اپنی مستقل حیثیت کیوں نہ ہو، بالخصوص وہ اپنی ذاتی زندگی کی ضروریات یا کام وغیرہ کے تعلق سے دوسری ذمہ داریوں کو پورا کیوں نہ کرے، یا یوں کہہ

لیس کہ اس کی اپنی ان ذمہ داریوں کا بھی احساس ہونے لگتا ہے جو اس کے ماں، باپ بھائی، بہن اور دیگر رشتہ داروں کی مدد کے تعلق سے ہو، یا صدقہ وخیرات اور نیکی کے اعمال وغیرہ میں حصہ لینے کی خواہش سے ہو، یا مستقبل میں درپیش اندیشوں سے، نبرد آزما ہونے سے مثلاً طلاق یا شوہر کی موت وغیرہ جیسی صورتحال سے دوچار ہوجائے۔

شوہر کی نگاہ بیوی کی تنخواہ اور آمدنی پر ہوتی ہے، وہ چاہے گا کہ اس کی آمدنی فیملی کی ضروریات اور معیار زندگی کو بہتر بنانے میں صرف ہو، نہ تو اس پر کوئی حق جمائے اور نہ ہی فیملی سے باہر کا کوئی شخص اس میں مداخلت کرے، کیونکہ اسی کی اجازت سے ملازمت کر رہی ہے اور تنخواہ کی لالچ میں ہی اس نے بیوی کو گھر کی ذمہ داریوں سے دستبردار کیا ہے اور اس کے بدلہ گھر کے اخراجات بڑھ جانے کے بوجھ کو برداشت کر رہا ہے، اسی کمائی کی لالچ میں امور خانہ داری میں حصہ لے رہا ہے۔

بیوی کے اہل خانہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکمل تنخواہ یا تنخواہ کے کچھ حصہ پر ان کا بھی حق ہے، کیونکہ انہیں لوگوں نے عورت کی تعلیم وتربیت پر خرچ کیا اور اسے اس لائق بنایا کہ وہ سرٹیفکٹ اور پھر ملازمت حاصل کر سکے، لہذا اس محنت کا پورا کا پورا پھل انہیں ملنا چاہئے، یا کم از کم ان کی اور بیٹی کے مابین تقسیم ہو، یا صرف بیٹی ہی کو ملے اور اکثر وبیشتر بیوی ان کی امیدوں اور سپنوں کو پورا کرنے میں شریک ہوجاتی ہے، نیز یہ بھی ان کا گمان ہوتا ہے کہ شوہر تنخواہ کا ذرہ برابر بھی نہ تو حق دار ہے نہ تصرف کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی اس میں شیئر کر سکتا ہے اور بسا اوقات ماں باپ لڑکی کی تنخواہ کی لالچ میں اس کی شادی سے بھی گریز کرتے ہیں۔

اس طرح کی مشکلات رونما ہوتے ہیں اور کبھی کبھی سنگین بن جاتے ہیں اور ہر شخص کی نظر سے اس مقدس ازدواجی زندگی کے بنیادی مقاصد اوجھل ہونے لگتے ہیں جو ل الفت ومحبت میل جو افزائش نسل، خوشی اور غم میں شرکت، باہمی ایثار وقربانی کا جذبہ، زندگی کی تکلیفوں، بچوں کی پرورش اور خاندان کی تعمیر وغیرہ میں پنہاں ہیں۔

اکثر وبیشتر زوجین کے مابین اختلافات اور شکایتیں جنم لینے کی دو بنیادی وجہیں ہوا کرتی ہیں۔

ا-زوجین کے مابین مالی تعلقات کی ضابطہ بندی کرنے کی اسلامی تعلیمات واحکامات سے ناواقفیت اور بیوی اور فیملی کے نفقہ واخراجات کے سلسلہ میں اسلام کے قائم کردہ حدود سے لاعلمی اور شادی کے شرعی حقیقی اغراض ومقاصد سے جہالت۔

۲-نکاح کے وقت زوجین کے مابین بیوی کی ملازمت اور تنخواہ کے سلسلہ میں مکمل وضاحت یا تفاہم کا فقدان۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیوی کی رضامندی اور منظوری کے بغیر شوہر بیوی کی کسی طرح کی دولت میں حقدار نہیں ہے، چاہے وہ دولت زمین وجائیداد کی شکل میں ہو یا نقد روپیوں کی شکل میں اور نہ ہی اس کی تنخواہ میں کسی طرح کا حقدار ہے، کیونکہ بیوی کی اپنی ذاتی محنت اور کام کی کمائی ہے۔

لیکن کیا شوہر بیوی کو گھر کے اخراجات میں شریک کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا وہ بیوی کو کام اور ملازمت کی اجازت دینے کے عوض اس کی آمدنی کا کچھ حصہ لینے کی شرط لگا سکتا ہے یا نہیں؟ ذیل میں اس کی تفصیلات پیش کی جارہی ہیں:

۲-فیملی اور گھر کے اخراجات میں ملازمت کرنے والی بیوی کی حصہ داری:

اسلام نے زوجین کے مابین مالی تعلقات کی بھی ضابطہ بندی کردی ہے اور الگ الگ دونوں کے مال کے درمیان حد فاصل مقرر کی ہے جس کی وضاحت گذشتہ سطور میں ہوچکی ہیں، یہ بعینہ وہی فاصلے اور ضابطے ہیں جو دو الگ الگ فرد کے مابین مقرر کئے گئے ہیں، تا کہ ازدواجی زندگی میں مالی ناحیہ سے کوئی اختلاف رونما نہ ہوسکے۔

شریعت اور قانون میں اصول یہ ہے کہ بیوی کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے مال یا تنخواہ میں سے کچھ دے، ہاں اگر بیوی باہمی تفاہم کی بنیاد پر یا خوش دلی اور

اپنے اختیار سے دیتی ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

اسلام نے شوہر کو بیوی کے اخراجات کا مکلف بنایا ہے، بیوی کا کام شوہر، بچوں اور امور خانہ داری کو نبھانے ہی کا ہے، لہذا شوہر فیملی کے اخراجات کے لئے بیوی کے ذاتی مال میں تصرف اسی وقت کرسکتا ہے جب بیوی کی رضامندی ہو، معلوم یہ ہوا کہ نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہے جو بیوی کے امور خانہ داری کی انجام دہی کے عوض میں واجب ہے اگر چہ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر عورت کام کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو موجودہ معاشرتی اور معاشی صورتحال کے پیش نظر حالات بدل جاتے ہیں، نتیجۃً سب سے پہلے بیوی کے ذاتی اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر باقی نہیں رہی (باستثناء باہمی اتفاق اور رضامندی کے) اور پھر بیوی کے اوپر گھر کے تمام اخراجات میں حصہ لینا بھی واجب ہوجاتا ہے، کیونکہ کام کے لئے نکلنا گھر کے مزید اخراجات کا سبب بنتا ہے، مثلاً کھانے پینے کا خرچ، لباس و پوشاک کا خرچ، ٹرانسپورٹ اور اسکول کا خرچ، نرسری، خادمہ اور نرس میڈ کا خرچ وغیرہ۔ نیز کام پر نکلنے سے گھر شوہر اور بچوں کے تئیں ذمہ داری نبھانے میں کمی اور کوتاہی بھی ہوگی، ایسی صورت میں مناسب نہیں لگتا کہ صرف شوہر ہی فیملی کے مکمل اخراجات برداشت کرے بالخصوص جب اسکی آمدنی محدود و متعین ہو، کیونکہ ازدواجی زندگی ایک کوآپریٹیو کمپنی کی مانند ہے، جس میں زندگی کے مشترک ذمہ داریوں کے تحمل میں بیوی شوہر کا تعاون کرتی ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں مشترک تعاون اور خوش دلی کے ساتھ اپنی اور بچوں کی باوقار زندگی کے حصول، اپنی ضروریات کی تکمیل، بچوں کی تعلیم و تربیت کے اخراجات اور خاندان کی معاشی ترقی کے لئے منصوبہ بندی وغیرہ جیسے اہم امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، کیونکہ ایسی ہی صورت میں فقہی احکامات اور شرعی آداب و اصول کی صحیح تطبیق ہوگی اور مستقبل میں متوقع نزاع اور اختلاف سے بچنے کے امکانات ہوں گے۔

ملازمت کرنے والی بیوی کی تنخواہ میں سے شوہر اور بچوں کا بھی حصہ ہوگا، کیونکہ وہ چار

ونا چارکام کے نتیجہ میں اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے دست بردار ہورہی ہے، تبھی تو شوہر اور بچے بالعموم گھر کی صفائی، کپڑوں کی دھلائی، کھانے کی تیاری وغیرہ میں شریک ہوتے ہیں، یہی نہیں بلکہ بسا اوقات بچوں کو ماں کی ملازمت کی وجہ سے نگہداشت اور تربیت کا فقدان بھی محسوس ہوتا ہے، جو شوہر اور بچوں کی مزید مادی اور معنوی بوجھ میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

اگر بیوی شوہر کی اجازت سے گھر چھوڑ کر کام کے لئے جاتی ہے اور اس کے عوض میں اپنی کمائی کا کچھ حصہ فیملی کے اخراجات میں لگاتی ہے تو باہمی رضامندی سے بالکل درست ہے اور جتنی مقدار کا مکلف بیوی نے خود کو کیا ہے اس کا لگانا ضروری ہے، کیونکہ شوہر نے گویا اس حصہ داری کے عوض اپنے بعض حقوق سے تنازل اختیار کرلیا ہے، اخراجات میں حصہ داری کی مقدار کی تعیین وضاحت زوجین کے مابین ضروری ہے اور پھر اس اگریمنٹ کو نافذ کرنا ضروری ہے، اس پر نہ زوجین کو اور نہ ہی کسی اور کو اعتراض کا حق حاصل ہے، بناء بریں شوہر طے شدہ مقدار سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "**المومنون عند شروطهم**" مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہوتے ہیں۔

زوجین اگر آپس میں طے کرلیتے ہیں کہ ملازمت کرنے والی بیوی گھر چھوڑنے اور بال بچوں کے حقوق کی عدم ادائیگی کے عوض گھر کے اخراجات میں شریک ہو تو اس میں نہ تو شرعی اور عقلی مضائقہ نظر آتا ہے اور نہ ہی قانونی اور عرفی، اس کے لئے زوجین اچھے ماحول میں باہم مشورہ کرلیں اور گھر کی تعمیر وترقی اور مستقبل سازی کے لئے ایک دوسرے کے معاون اور مددگار رہوں، اگر عرف میں زوجین کے مابین اس طرح کی چیزیں رائج ہوں تو ان کا تحقق رواج اور عرف عام کے مطابق خود بخود ہو جاتا ہے کیونکہ عرف عام کی ایک قوت وحیثیت ہوتی ہے اور عرف میں مشہور چیزوں کی حیثیت شرط ومشروط جیسی ہوتی ہے، اسی لئے جج بھی اختلاف ہو جانے کی صورت میں فیصلہ کرنے کے وقت اس پر اعتماد کرسکتا ہے۔

لیکن اگر آپس میں طے نہ ہو سکا اور نہ ہی عرف عام میں اس کا رواج ہو تو بیوی کی خود

سے پیش کش (جس سے وہ دنیا وآخرت میں اجر وثواب کی مستحق ہوگی) اور اس کے مال وجائیداد اور تنخواہ کے ناجائز حصوں کی کوشش یا اخراجات میں حصہ لینے پر زور زبردستی کرنے کے درمیان فرق وامتیاز کرنا ضروری ہے، کیونکہ بیوی اگر برضا ورغبت اپنے مال کو لگانے کی پیش کش کرتی ہے تو یہ شرعاً مطلوب، اخلاقاً مستحسن اور عملاً مرغوب ہے، کیونکہ اس سے گھریلو ذمہ داریوں کی تکمیل، اولاد کی تربیت، باوقار زندگی کا حصول اور الفت ومحبت، باہمی تعاون اور میل جول میں پختگی آتی ہے، لیکن دوسری صورت تو قطعاً ناقابل قبول ہے، کیونکہ بیوی کے حقوق کی پامالی اور اس پر ظلم کے مترادف ہے، اور اس کے مرتکب سے قانوناً اور دیانتاً بازپرس کی جائے گی۔

ملازمت کرنے والی بیوی کے گھریلو اخراجات میں شریک وسہیم ہونے کی بات طے ہوجانے کے بعد پھر اگر بیوی انکار اور منع کردے تو قانونی اور شرعی طور پر اسے اس کا مکلف کیا جائے گا جیسے دوسرے اور معاہدوں اور تکلیفات کی عدم ادائیگی میں مکلف کیا جاتا ہے، لیکن آخری فیصلہ مجبور کرنے کا نہیں ہوگا، کیونکہ یہ باہمی الفت وشفقت کے منافی ہے، بلکہ معاملہ کو مصالحت اور بات چیت سے سلجھایا جائے گا تاکہ اہل خانہ کے مابین ہم آہنگی اتفاق رائے اور سکون و سعادت کی فضاء برقرار رہے، ہاں اگر قاضی مجبور ہو کہ اختلاف کا فیصلہ حق وانصاف وعرف عام کے تقاضوں کے مطابق ہو تو پھر اسے مجبور کیا جاسکتا ہے، کیونکہ عورت ہی بالعموم شوہر کی اجازت سے (صراحۃ یا ضمنا) گھر سے نوکری کے لئے نکلی ہے اور شوہر نے اپنے کچھ حقوق سے بیوی کی تنخواہ کے کچھ حصہ کے عوض تنازل اختیار کیا ہے تاکہ اس سے گھریلو اخراجات کا بوجھ کم ہوسکے۔

اس وقت اسلامی ملکوں میں موجود عام رواج یہی ہے کہ ملازمت کرنے والی بیوی اپنے شوہر اور بچوں کے اخراجات میں شیئر کرتی ہے، بالخصوص جب فیملی ضرورت مند ہو، لیکن اگر فیملی کو اس کی ضرورت نہ ہو تو عورت اپنے والدین کو بطور صلہ رحمی اور حسن سلوک کے کچھ عطا کرتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وآت ذی القربی حقه'' (سورہ اسراء: ۲۶) اور قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو، لیکن اگر بیوی اپنے والدین کی مدد پر اکتفا کرتی ہے اور شوہر اور بچوں کا

تعاون ضرورت مندی کے باوجود نہیں کرتی تو شوہر کو بیوی کے کام سے روکنے کا حق حاصل ہے الا یہ کہ نکاح میں اس کام کی شرط رکھ دی گئی ہو۔

۳-بیوی کو اپنی تنخواہ سے کچھ مقدار دینے کے لئے مکلّف کرنے کی شوہری حق کی حد:

بیوی کو گھر سے باہر کام کرنے کی اجازت دیتے وقت شوہر بنیادی طور پر یہ سمجھتا ہے کہ اس کی تنخواہ میں سے اس کا بھی کچھ استحقاق ہے، جسے وہ اپنی بیوی کو گھر میں نہ روکنے اور اپنی ضروریات کی انجام دہی سے دستبردار ہونے کے عوض میں تصور کرتا ہے، اس لئے اگر باہمی رضامندی محبت اور مفاہمت سے بات طے ہو جائے تو بہت اچھا ہے، اس میں کسی اور کے زور و زبردستی کرنے کی بات بھی سامنے نہیں آئے گی اور ہم آہنگی الفت اور مشترکہ تعاون بھی باقی رہے گا اور اکثر بیشتر زندگی میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے، لیکن بیوی بسا اوقات اس ڈیمانڈ سے انکار کر بیٹھتی ہے اور محنت و مشقت سے کمائی ہوئی آمدنی کی مکمل حق دار بنے رہنے پر اصرار کرتی ہے، اس دلیل کے ساتھ شوہر ہی تنہا گھر کے اخراجات اور فیملی کا ذمہ دار ہے، یا یہ کہ وہ شوہر کے حقوق، گھر اور تربیت وغیرہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتی یا اکثر حقوق اور ذمہ داریاں پوری کرتی ہے یا وہ بھی ان میں شریک و سہیم ہوتی ہے یا شوہر سے گھریلو ذمہ داریوں میں شیئر کرنے کا بھاؤ تاؤ کرنے لگتی ہے، یا شوہر کے خرچ پر نوکرانی سے گھریلو کام کروانے کے لئے (خوبصورت انداز سے) مجبور کرتی ہے۔

اگر ان صورتوں میں شوہر بہ رضا و رغبت یا تکلفاً یا اجبار لطیف کو مانتے ہوئے یا متوقع شر سے بچتے ہوئے بیوی کی بات مان لیتا ہے تو یہ شوہر کی عنایت اور ذرہ نوازی ہے، اس سلسلہ میں نہ تو کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی رکاوٹ اور نہ ہی کسی کو مداخلت کرنے کا حق ہے اور اس کا اجر دنیا و آخرت میں شوہر کو ضرور ملے گا۔

لیکن اگر شوہر انکار کر رہا ہے اور اپنے موقف پر ڈٹ گیا ہے، پھر بھی بیوی تنخواہ میں

سے دینے کے لئے تیار نہیں ہے تو پھر اس کا کیا حل ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں چند احتمالات ذکر کئے گئے ہیں جن میں اہم درج ذیل ہیں:

۱-عقد نکاح کے وقت پوری تنخواہ بیوی کی ملکیت ہونے کی شرط:

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیوی شرط لگادے کہ شادی کے بعد ملازمت کرے گی، یا اس ملازمت کو جاری رکھے گی جو شادی سے قبل کررہی تھی اور شوہر اس کی منظوری دے، ماحصل یہ کہ زوجین کے مابین تنخواہ اور نفقہ کی شکلوں کا تعین ہوجائے، چاہے تنخواہ پوری کی پوری عورت کے پاس ہی کیوں نہ رہے یا یہ کہ تنخواہ کی مکمل حق دار وہی ہے، اس میں جیسے چاہے تصرف کرے، چاہے شوہر پر بیوی کے نفقہ کا وجوب باقی رہے یا کلی یا جزئی طور پر خرچ ساقط ہوجائے یا تنخواہ شوہر کی آمدنی میں شامل کرکے گھر کی ضروریات میں خرچ کی جائے، بہرکیف دونوں باہمی اتفاق سے ایک نتیجہ پر پہنچیں۔

یہ اتفاق درست اور طرفین کے لئے واجب العمل ہے اور زوجین کی زندگی کے لئے یہی بہترین شکل ہے، اس سے دونوں کے مابین مفاہمت ومودت، محبت اور تعاون کا جذبہ برقرار رہے گا اور سکون کی فضا قائم رہے گی، نیز شیطانی وسوسوں اور اختلافات کی بیخ کنی کے لئے بھی سب سے کارآمد طریقہ ہے، لیکن اس طریقہ کو نافذ العمل بنانا اور وعدوں کو پورا کرنا واجب ہوگا، کیونکہ عہدوپیمان متعاقدین کے لئے قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے '' یا أیھاالذین آمنوا أوفوا بالعقود'' (المائدہ:۱)۔

۲-عقد نکاح کے بعد پوری تنخواہ بیوی کی ملکیت ہونے کی شرط:

اگر بیوی نے عقد نکاح کے وقت گھر کے باہر کام اور ملازمت جاری رکھنے کی شرط نہیں رکھی، بلکہ شادی کے بعد اس پر اتفاق ہوا ہے اور بیوی نے شرط رکھی ہے کہ بغیر کسی قید وشرط کے تنخواہ اسی کی ملکیت میں ہوگی اور شوہر نے رضامندی کا اظہار کردیا تو اس کا حکم بھی سابقہ حکم جیسا ہوگا اور تنخواہ کے کسی حصہ کا بھی مستحق شوہر نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اس کو گھر میں روکنے سے

تنازل اختیار کیا ہے اور تنخواہ تو بیوی کی محنت کا پھل ہے شوہر نفقہ کا شرعی طور پر مکلف ہے۔

۳-زوجین کے مابین تنخواہ میں حصہ داری پر اتفاق:

اس کی شکل یہ ہے کہ زوجین عقد نکاح سے پہلے یا بعد میں تنخواہ کو مرضی کے مطابق فیصد کے اعتبار سے اپنے مابین یا کسی اور کو شریک کر کے تقسیم کر لیں، یا ملازمت کی اجازت دیتے وقت شوہر تنخواہ کا کچھ حصہ لینے کی شرط لگادے اور بیوی اس شرط پر اتفاق کرے تو ایسی صورت میں یہ اتفاق بھی (سابقہ دونوں شکلوں کی طرح) صحیح اور واجب العمل ہوگا، کیونکہ شوہر نے تنخواہ کے کچھ حصہ کے بدلہ اس کو گھر میں روکنے سے تنازل برت لیا ہے اور بیوی نے بھی اس پر اتفاق کرلیا ہے، لہذا بیوی کے لئے یہ معاہدہ پورا کرنا واجب ہوگا کیونکہ شرطوں کو پورا کرنا مسلمانوں پر لازم اور فرض ہے۔

یہ تینوں شکلیں زوجین کی زندگی میں تفاہم، محبت، تعاون، الفت اور راحت وسعادت کے لئے نہایت بہترین شکلیں ہیں، ان سے شیطانی راستے مسدود، خارجی اثر فیر کے دروازے بند اور اختلافات کی جڑیں ختم ہوجاتی ہیں، نیز یہ شکلیں خاندان کی خوشحالی اور مسرت کے لئے مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتی ہیں، بالخصوص جب ان کو عملی جامہ پہنایا جائے اور شروط وقیود کو پورا کرنے کی سعی پیہم کی جائے، کیونکہ عہد و پیمان متعاقدین کے لئے قانون کا درجہ رکھتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یا أیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" نیز مومنین کے اوصاف میں بتایا گیا ہے "والموفون بعهدهم إذا عاهدوا"۔

۴-تنخواہ کے سلسلہ میں نہ تو پہلے نہ بعد میں کوئی اتفاق ہوا ہو:

اگر بیوی کی تنخواہ کے بارے میں نہ تو پہلے نہ بعد میں کوئی بات طے ہوئی ہو تو اس کی دو شکلیں ہیں:

پہلی شکل بیوی اپنی تنخواہ شوہر اور اولاد کے لئے خوشی اور رضامندی سے صرف کرے، جیسا کہ عام طور پر اس وقت ہو رہا ہے تو وہ ایسا کرسکتی ہے، کیونکہ وہ مال اس کی ملکیت اور تصرف میں ہے، اور ایسا کرنے پر وہ اجر وثواب اور نیک نامی کی مستحق ہوگی، نیز اس سے زوجین کے مابین ہم آہنگی، استحکام اور اہل خانہ کے مابین اعتماد میں مزید پختگی پیدا ہوگی۔

دوسری شکل یہ ہے کہ بیوی شوہر کو اپنی تنخواہ میں سے کچھ دینے سے منع کردے اور اس بارے میں پہلے سے کوئی معاہدہ نہ ہوا ہو تو وہ ایسا کرسکتی ہے اور شوہر کو مطالبہ کا کوئی حق نہیں رہتا کیونکہ کام کی اجازت دینے کے وقت اس نے اس طرح کی کوئی شرط نہیں رکھی تھی، لہذا اسے بلاعوض اپنے حق احتباس سے تنازل برتنے والاقرار دیا جائے گا اور چونکہ تنخواہ کی مستحق مکمل طور پر بیوی ہے، اس لئے اسے تنازل اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے باوجود شوہر اگر مطالبہ کرتا ہے تو یہ سراسر ظلم وزیادتی ہے اگرچہ شوہر اسے شرم وحیاء جیسے جذباتی حیلوں بہانوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ تنخواہ بیوی کی محنتوں اور کاوشوں کا ثمرہ ہے، اسے ہی اس میں تصرف مطلق کا حق ہے، چاہے تو اس کو رکھے یا ڈونیٹ کردے، یا استعمال کرے یا انوسٹ کرے، شرعی طور سے وہ شوہر کو سپورٹ کرنے کی مکلف نہیں ہے۔

چوتھی بحث

زوجین کا اپنے حقوق کے استعمال میں تشدد آمیز رویہ

گذشتہ سطروں میں ازدواجی حقوق کو قرآن وسنت اور اجتہاد امت سے ہم ثابت کرچکے ہیں کہ اگر ہر انسان اپنے حقوق کی انجام دہی صحیح طور پر کرنے لگے تو اس دنیا میں وہ خوشیوں اور مسرتوں سے مالا مال ہوجائے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے سرفراز ہوجائے اور کورٹ کچہری کی نوبت ہی نہ آئے، لیکن اکثر وبیشتر انسان اپنے جائز اور متعین حق سے آگے بڑھنے لگتا ہے یا اپنے حق واختیار کا غلط استعمال کرنے لگتا ہے، یا عملی طور پر ظالمانہ رویہ اختیار کرلیتا ہے، جس سے زوجین کا گھر بے اطمینانی، بدحالی، تذبذب اور اختلافات کا شکار ہوجاتا ہے:

یہاں پر ہم بیوی کی ملازمت کی وجہ پیدا کرنے والے ازدواجی اختلافات کے کچھ نمونے بیان کررہے ہیں۔

۱۔قوامیت میں ظلم وتشدد:

بلاشبہ مرد کا عورت پر قوامیت کا حق شرعا مقرر اور ثابت ہے،لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا عورت پر ظلم کیا جائے، اس کے ارادہ واختیار سے اس کو محروم کردیا جائے اور اس کے تشخص کو ختم کردیا جائے، کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قوامیت مردوں کو عورتوں پر مسلط کردینے کا نام ہے، انہیں عورتوں کے ساتھ تعامل کرنے میں مکمل آزادی حاصل ہے، اگر چہ معاملہ ظلم واستبداد کی حد تک کیوں نہ پہنچ جائے گویا عورت باندی لونڈی یا تحفہ کی نوکرانی ہے اسے محض حکم کے اشاروں پر چلنا ہے، وہ اپنی عورتوں کو اسی غلط نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنی مرضی ان پر بغیر مشورہ ڈسکس، خواہش اور ارادے کے تھوپنے لگتے ہیں، جس سے عورت زندگی سے مایوس ہونے لگتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس کا الٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا ذہن شوہر کے تئیں متمردانہ ہونے لگتا ہے اور بالخصوص جب اس کے پاس کمائی کا ذریعہ ہو تو غلط رجحان اختیار کرنے لگتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شوہر کی اطاعت کو حماقت کا درجہ دینے لگتی ہے، کیونکہ اسے لگتا ہے کہ میں شوہر کے ہاتھ کی گڑیا یا کھلونا ہوں جب اور جیسے چاہا استعمال کر کے رکھ دیا، پھر حمل وولادت اولاد کی تربیت رضاعت اور پرورش سے گریز کرنے لگتی ہے اور پھر اس کا نصب العین اسلامی اصول واخلاق سے عاری ایک آزاد خیال ملازمت کرنے والی یورپین عورت بننے کا ہوجاتا ہے، اور بالآخر آزادی کے ساتھ برابر سرابر معاملہ کرنے پر اتر آتی ہے۔

اسی طرح کچھ بیویاں مرد کی قوامیت کی نااہلی کا غلط فائدہ اٹھانے لگتی ہیں شوہر کی اطاعت ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی اور اس کی رہنمائی کی مخالفت شیوہ بن جاتی ہے، نتیجۃً شادی خانہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی ہوجاتی ہے، پھر شوہر کے اندر نخوت وحمیت کا احساس ہوتا ہے اور اسے یہ گوارہ نہیں ہوتا کہ اس پر عورت کی حکمرانی چلے، دونوں طرف آگ کا بھڑکاؤ دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے، پھر شوہر ہی کو تنازل اختیار کرنا پڑتا ہے اور بیوی کے لئے قربانی دینے لگتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ عزت نفس ایک پاکدامن لڑکی کی مانند ہے جو داغ دھبے کو گوارہ

نہیں کرسکتی اور اس پر زیادتی ناقابل معافی جرم ہے اور پھر گھر کی بربادی اور ازدواجی زندگی کی تباہی پر کہانی ختم ہو جاتی ہے۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قوامیت ان غلط تصورات سے بعید تر ہے، یہ ایک سلیقہ مند اور منظم قیادت ورہنمائی کا نام ہے، اس کے اندر گھر اور خاندان چلانے اور زندگی کو مستحکم بنانے کی ذمہ داری (Responsibility) ہوتی ہے، نیز اس میں کچھ لمیٹ (حدود) بھی ہیں جن کی پابندی واجب ہے، سب کے سب آرڈر اور قیود وحدود ہی نہیں ہوتے، یہ قوامیت ایک سرپرست کی قوامیت کے مشابہ ہوتی ہے جس میں حاکم کا محکومین سے افضل ہونا ضروری نہیں ہوتا، لیکن چونکہ یہ ایک ضرورت ہے جو معاشرتی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے، ایک مومن شخص اور وں پر علم وفضل اور دین داری میں چاہے کتنا ہی فائق ہو اپنی بیوی پر زیادتی کرنے سے گناہگار ہوجائے گا، شوہر کا عورت پر قوامیت سے قطعا نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ مرد دین وتقوی میں عورت سے افضل ہے، کیونکہ عورت علم وتقوی اور مرکزیت میں مرد سے بھی فائق ہوسکتی ہے، ہر شخص اپنے عمل کی اچھائی اور کرتوت کی وجہ سے ہی بہتر مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے "**فاستجاب لهم ربهم أنى لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى بعضكم من بعض، الخ الآية**" (آل عمران: ۱۹۵) پس ان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کرلیا۔ اس لئے کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے خواہ مرد ہو یا عورت عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزء ہو۔

قوامیت کے بنیادی تصورات میں نصح وہدایت الفت ومحبت اور ذمہ داری سنبھالنے کی اہلیت ہے۔ اس میں عزت وشرف سے زیادہ احساس ذمہ داری ہوتی ہے جسے مرد نہ تو جانبداری اور دوستی کی خاطر انجام دیتا ہے اور نہ عورت پر ظلم وزیادتی کے ساتھ، بلکہ اس لئے کہ اس کے اندر اس کی اہلیت وصلاحیت زیادہ ہے، مرد ہی بیوی کا امین محافظ اور مربی ومصلح ہوتا ہے اور کج روی اختیار کرنے کی صورت میں شعور وسلیقہ سکھاتا ہے (أحکام القرآن، لابن العربی ۱/۱۶۴، تفسیر القرطبی

۶۹/۵، تفسیر ابن کثیر ۱/۴۹۱)۔

کچھ لوگوں کے ذہن میں کچھ اس طور کے غلط بلکہ مبغوض تصورات پیوست ہو جاتے ہیں کہ قوامیت روز اول ہی سے سخت زور آزمائی، دھمکی زور زبردستی، دھاک جمانے اور مار پیٹ کا نام ہے، یہ چیزیں ازدواجی زندگی کے لئے نہایت خطرناک ہیں، اس سے بیوی کے اندر خوف، بغض، کراہیت اور نفاق جیسی چیزیں جنم لینے لگتی ہیں اور زندگی سے نفرت اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہونے لگتا ہے، مشہور عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اگر کسی نفس کے تم مالک بن جاؤ تو اسے اتنی خوشیاں دو کہ وہ تمہارا گرویدہ بن جائے پھر دیکھو کہ وہ تمہارے اشاروں پر کیسے ناچتا ہے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کا کوئی ثانی نہیں ہے "**خیر کم لأهله و أنا خیر کم لأهلي**" (ترمذی ۲/ ۲۰۴، احمد ۲/ ۲۵۰، بیہقی ۷/ ۴۶۸، الحاکم ۱/ ۳)۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

زوجین کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قوامیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد گھریلو ذمہ داریوں کا امین اور مالک ہے جبکہ عورت کو اس کے جائز مطالبات پورا کرنا فرض ہے، اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی مضمر ہے، امام فخر الرازی بیان کرتے ہیں "معلوم رہے کہ نیک بیوی اسی کو کہا جائے گا جو اپنے شوہر کی مطیع وفرمانبردار ہو" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کہا ہے "**فالصالحات قانتات**" (سورۂ نساء: ۳۴)، نیک عورتیں وہ ہیں جو مطیع وفرمانبردار ہوں (مفاتیح الغیب ۱/ ۹۱)۔

قوامیت کے اسی متشددانہ فہم وتطبیق کے نتیجہ میں یہ چیز زوجین کے لئے نزاع کا سبب بن جاتی ہے اور اسی بنا پر آج اختلافات یا طلاق کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہو گیا ہے، حتیٰ کہ بذات خود قوامیت کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے، محض گھر کے اخراجات کی ذمہ داری ادا کرنے کا نام قوامیت نہیں ہے، بلکہ قوامیت کے اندر تحفظ، نگہداشت، رہنمائی، قیادت، قوت فیصلہ اور احساس ذمہ داری بھی آتی ہے، جس سے فیملی کی تمام مصلحتیں پوری ہوتی ہوں، اسی لئے اللہ

تبارک وتعالیٰ نے قوامیت کا حق مرد کو دیا اور اس کے فرائض میں ایک فریضہ قرار دیا کیونکہ قوامیت والی آیت "الرجال قوامون علی النساء" قوامیت کے دو سبب کی طرف اشارہ کرتی ہے، پہلا سبب فطری ہے جو مرد کی تخلیقی اور فطری قوت وحاکمیت کو بتاتا ہے، دوسرا کسبی ہے جسے بدلا بھی جاسکتا ہے اور وہ ہے انفاق، ان دونوں میں ایک کے فقدان سے قوامیت ساقط نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہلیہ مالدار تھیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے شوہر اور اولاد کے اخراجات دینے کی گنجائش کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اجازت دی اور انہوں نے خرچ کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قوامیت سے انکار بھی نہیں کیا۔

۲-حق نفقہ میں عدم رواداری:

اسلامی، عقلی، منطقی اور واقعاتی نقطہ نظر سے مال گھر اور خاندان کی تعمیر وترقی کے لئے اہم ذریعہ ہے، شوہر کام اس لئے کرتا ہے کہ وہ فیملی کے لئے باوقار زندگی فراہم کرے اور بیوی بھی بسا اوقات گھر کے باہر اسی لئے کام یا ملازمت کرتی ہے تاکہ اپنے اور گھر کی مستقبل سازی میں حصہ لے، اس طور پر پیسہ اور کام زوجین اور فیملی کے مشترک مقاصد کے تحقق کا ذریعہ ہوتے ہیں نہ کہ گھر اجاڑنے اور عدم استحکام کا۔

جمہور فقہاء کا اتفاق ہے اخراجات (نفقہ) کی ذمہ داری صرف مرد پر ہے لیکن کبھی کبھی اس ذمہ داری کا غلط اور غیر منصفانہ استعمال کرتا ہے، اگر شوہر بخیل اور کنجوس ہے تو بدنیتی سے نہ سہی لیکن پھر بھی ایک پیسا خرچ کرنا اس کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے، یا اگر بدنیت ہے تو عورت کو پریشان کرنے اور ستانے کے لئے اپنا ہاتھ تنگ کئے رہتا ہے، جس کے نتیجہ میں باہمی اختلاف، نزاع اور سرکشی کا وجود ہونے لگتا ہے، بسا اوقات ایسا شوہر بیوی کو اپنے گھر خاندان یا ان سے قریب ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتا ہے جو اسے ستائیں اور پریشان کریں۔

اسی طرح عورت بھی اکثر وبیشتر اخراجات کے سلسلہ میں غلو سے کام لینے لگتی ہے، فضول خرچی کا رجحان اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ شوہر سے طرح بطرح کے مطالبات کی ایک طویل

فہرست ہمیشہ تیار کئے رہتی ہے، یہاں تک کہ شوہر مطالبات کے ڈھیر میں دب کر کراہنے لگتا ہے، پھر شوہر قرضوں کے بوجھ تلے اتنا دب جاتا ہے کہ دن میں رسوائی اور رات میں غمخواری کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا، یا پھر اس راستہ سے نکلنے کیلئے حرام راستوں کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، یہ چیز عورت کے لئے بسا اوقات گھر سے باہر نکلنے اور کام کرنے کا حیلہ بہانہ بن جاتی ہے اور نتیجۃً وہ گھر کی ذمہ داری چھوڑ کر اپنے جسم کی آرائش وزیبائش میں پیسہ لٹانا شروع کر دیتی ہے اور اپنی سہیلیوں اور پڑوسیوں سے مقابلہ آرائی کی لت لگ جاتی ہے، پھر زوجین کے تعلقات میں بدمزگی آنے لگتی ہے بالخصوص جب بیوی اپنی آمدنی کو صرف اپنے تک محدود رکھے اور گھر کی ذمہ داریاں تربیت وغیرہ میں کوتاہی شروع کر دے اور گھر میں نوکرانی اور نرس میڈ وغیرہ رکھنے کا مطالبہ کرنے لگے۔

اسی لئے قرآن کریم نے اخراجات میں میانہ روی کی ترغیب دی ہے اور اللہ کے رسول علیہ السلام نے ہند بنت عقبہؓ کے واقعہ میں اس کی وضاحت فرمادی، حضرت ہندؓ نے اپنے شوہر کے بخل اور مصارف میں کمی کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، کہا: ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اور میرے بچے کو اتنا مال نہیں دیتے جس سے ہماری ضرورت پوری ہو سکے، اس لئے میں ان کی اجازت کے بغیر کچھ لے لیتی ہوں، آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اس کے مال میں سے میانہ روی کے ساتھ بغیر اسراف کے اتنا لے سکتی ہو جس سے تمہارے اور بچے کی ضرورت پوری ہو جائے (البخاری ۲/ ۷۷۰، ۷۰۹، ۲، مسلم ۱۲/ ۷، بیہقی ۱۰/ ۲۷۰ عن عائشہ)، معلوم ہوا کہ آپ نے شوہر کی اجازت کے بغیر لینے کا حق دیا تاکہ قانون اور عدالت کا سہارا لئے بغیر اسے اپنے اور اپنے بچے کا حق مل جائے، لیکن اسی کے ساتھ آپ نے اس حق کو "بالمعروف" سے مقید کر دیا تاکہ لینے والا حق کی آڑ میں اسراف وتبذیر اور ناانصافی سے کام لینا نہ شروع کر دے، نیز ارشاد باری تعالیٰ "اسکنوهن من حيث سكنتم من وجدكم" الآیۃ اور نیز فرمایا: "لينفق ذو سعة من سعته ......" (الطلاق)۔

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ دنیا کے ہر شوہر کو بالخصوص ازدواجی زندگی کے ابتدائی مرحلوں میں شدید معاشی بحران سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی کبھی یہ پریشانی شادی کے وقت ہی سے شروع ہوجاتی ہے، ایسے ہی مواقع پر باہمی محبت، مشترک تعاون، ایک دوسرے کے احساسات وجذبات کو سمجھنے اور ایثار وقربانی کے مظاہر سامنے آتے ہیں، بیوی فضول خرچی سے اجتناب اور خرچ میں جوزندگی کی بنیاد ہے میانہ روی سے کام لیتی ہے، گردش زمانہ سے دوچار شوہر پر ترس کھاتی اور صبر کرتی ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ کہ خوشحالی کے پھول ازدواجی زندگی کے آنگن میں کھلنے شروع ہوجاتے ہیں۔

لیکن بسا اوقات زوجین میں سے کوئی ایک ان حالات کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے حق کے مطالبہ میں عدم رواداری اور تشدد کا طریقہ اختیار کرنے لگتا ہے، یہاں پر رب کائنات کی طرف سے عمومی نصح وہدایت آتی ہے ''**ولا تجعل یدک مغلولة إلی عنقک ...... الآیة**'' (سورۂ إسراء: ۲۹) اور تو نہ اپنا ہاتھ گردن میں سے باندھ لے اور نہ اسے بالکل ہی کھول لے ورنہ تو ملامت زدہ تہی دست ہوکر بیٹھ جائے گا۔ "**وقال اللّٰه تعالی والذین إذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما**" (سورۂ فرقان: ۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا خرچ) اعتدال پر رہتا ہے۔

۳-عورت کی ملازمت کے سلسلہ میں حقوق کے استعمال میں ظالمانہ رویہ:

بہت سی عورتیں عورت کی ملازمت یا کام کو صرف ایک کام کی حیثیت سے یا ذریعہ معاش یا معیار زندگی کو اونچا بنانے یا شوہر کی مالی مدد یا فیملی کے اخراجات میں شیئر یا بچوں کی تعلیم میں تعاون کی حیثیت سے ہی نہیں دیکھتیں، بلکہ یورپ کی تقلید میں کام اور ملازمت کو Self Dependent مستقل بالذات ہونے اور عورت کا ''تسلط'' منوانے کا ذریعہ سمجھتی ہیں، انہیں یہ زعم ہوتا ہے کہ گھر سے باہر کی دنیا میں قدم رکھنا اور ذمہ داریوں کو فیس کرنا سماج میں اس کے وجود

اور تشخص کو ثابت کرنے کا ضامن ہے، نیز گھر کی ذمہ داریوں سے راحت ملنے کا ذریعہ بھی، اس کی یہ سوچ شوہر کے تسلط اور قوامیت سے بغاوت اور انتقام پر ابھارتی ہے اور وہ تمرد وعصیان کو ہتھیار بنا کر شوہر کے سامنے کھڑی ہونے لگتی ہے، کسی مشہور مصنف کے بقول: ''کہ اب عورت باطنی طور پر مرد ہو چکی ہے اور مرد باطنی طور پر عورت، اسی تصور کے ساتھ اب عورت مرد سے امور زندگی میں تعامل کرتی ہے نتیجہ مرد کو اس طرح کی زندگی جھیلنے کی سکت نہیں رہی اور اس سے چھٹکارا لینا بہتر سمجھنے لگا ہے''۔

یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی مرد بھی عورت کی ملازمت کے تعلق سے اپنے حقوق کے استعمال میں غیر منصفانہ رویہ اپنانے لگتا ہے، اس کو بغیر کسی معقول عذر، یا کمائی اور آمدنی کی شدید ضرورت کے گھر میں مقید رکھنے کا حکم دیتا ہے اور محض پریشان کرنے کے لئے کام سے روکنے کی سازش کرنے لگتا ہے، یا کام کرنے کے لئے یا مزدوری اور تنخواہ میں حصہ لگانے کے لئے یا تنخواہ پر مکمل قبضہ جمانے کے لئے یا گھر اور بچوں کے اخراجات کے لئے طرح بطرح کی شرطیں لگاتا ہے اور بسا اوقات اس کے بالکل برعکس مرد اپنی بیوی کو بغیر کسی معقول وجہ کے گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے، اسلام کی بہت سی تعلیمات شوہر کو بیوی کے ساتھ خیر خواہی اختیار کرنے کی ہدایت دیتی ہے اور عورت کو مرد کی اطاعت احترام، حکم کی بجا آوری اور اس کی اجازت بغیر گھر سے نہ نکلنے کی تاکید کرتی ہے۔

لیکن کبھی کبھی عورت کو مرد کے اپنے حقوق کے غلط استعمال کا گمان ہونے لگتا ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ مرد کو جس وقت عورت کی ملازمت یا کام کے بارے میں علم ہو اور عقد نکاح کے وقت صراحتہ یا ضمنا اپنی نامنظوری کا اعلان کر دیا ہو تو اسے کام سے منع کر دے، یا اس شرط کے ساتھ اجازت دے کہ وہ اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار رہے، اس کی صراحت فقہاء پہلے کر چکے ہیں اور اس سلسلہ میں کام کی نوعیتوں میں امتیاز اور تفریق نہیں کی، لیکن آج کی ملازمت پیشہ عورت جس نے تعلیم اور سرٹیفکٹ کے حصول میں عمر کا قیمتی وقت صرف کیا ہو، آسانی

سے کام نہیں چھوڑ سکتی، بلکہ اگر شوہر مطمئن نہ ہوا تو اپنے حقوق میں تشدد کا راستہ بھی اختیار کر سکتی ہے اور مرد کی ضد کو مان کر گھر بیٹھ جانے کی وجہ سے بیوی کے لئے مادی، روحانی اور نفسیاتی اعتبار سے برے نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ شوہر کی بدسلوکی اور انانیت کے پیش نظر معاملہ طلاق کی حد کو پہنچ جائے اور پھر عورت کو اپنی ملازمت اور ازدواجی زندگی دونوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔

۴-شوہر کا غلط رویہ طلاق کی دھمکی دے کر:

اکثر و بیشتر شوہر حق طلاق کا استعمال غلط کرتا ہے یا اپنے حقوق کے مطالبہ یا مول کرنے میں طلاق کی دھمکی سناتا ہے، احکام شریعت سے نابلد کچھ حضرات تو اللہ کے حکم کو کھلواڑ بنالیتے ہیں اور لفظ طلاق ان کی زبانوں پر تکیہ کلام کی طرح جاری و ساری رہتا ہے اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں اور معمولی سی بات پر طلاق کی بوچھار شروع کر دیتے ہیں، بسا اوقات طلاق کی قسم کو بیوی پر اپنی رائے تھوپنے کا ہتھیار بنالیتے ہیں اور طلاق معلق کی قسم کھا کر اسے بیوی کی گردن پر لٹکتی تلوار بنائے رہتے ہیں۔

ایسے لوگ طلاق کا غلط استعمال کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالی نے طلاق شوہروں کے ہاتھ میں بوقت ضرورت استعمال کرنے کے لئے دیا ہے نہ کہ اپنی مرضی اور من مانی سے یا جذبات کی تسکین وغیرہ کے لئے، یہی وجہ ہیکہ طلاق کی شرح اسلامی ملکوں میں تیزی سے بڑھتی جارہی ہے، اسی لئے موجودہ دور کے مفتیان حضرات اور بہت سے مسلم پرسنل لاء نے مذاہب اربعہ کی مخالفت کرتے ہوئے مجبوراً ضعیف قول پر عمل کرنے کو کہا ہے اور طلاق کی دھمکی کو محض ایک عام قسم کے ضمن میں رکھتے ہوئے قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرنے کا فتوی جاری کیا ہے، کیوں کہ اس سے نہ تو طلاق کی مقصدیت اور اس کے جواز کی حکمت ہی باقی رہی اور نہ ہی اپنی اصلی حالت پر برقرار رہا۔

آج عورت بھی کبھی کبھار ان ممالک میں طلاق کے جواز کا غلط استعمال کرنے لگتی ہے جہاں خلع کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، چنانچہ عورت قاضی کے پاس معمولی معمولی باتوں پر

طلاق وفراق اور خانہ بربادی کا مطالبہ کرتی ہے، قانونی ناحیہ سے قاضی کو بھی اس کی بات ماننی پڑتی ہے اور پھر عورت **مطلق العنانی** کے ساتھ اپنی بات منوالیتی ہے۔

☆☆☆

ا- اس بات کی طرف اشارہ کردینا مناسب ہوگا کہ حق طلاق اور دوسرے خاندانی مسائل کا غلط استعمال کرنے والے عام طور پر وہی لوگ ہوتے ہیں جو نام کے مسلمان ہوتے ہیں، ان کی پوری زندگی اسلامی اصول وضوابط سے دور غیر دینی اور مادی اقدار وقیم پر چل کر گزرتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ساتھ کبھی کبھی کچھ مخلص لیکن جاہل مسلمان بھی شریک ہوجاتے ہیں جن کی اسلام کی ہدایت سے واقفیت نا کے برابر ہوتی ہے، لیکن ازدواجی اختلافات میں تشددانہ اور ظالمانہ رویہ ان لوگوں کے یہاں یکسر نہیں پایا جاتا جو دین دار اور عقیدہ وایمان کے لحاظ سے پختہ اور کامل ہوتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

اس بحث کے اخیر میں اخذ ہونے والے نتائج کا مختصر اُخاکہ اور کچھ ضروری ہدایات پیش کئے جا رہے ہیں:

ا- بحث کا ماحصل اور نچوڑ درج ذیل ہے:

۱- فیملی معاشرہ کا ستون ہے اور اسلام کے مضبوط قلعوں میں سے ایک قلعہ ہے، جس کی بنیاد شادی سے پڑتی ہے اور شوہر بیوی اور اولاد سے وجود میں آتی ہے۔

۲- فیملی کا قیام الفت ومحبت باہمی مشورہ وتعاون اور سکون ورحمت پر ہے اور اس کا مقصد میل جول حسن سلوک فزائش نسل اور نفسیاتی ومعاشرتی امن وامان کی فضا قائم کرنا ہے۔

۳- اصولی طور پر افراد خاندان کے مابین ذمہ داریاں منقسم رہنی چاہیے، لہذا شوہر گھر کے باہر کی ذمہ داریاں نبھائے اور بیوی گھر کے اندر کی اور یہ سب زوجین کے مابین معروف ومتعارف حدوں کے اندر رہوں، بیوی کا یہی بنیادی اصلی اور قابل احترام کام ہے، ایسی صورت میں شوہر کے اوپر زوجیت کا نفقہ خوش اسلوبی کے ساتھ واجب ہے اور بیوی اخراجات میں حصہ لینے کی مکلف نہیں ہے اگر چہ کہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

۴- بیوی کے لئے گھر سے باہر کام کرنے کی اجازت فقہی شرعی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے جائز ہے، بشرطیکہ شوہر کی اجازت ہو یا شادی سے پہلے یا بعد میں بوقت ضرورت کام کرنے پر زوجین کے مابین ایگریمنٹ ہو جائے۔

۵- عورت کا اپنا ذاتی تشخص وجود اور اہلیت ہے، وہ مکمل مالی تحفظ وضمانت کی مستحق ہے، شریعت نے اسے کمائی میں تصرف کا مطلق حق عطا کیا ہے، شوہر اس میں اسی وقت

حصہ دار بن سکتا ہے جب عورت کی مرضی ہو یا پہلے سے اس کی شرط رکھی گئی ہو یا اس پر ایگریمنٹ ہوا ہو، کیونکہ شوہر نے اپنے حق احتباس سے تنازل اختیار کرتے ہوئے خود اسے گھر سے باہر نکل کر کام کرنے کی اجازت دی ہے۔

۶- حق احتباس کے عوض اگر زوجین ملازمت کرنے والی بیوی کی فیملی بجٹ میں حصہ داری باہمی رضامندی کے ساتھ طے کرنا چاہیں یا اس کی شرط رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں، اگر شوہر نے کام کی اجازت بغیر ایگریمنٹ یا شرط کے دے دی تو بیوی کو نفقہ کا مکلف نہیں کیا جائے گا، ہاں گھر کے بجٹ میں اس کی حصہ داری واجب ہوگی۔

۷- عقد نکاح سے قبل شوہر بیوی کو ملازمت ترک کرنے کا مکلف کرسکتا ہے اور بیوی چاہے تو کام اور ملازمت کی شرط عقد نکاح میں لگا سکتی ہے، لیکن دونوں کے مابین باقاعدہ ایگریمنٹ بنوانا ضروری ہے اور باہمی رضامندی سے لگائی ہوئی شرطوں کو نافذ العمل بنایا جائے گا۔

۸- زوجین کے مابین بیوی کی تنخواہ کے متعلق صاف لفظوں میں ایگریمنٹ ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر ضمنی یا عرفی ایگریمنٹ پر عمل کیا جائے گا ورنہ تنخواہ کی مستحق بیوی ہی ہوگی۔

۹- شوہر اور ملازمت پیشہ بیوی کے مابین فیملی بجٹ میں حصہ داری میں صاف لفظوں میں ایگریمنٹ ہونا ضروری ہے، بصورت دیگر ضمنی یا عرفی ایگریمنٹ پر عمل کیا جائے گا، اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو بیوی کو گھر سے باہر کام کے عوض اخراجات میں شیئر کرنے کا مکلف کیا جائے گا۔

۱۰- شریعت کے مقرر کردہ ازدواجی حقوق فرائض محدود و متعین ہیں مطلق نہیں ہیں، اس لئے ان کے استعمال میں تشدد، تعسف اور غیر منصفانہ رویہ حرام ہے، اسی طرح سے حقوق واجبات کے استعمال میں زورزبردستی اور شرعی اور عرفی طور پر جائز حدود وقیود

کو پار کرنا بالخصوص قوامیت، نفقہ، ملازمت اور طلاق کے معاملہ میں حرام ہے۔

ہدایات:

۱- عورت کو سب سے زیادہ فکر مادی پہلو سے محتاط رہنے کی ہونی چاہئے اور اسے دینی، گھریلو تربیتی اور شوہری حقوق کی ادائیگی میں بالکل غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

۲- عورت اس بات کی حتی الامکان کوشش کرے کہ شوہر کے گھر میں رہ کر اپنی اصلی اور بنیادی ذمہ داری پوری کرے اور اپنا فرض منصبی ایک اچھی بیوی اور ماں کی حیثیت سے ادا کرے، ساتھ ساتھ فیملی کی خوشحالی اور شوہر کے مکان میں الفت ورحمت کی فضا قائم کرنے کی کوشش کرے۔

۳- اگر ازدواجی زندگی کے عدم استحکام کا خطرہ نظر آنے لگے تو بہتر مادی وسائل کی فراہمی زوجین کے لئے مقصود بالذات اور نصب العین نہ بنے، کیونکہ سعادت والفت کے ساتھ معمولی وسائل زندگی ایک فیملی کے لئے صرف مادی عیش وآرام کی زندگی سے ہزارہا بہتر اور افضل ہے۔

۴- نکاح نامہ میں ایک خانہ کا مزید اضافہ کیا جائے جس میں مخصوص شرائط مثلاً عورت کی ملازمت، تنخواہ، ذمہ داریاں اور فیملی بجٹ کا ذکر ہو۔

۵- عقد نکاح سے واقفیت کے طور پر ایک عمومی ہدایات وضع کی جائے جو زوجین کے حقوق وفرائض کی تعیین وتحدید کرتی ہوں اور اس کے پیراگراف پر بحث کی جائے تاکہ اس کی موافقت یا تبدیلی اور بحث کے سلسلہ میں لوگوں کی آراء سامنے آجائیں۔

۶- خاندان معاشرہ اور ملک کو چاہئے کہ مختلف ذرائع ابلاغ کتابوں اور لٹریچروں کے ذریعہ لوگوں کی شادی کے احکامات کے سلسلہ میں ذہن سازی کی جائے جس سے ازدواجی زندگی کو استحکام عطا ہو، خاندانوں کو غلط افکار ونظریات سے محفوظ رکھا جاسکے اور اسے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر فخر محسوس ہو۔

عورتوں کی ملازمت
ایک مطالعہ فقہ اسلامی کی روشنی میں

ڈاکٹر اسماعیل کاظم العیساوی ☆
☆☆ترجمہ: مولانا صفدر زبیر ندوی

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد!

مقدمہ:

موجودہ زمانہ میں عورتوں کی ملازمت کے موضوع کو خصوصی توجہ اور ایک وسیع میدان حاصل ہے، یہ موضوع کتابوں اور تحریروں میں بھی ہے اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں بھی اس موضوع پر بحث ومباحثہ کے حلقے قائم ہیں، اور ہر شخص اس میں حصہ لے رہا ہے، خواہ وہ اسلامیات کا ماہر ہو یا اقتصادیات کا یا سماجیات کا ماہر ہو، اس سلسلہ میں علماء کی آراء اور اقوال، ان کے فکری اور عقائدی رجحانات کی بنیاد پر الگ الگ ہیں، ان میں سے بعض تو توسع کے قائل ہیں اور ان کا مطالبہ ہے کہ عورت کو ہر چیز میں مرد کے ہم پلہ ہونا چاہئے، بعض تنگ ذہن ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عورت چہار دیواری میں رہے نہ وہ کسی کو دیکھے اور نہ اسے کوئی دیکھے، اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے امور کے انجام اور ان سے پیدا ہونے والے اسباب پر نظر رکھی ہے۔

اکابر علماء کے اقوال وآراء اور تحریروں کی روشنی میں یہ سمینار منعقد ہورہا ہے، تو تمام مقالہ نگار حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی تحریریں اور آراء پیش کریں، پھر علمی نشستوں میں ان پر بحث

☆ کلیۃ الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ، جامعۃ الشارقۃ، الامارات العربیۃ المتحدۃ۔

کریں اور پھر ایسا نقطۂ نظر سامنے لائیں جو نہ موجودہ صورتحال کو بالکل باطل قرار دے اور نہ نصوص شریعت کے دائرے سے باہر ہو۔

میری خواہش ہوئی کہ میں بھی علماء کی اس ممتاز جماعت کے ساتھ اس موضوع میں حصہ لوں، اور میں بعض ایسے حل پیش کرنے پر اتفاق کرتا ہوں جو عورت کو سب سے پہلے ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا مرتبہ دے کہ اسے بھی جینے کا حق ہے، اور معاشرہ کی ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اس پر نسلوں کو بنانے اور سنوارنے کا حق ہے جن پر قوموں کی بنیاد ہوتی ہے، چنانچہ اس کے اور معاشرے کے حق کے درمیان بلاشبہ اس پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو عورت اس مسئلہ سے کیسے نپٹے گی؟ اور اس کی صفات وخصوصیات کو دیکھتے ہوئے جو کہ مرد کی صفات وخصوصیات سے مختلف ہوتی ہیں، کیسے ان مسائل کے درمیان تطبیق ہوگی، اگر یہ فرق واختلاف نہ ہوتا تو پھر وہ دونوں ایک خلیہ ہوتے جس سے معاشرہ چلتا۔

کمالہ مصری کہتے ہیں: مرد اور عورت کے جسمانی ساخت میں واضح فرق ہے، اگر ان دونوں کی ساخت میں فرق نہ ہوتا اور ان کی طبیعتیں مختلف نہ ہوتیں تو دونوں ایک ہی نوع ہوتے، دونوں کے درمیان آپس میں شادی ممکن نہ ہوتی، اور نہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ میاں بیوی کی طرح زندگی گزارتے۔ دونوں کے جسمانی اور نفسیاتی ساخت میں فرق کی وجہ سے ہی ہر ایک اپنے مخصوص دائرہ میں کام کرتا ہے، اور دنیا میں ان کی تخلیق کا مقصد ہی یہی ہے۔

زوجین میں سے ہر ایک کی مخصوص صفات ہیں جو الگ الگ نسب کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں، جو دونوں کی اصل خلقت وفطرت اور حاصل شدہ طبیعتوں میں ہوتی ہیں، جیسے ضعف اور قوت، نرمی اور سختی، اور اس پر قلت یا کثرت تحمل، کسی چیز کو قبول یا رد کردینا، اور فاعل کی قدرت یا اس کا عاجز ہونا مرتب ہوتا ہے۔

اللہ کا طریقہ اپنی مخلوق میں یہ ہے کہ اس نے مخلوقات کے درمیان فرق واختلاف رکھا ہے، یہاں تک کہ ایک ہی جنس میں روزی اور مدت میں قلت وکثرت کی حیثیت سے، اور خلقت

میں قوت وضعف کی حیثیت سے فرق پیدا کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد علی البار جو کہ علاج نسواں کے مخصوص ڈاکٹر ہیں، کہتے ہیں:

متعدد طبی مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی نفسیاتی اور جسمانی وجود کو مرد کے وجود سے الگ پیدا کیا ہے، عورت کے جسم کو اس طرح بنایا کہ وہ امومت رمادریت کے عمل سے پوری طرح ہم آہنگ ہو، اس کی نفسیات بھی اسی طرح بنائی گئی ہے کہ وہ خاندان کی مالکن اور گھر کی سردار بن سکے۔

وہ کہتے ہیں: عورت کی جسمانی ساخت مرد کی ساخت سے مختلف ہے۔

وہ کہتے ہیں: جب ہم نے اس پر غور کیا جو عورت کو حیض، اور ولادت میں پیش آتا ہے تو ہم نے جانا کہ عورت کا ملازمت کے لئے نکلنا خود اس کے اپنے ذاتی عمل کو معطل کر دیتا ہے۔

اور کہتے ہیں: یہ معلوم ہے کہ محنت طلب کام میں، گھر سے باہر نکلنے میں اور زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے میں بہت بڑی قوت، طاقت اور نشاط کی ضرورت پڑتی ہے، اور عورت کے لئے یہ سب کرنا کیسے آسان ہوگا جبکہ وہ ہر مہینہ فطری جسمانی تغیرات سے دوچار ہوتی ہے جو اسے بالکل مریض کی طرح بنا کر رکھ دیتے ہیں، اور جسمانی اور فکری لحاظ سے اسے ادنیٰ حالت میں لا کھڑا کر دیتے ہیں (دیکھئے: عمل المرأۃ فی المیزان رص ۶۳، ۹۰)۔

زندگی کی بہت سی بنیادی چیزوں میں فرق اور اختلاف پایا جاتا ہے، اور یہ اس لئے کہ ہم میں سے بعض کے ذریعہ بعض کی آزمائش ہو، اور اس لئے کہ ہم میں سے بعض کے ذریعہ بعض کی تکمیل کی جائے، ایک معاشرہ میں ایسے افراد ہوتے ہیں جو آپس میں مصالح کا تبادلہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"أھم یقسمون رحمة ربک، نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاة الدنیا، ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات، لیتخذ بعضھم بعضا سخریا، ورحمة ربک خیر مما یجمعون"** (الزخرف ر ۳۲)۔

اگر تمام مخلوق ایک ہی قسم کی صفات سے متصف ہوں جن میں کوئی کمی زیادتی نہ ہو تب

تو اس کی وجہ سے بہت ساری سرگرمیاں اورنشاطات، ایجادات اور بڑے پیمانے پر زمین کوآباد کرنا پورے طور پر یہ سب معطل ہوکر رہ جائے گا۔

یہ عدل یا مصلحت نہیں ہے کہ ہر اعتبار سے مرد اورعورتیں برابر ہوجائیں باوجود اس کے کہ ان کے درمیان ان اہم صفات وخصوصیات میں فرق ہے جن کا تعلق حقوق وواجبات سے ہے۔

عورتوں اور مردوں کے درمیان معاشرتی اخلاق اورفطری اخلاق میں موجود یہ فرق خاندان کے مفادات میں ہے، اور خاص طور سے امومت رمادریت اور گھریلو زندگی کے نظام کو چلانے کے مفاد میں ہے۔

اسی طرح ہر صاحب بصیرت، عقل رکھنے والا، منصف مزاج، غیر جانبدار آدمی یہ محسوس کرتا ہے کہ دونوں جنس یعنی مذکر ومؤنث کے درمیان کئی فرق ہیں، بعض تو بنیادی ہیں جو اصل خلقت سے تعلق رکھتے ہیں، بعض فطرت کے ذخائر کا جز ہیں، اور بعض نشو ونما کے راستہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

دونوں جنس کے درمیان مکمل مساوات کی دعوت دینے والے کی مثال نہیں ہے مگر ''کمثل الذی ینعق بما لا یسمع إلا دعاء ونداءً، صم بکم عمی فھم لا یعقلون'' (بقرہ:۱۷۱)، یعنی جانوروں کو بلانے والے کی طرح جوصرف بلانے والے کی بلاہٹ ہی سنتے ہیں، اور اس کی بلاہٹ جانوروں کوآواز لگانا ہے اور ان کو جھڑکنا ہے، وہ جانور نہ کوئی دوسری بات سمجھتے ہیں اور نہ اسے محفوظ رکھتے ہیں جس طرح عقل والے سمجھتے ہیں اور محفوظ رکھتے ہیں (دیکھئے: الکشاف للزمخشری ۱ر ۲۱۴)...... اور جو لوگ دونوں جنسوں کے درمیان مکمل مساوات کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں ان کی مثال جانوروں کی ہے جوصرف آواز کے ظاہر کو سمجھتے ہیں، اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں جو ظاہر حال کو دیکھ کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے معنی ومفہوم کو نہیں سمجھتے ہیں کہ کیا وہ حق پر ہیں یا باطل پر ہیں (حوالہ سابق)۔

اوپر جو کچھ گزرا اس کی بنیاد پر عورت کی ملازمت کے تعلق سے بعض سوالات پیش کرتا ہوں، اس میدان میں عورت کے آنے اور اترنے کی آواز بہت سے لوگ لگاتے ہیں اور انجام کو یا ضرورت کو نہیں دیکھتے ہیں خواہ وہ خاندانی سطح پر ہو یا سماجی سطح پر ہو، ان ہی سوالات کے جوابات اس مقالہ میں دیئے جائیں گے۔

کیا عورت کا گھر سے باہر کام کرنا اور اس کی آمدنی کا مرد کی آمدنی کے ساتھ ملنے سے معاشی تکمیل ہوتی ہے جو خاندان کی معاشی سطح کو اوپر اٹھاتی ہو، یا یہ طرفین کے درمیان نزاع پیدا کرنے کا ایک سبب ہے جس کی وجہ سے مرد سے الگ عورت کو ایک قسم کی معاشی آزادی/خودمختاری حاصل ہوتی ہے؟

یا یہ بعض کمزور دل مردوں کا عورت سے زورزبردستی کرنے اور اسے تکلیف پہنچانے کا سبب بنتا ہے اگر وہ اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کریں؟

کیا عورت کی معاشی خودمختاری اس کے عنوست کا سبب بنتی ہے، یا اس کے اس تصور اور سوچ کی وجہ سے جو شخص اسے پیغام نکاح دے رہا ہے وہ اس کے مال کی لالچ میں دے رہا ہے؟

کیا ایسا مرد جو عورت کے سامنے یہ شرط رکھے کہ وہ اسے ہر مہینے اپنی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ دے تو وہ اس سے شادی کرے گا تو امیت کے قابل ہے؟

کیا یہ ولی الامر کا شعور اور اس کی سمجھ ہے جب وہ اپنی زیر ولایت لڑکی کی آمدنی سے فائدہ اٹھانے اور اس کی لالچ میں اس کی شادی کرانے میں ٹال مٹول کرتا ہے؟

بحث اول

عورت کی ملازمت ایک آسائش یا ضرورت؟

عورت کے کام کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک وہ کام جو وہ اپنے گھر میں خاندان کے افراد کے لئے خانگی انتظام، توجہ اور

نگرانی کا انجام دیتی ہے، تو عقل ونقل اور عرف عام کے اعتبار سے اس کی صحت وسلامتی میں کوئی شک نہیں ہے، اور یہ عورت کے اہم واجبات میں سے ہے، اور خاندان اور گھر کے تئیں اس کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان امور کا التزام مسلم عورت کے لئے لازم ہے، اور جو احکام شریعت میں آئے ہیں خواہ وہ فرد سے متعلق ہوں یا جماعت سے، یہ اس کی صحیح تطبیق ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالی کا قول ہے: "وقرن في بيوتكن......" (احزاب: ۳۳) تو قرّ کا معنی (جگہ کو لازم پکڑنے کے تعلق سے) ساکن ہونا، مطمئن ہونا اور ٹھہر جانا کے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته......" یہاں تک فرمایا کہ: "والمرأة راعية في بيت زوجها و مسئولة عن رعيتها......" (بخاری: کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، رقم: ۸۹۳)۔

رعایۃ کے معنی حفاظت کرنے اور معاملہ کی نگرانی کرنے، ملاحظہ کرنے اور انجام پر نظر رکھنے کے ہیں۔

راعی ہر وہ شخص ہے جو دوسروں کے معاملات کی حفاظت اور سیاست کے ذریعہ ذمہ داری نبھائے، ان کے امور کی دیکھ ریکھ کرے اور ان کے مصالح پر نظر رکھے۔

تو پھر اب کون سی فضیلت اور کون سی امتیازی حیثیت عورت کے لئے ہوگی اور وہ اس شان اور مرتبہ کے ساتھ اپنے گھر میں ایک قیمتی پوشیدہ موتی ہے جس کو کسی اجنبی کے ہاتھ نے چھوا نہ ہو اور اس کے جسم کے حصوں میں کسی فاحش یا فاسق کی نظریں پیوست نہ ہوئی ہوں۔

غض بصر کا حکم اللہ تعالی کے اس قول میں مرد و عورت دونوں کو دیا گیا ہے: "قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم" (النور: ۳۰)، "وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن" (النور: ۳۱)۔

اللہ تعالی کے حکم کے مطابق اور حقیقی طور پر جانبین کی طرف سے غض بصر کا تحقق اسی

وقت ممکن ہے جبکہ دواعی نظر سے بچا جائے۔

اور ان دواعی میں سرفہرست دونوں جنس کے درمیان اختلاط اور میل جول ہے، چونکہ اس اختلاط میں ایک قسم کا تبرج ہے، جو مریض دل کو فسق کے درپے ہونے، مزید پستی کی طرف آنے اور زیادہ سے زیادہ فریب دینے پر جری بنا دیتا ہے۔

اور جب تبرج سے بیزار ہوگیا تو پھر دواعی وطی، بے تکلفانہ گفتگو کی جرأت اور لگاوٹ والی باتیں شروع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

''إن الهلال إذا رأيت نموه أدركت أن سيكون بدراً كاملاً''

ہلال (شروع کا چاند) کو جب نکلتے ہوئے تم نے دیکھ لیا، تو سمجھ لو کہ وہ بدر کامل (چودھویں کا چاند) ہوکر رہے گا (دیوان ابی تمام بشرح التبریزی ۳؍۱۱۵، تحقیق: محمد عبدہ عزام طبع دار المعارف مصر ۱۹۱۵ء)۔

پھر دونوں طرف سے تکلف کا ختم ہوجانا صرف ایک وقت کا مسئلہ ہوتا ہے نہ کہ زیادہ کا۔

گھر سے باہر عورت کی ملازمت پر جو لوگ تحفظ برتتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت پر اعتماد یا اس کا احترام کم کیا جاتا ہے بلکہ اس کی کرامت، شرافت، عفت اور اس کو ایک قیمتی موتی سمجھتے ہوئے اس کی حشمت کی خاطر اس کے گھر والوں کے لئے اس کی حفاظت واجب ہے، اور پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

۲- دوسرے وہ ملازمتی سرگرمیاں ہیں جنہیں عورت اپنے گھر سے باہر اور اپنے خاندان کے افراد سے دور رہ کر انجام دیتی ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس کا اس سے مطالبہ ہے، اور ملازمت کے قوانین کے مطابق کام کی جگہ کے لئے صبح سویرے نکلنا اور مقررہ مدت وقت تک جو کہ عام طور سے عصر تک ہوتا ہے، وہاں ٹھہرے رہنا اس پر لازم ہوتا ہے، اور کبھی اسے ایسے انتظامی کاموں کا مکلف کیا جاتا ہے جو اسے بالکل ادھمرا کر دیتے ہیں، یہی وہ چیز ہے جو اسے

مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے وقت کا بڑا حصہ اپنے گھر میں لگائے، اور یہ اس کے خاندان کے افراد کے علی الحساب ہو۔

وہ عمل جس کو انسان انجام دیتا ہے، خواہ وہ عمل مشروع ہو یا غیر مشروع، تو اس کی اباحت یا اس کی حرمت نفس عمل سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس عمل کا حکم اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے متعلق ہوتا ہے، چنانچہ بہت سے مسلم ملکوں میں عورت کی حالت جبکہ ہر خاص وعام کاموں میں مردوں کے مقابلہ میں اسے آزاد چھوڑ دیا گیا، یہ ہوئی کہ وہ حجاب، شرم وحیا اور وقار کے خلاف سرکشی پر اتر آئی، اور ساتھی بنانا، دوستی کرنا اور مردوں کے ساتھ میل جول ایک عام بات ہوگئی جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس کی حالت مغربی عورت کی حالت سے ملتی جلتی ہوجاتی ہے، اگر کوئی فرق و امتیاز ہوتا ہے تو آزادروی کے عوامل اور شرعی تقاضوں اور اسلامی اخلاقیات سے مسلسل دوری اسے ختم کردیتے ہیں۔

جو شخص راستہ پر چلے گا وہ پہنچے گا، زیادہ چھونا، چھونے والے کے احساس کو یا تو کم کردیتا ہے یا اسے ختم کردیتا ہے۔

عورت بیرون خانہ:

عورت کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے، اور نہ مرد کی طرف سے مطلق انکار ہے اور نہ اس کی طرف سے مطلق اجازت ہے، بلکہ کام کی نوعیت، وقت اور خاندان کی ضرورت کے مطابق اس کو مرتب کرنے کی ضرورت ہے، جس وقت عورت کام کے لئے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس کی جگہ کا علم اور اس کی نگہبانی گھر کے تمام افراد کو مشغول رکھتی ہے، اس لئے کہ اگر اس کو کوئی بدی لگ جائے تو خاندان کے تمام افراد کو عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دیہات اور گاؤں کی عورت خاندانی تقاضوں کی ادئیگی میں ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، وہ جانور کو چارہ کھلاتی ہے، اس کا دودھ دوہتی ہے، لکڑیاں اکٹھی کرتی ہے اور کنویں سے

پانی نکالتی ہے۔

ان اہم کاموں کے لئے عورت کودن کے اکثر حصوں میں گھر سے باہر نکلنا ضروری ہوتا ہے، چنانچہ وہ دیہات اور گاؤں کے انسان کی زندگی میں ایک اہم عنصر سمجھی جاتی ہے جس سے استغناء ناممکن ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا مدین میں شعیب علیہ السلام اور ان کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ملاقات کا واقعہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ولما وردماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون، ووجد من دونهم امرأتين تذودان قال ما خطبكما قالتا لا نسقي حتى يصدر الرعاء وأبونا شيخ كبير، فسقى لهما ثم تولى إلى الظل فقال رب إني أنزلت إلي من خير فقير'' (القصص، ۲۳)۔

یہ دونوں عورتیں اپنے گھریلو امور کی تدبیر اور دیکھ بھال کرتی تھیں، جانوروں کو پانی کے گھاٹ پر لے کر جاتی تھیں، یہ ایک عام جگہ تھی، جب وہاں آنے والے زیادہ ہوتے تھے تو پہل کرنے میں مرد عورت پر غالب آجاتے تھے، چنانچہ عورتیں پیچھے ہٹ جاتی تھیں، یہاں تک کہ مرد اپنے جانور لے جاتے تھے۔

ان دونوں عورتوں نے یہ کہہ کر موسیٰ علیہ السلام سے عذر پیش کیا: ''وأبونا شيخ كبير'' (یعنی ہمارے والد گھاٹ پر آنے اور چرواہوں کے ساتھ دھکم دھکا کرنے پر قادر نہیں ہیں)۔

اگر ایسا ہوتا یعنی ان کے والد قادر ہوتے تو دونوں عورتوں کو گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اور اگر دونوں کے شوہر ہوتے یا بھائی ہوتے تو وہ ان دونوں کی طرف سے اس کام کو انجام دیتے، لہذا عورت کا کام کرنا بقدر حاجت اور بتقاضائے ضرورت ہے۔

اور اس پر ان دونوں لڑکیوں کے والد کا عمل دلالت کرتا ہے جبکہ ان دونوں نے اپنے

پیش آئے واقعہ کو ان سے بیان کیا، تو انہوں نے اسے تلاش کروایا تاکہ جو اس نے ان کی بچیوں کے ساتھ پانی پلانے کا کام کیا تھا اس کا بدلہ اسے دیں، دونوں عورتوں میں سے ایک نے سوچا کہ پانی پلانے وغیرہ کا معاملہ زندگی کے ضروری تقاضوں میں سے ہے جو بار بار پیش آئے گا، اور آئندہ بھی اسے ایسے شخص کی ضرورت بار بار پیش آئے گی جو ان دونوں کی مدد کرے، تو اس نے اپنے والد کو یہ تجویز دی کہ آپ اسے جانور چرانے کے لئے اجرت پر رکھ لیں، وہ طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی، لیکن والد نے یہ جان لیا کہ موسی علیہ السلام اس سے کہیں عظیم مرتبہ والے ہیں کہ ان کو بکریوں کو چرانے کے لئے اجرت پر رکھا جائے، چنانچہ انہوں نے اپنی ایک بیٹی سے ان کا نکاح کردینے کی پیش کش کی اس شرط پر کہ وہ ان کے ساتھ دس سال رہیں گے، یا جلد جانا چاہیں تو آٹھ سال تک، یہ ان کی بیٹی کے لئے مہر ہوگا، اور ان لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی ہوگی، چنانچہ موسی علیہ السلام اپنی بیوی کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں اور اس کے گھر والوں کی مدد کرتے ہیں۔

اسماء بنت ابوبکر صدیق مکہ میں اپنے گھر کی بکریاں چراتیں اور جبل ثور تک جاتی تھیں، جس وقت رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی ابوبکر صدیق کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا، ان دونوں نے کفار قریش سے فرار اختیار کیا اور غار میں تین دن تک چھپے رہے وہ ان کے پاس جاتی تھیں اور حالت یہ ہوتی تھی کہ اپنے پٹکے کے ایک کنارے میں کھانا چھپائے ہوتیں اور پٹکہ کے دوسرے حصہ کو لپیٹے ہوتیں، اور وہ قوم کی تازہ خبریں ان کے گوش گزار کرتیں، عرب عورتوں سے کوئی تعرض نہیں کرتے تھے، اسلام پھیلنے کے بعد انہوں نے اپنے شوہر زبیر بن عوام کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی، وہ کہتی ہیں: زبیر کی زمینوں رکھیتوں سے گٹھلیاں میں اپنے سر پر لاتی تھی، اور وہ زمینیں دو تہائی فرسخ کی دوری پر تھیں (دیکھئے: صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب الغیرۃ-ایک فرسخ= ۵۵۴۴ میٹر، دو تہائی فرسخ=۳۶۹۶ میٹر، دیکھئے: کتاب النظم الاسلامیہ-نشأتہا وتطورہا للدکتور صالح رص ۷۰/۴-کتاب الایضاح والتبیان فی معرفۃ المکیال والمیزان لابی العباس نجم الدین بن رفعۃ الانصاری، تحقیق: ڈاکٹر محمد احمد اسماعیل الخاروف رص ۷۷)۔

گھر سے باہر عورت کا کام کرنا پرانے زمانے سے معاشرے میں معروف ہے، اور یہ حاجت وضرورت کے مطابق بہت سے حالات سے اور مرد اور معاشرہ کی سخت تیز نگرانی میں گذر چکا ہے یہاں تک کہ یہ موجودہ زمانہ میں ایک غلط اور ہتک آمیز قسم کی چیز ہوگیا ہے، جو دونوں جنسوں کی صلاحیتوں اور قدروں میں پیوست ہوگئی ہے، اور مرد کی کمزور شخصیت واضح طور پر سامنے آ گئی ہے، حالانکہ زندگی مہارت پر قائم ہے، تو عورت کا الگ رول ہے جسے مرد ادا نہیں کرسکتا، اسی طرح اس کے برعکس، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا اپنے رول سے گریز کرنا اور دوسرے کے کام میں مشغول ہونا کوششوں کو ضائع کرنا ہے، اور قوتوں کو رایگاں کردینا ہے، اور مفاسد ونقصانات کو حاصل کرنا ہے (دیکھئے: کتاب تاملات فی عمل المرأۃ للدکتور عبد اللہ بن وکیل الشیخ رص ۹۷)۔

عورت کے کام کی نوعیت آج پہلے والی نوعیت سے، بہت ہی الگ ہے جس میں عزت و وقار کا غلبہ ہوتا تھا، اور شبہ کے مقامات سے بھی دور تھا۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ اس میں کسی بھی طریقہ سے مردوں کے ساتھ رگڑ اور لمس نہیں ہوتا تھا، اسی طرح دونوں جنس کے درمیان خلوت نہیں ہوتی تھی، اور معاشرے کے لوگ رذیل باتوں میں پڑنے سے گریز کرتے تھے، اور اس وقت مردوں میں شہامت، مروءت اور اخلاق پائے جاتے تھے جو ان کو عورتوں کے پیچھے لگنے سے باز رکھتے تھے۔

دین اسلام کے آنے سے پہلے عرف وعادت اور رسم ورواج ہی ایک مضبوط ضابطہ کا کام کرتے تھے جو ہر اس شخص کو جس کے دل میں روگ ہو، عورت کی عزت وشرافت کے ساتھ کھلواڑ کرنے سے روکتے تھے۔ لیکن جب مذہبی سردار کمزور ہوگئے، بہت سے لوگوں نے عرف وعادت اور رسم ورواج کو غیر اہم سمجھا، اور بہت سے لوگوں کے دلوں پر طلب لذت اور شہوت کا غلبہ ہوگیا تو مردوں نے عورتوں پر نگرانی مزید سخت کردی اس سبب سے کہ مرد جب دنیا اور اس کی رنگینیوں کی طرف مائل ہوئے تو ان کی مردانگی میں ضعف اور کمزوری آ گئی، چنانچہ وہ اللہ کی

ہدایت اور اس کی شریعت سے دور ہوکر ہوی وہوس کے داعی بن کر سامنے آگئے۔

''و من أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله'' (القصص، ۵۰)۔

اور کسی مرد کے نزدیک ہوی وہوس کا سب سے طاقتور داعیہ بغیر کسی قید وبند کے عورت کے ساتھ پورے طور پر تمتع حاصل کرنا ہے''زين للناس حب الشهوات من النساء......'' (آل عمران، ۱۴)۔

آیت میں الناس سے مراد مرد ہے، اور شہوت سے مراد شدید رغبت اور لذتوں کی خواہشمند نفسانی قوت ہے۔

اگر اس حکم کو شریعت، اقدار، مصالح کے تعلق سے اصولی قواعد، اور دوسروں کے حقوق پر ظلم کے ذریعہ ان کو نقصان پہنچانے سے مطلق احتیاط کے دائرہ سے الگ کر دیا جائے تو انسان طرز زندگی اور کثرت تعداد میں حیوانوں کے مشابہ ہوجائے۔

مبحث دوم

عورت کا کام کے لئے نکلنا - حالات واسباب

یہ کہا جا سکتا ہے کہ تین عوامل کی وجہ سے بعض عورتوں کو کام کی خاطر اپنے گھر سے نکلنا ہوتا ہے، اور وہ عوامل یہ ہیں:

اول: معاشی عوامل، جس کا مطلب مال کی ضرورت ہے، یا مرد کی مالی تابعداری سے آزادی کی کوشش ہے۔

دوم: سماجی عوامل، جس کا مطلب گھر کے احاطہ یا خاندان کے دائرہ سے باہر سماجی تعلقات استوار کرنا ہے۔

سوم: نفسانی عوامل، جس کا مطلب کام کے دوران لذتوں اور خواہشات کی تکمیل کی کوشش کرنا ہے۔

یہ عوامل دائمی طور پر عورت کے لئے گھر سے باہر کام کی خاطر نکلنے میں سب سے مضبوط دفاع اور وجہ جواز نہیں بن سکتے، خصوصاً ایسے معاشرہ میں جو مالی طور پر خوشحال ہو، اور جو سماجی تعلقات سے متعلق امور میں اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہو، جو عورت کے تمام حقوق کی کفالت کرتا ہو، اور جس میں اہل وعیال کی کفالت مرد کی ذمہ داریوں میں سے ہو، لیکن یہاں عامل غیر کی تقلید ہے اور بعض دوسری قوموں کی پیروی ہے، اور ایک قسم کی تعیش پسندی ہے۔

مغربی ممالک میں عورت جب کام کی خاطر گھر سے باہر قدم نکالنے کی کوشش کرتی ہے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں یہ ایک قسم کی بنیادی اور انتہائی ضرورت ہے جس نے اسے کام کے لئے جانے پر مجبور کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مالکان اور ایجنٹوں کی طرف سے اس کا بری طرح استحصال کیا جاتا ہے۔

یورپی عورت عمل کے میدان میں اس وقت آئی جب بورجوازی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ کی تشکیل ہورہی تھی اور اس وقت پھیلے ہوئے جاگیردارانہ نظام کا اس کے فساد وسرکشی کی وجہ سے زوال ہورہا تھا، چونکہ جاگیردار زمین اور اس کی پیداوار کے مالک بن بیٹھے تھے۔

بڑے صنعتی انقلاب اور دخانی آلات کے انکشاف کے وقت تغیر وتبدیلی کے قومی علامات ظاہر ہونے شروع ہوگئے، اس وقت ہزاروں بلکہ لاکھوں دیہاتی کاشتکاروں نے اپنے جاگیردار مالکوں سے بھاگتے ہوئے اپنے گاؤں سے ہجرت کی جہاں نئے کارخانوں نے انہیں نگل لیا تھا، لیکن وہ جاگیردار کے عذاب سے بھاگے اور حریص سرمایہ دار کے چنگل میں پھنس گئے۔

ان مزدوروں کی حالت انتہائی بری ہوگئی تھی، وہ اپنے خاندان سے شہری علاقوں میں آکر کٹ گئے، وہ ان کے لئے سامان زندگی نہیں بھیج سکتے تھے، اسی طرح ان کو اپنے پاس بھی نہیں لاسکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ رہ کر زندگی گزاریں۔

عورتیں انتظار کرتی رہ گئیں، اور یکے بعد دیگرے وہ بھی روزی کی تلاش میں شہر کی

طرف جانے پر مجبور ہوئیں، پھر تو سرمایہ داروں کے ایجنٹوں نے انہیں بھی اپنے قبضہ میں لیا اور انہیں لے کر کارخانوں میں جھونک دیا۔ سرمایہ داروں نے عورتوں کے نکلنے سے خوب فائدہ اٹھایا، چنانچہ وہ مزدوروں کے باربار اجرت بڑھانے کے مطالبہ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو گئے (دیکھئے: کتاب عمل المراۃ فی المیزان، ص ۱۰۸-۱۱۰ تھوڑے تصرف کے ساتھ)۔

ڈاکٹر ابراہیم الجویر کہتے ہیں:

مغربی عورت میدان عمل کی طرف نکلنے میں مشرقی عورت پر سبقت رکھتی ہے، عورت کا مرد کی تابعداری سے آزادی کا دعوی، اور اسکے ساتھ برابری کا دعوی ایسا مسئلہ ہے جو اپنے اندر بہت سے منفی اثرات رکھتا ہے، ذیل میں ان چند اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے مغربی عورت کو کام کرنے کے لئے باہر نکلنے میں مدد ملی:

اول: صنعتی انقلاب، جس میں کام کرنے والے ہاتھوں کی بڑی تعداد میں ضرورت پڑی۔

دوم: یورپ میں مستقل ہونے والی جنگ، جس نے عورت پر یہ ضروری کر دیا تھا کہ وہ معاشرہ کی تعمیر وترقی میں حصہ لے، اس لئے کہ مرد یا تو جنگ میں مشغول ہیں یا ختم ہو چکے ہیں۔

سوم: مذہب سے دور ہونا، اور سیکولرزم کا عام ہونا۔

چہارم: معاشرہ کو خراب کرنے کے لئے یہودیوں کی منصوبہ بندی، جس میں عورت کو اس کے دائرہ سے باہر نکالنا ہے، اور اس کا ایسے کاموں میں استعمال کرنا ہے جو اس کی شرافت و کرامت کو ختم کر دے، اور جو اس کی فطرت اور اس کی نسوانیت سے میل نہ کھائے۔

پنجم: مغربی ممالک میں اکیلے پن کی روح کو عام کرنا، چنانچہ خاندانی اور اجتماعی مصالح کی رعایت نہیں کی جاتی، بلکہ شخصی مصالح پر توجہ مرکوز ہوتی ہے (دیکھئے: کتاب عمل المراۃ فی المنزل و خارجہ، ص ۲۳-۳۰ تھوڑے تصرف کے ساتھ)۔

جب پوری مسلم دنیا ایسے مغربی استعمار کا شکار ہو گئی جو بزور قبضہ کرنے والا ہے، حاسد

ہے اور جو کنیسہ سے لڑنے اور اس کی تعلیمات سے نکل جانے کے بعد تمام آسمانی مذاہب سے دور ہو چکا ہے، تو اخلاق واقدار میں اباحیت اور الحاد کا اصول بنایا گیا۔

استعماری قائدین ولیڈران کا مسلمان کے اخلاقی اصول ومبادی پر توجہ مرکوز کرنا فطری بات تھی، چنانچہ انہوں نے ان اصول کو بگاڑا، یا انہیں غیر اہم چیز بنا کر انہیں اس طرح کمزور کر دیا کہ ان کے لوازمات یعنی استقامت، غیرت، مروءت، اور شرافت وکرامت سب ثانوی چیز بن کر رہ گئے جن کے اصول وقواعد اور نظام میں بگاڑ اور ردوبدل سے سامراج کے سایہ میں پروان چڑھنے والی نسلوں کو کوئی تنگی وحرج محسوس نہیں ہوتی ہے۔

پھر دین اسلامی کے اصول ومبادی اور اس کی تعلیمات میں شکوک وشبہات پیدا کرنے لگے، اور بعض اہل اصول جن کا ایمان اور علم شرعی دونوں پختہ نہیں تھا، اس کی تائید کرنے میں لگ گئے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے شہوت نفسانی کے میدان کا رخ کیا، اور اس کے اطراف وجوانب اور اس کے ابھرے ہوئے اور دھنسے ہوئے حصوں کو قسم قسم کی زینتوں سے مزین کیا، پھر کمزور نفس لوگوں کو مختلف قسم کی کشش کے ساتھ اس میں گھس پڑنے کی ترغیب دی، عورت برانگیختہ کرنے اور گمراہ کرنے کا ایک ہدف، اور دوسروں کو پھانسنے کا ایک جال بن کر سامنے آتی ہے۔ پھر انہوں نے عورت کے سلسلہ میں ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں جس نے عورت کو مظلوم، مقہور، دبی کچلی، اور معمولی انسانی حقوق سے محروم بنا کر پیش کیا، اور اس من گھڑت حقوق کے دفاع کے لئے کئی فرنٹ سوسائٹیاں بنائیں، پھر عورت کے لئے مردوں سے میل جول، بے پردگی وعریانیت کو خوبصورت پیکر دیا، اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت مردوں پر جری ہوگئی، پھر ان سے میل جول بڑھا، پھر تمام میدانوں میں ان کے مقابل آ گئی، پھر ان سے برابری کا مطالبہ کیا، اس کے لئے ان سامراجی قائدین نے غلط سلط معلومات کا ذخیرہ اکٹھا کیا، جنہیں وہ گرم گرم صیقل کئے ہوئے پروپگنڈوں اور اشتہارات کی شکل میں پھیلاتے ہیں۔

بلاشبہ بعض منصوبوں میں یہ شیطان کے موافق ہیں، اس نے اپنے گمان کو ان پر سچ کر دکھایا، یہ حقیقت ہے کہ عورتیں شیطان کا پھندا ہیں، جب وہ اپنے گھروں سے نکلتی ہیں تو برانگیختہ کرنے اور گمراہ کرنے کے لئے شیطان ان کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

خاندان پر عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا اثر:

جو عورت گھر سے باہر کام کرتی ہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر وہ شادی شدہ ہو تو وہ یا تو بال بچے والی ہوگی یا بے اولاد ہوگی، اور جس کا شوہر مفقود ہو اور وہ عورت جس نے شادی ہی نہ کی ہو یہ دونوں سابق دونوں قسموں کی طرح الگ الگ قسم ہیں، لہذا شوہر اور بچوں والی عورت کا نکلنا یا تو کسی ضرورت سے ہوگا، مثلاً گھر کی آمدنی میں اضافہ اور شوہر کا تعاون کرنا، یا بغیر کسی ضرورت کے ہوگا یعنی صرف کسی کی پیروی میں، کسی کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے یا فخر و مباہات کی خاطر ہوگا، تو یہ ایک قسم کی بے فکری اور تعیش پسندی ہے جس کا منفی اثر خاندان کے افراد پر اور خاص طور پر بچوں پر پڑے گا۔

شاعر نے سچ کہا ہے:

''**ليس اليتيم من انتهى أبواه — من همّ الحياة و خلفاه ذليلا**''

یتیم وہ نہیں جس کے ماں باپ غم زندگی سے نجات پا گئے اور اسے خوار ہونے کے لئے چھوڑ کر چلے گئے۔

''**إن اليتيم هو الذى تلقى له — أما تخلت أو أباً مشغولاً**''

بلکہ یتیم وہ ہے جس کو ایسی ماں ملی جو اکیلے رہنا چاہتی ہو یا ایسا باپ ملا جو اپنے ہی کام میں مشغول رہتا ہو (دیکھئے الشوقیات لاحمد شوقی ۱/۱۸۳)۔

کام کی وجہ سے عورت کے گھر سے غائب رہنے کا ضبط تولید اور فیملی کے افراد کی تعداد کو محدود کرنے میں اثر پڑتا ہے، عورت یہ سمجھتی ہے کہ حمل، ولادت اور رضاعت کی وجہ سے کام میں رکاوٹ آتی ہے، اور اس کے استقلال کو بھی خطرہ لاحق رہتا ہے، اور اس میں شارع اسلامی

نے جس چیز کی امت کو ترغیب دی ہے یعنی کثرت اولاد کی، اس کی صریح مخالفت ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "تزوجوا الودود فإني مكاثر بكم الأمم" (یعنی بہت محبت کرنے والیوں اور زیادہ بچے دینے والیوں سے شادی کرو، میں قیامت کے دن دوسری امتوں پر تمہارے ذریعہ کثرت پر فخر کروں گا) (دیکھئے: سنن ابوداؤد: کتاب النکاح: باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء، البانی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے: صحیح سنن ابوداؤد ۲/۳۸۶، حدیث نمبر: ۲۰۵۰)۔

اسی طرح گھر سے باہر عورت کے کام کرنے کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات میں اندیشے در آتے ہیں، چونکہ عورت کے پاس گھر میں گزارنے کے لئے جو وقت بچتا ہے اس میں گھر اور بچے کے تعلق سے اتنے کام اس کے منتظر رہتے ہیں کہ باقی رہی سہی کسر ان میں پوری ہوجاتی ہے، پھر اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے اور مناسب طریقہ سے اس کے واجبات کو پورا کرنے کے لئے کہاں سے طاقت وقوت لائے گی؟

اس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ازدواجی تعلقات کا رنگ اور مزا دونوں پھیکا پڑنے لگتا ہے، اور دونوں کے تعلقات میں کشیدگی آجاتی ہے، اور ان کے درمیان کھائی مزید بڑھ جاتی ہے، اور اعصاب پر دباؤ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر ہناء بنت حسن جو کہ ایک کامیاب سعودی طبیبہ ہیں، کہتی ہیں: عورت کی طبعی جگہ اس کا گھر ہے جہاں اس کا شوہر اور اس کے بچے ہوں، اور بقیہ وقت ایسے کام کے لئے ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی سماج کی خدمت کرے، لیکن جب دیکھے کہ اس کا کام یا اس کی ملازمت اس کو فیملی سے دور کردے گی تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ملازمت سے ہاتھ کھینچ لے، اس لئے کہ فیملی کے ساتھ رہنا اس کے لئے ملازمت سے زیادہ بہتر ہے (دیکھئے: جریدہ عکاظ، ۳/۱۲/۲۱/۱۴۳ھ شمارہ: ۱۲۶۰۲، ص ۳۵)۔

عورت کا ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کے منفی اثرات میں سب سے بنیادی یہ ہے کہ اس کا اثر نوجوان نسل اور اس کی تربیت پر پڑتا ہے، اور یہ بات محقق ہے کہ ان میں سے اکثر

عورتیں جو ملازمت کی خاطر نکلتی ہیں اور اپنے بچوں کو جنہیں نگہداشت کی ضرورت ہے، چھوڑ جاتی ہیں یقیناً انہیں گناہ کا احساس ہوتا ہے، اور اپنے بچوں کے مستقبل اور توجہ، نگہداشت اور رہنمائی میں جو کمی ہوتی ہے اس کی وجہ سے زندگی بھر ان کو قلق رہتا ہے۔

جس وقت اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی تو وہ اللہ تعالی کے اس صریح قول کے مطابق تھا: **"يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن ولا يعصينك في معروف فبايعهن واستغفرلهن الله إن الله غفور رحيم"** (الممتحنہ/۱۲)۔

شرک کے ساتھ امور ایمانیہ درست نہیں رہ سکتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی پوری طرح اطاعت ہو کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

سرقہ (چوری) لغت میں: مال کا چھپ کر لینا ہے، اور چوری غیر کے مال میں ہوتی ہے، اسی طرح کان اور آنکھ کی چوری یہ ہے کہ چھپ کر سنا جائے یا دیکھا جائے، یا دوسرے کے وقت کی چوری کی جائے اس طرح کہ وہ وقت جس کام کے لئے مخصوص ہے اس کے علاوہ میں اس وقت کو گزارا جائے، یا دوسرے کے حق کی چوری کی جائے، وہ اس طرح کے دوسرے امور کو اس طرح بنا کر پیش کیا جائے کہ وہ امور اس کی توجہ اور اس کے وقت پر غالب آجائے کہ اس کے بعد اس پر واجب حقوق کی ادائیگی کے لئے اس کو کافی وقت نہ ملے۔

عورت اپنے وقت کا ایک حصہ گھر سے باہر گزارتی ہے تو وہ اس کی وجہ سے دو اختیار کے درمیان ہوتی ہے: یا تو وہ ملازمت کے ذریعہ مال کمائے، یا اپنی فیملی کے افراد کی صحیح طریقہ سے دیکھ ریکھ کرے، دونوں طرف کے حقوق ایک ہی وقت میں اور برابر درجے میں ادا کرنا ممکن نہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه"** (الاحزاب/۴) اس اعتبار سے کہ دل انسان کے اندر تدبیر و تدبر کی جگہ ہے۔

مغربی ممالک میں بہت سے کام کرانے والوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عورت کو ملازمت دینے کے لئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کا، نہ اپنے شوہر سے اور نہ بچوں سے کوئی ربط ہوگا، اس کے بعد انہیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی ہے کہ وہ عورت اپنی جنسی خواہشات کے ساتھ اور اپنی ممتا کے ساتھ کیا معاملہ کرتی ہے۔

خاتمہ، نتائج اور سفارشات:

اول: دونوں جنسوں کے درمیان مساوات کی بات کہنا ایسا معاملہ ہے جو حقیقت سے متعارض ہے، اور عقلی و نقلی دلیل اس کو رد کرتی ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر جنس میں کچھ الگ بنیادی صفات و خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے ملنے اور دونوں کو اپنے جنس کی حفاظت پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

دوم: حاصل شدہ حقوق اور شرعی واجبات میں سے ایک کو کبھی دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، اور کبھی دونوں میں سے ہر ایک اپنے عمل میں اخلاص اور تقوی کے بقدر مساوی ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

"**ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم على بعض، للرجال نصيب مما اكتسبوا و للنساء نصيب مما اكتسبن، و اسئلوا الله من فضله إن الله كان بكل شيء عليما**" (النساء:۳۲)۔

سوم: کچھ ایسے لوگ ہیں جو اپنے گھر والوں پر اکثر ضرورتوں میں بھی خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں، اور پیسے کو پکڑ کر رکھتے ہیں، ایسے وقت میں عورت اپنے کو شدید تنگی میں محسوس کرتی ہے، پھر وہ کیسے اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت پوری کرے گی؟ ایسی صورت میں مرد قوامیت کے اصول کو توڑنے والا ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے عورت حرکت میں آنے، اپنے اوپر اعتماد کرنے، اور روزی کی تلاش کی کوشش کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اگر عورت شوہر کے مال سے بغیر اس کے علم کے اتنا لے لے جو اس کے لئے اور اس کے بچوں کے لئے کافی ہو تو وہ ایسا کرنے

میں حق بجانب ہوگی۔ اور اگر عدالت کا سہارا لے تو اس کی حجت قوی ہوگی اور شوہر کو کہا جائے گا کہ وہ اسے معروف طریقے پر رکھے یا احسان کے ساتھ اس کو چھوڑ دے، اور حاکم شوہر پر اس کے بچوں کا نفقہ جبراً نافذ کرے گا۔

چہارم: جب عورت گھر سے باہر کام کرنے پر مجبور ہوگئی اور اسے مستقل مالی آمدنی ہونے لگی تو اس کی وجہ سے اس کے سامنے ایک دشواری کھڑی ہوجاتی ہے، وہ یہ کہ جب کوئی اسے پیغام نکاح دیتا ہے تو وہ اس کو اس کی آمدنی کا حریص سمجھتی ہے اور پیغام کو قبول کرنے میں تردد کا شکار ہوجاتی ہے اور اس طرح شادی کے موقع کو کھو بیٹھتی ہے، اور ایسا اسکی طرف سے بار بار ہوتا ہے، چنانچہ بغیر شادی کے وہ ادھیڑ عمر کی ہوجاتی ہے۔

اگر عورت شوہر والی ہے اور شوہر نے اس کی تنخواہ کے ایک حصہ کا اس سے مطالبہ کردیا اگر عورت نے منع کردیا تو دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوجاتے ہیں، اور کبھی عورت سخت تنگی و پریشانی میں پڑ جاتی ہے، اور یہ چیز آپسی نفرت کا سبب بن جاتی ہے، اور کبھی کبھی معاملہ طلاق تک جا پہنچتا ہے، جو مرد اپنی عزت و کرامت کو ملیا میٹ کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہوئے اپنی بیویوں کے مال کی طرف حریص نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو ایسے لوگ مرد نہیں بلکہ مرد جیسے ہیں۔

پنجم: عورت کے کثرت سے نکلنے کی وجہ سے شوہر سے، بچوں سے اور گھر سے بے اعتنائی ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان اختلافات شروع ہوجاتے ہیں، اور ان اختلافات کی وجہ سے دونوں کے درمیان ہر ایک کے تصرفات پر جھگڑے ہونے لگتے ہیں، اور پھر اخیر میں معاملہ دونوں کے درمیان تفریق وعلاحدگی تک جا پہنچتا ہے۔

ششم: ہم مسلمانوں پر یہ ضروری ہے کہ ہم ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے والی عورت کے کام کو وحی الٰہی یعنی قرآن اور اس کے احکام کے مطابق درست کریں۔

عورتوں کی عزت وشرافت کے سلسلہ میں جو تجربات ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں، ہم

اپنا ایک مستقل تشخص قائم کریں، کسی کی پیروی نہ کریں، چونکہ کسی مسلمان عاقل باتمیز عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اسفنج کی طرح ہوجائے جو نوع، رنگ اور طبیعت کے درمیان بغیر تفریق کئے ہوئے ہر بہنے والی اورتر چیز کو چوس لے۔

ہفتم: ازدواجی زندگی کے پائیدار رہنے کے لئے مرد کو یہ جاننا ضروری ہے کہ معاملات میں سختی برتنا اور بات کہنے میں سخت لہجہ اپنانا مردانگی نہیں ہے، اور نہ یہ مردانگی ہے کہ اللہ تعالی نے جس کو اس کی نگرانی میں دیا ہے اور جس کے ساتھ حسن تعامل کا حکم دیا ہے اس پر سختی کرے، لہذا عورت پر اتنی ہی سختی کرے جس کو وہ اپنے دین کے مناسب خیال کرے، اور خاندان کے تمام افراد پر اللہ کے احکام کی تطبیق اور اللہ کے حدود کو قائم کرنے پر پوری قوت کے ساتھ جم جائے، اور اپنی بیوی کے فتنہ کے سامنے کمزور نہ پڑے جو دین اور عقیدہ سے قطع نظر صرف سماج کے ساتھ چلنا چاہتی ہے، لیکن اس کے بالمقابل ضروری ہے کہ فضول خرچی سے بچتے ہوئے خرچ کرنے میں سخاوت سے کام لے (دیکھئے: کتاب شخصیۃ المسلم از ڈاکٹر عبدالحمید الہاشمی/ص ۸۹)۔

ہشتم: عورت اپنے گھر میں محفوظ رہ کر اور اللہ و رسول کی مرضی کے مطابق اپنے خاندان کی پوری طرح نگرانی کر کے بھی اپنے ملک کی خدمت کرسکتی ہے۔

یہ ضروری ہے کہ عورت اپنے بچوں کی تربیت کے میدان میں جو کام انجام دیتی ہے اسے معمولی نہ سمجھا جائے اور بچوں کے مستقبل پر اس کے کام کی اہمیت اور اس کے اثرات کا اعتراف کیا جائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ عورت ہر اس ممکنہ عمل سے فارغ ہو جس کی وجہ سے تربیت کے میدان میں اس سے کوتاہی ہوجائے یا اسکی تربیت کے ایجابی پہلوؤں میں کوئی کمی آجائے۔ اور یہ معلوم ہے کہ عورت اگر خارجی کام میں مشغول ہوجائے تو اس کی وجہ سے خاندان کی ذمہ دار اور گھر کی مالکن کی حیثیت سے اس کے کام کے مواقع میں کمی ہوجاتی ہے۔

ایک عورت ہی کا کہنا ہے: کہ ملازمت کی طرف عورت کے رجحان سے اس کا ثقافتی معیار بلند ہوا اور ولادت کی فیصدی میں کمی آئی، مگر ٹھیک اسی وقت طلاق کا فیصد بھی بڑھا، اور اس

کے ساتھ ممتا کی انفرادی صورت شروع ہوگئی (جیسے بچے کا گود لینا، یا منی بینک کی طرف رجوع کرنا، یا رحم کرایہ پر لینا)، اسی طرح برطانیہ میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی بڑھی جو غیر قانونی طور پر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں، ۱۹۸۱ء میں ۸ فیصد سے بڑھ کر ۱۹۸۸ء میں ۲۰ فیصد تک پہنچ گیا، اور وہ مزید کہتی ہیں: یہ بدیہی بات ہے کہ عورت اپنی ملازمت اور ملازمت کے دوران آگے بڑھنے کی کوشش کی وجہ سے ۲۰ سال کی عمر میں ہی مانع حمل تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے، اور جب ۳۰ سال کی عمر کو پار کر جاتی ہے تو حاملہ ہونے کا امکان کم ہوجاتا ہے تو اب کئی سالوں تک بانجھ پن کے علاج میں دوڑ بھاگ کرتی ہے، اور پھر آخر میں بچہ کو گود لینے پر مجبور ہوتی ہے (دیکھئے: کتاب المرأۃ المسلمۃ فی مواجہۃ التحدیات المعاصر قالہ دکتورۃ شذی سلمان الدرکزلی رص ۹۳ - ۹۴، ناشر: روائع مجدلاوی، عمان، اردن ۱۹۹۷ء)۔

محمد سلامہ آدم کہتے ہیں: ملازمت کرنے والی عورت بیوی کا رول یا ماں کا رول ادا کرنے میں کشمکش میں مبتلا رہتی ہے؛ اسی طرح وقت کی تنگی کے گہرے احساس سے دوچار ہوتی ہے جو اس کے انجام دیئے والے متعدد رول ادا کرنے سے پیدا ہوتا ہے، خواہ وہ گھر سے باہر ملازمت کا رول ادا کرنا ہو یا گھر کے اندر بیوی اور ماں کا کردار ادا کرنا ہو، اور جوں جوں وقت کی تنگی کا احساس بڑھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ نفسیاتی دباؤ کا احساس بھی بڑھتا ہے......اور تمام لوازمات کو پورا کرنے سے عاجز رہنے کے احساس کی وجہ سے وہ تنگی، کشمکش اور کشیدگی کے احساسات سے دوچار رہتی ہے، اور بچوں کی دیکھ ریکھ اور شوہر کے ساتھ وقت گزارنا ان دونوں پہلوؤں سے خاندان پر اس کا ضرور اثر پڑتا ہے (حوالہ سابق رص ۱۰۹)۔

اور تاکہ ہم ایسے ثقافتی معیار کے ضامن بنیں جو تربیت کے اصول اور اس کی اساسیات کے مناسب ہو، لہذا عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم شرعی و دنیوی سے اتنا حصہ حاصل کرلے جس سے اس کے لئے حلال و حرام، خیر و شر، اہم اور اہم ترین، اور سابق ولاحق کے درمیان فرق کرنا ممکن ہو، چنانچہ عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی صلاحیت کو اپنی فطرت کے تابع ہو کر ہی

پروان چڑھائیں، مردوں کی تقلید کرنے کی کوشش نہ کریں اور نہ ان کے ساتھ میل جول بڑھائیں۔

نہم: سیاسی، سماجی، اقتصادی اور صحت وغیرہ کے اعتبار سے جب ہم ممنوع میں پڑ جانے کے اندیشہ سے احتیاطی تدابیر کو اپنانا قبول کر لیتے ہیں تو فضیلت اور قدر و منزلت کے حصول میں کئی گنا محنت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ آنے والی نسل ترقی کی رفتار کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بہت دور رہے۔

میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ کسی دو آدمی کا نقطۂ نظر الگ ہونے کے باوجود اس بات میں ان کا اختلاف نہیں ہوگا کہ عورت کو گھر کے اندر ایسے امور سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے جو اس کی حیا کو بگاڑ دے، یا اس کی عفت وعصمت کو ختم کر دے یا اس کی کرامت وشرافت میں کمی کر دے۔

عورت کا ہر وقت اپنے بچوں کے ساتھ رہنا سماج کے لئے زیادہ سودمند ہے اس بات سے کہ وہ دوسروں کو اس کام میں شریک کرے، یا کسی دوسرے کام کو اس کام پر مسلط کر لے۔

ہم عورت کو گھر سے باہر کام کرنے کی اہمیت کے بارے میں وہم میں ڈالیں اس کے بدلہ ہم پر یہ ضروری ہے کہ ہم اس کے لئے وہ چیزیں مہیا کریں جو اس کی زندگی کے تقاضوں اور مطالبات کو پورا کرے، تاکہ وہ اپنے گھر میں شریفہ، پاکدامن، سنجیدہ بن کر اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے اطمینان سے رہے ''وقرن فی بیوتکن......'' (الاحزاب/۳۳)۔

ماں کا گھر میں رہنا سب سے بہتر کام سمجھا جاتا ہے جس کو ہر زمانہ میں عورت انجام دیتی رہتی ہے، اب وقت آ گیا ہے کہ گھر کی مالکن کے کردار کو اقتصادی اور سماجی سطح پر مضبوط کیا جائے، اور گھریلو کام پر اور اس میں کوئی نئی چیز کرنے پر بچیوں کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ یہ اجنبی پیشہ کی پیچیدگی سے نکلنے کا ایک راستہ ہو جائے۔

دہم: یہ ضروری ہے کہ ہم ہر جگہ میں عورت کی ملازمت کے میدان کو محدود کریں، اس

لئے کہ ہمیں ویسے ہی کام کرنے والے مردوں کی قلت کا شکوہ نہیں ہے، اور اس لئے کہ اگر ہم معاملہ جوں کا توں چھوڑ دیں تو بلاشبہ ہم نوجوان نسل کو اس کی فطری جگہ سے ہٹانے والے ہوں گے اور ہم اس کو گھر میں یا سڑک پر چھوڑ دینے والے ہوں گے جس کی وجہ سے بگاڑ اور انارکی پیدا ہوگی اور جرائم پھیلیں گے۔

یازدہم: گھر میں رہنے والی عورت ملک کے معاش کی بنیاد کھڑی کرتی ہے، ملک کے اقتصادی ڈھانچے میں اس کی بھی حصہ داری ہے، کیونکہ وہ مرد کو راحت بہم پہنچاتی ہے، اور یہی مرد کو اکثر کامیاب بناتی ہے، اور کیونکہ وہ وطن کے لئے صالح بچوں کی تربیت و پرورش کرتی ہے (دیکھئے: کتاب وظیفۃ المرأۃ المسلمۃ فی عالم الیوم ص ۲۵، ۵۹، ۶۶ تھوڑے تصرف کے ساتھ)۔

دوازدہم: ملک کو اگر عورت کے کام کی ضرورت ہے، اور عورت کو بھی کام کی ضرورت ہے تو ایسے قوانین بنائے جانے چاہئیں جن میں یہ گنجائش ہو کہ عورت کے کام پر جانے کا وقت اس کے بچوں اور شوہر کے گھر سے نکلنے کے وقت سے اتنے بعد میں ہو کہ وہ اپنے بچوں کو ان کے اسکول چھوڑ سکے اور پھر گھر کے افراد کے لئے کھانا تیار کر سکے تاکہ جب وہ لوٹ کر آئیں تو انہیں وقت پر کھانا پیش کر سکے، یا یہ کہ عورت کے لوٹنے کا وقت تمام افراد کے گھر لوٹنے سے پہلے رکھا جائے۔

سیزدہم: جس جہت میں بھی عورت کام کر رہی ہو اس جہت پر مخصوص جگہوں کی ضمانت دینا ضروری ہے تاکہ ماں اپنے بچے کو وہاں رکھ سکے تاکہ ہر دو گھنٹہ پر وہاں آ کر بچوں کو دودھ پلا سکے یا اس کی صاف صفائی کر سکے، اور یہ جگہیں ہیلتھ ٹرینر کی نگرانی میں ہوں، عورت کو کام کے لئے کم سے کم گھنٹوں کا مکلف بنایا جائے تاکہ وہ اپنی فیملی کے لئے اتنی طاقت اور حیویت جمع کر لے کہ وہ بھی سکون و اطمینان کے ساتھ زندگی میں گھر کے افراد کے ساتھ شریک ہو سکے۔

اس قسم کے ضوابط بنائے جائیں اگر عورت کا گھر سے باہر کام کرنا امر ضروری ہو، اور سماج پر یہ لازم ہو کہ وہ اس کو طے کرے اور اس کو قبول کرے۔

خواتین کی ملازمت
شرعی نقطۂ نظر سے

مولانا اختر امام عادل☆

اسلامی نظام معاشرت میں کسب معاش کا تعلق عورتوں سے نہیں ہے، مردوں سے ہے، یہاں عورتوں کے تمام بنیادی مالی مسائل کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے۔

اسلام نے عورتوں کی مالی سرپرستی کا مسئلہ مردوں کے ذمہ لگا کر ایک طرف صنف ذکور کو مردانہ وقار عطا کیا تو دوسری طرف صنف نازک کے لئے محفوظ پناہ گاہ بھی فراہم کردی، اگر مالی مسائل خود عورتوں سے متعلق رہتے تو ان کے لئے انہیں مردوں کی طرح دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتیں اور بہت سے پرمشقت مراحل سے گذرنا پڑتا جو ان کی جسمانی ساخت اور عصمت وعفت کے منافی ہے۔

۲- عورت پر کسب معاش کی کوئی ذمہ داری نہیں رکھی گئی، نہ خود اس کی اور نہ اس کے بچوں کی، یہ ساری ذمہ داری مرد کی ہے، فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر کوئی عورت کسب معاش کی غرض سے کسی کام سے وابستہ ہونا چاہتی ہے تو شوہر اس کو روکنے کا حق رکھتا ہے۔

رد المحتار میں ہے:

''بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه'' (رد المحتار ۵/۲۸۵)۔

☆ جامعہ ربانی، منورواشریف، سمستی پور بہار۔

(شوہر کمائی والے ہر کام سے عورت کو روک سکتا ہے، اس لئے کہ اس کو اس کی حاجت نہیں ہے، اس کے ضروری اخراجات شوہر کے ذمہ ہے)۔

شادی سے قبل عورت کے اخراجات کی ذمہ داری والد اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے سر ہے، فقہاء نے نسوانیت کو علامت عجز قرار دیا ہے، شامی میں ہے:

''(و أنثی مطلقا) أی ولو غیر مریضة، لأن مجرد الأنوثة عجز والمراد بها البنت الفقیرة...... بخلاف الزوجة وقرابة الولاد لأن لهم الأخذ قبل القضاء بلا رضاه'' (رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۳۶۰)۔

اسی طرح شادی سے قبل یا شادی کے بعد عورت کے لئے اپنے اخراجات کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، جہاں تک بچوں کے نفقہ کا مسئلہ ہے تو یہ بھی باپ ہی کے ذمہ ہے، ماں کے ذمہ نہیں۔

یہاں تک کہ بچہ کو دودھ پلانے پر بھی ماں کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، اس کا انتظام بھی باپ کے ذمہ ہے، الا یہ کہ بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول نہ کرے، یا دودھ کا متبادل انتظام موجود نہ ہو، یا باپ کے پاس اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ اجرت پر کسی دودھ پلانے والی کا انتظام کر سکے، اور بچہ کی جان جانے کا اندیشہ ہو، تو اس قسم کی بعض صورتوں میں ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے (رد المحتار ۵/ ۲۷۵)۔

اسی طرح اگر باپ موجود نہ ہو اور بچہ کے اخراجات کا مسئلہ درپیش ہو، تو ماں کو (اگر وہ صاحب مال ہو) مجبور کیا جائے گا کہ بچہ کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے بطور قرض اس پر خرچ کرے، بعد میں جب اس کا باپ آئے گا تو اس کے اخراجات اس کو واپس کر دیئے جائیں گے (رد المحتار ۵/ ۲۷۳، ۲۷۴)۔

عورتوں کے لئے کسب معاش کی مشروط اجازت:

اسی طرح شریعت اسلامیہ کی مختلف دفعات میں عورت کی حفاظت اور مالی کفالت کا مکمل انتظام کیا گیا ہے، البتہ کبھی ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ عورت کا کوئی کفیل موجود نہ ہو، وہ

بیوہ یا مطلقہ ہو، یا اس کا شوہر مریض، اپاہج یا کمانے کے لائق نہ ہو، اس وقت آبرومندانہ زندگی گذارنے کے لئے عورت کسب معاش کے لئے مجبور ہوجاتی ہے اور اس کے لئے کبھی گھر سے باہر نکلنے کی بھی نوبت آتی ہے، اس طرح کے مجبور کن حالات میں فقہاء نے کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی مشروط اجازت دی ہے۔

اس وقت تک جب تک کہ یہ حالات ختم نہ ہوجائیں۔

مکمل شرعی پردہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلے، جس میں اس کا چہرہ بھی نامحرموں کے سامنے مستور ہو، چہرہ اگرچہ کہ ستر عورت کے دائرہ میں نہیں آتا، لیکن عورت کے لئے سب سے زیادہ باعث فتنہ یہی ہے، اس لئے سد الباب چہرہ کھولنا مکروہ تحریمی ہے، بالخصوص جوان عورتوں کے لئے، شامی لکھتے ہیں:

''النظر إلی وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام، ولكنه يكره لغير حاجة وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة (وإلا فحرام، وأما في زماننا فمنع من الشابة) لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة'' (ردالمحتار ۹/ ۳۵۱)۔

انتہائی سادہ اور معمولی لباس میں نکلے، جاذب نظر لباس یا کسی قسم کی زیب وزینت کا استعمال نہ کرے، تاکہ وہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی فتنہ سے محفوظ رہیں (فتح القدیر کتاب الطلاق ۴/ ۳۵۸)۔

اگر سفر شرعی کی نوبت ہو تو کسی معتبر محرم مرد کی رفاقت ضروری ہے، عورت کی رفاقت کافی نہیں ہے، بلکہ سفر شرعی نہ بھی ہو تب بھی بغیر محرم کے نکلنا مکروہ ہے (فتاوی عالمگیری ۵/ ۳۶۶)۔

''ولا تكون المرأة محرما لامرأة'' (فتح القدیر ۴/ ۳۵۸)۔

(ایک عورت دوسری عورت کے لئے محرم نہیں بن سکتی)۔

ڈیوٹی کے دوران جسم کا صرف وہ حصہ ظاہر ہو جس کے بغیر متعلقہ عمل کی تکمیل ممکن نہ ہو، اس کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں کی نمائش جائز نہیں ہے۔

شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

اس کے علاوہ کوئی دوسرا متبادل ذریعہ معاش موجود نہ ہو، اگر اندرون خانہ کوئی ذریعہ معاش میسر ہو تو باہر نکلنے کی اجازت نہ ہوگی، اس لئے کہ صنف نازک کا گھر سے باہر نکلنا فتنہ ہے، اور اس کی اجازت محض برائے ضرورت ہے، اس لئے حد ضرورت سے زیادہ اس میں توسیع نہیں کی جاسکتی۔

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کا معاشی دوڑ میں داخل ہونا، جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہو کہ کسی نہ کسی طرح کام چل رہا ہو، اس کی اجازت شرعی اصول سے بالاتر ہے، یہ محض ہوس دنیا ہے، پھر اس کا کوئی حل اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔

اندرون خانہ معاشی سرگرمی:

۴- اگر عورت کسب معاش کی کوئی ایسی صورت اختیار کرے جس میں اس کی معاشی سرگرمیاں اندرون خانہ محدود ہوں، گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہ پیش آئے تو اس میں بظاہر کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا، بشرطیکہ اس سے اس کے شوہر سے متعلق دیگر حقوق متاثر نہ ہوں اور اس کے حسن وجمال یا صحت پر کوئی منفی اثر مرتب نہ ہو، اس صورت میں شوہر یا ولی کی اجازت کی بھی بظاہر ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے کہ بعض چھوٹی چھوٹی ایسی ضرورتیں ہوتی ہیں جو شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہیں، عورت کو ان کی تکمیل خود کرنی ہے، اس لئے اگر عورت دوسرے متعلقہ حقوق کی ادائیگی کے ساتھ اپنی ذاتی ضرورتوں کے لئے کچھ رقم حاصل کرنے کی جائز تدبیر کرے تو شوہر کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے، ''حرة أجرت نفسها ذاعيال لا باس به'' (عالمگیری ۴/ ۴۱۴، کتاب الاجارہ)۔

نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنے گھر میں تنہا ہوتی ہے، اور اس کا شوہر یا دوسرے

حضرات گھر کے باہر کی ضروریات میں مصروف ہوتے ہیں، تنہائی کے ان لمحات میں بوریت اور شیطانی خیالات سے بچنے کے لئے عورت اپنے کو کسی کام میں مصروف کرلے اور اس سے اس کی صحت اور جمال متاثر نہ ہو تو اس پر شوہر یا ولی کو اعتراض کا حق نہیں ہونا چاہئے، علاوہ ازیں کبھی کام ایسا ہوتا ہے جس میں عورتوں کی ضرورت پڑتی ہے، اس سے اگر عورت انکار کرے تو لوگوں کے لئے تنگی کا باعث ہوگا، اسی لئے فقہاء نے قابلہ اور غسالہ کو شوہر کی اجازت سے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے (فتح القدیر ۴/ ۳۵۸، ۲۵۹/۵)۔

البتہ ایسا کام جس سے شوہر سے متعلق حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی میں خلل واقع ہو یا عورت کی صحت یا حسن و جمال پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوں تو اس کے لئے بہر حال شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہوگی (رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۲۵۹)۔

عورت کے لئے محرم کی قید:

۵- اسی طرح اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے۔

"للزوج أن یضرب المرأة علی أربع خصال......والخروج من البیت" (فتح القدیر ۴/ ۳۵۸)۔

اگر گھر سے نکلنا مسافت سفر سے زیادہ کے لئے ہو تو باتفاق فقہاء محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے، اور اگر مسافت سفر سے کم ہو تو بھی امام ابو یوسف کی رائے میں بلا محرم نکلنا مکروہ ہے، امام ابو حنیفہ کی ایک روایت بھی یہی ہے (فتاوی عالمگیری ۵/ ۳۶۶)۔

عورت پر شوہر یا ولی کا حق:

یہ نکلنا دن کے وقت ہو یا رات کے وقت شوہر کی اجازت بہر حال ضروری ہے، رات کا مسئلہ عورت کے لئے کچھ زیادہ ہی حساس ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ زیادہ فتنہ اور بدگمانی کا وقت ہے، نیز رات میں شوہر کی حق تلفی کا بھی زیادہ امکان ہے، اس لئے رات کی ملازمت سے عورت کو

ممکن حد تک گریز کرنا ہی مناسب ہے، لیکن اگر شوہر کی اجازت ہو اور کسی قسم کا فتنہ کے اندیشہ نہ ہو تو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ملازمت کی گنجائش ہوگی، کتب فقہ میں ایک مسئلہ آیا ہے کہ عورت سے اس کے والدین اور رشتہ دار شوہر کے گھر آ کر مل سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر رات میں قیام کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اس سے اس مسئلہ میں روشنی مل جا سکتی ہے، اس ذیل میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

رہی یہ بات کہ ولی کو روکنے کی اجازت صرف اس کی کفالت کی صورت میں ہوگی یا کفالت نہ کر رہا ہو تب بھی اس کو روک سکتا ہے؟ میرے خیال میں اس حق کا تعلق مالی کفالت سے نہیں ہے، یہ حق شوہر یا ولی کو عورت کی عصمت وعفت، صحت و جمال اور اس سے متعلق حقوق کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے دیا گیا ہے۔

فقہاء نے صراحت کی ہے کہ مہر کی ادائیگی تک عورت گھر سے نکلنے کے باب میں شوہر کی پابند نہیں ہے، لیکن مہر پر قبضہ کر لینے کے بعد عورت شوہر کے گھر میں رہنے کی پابند ہو جاتی ہے، اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں نکل سکتی ہے (فتح القدیر ۴/ ۳۵۸)۔

شوہر کے اس حق کو نان ونفقہ کے ساتھ مشروط نہیں کیا گیا ہے، نان ونفقہ کی کمی یا مالی کفالت کے فقدان کی صورت میں عورت کی مجبوری یا ملازمت کی ضرورت تو ظاہر ہوتی ہے، مگر اس کی بنا پر عورت کو گھر سے باہر نکلنے کی چھوٹ نہیں دی جا سکتی ہے، ورنہ فتنہ وفساد کے سوا کوئی دوسری چیز سامنے نہیں آئیگی اور مغربی تہذیب کی طرح ہماری تہذیب ومعاشرت کی بھی خیر نہیں ہوگی۔

خواتین کی ملازمت کے شرعی حدود:

۶ – مذکورہ بالا تفصیلات سے خواتین کی ملازمت کے حدود اربعہ سامنے آ جاتے ہیں۔

ملازمت یا کسب معاش کا کوئی عمل صنف نازک کے مزاج کے ہم آہنگ نہیں ہے، صرف بدرجہ مجبوری اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

بشرطیکہ شوہر یا گھریلو نظام سے متعلق حقوق کی ادائیگی میں کمی نہ ہو اور ملازمت گھر کے اندر رہو۔

گھر سے باہر ملازمت یا حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی صورت میں شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہے۔

گھر سے باہر شرعی پردہ کے ساتھ نکلے اور مقام ملازمت پر شرعی پردہ کا اہتمام کرے۔

ایسی جگہ ملازمت کرنا درست نہیں جہاں پردہ کا اہتمام نہ ہوسکتا ہو یا مرد وعورت مخلوط طور پر کام کرتے ہوں۔

اگر ملازمت اس قسم کی ہو جس میں عورت کی آواز غیر محرم مردوں تک پہنچتی ہو تو یہ بھی باعث فتنہ اور نا جائز ہے، اس لئے کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے (طحطاوی علی المراقی ۲/ ۲۴۴، فتح القدیر کتاب الصلوۃ ۱/ ۲۷۶)۔

کسی معتبر محرم کے ساتھ سفر کرے اور اگر مقام ملازمت زیادہ دور نہ ہو تو بھی بہتر ہے کہ کسی محرم کے ساتھ نکلے، ہزار راستے مامون ومحفوظ ہوں اور فتنہ وبدگمانی کا اندیشہ نہ ہو، رات میں کسی دوسری جگہ قیام کرنے سے ہر ممکن پرہیز کرے۔

سادہ اور معمولی لباس میں جائے، خوشبو اور زیب وزینت اور ہر ایسے عمل سے پرہیز کرے جس سے مردوں کی نگاہیں یا دل اس کی طرف متوجہ ہوں اور فتنہ کا باعث ہوں۔

کوئی دوسرا متبادل اور اندرون خانہ ذریعہ معاش موجود نہ ہو تب مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ عورت کو ملازمت کی اجازت دی جائے گی محض معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری یا زیادہ سے زیادہ دولت بنانے کے لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

ایسے ادارے جہاں مرد وعورت دونوں کام کرتے ہوں:

۷- ایسے ادارے جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں ایسے اداروں میں خواتین کی ملازمت جائز ہے، مگر

ذمہ دار مرد کے لئے (اگر وہ محرم نہ ہوں) عورتوں کے حصے میں جانے کی اجازت نہیں ہوگی، اگر انتظامی نقطۂ نظر سے ایسی ضرورت پیش آئے تو عورتوں کا باپردہ ہونا ضروری ہے۔

۸- البتہ ایسے ادارے جہاں مرد و عورت دونوں کام کرتے ہوں اور دونوں کے شعبے جدا گانہ ہوں اور ایک دوسرے کا سامنا برائے نام ہو، تو ایسے اداروں میں بھی ملازمت کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مذکورہ بالا تمام احتیاطوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

۹- ایسا کام جس میں مردوں کا سامنا کم ہوتا ہو، مثلاً آفس کی ملازمت، جہاں صرف عورتیں کام کرتی ہوں اور مرد کبھی کبھی آجاتے ہوں، اس کی اجازت بھی بقدر ضرورت دی جاسکتی ہے، البتہ مردوں کا سامنا ہوتے وقت ان کے لئے پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

ملازمت کی غرض سے گھر سے باہر مستقل قیام:

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر سے باہر مستقل قیام کرنا اگر شوہر کی اجازت سے ہو، اور جگہ شرعی طور پر مامون و محفوظ ہو، کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو بوقت ضرورت اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ مقام ملازمت پر کوئی معتبر محرم ساتھ میں ہو، تنہا عورت کا گھر سے باہر قیام کرنا کسی طرح فتنہ سے خالی نہیں، اسی طرح محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا سیر و تفریح کی غرض سے اس طرح کی بیرونی ملازمت کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت کا شرعی حکم

مفتی محمد جنید عالم ندوی قاسمی ☆

اس مادی دور میں جبکہ عوام وخواص سبھی مادیت کی طرف تیزی سے بھاگ رہے ہیں اس مقابلہ میں ہر ایک سبقت لے جانا چاہتا ہے، مردوں کے شانہ بشانہ عورتیں بھی کام کرنا چاہتی ہیں اور عورتیں کسب معاش میں مردوں سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتی ہیں، ان حالات میں مفتیان کرام اور علماء ومحققین کو اجتماعی غور وفکر کر کے مسئلہ کی صحیح تصویر پیش کرنی ہوگی ورنہ امت ہلاکت کے دہانہ پر کھڑی ہے۔

خواتین کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ شریعت ان کے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے اور اس کے لئے شرعی حدود کیا ہیں؟ اس پر روشنی ڈالنے سے پہلے ابتدائی چند تمہیدی باتیں ذکر کی جاتی ہیں جن کی روشنی میں مسائل کا حل آسان ہوجائے گا۔

حلال روزی کمانے کی اہمیت وفضیلت:

کتاب وسنت میں حلال مال کمانے کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت آئی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور تمام مومنین کو حلال روزی کھانے اور عمل صالح کرنے کا حکم دیا ہے، اس ترتیب سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ عمل صالح کی توفیق حلال روزی کھانے سے ہی ہوتی ہے، حرام مال کی نحوست سے عمل صالح کی توفیق سلب ہوجاتی ہے اور حرام مال کھانے والوں کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔

☆ صدر مفتی امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

حدیث شریف میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کو سب سے افضل اور بہتر قرار دیا گیا ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کے برگزیدہ نبی ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

''عن المقدام عن النبی ﷺ قال ما اکل احد طعاما قط خیر امن أن یاکل من عمل یدیه وإن نبی الله داؤد علیه السلام کان یاکل من عمل یدیه'' (الصحیح البخاری ۱/ ۲۷۸)۔

کسب معاش کا شرعی حکم:

قرآنی آیات واحکامات اور احادیث کے ذخیرہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا افضل وبہتر ہے۔ اسی کے ذیل میں یہ بات آتی ہے کہ اس کسب کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود نہیں کماتا ہے تو کیا وہ شرعاً گنہگار ہوگا یا اس کا یہ عمل توکل کے مطابق ہوگا؟ اس سلسلہ میں درج ذیل تفصیل ہے:

فرض: اتنی مقدار میں کمانا فرض ہے جو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے نفقہ کے لئے کافی ہو اسی طرح جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے ان کے نفقہ کے لئے بھی کافی ہو اسی طرح دیون کی ادائیگی کے لئے کمانا فرض ہے۔

مستحب: اس سے زیادہ مقدار میں کسب معاش تا کہ فقیروں اور رشتہ داروں کی خدمت ہوسکے مستحب ہے۔

مباح: ذخیرہ اندوزی، وسعت فراوانی اور معیار زندگی کو بلند کرنے کے پیش نظر کسب معاش جبکہ فخر ومباحات مقصود نہ ہو شرعاً جائز ودرست ہے۔

حرام: زیادہ سے زیادہ مال کمانا تاکہ دوسروں پر فخر کرسکے اور دوسروں پر اپنی بڑائی ثابت کرسکے، یا ایسی کمائی جس سے اپنا دین برباد ہو، اپنی عزت وعصمت ختم ہورہی ہو یا حرام مال کمانا شرعاً حرام ہے، ہر مسلمان پر اس سے احتراز لازم ہے (دیکھئے: فتاوی ہندیہ باب خامس عشر فی الکسب ۵/ ۳۴۸، ۳۴۹)۔

عورتوں کے لئے کسب معاش کا شرعی حکم:

کسب معاش کی اہمیت وفضیلت اور اس کے شرعی حکم کے بعد ایک مسئلہ یہ آتا ہے کہ عورتیں کما سکتی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے کسب معاش کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کتاب وسنت میں کسب معاش کی جو بات کہی گئی ہے وہ مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے اور نہ ہی مردوں کی تخصیص کی کوئی وجہ نظر آتی ہے، جس طرح حلال مال کا استعمال مردوں کے لئے پسندیدہ اور ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، جس طرح مرد کسب کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی بعض حالات میں محتاج ہوتی ہیں، اگر عورتوں کو کسب معاش سے روک دیا جائے تو بعض حالات میں ان کو دست سوال دراز کرنے پر مجبور کرنا ہوگا جو شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے۔

سورۂ مریم میں اللہ تعالی نے حضرت مریم کو کسب معاش کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے:

''وهزی إلیک بجذع النخلة تساقط علیک رطبا جنیا فکلی واشربی وقری عینا'' (سورۂ مریم/۲۵) (اے مریم کھجور کی ٹہنی کو اپنی طرف کر کے ہلاؤ پکی ہوئی تر وتازہ کھجور ٹوٹ کر تمہاری طرف گرے گی پھر کھاؤ پیو اور اپنی آنکھ ٹھنڈی کرو)۔

علامہ قرطبی الجامع لاحکام القران میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

الثانیة: ''الأمر بتکلیف الکسب فی الرزق سنة الله تعالی فی عباده، وإن ذلک لا یقدح فی التوکل''۔

بندوں کو رزق کمانے کا مکلف بنانا اللہ تعالی کی سنت ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ الصلوۃ والسلام بوڑھے اور مجبور تھے تو ان کے حکم سے ان کی دولڑکیاں جانور کو پانی پلانے گئی تھیں چونکہ بھیڑ تھی، دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اس لئے وہ دونوں کنارہ کھڑی تھیں، جب حضرت موسیٰ نے ان سے

الگ رہنے کی وجہ پوچھی تو ان دونوں نے جواب دیا: ہم دوسرے چرواہوں کے پانی پلانے کے بعد ہی اپنے جانوروں کو پانی پلائیں گے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں (سورۃ قصص/ ۲۳)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں بہت واضح انداز میں لکھا ہے کہ:

اسلام عورتوں کو کام کرنے سے نہیں روکتا ہے، عورت کو بیع وشراء اور تجارت کا حق ہوگا، وہ کسی کو اپنا وکیل بھی بناسکتی ہے اور وہ کسی کا وکیل بن بھی سکتی ہے، جب تک کہ احکام شرع کی رعایت کرتے ہوئے کام کرے کوئی بھی اس کو کام سے نہیں روک سکتا ہے (موسوعہ فقہیہ ۸۲/۷)۔

''ومع ذلک فالإسلام لا یمنع المرأۃ من العمل فلھا أن تبیع وتشتری وأن توکل غیرھا ویوکل غیرھا وأن تتأخر بمالھا ولیس لأحد منعھا من ذلک ما دامت مراعیۃ احکام الشرع وآدابہ'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۸۲/۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت کام بھی کرسکتی ہے، اسلام عورتوں کو کام کرنے سے نہیں روکتا ہے۔

عورتوں کے لئے کام کرنے کے سلسلہ میں شرعی حدود:

البتہ عورتیں کام کرنے میں آزاد نہیں ہیں کہ مردوں کی طرح جس طرح چاہیں کام کریں بلکہ ان کے کام کرنے کی شرعی حدیں ہیں، ان حدود کی رعایت کرتے ہوئے کام کرنے کی اجازت ہوگی (حوالہ مذکور ۸۳/۷)۔

پردۂ شرعی کی رعایت ہو:

عورتوں کے کام کرنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ پردۂ شرعی کی مکمل رعایت ہو، اجنبی مردوں کے ساتھ کسی طرح کا اختلاط نہ ہو، اگر کام ایسا ہو کہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنا پڑے یا اس کے ساتھ کسی طرح کا اختلاط ہو یا اس کے سامنے جانا پڑے تو اس طرح کے کام کرنے کی قطعاً اجازت نہ ہوگی، اسی طرح راستہ میں آنے جانے میں بھی پردۂ شرعی کی مکمل رعایت کرنی ہوگی۔

کسی اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط کی صورت میں مرد وعورت دونوں فتنہ سے مامون نہیں رہ سکتے ہیں، کتاب وسنت میں پردہ پر جو زور دیا گیا ہے وہ واضح ہے، مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ بھی ارشاد نبوی ہے کہ جب کسی جگہ اجنبی مرد وعورت ہوں تو وہاں تیسرا شیطان رہتا ہے۔

فقہاء نے یہ صراحت کردی ہے کہ جس کام میں اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط ہو اس کام کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ درمختار میں یہ مسئلہ ہے کہ لڑکا جب کمانے کے لائق ہوجائے تو باپ اس کو کمانے میں لگا دے گا اور اس کی کمائی سے اس پر خرچ کرے گا البتہ لڑکیوں کو کمانے میں نہیں لگا سکتا ہے۔

''وإذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعهم الأب إلی عمل لیکتسبوا أو یوجرهم وینفق علیهم من أجرتهم بخلاف الأناث'' (الدر المختار علی ہامش رد المختار باب الحضانۃ ۵/ ۲۷۲)۔

''(قوله بخلاف الأناث) فلیس له أن یوجر هن في عمل أو خدمة لأن المستأجر یخلوبها وذلک سيء في الشرع ذخیرة ومفاده أنه یدفعها إلی امرأة تعلمها حرفة کتطریز وخیاطة إذلا محظور فیه'' (رد المختار باب الحضانۃ ۵/ ۲۷۲)۔

(یعنی باپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو کسی کام یا کسی خدمت کے لئے اجارہ پر دے اس لئے کہ مستاجر کے ساتھ تنہائی ہوگی اور یہ شرعاً غلط ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ باپ اپنی لڑکیوں کو کسی عورت کے پاس پڑھائی، بنائی اور سلائی یا کوئی دوسرا کام سیکھانے کے لئے دے سکتا ہے)۔

معصیت کا کام نہ ہو:

دوسری شرط یہ ہے کہ عورت گناہ والا کام نہ کرے، مثلاً گانا نہ گائے یا ایسا کام نہ کرے

جس میں کوئی فائدہ نہ ہو، اسی طرح ایسا کام نہ کرے جس سے خاندان والوں کو عار محسوس ہو یا جس کی وجہ سے خاندان پر کسی طرح کا دھبہ لگے۔

''لا یکون العمل معصیة کالغناء واللهو وألایکون معیبا مزریا تعیربه أسرتها'' (الموسوعہ الفقہیہ ۷/۸۳)۔

زیب وزینت کے ساتھ نہ نکلے:

تیسری شرط یہ ہے کہ اگر کام کے لئے گھر سے نکلنا ہو تو زیب وزینت کے ساتھ نہ نکلے، یا ایسی ہیئت اختیار نہ کرے جو فتنہ کا باعث ہو جس سے لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھنے لگیں، بلکہ معمولی لباس میں نکلے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولی'' (سورۂ احزاب/۳۳) (جاہلیت اولی کی طرح بن سنور کر نہ نکلیں)۔

گرچہ خطاب ازواج مطہرات سے ہے لیکن ان کے توسط سے تمام عورتیں مراد ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ولا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها'' (سورۂ نور/۳۱) (اور عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر وہ جو ظاہر ہو جائے مثلاً چہرہ اور ہتھیلی)۔

چہرہ اور ہتھیلی کو فقہاء نے ضرورۃً عورتوں کے ستر سے خارج قرار دیا ہے، لیکن چونکہ فتنہ کا دور ہے اور فتنہ زیادہ تر چہرہ کے ذریعہ آتا ہے اس لئے فتنہ کے پیش نظر چہرہ کے چھپانے کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ دوسروں کے لئے زیب وزینت اختیار کرنے والی عورت قیامت کے دن تاریکی میں ہوگی، اس کے سامنے کوئی روشنی نہیں ہوگی۔

''الرافلة فی الزینة فی غیر أهلها کمثل ظلمة یوم القیامة لا نور لها'' (ترمذی شریف ابواب الرضاع باب ماجاء فی کراہیۃ خروج النساء فی الزینۃ)۔

اندرون خانہ رہ کر کام کرنا زیادہ بہتر ہے:

باہر نکل کر کام کرنے یا کسی ادارہ میں ملازمت کرنے کے جو نتائج ہیں وہ سامنے ہیں، مسلسل فتنے ابھر کر سامنے آتے ہیں، عموماً عصمت وعفت محفوظ نہیں رہتی، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں اور گھر کے کام کو انجام دیں، عورتیں گھر کی ملکہ ہیں ان کی شان باقی رہنی چاہئے، اسی میں عافیت ہے، اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

"وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" (سورۂ احزاب/۳۳) (اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلائی نہ پھرو جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت)۔

گرچہ یہ خطاب ازواج مطہرات سے ہے لیکن اس میں تمام عورتیں شامل ہیں اور یہ حکم تمام عورتوں کے لئے ہے۔

علامہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن (۱۷۹/۷) میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اگرچہ ازواج مطہرات کو خطاب کیا گیا ہے، لیکن معناً دوسری عورتیں بھی داخل ہیں (دیکھئے: مسلم ۲/۲۱۸، بدائع الصنائع کتاب العدۃ ۲۲۱۵/۵)۔

شوہر یا کسی ولی کی اجازت:

چوتھی شرط یہ ہے کہ عورتیں خواہ گھر میں کام کریں یا گھر سے باہر بہر دوصورت اگر غیر شادی شدہ ہیں تو اپنے ولی سے اور اگر شادی شدہ ہیں تو شوہر سے اجازت لے کر کام کریں، بلا اجازت کام نہ کریں، اگر ان کو کام سے روک دیا جائے تو وہ رک جائیں، چونکہ بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہے اور اس کی وہ پوری کفالت کرتا ہے، البتہ اگر عورت گھر میں رہ کر کوئی ایسا کام کرے جس سے شوہر کو کسی طرح کا نقصان نہ ہو تو اس طرح کے کام سے شوہر کو نہیں روکنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر عورت گھر میں پڑی رہے اور کوئی کام نہ کرے تو نفس وشیطان کے وساوس کا شکار ہو سکتی ہے یا

خلاف شرع امور انجام دے سکتی ہے۔

''بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا لأجنبي بالأولى......أما العمل الذي لا ضرر له فيه فلاوجه لمنعها عنه خصوصا في حال غيبته من بيته، فان ترك المرأة بلا عمل في بيتها يؤدي إلى وساوس النفس والشيطان أو الإشتغال بما لايعني من الأجانب والجيران'' (ردالمحتار کتاب النفقہ ۲/ ۶۰۳)۔

واضح رہے کہ اگر عورت پر کوئی کام فرض اور ضروری ہو اس کے بغیر عورت کے لئے شرعی دینی یا دنیوی نقصان ہونے والا ہو تو اس کام کو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتی ہے مثلاً عورت پر حج فرض ہے تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی وہ حج فرض کے لئے کسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کا نفقہ ادا نہیں کر رہا ہے یا اس عورت پر دوسروں کا نفقہ واجب ہے تو اس صورت میں شوہر اجازت دے یا نہ دے وہ کام کر سکتی ہے اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر بھی نکل سکتی ہے جبکہ اس نے مہر معجل ادا نہ کیا ہو، اسی طرح جس گھر میں عورت ہو اور اس کے گرنے کا اندیشہ ہو تو بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نکل سکتی ہے، نیز عورت پر کسی کا قرض ہو اس کی ادائیگی ضروری ہو تو اس صورت میں یہ کام کرنے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

''يجوز للرجل أن يأذن لها بالخروج إلى سبعة مواضع: زيادة الأبوين وعيادتهما وتعزيتهما أو أحدهما وزيارة المحارم، فإن كانت قابلة أو غسالة أو كان لها على أخرحق تخرج بالإذن وبغير الإذن والحج على هذا......والمرأة قبل أن تقبض مهرها لها الخروج في حوائجها وتزور الأقارب بغير إذن الزوج فإن اعطاها المهر ليس لها الخروج إلا بإذن الزوج'' (البحرالرائق باب النفقہ ۴/ ۳۳۱)۔

سفر شرعی میں محرم ضروری ہے:

عورت کے لئے شوہر کی اجازت سے پردۂ شرعی کی رعایت کرتے ہوئے باہر جا کر

کمانے کی گنجائش ہے لیکن ضروری ہے کہ سفر شرعی نہ ہو، اگر سفر شرعی ہو تو ساتھ میں محرم کا ہونا ضروری ہے، بغیر محرم کے سفر شرعی نہیں کرسکتی ہے۔

حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے:

"عن أبی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ لا یحل لأمرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر أن تسافر سفرا فیکون ثلاثۃ ایام فصاعدا إلا ومعھا أبوھا أو اخوھا أو زوجھا أو إبنھا أو ذو محرم منھا" (ترمذی شریف ۱/۱۳۹، ابواب الرضاع)۔

عورت کا نفقہ کس پر؟

یہاں پر ایک بحث یہ ہے کہ عورت کا نفقہ کس پر واجب ہے؟ خود اس پر یا کسی دوسرے پر؟ اگر اس پر واجب نہیں ہے تو پھر کمانے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی، کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اگر عورت غیر شادی شدہ ہے تو شادی ہونے تک اس کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر قوام و حاکم بنایا ہے، اس لئے کہ عورتوں کے نفقہ کی ذمہ داری مردوں پر ہے (سورۂ نساء: ۳۴)۔

الجامع لاحکام القرآن میں ہے:

"فقیام الرجال علی النساء علی ھذا الحد، وھو أن یقوم تبدبیرھا وتأدیبھا وإمساکھا فی بیتھا ومعھا من البروز وأن علیھا طاعتہ وقبول أمرہ مالم تکن معصیۃ......أنہ متی عجز عن نفقتھا لم یکن قواما علیھا" (الجامع لاحکام القرآن ۳/۱۶۹)۔

اگر عورت مطلقہ ہے یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے پاس مال نہیں ہے تو اس کا نفقہ اس کے وارثین پر بقدر میراث واجب ہوگا

"والنفقۃ لکل ذی رحم محرم إن کان صغیرا فقیرا أو کانت امرأۃ

بالغة فقيرة أو كان ذكرا بالغا فقيرا زمنا أو أعمى.....ويجب ذلك على مقدار الميراث ويجبر عليه‘‘(ہدایہ علی ہامش شرح فتح القدیر باب النفقہ ۴۱۹/۴، ۴۲۰)۔

عورت پر نفقہ واجب ہے یا نہیں:

اگر شوہر کسی وجہ سے اپنی بیوی کا نفقہ ادا نہیں کر پا رہا ہے اور عورت کمانے کے لائق ہے یا عورت مطلقہ ہے اور عدت گذر چکی ہے یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اور عورت کے پاس زندگی گزارنے کے لئے مال نہیں ہے اور وہ کمانے کے لائق ہے تو ان صورتوں میں وہ خود کما کر اپنی زندگی گزارے گی اور نفقہ کا انتظام خود کرے گی۔

مذکورہ بالا تمہیدات کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱- شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ اس سوال کا جواب اوپر کی تمہید سے واضح ہے کتاب وسنت میں حلال روزی کمانے اور اس کے استعمال کرنے کی جو فضیلت آئی ہے وہ مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور تخصیص کی کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی ہے، جس طرح مرد کسب معاش کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی بعض صورتوں میں کسب معاش کی محتاج ہوتی ہیں۔ لہذا پردہ شرعی کی مکمل رعایت کرتے ہوئے شریعت کے حدود میں رہ کر عورتیں بھی کسب معاش کر سکتی ہیں، شرعاً جائز و درست ہے۔

بلکہ اگر ان کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو مثلاً شوہر اپاہج ہو اس کے پاس مال نہ ہو اور وہ کمانے کے لائق بھی نہ ہو یا عورت مطلقہ ہو اور اسکی عدت گزر چکی ہو یا شوہر کا انتقال ہو چکا ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو یا اس پر اولاد یا دیگر رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہو تو ان حالات میں بقدر کفاف کسب معاش فرض ہوگا۔ اور اگر اس کی کفالت ہو رہی ہو، اس پر کسی کا نفقہ واجب نہ ہو تو فقیروں یا دینی کاموں پر صدقہ کرنے کی غرض سے یا رشتہ داروں کی دل جوئی کے لئے کمانا مستحب ہے، اور حرام مال کمانا یا ایسی کمائی جس سے عزت وآبرو اور دین خطرہ میں ہو حرام ہے۔

۲- اگر عورت کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو اور وہ کمانے کے لائق ہو تو وہ پردہ شرعی کی

رعایت کرتے ہوئے خود کما کر اپنے اخراجات پوری کرے گی، اسی طرح اولاد کا نفقہ نفقہ میراث ماں پر واجب ہے جبکہ باپ نہ ہو اور اولاد کمانے کے لائق نہ ہو۔

۳- جبکہ تنگی و ترشی سے کام چل سکتا ہے اور چلتا ہے تو محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے یا وقت گزاری اور اثاثہ جمع کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے کسب معاش شرعاً محمود و پسندیدہ معلوم نہیں ہوتا ہے گرچہ جواز کی گنجائش نظر آتی ہے۔

۴- جن حالات میں عورت کے لئے کسب معاش ضروری ہے ان میں شوہر یا کسی ولی سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، بلا اجازت بھی وہ کام کرسکتی ہے اور جن حالات میں عورتوں کے لئے کسب معاش ضروری نہیں ہے ان حالات میں اجازت لینا ضروری ہے، بلا اجازت وہ کام نہ کریں بلکہ اگر ولی یا شوہر روک دے تو رک جائیں۔

۵- اسی طرح جن حالات میں عورت کے لئے کسب معاش ضروری ہے ان حالات میں گھر سے باہر نکلنے کے لئے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، بلا اجازت بھی وہ گھر سے نکل کر کام کرسکتی ہے، البتہ رات میں باہر نہیں رہ سکتی ہے، رات اپنے گھر میں جہاں وہ رہتی ہے گزارے گی، اور جن حالات میں کسب معاش عورت پر ضروری نہیں ہے ان حالات میں شادی سے قبل ولی اور شادی کے بعد شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، بلا اجازت وہ گھر سے باہر نکل کر کام نہیں کرسکتی ہے۔ اگر سفر شرعی ہے تو ساتھ میں محرم کا ہونا بھی ضروری ہے، بلا محرم سفر کرنا گناہ عظیم ہے۔

۶- عورتیں ملازمت تو کرسکتی ہیں لیکن وہ اس سلسلہ میں آزاد نہیں ہیں، بلکہ ان کی ملازمت کے سلسلہ میں کچھ شرعی حدود ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، وہ شرعی حدود درج ذیل ہیں:

۱- گناہ کا کام نہ ہو، اگر گناہ کا کام ہو تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی۔

۲-پردۂ شرعی کی مکمل رعایت ضروری ہے، ایسی ملازمت کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی جس میں کسی اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط ہو، اس کے ساتھ تنہائی ہو یا اس کے سامنے جانا پڑے۔

۳-اگر عورتوں کو کام کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنا ہو تو زیب وزینت، بناؤ سنگار اور عمدہ لباس میں نہ نکلیں جس سے لوگوں کی نگاہ ان کی طرف اٹھے اور لوگوں کا میلان ان کی طرف ہو۔

۴-اگر عورت غیر شادی شدہ ہو تو اپنے ولی سے اور اگر شادی شدہ ہو تو اپنے شوہر سے اجازت لے کر کام کرے۔

۷- جس ادارہ میں کام کرنے والی عورتیں ہوں لیکن ذمہ دار مرد ہو تو اس ادارہ میں عورتیں کام کرسکتی ہیں البتہ ذمہ دار سے بھی پردہ شرعی ضروری ہے، بہتر تو یہ ہے کہ ذمہ دار مرد اپنی کسی محرم عورت کو ساتھ رکھے تا کہ حسب ضرورت وہ عورتوں سے بات کرسکے، لیکن اگر اس طرح کی شکل نہ بن سکے اور ذمہ دار مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو پردہ میں رہ کر بات کرلیں یا خود ذمہ دار کو ضرورت ہو تو پردہ میں رہ کر بات کرے، ذمہ دار مرد کے سامنے ملازمہ عورت کا بے پردہ ہوجانا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم کو ازواج مطہرات سے کچھ مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور تمہارے دلوں کی پاکیزگی کا عمدہ ذریعہ ہے۔

''وإذا سئلتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم وقلوبهن'' (سورۃ احزاب/ ۵۳)۔

صحابہ کرام اور ازواج مطہرات جو کائنات کے بہترین مرد اور بہترین عورتیں ہیں جن کے تقوی وطہارت، ان کی عفت وپاکدامنی اور پاکیزگی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، ان کو پردہ کے پیچھے سے مانگنے اور دینے کا حکم ہے (سورۃ احزاب/ ۵۳)۔

آیت کریمہ ''**ولا يبدين زينتهن إلا ما ظهر**'' سے گرچہ کچھ فقہاء نے چہرہ اور ہتھیلی

کو آزاد عورتوں کے ستر سے خارج قرار دیا ہے جس سے ملازمہ عورتوں کے لئے ذمہ دار مرد کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی کھول کر ضرورۃً جانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ فتنہ عموماً چہرہ کو دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے اور اس دور میں فسق وفجور عام ہے اس لئے نماز کے علاوہ چہرہ اور ہتھیلی کو بھی ستر میں داخل کیا گیا ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے ان دونوں کو چھپانا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حالات کے پیش نظر اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر عمل بھی ہونا چاہئے۔

۸ – جہاں مرد وعورت دونوں مخلوط طور پر کام کرتے ہوں اور پردہ شرعی کا کوئی نظم نہ ہو وہاں عورتوں کے لئے ملازمت کی شرعاً اجازت نہیں ہوگی خواہ جوان عورتیں ہوں یا سن رسیدہ، مسلمان عورتوں کے لئے اس سے احتراز لازم ہے، اللہ تعالی رازق ہے، اس کی صفت رزاقیت پر اعتماد کر کے شریعت کے حدود میں رہ کر کام کریں۔

۹ – پردہ شرعی تو بہر حال لازم ہے اور مرد وعورت کے اختلاط سے اجتناب ضروری ہے، کم و بیش کا فرق ملحوظ نہیں رکھا جائے گا، خواہ دوکان میں خرید وفروخت کا معاملہ ہو یا آفس میں بیٹھ کر کام کرنے کا بہر صورت شرعی حدود کی رعایت ضروری ہوگی، ہاں اگر کوئی عورت آفس میں پردہ کے ساتھ بیٹھ کر کام کرتی ہے اور کسی طرح کے فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کے لئے کام کرنے کی گنجائش ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

۱۰ – عورت ملازمت کی غرض سے اپنے گھر سے دور اندرون ملک یا بیرون ملک مستقل قیام کر سکتی ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رہتا ہو اور دیگر شرعی حدود کی رعایت بھی ہو۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا نورالحق رحمانی ☆

۱ – خواتین کا اصلی دائرہ عمل گھر کی چہاردیواری اوران کا بنیادی فریضہ امورخانہ داری کی انجام دہی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى '' (الاحزاب:۳۳)

(اور اپنے گھروں میں قرار سے رہواورقدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کرو)۔

انسانی زندگی میں کام کے دومیدان ہیں ایک داخلی یعنی گھریلو کام کاج اور دوسرے خارجی یعنی گھر کے باہر کے کام، اسلام نے داخلی امور کی انجام دہی عورت کے سر رکھی ہے اور خارجی کاموں کا بار مرد پر ڈالا ہے، احادیث کی رو سے عورت گھر کی ملکہ اور ذمہ دار اور گھریلو امور کی جواب دہ ہے۔

''المرأة راعية على بيت زوجها وهي مسئولة عن رعيتها '' (بخاری ۷۷۹/۲)۔

ایک حدیث میں یہ صراحت آئی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ کے درمیان کاموں کی تقسیم فرمائی اور بیرونی کاموں کی ذمہ داری حضرت علیؓ پر ڈالی اور داخلی امور کی انجام دہی حضرت فاطمہؓ کے سپرد

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

فرمائی (بدائع الصنائع ۳؍۳۴۰ باب الحضانۃ)۔

یہ روایت فقہ حنفی کی متعدد متداول کتابوں بدائع الصنائع، البحر الرائق اور درمختار میں باب الحضانۃ کے ذیل میں مذکور ہے۔

یہ ایک قدرتی تقسیم اور فطری نظام عمل ہے جو دونوں صنفوں کی طبیعت فطرت اور جسمانی قوت وصلاحیت کے عین مطابق ہے، اسلام کے عین مقرر کردہ نظام میں عورتوں کی عزت وناموس کی حفاظت بھی ہے اور ان کی صنفی کمزوریوں اور فطری نزاکتوں کی رعایت بھی، ان کے گھر سنبھالنے سے گھر اور خاندان کا نظام استوار رہے گا، بچوں کی صحیح تربیت ہوگی، اور ملک ومعاشرہ جنسی انارکی سے محفوظ رہے گا۔

انسان کے دونوں صنفوں کے درمیان قدرتی فرق کا پایا جانا قدرت کا دوٹوک اشارہ ہے کہ خالق نے دونوں کو الگ الگ کام اور الگ الگ میدان کے لئے پیدا کیا ہے، اس فطری فرق کو نظر انداز کر کے دونوں کو ایک میدان میں گھسیٹ لانا اور سرکاری ملازمتوں اور معاشی سرگرمیوں میں شریک کرنا منشائے فطرت کے خلاف ہے۔

مرد وعورت دونوں برابر نہیں ہیں، بلکہ دونوں کی صلاحیتوں میں فرق اور فطری اختلاف کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کی ذمہ داریاں بھی جدا گانہ ہوں اور دائرۂ عمل اور حلقہ کار بھی علاحدہ، اسلام نے اس جسمانی وخلقی تفاوت اور جداگانہ صلاحیات کا لحاظ کرتے ہوئے ہر جنس کو اس کے مناسب کام سپرد کیا ہے، گھر کی تنظیم، داخلی امور کی دیکھ ریکھ، بچوں کی تربیت اور گھر کے مال واسباب کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر ڈالی، اور معاشی تگ ودو، سماجی خدمات، حکومتی اور سیاسی نظم ونسق اور حرب وضرب اور فوجی ودفاعی کام مردوں کے سپرد کیا ہے جو ان کی جسمانی قوت وصلاحیت، انتظامی قابلیت، عقل ورائے کی پختگی، عزم واستقلال اور شجاعت وجواں مردی کے مناسب ہے، یہ ایک قدرتی تقسیم اور فطری نظام ہے جس پر زمانہ قدیم سے عمل ہو رہا ہے۔

انسانی تمدن کو جتنی ضرورت مردانہ خدمات کی ہے اتنی ہی ضرورت زنانہ خدمات کی بھی

ہے، خارجی کام جتنی اہمیت رکھتے ہیں، عائلی امور اور گھریلو کام کاج اس سے کم اہمیت کے حامل نہیں ہیں، مرد وعورت کے درمیان تخلیقی فرق کا پایا جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ قدرت کا منشا دونوں سے الگ الگ کام لینے کا ہے۔

مغربی ملکوں میں عورتوں کو گھر سے باہر لانے اور زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے شریک کار بنانے کے چار عظیم نقصانات ہوئے ایک تو یہ کہ دونوں صنفوں کے آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں جنسی جرائم کی ایسی کثرت ہوئی کہ پورا معاشرہ عفت وعصمت اور اخلاقی قدروں سے عاری ہوگیا، دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ فواحش کی کثرت کے نتیجہ میں امراض خبیثہ وبائے عام کی طرح پھوٹ پڑے، ایڈز کا مرض آج امریکہ اور تمام یورپ کے ممالک میں دردسر بنا ہوا ہے، تیسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلق کے نتیجے میں ناجائز اولاد کی کثرت ہوگئی حتی کہ بعض ملکوں میں ناجائز بچوں کا تناسب پچھتر فی صد تک پہنچ گیا چوتھا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلقات کے نتیجے میں ان ممالک میں نکاح کی اہمیت ختم ہوگئی، ازدواجی رشتہ کمزور اور خاندانی نظام منتشر ہوکر رہ گیا، اس لئے حالات کا تقاضا یہ ہے کہ عورتوں کو گھر سے باہر نکل کر ملازمت کرنے اور کسب معاش کے دیگر ذرائع اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے، اور اس مغربی فکر کی کسی طرح ہمت افزائی نہ کی جائے ضرورت کے مواقع اس سے مستثنی ہیں کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے خواتین کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت سے کسب معاش کی گنجائش نکلتی ہے جیسا کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اس کی نظیریں ملتی ہیں۔

۱-خواتین کے لئے کسب معاش کی شرعی حیثیت:

مال کو انسانی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے، انسانی زندگی مال کے گرد گردش کرتی ہے، انسان کی اکثر ضرورتیں مال سے پوری ہوتی ہیں، اس لئے کسب معاش کے ذرائع اختیار کرنا اور مال کمانا شرعاً مطلوب ہے، مال کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کے لئے بعینہ وہی تعبیر استعمال فرمائی ہے جو کعبہ شریف کے لئے استعمال فرمائی ہے، ارشاد

باری تعالی ہے:

''ولا تؤتوا السفهاء أموالكم التى جعل الله لكم قياما'' (نساء: ۵) (اللہ تعالی نے تمہاری گذران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے)۔

اور یہی قیام کا لفظ کعبہ اور بیت اللہ کے لئے استعمال کیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا:

''جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس'' (مائدہ: ۹۷) (اللہ نے کعبہ کو جوادب کا مکان ہے لوگوں کو قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا)۔

یعنی جس طرح مومن کی دینی و ایمانی زندگی کے لئے کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کہ ہر نماز میں آدمی اس کی طرف رخ کرتا ہے اور ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں بیت اللہ کا حج فرض ہے اسی طرح مال کو انسانی زندگی میں مرکزیت اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ زندگی کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے، اسی لئے مال کمانے کی ترغیب قرآن وحدیث میں بار بار آئی ہے، سورہ جمعہ میں ارشاد ہے:

''فإذا قضيت الصلاة فانتشروا فى الأرض وابتغوا من فضل الله'' (جمعہ: ۱۰) (پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔

حج اصلاً ایک عبادت اور اسلام کا بنیادی رکن ہے، لیکن سفر حج میں بھی مال کمانے کی اجازت دی گئی، ارشاد باری ہے:

''ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم'' (بقرہ: ۱۹۸) (تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں)۔

بخاری شریف کی روایت میں اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے کو سب سے بہتر رزق قرار دیا گیا: حضرت مقداد بن معدی کرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کھانا نہیں کھایا، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے (بخاری حوالہ سابق/ ۲۴۱)۔

اور قرآن وحدیث کے احکام جس طرح مردوں کے لئے ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ مردوں کو چونکہ اللہ تعالی نے عورتوں پر قوام اور ان کی اور اپنے خاندان کے دیگر افراد کی معاشی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے تو ان پر اپنے زیر کفالت افراد کے اخراجات کا نظم کرنا اور کمانا واجب ہے، لیکن اچھے مقاصد کے لئے شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے مال کمانا اور کسب معاش کے ذرائع اختیار کرنا عورت کے لئے بھی جائز اور مباح ہے بشرطیکہ اس کی اس مصروفیت سے اس کے فرائض اور اصل ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں جو شریعت نے ان پر عائد کی ہیں۔

۲-کیا شریعت نے خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے؟

یہ اسلام کا خواتین پر عظیم احسان ہے کہ اس نے عام حالات میں انہیں فکر معاش سے آزاد کردیا ہے، شادی سے قبل ان کا نفقہ ان کے والد پر ہے اور شادی کے بعد ان کا نفقہ ان کے شوہر پر ہے۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیت اولاد کے نفقہ سے متعلق ہے۔

''والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (بقرہ:۲۳۳)، اس آیت کی رو سے مطلقہ بیوی جو اپنے سابق شوہر کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے وہ نفقہ کی مستحق ہے، جب اولاد کو دودھ پلانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں کا نفقہ بچے کے باپ پر واجب ہوا تو خود اولاد کا نفع بدرجہ اولی واجب ہوگا۔

خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری کب آتی ہے؟

عام حالات میں عورتوں پر ان کا یا ان کے بچوں کا نفقہ نہیں ہے، بلکہ ان کے باپ، شوہر اور دیگر اولیاء پر ان کا نفقہ واجب ہے، لیکن جب وہ بیوہ یا مطلقہ ہوں اور ان کی کفالت کرنے والے اولیاء باپ بھائی وغیرہ موجود نہ ہوں یا موجود ہوں لیکن کفالت سے معذور ہوں تو اس

صورت میں شرعاً ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اگر وہ مالدار ہیں تو اپنے مال سے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کریں اور اگر گذر بسر کے لائق مال ان کے پاس نہ ہو تو وہ کسب معاش کا کوئی حلال اور معقول ذریعہ اختیار کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کریں، اور ایسی ضرورت کی حالت میں شریعت نے کسب معاش کے لئے انہیں گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے، پھر بھی ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اندرون خانہ اپنے لئے کسب معاش کا کوئی ذریعہ اختیار کرلیں، اور آج کے دور میں جبکہ کسب معاش کے ذرائع میں بڑی وسعت اور تنوع پیدا ہو گیا ہے اس طرح کا کوئی ذریعہ اختیار کرنا مشکل نہیں تاہم اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہ اس مقصد کے لئے شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے باہر جاسکتی ہیں، بخاری شریف میں حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ وہ حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کے لئے چارہ اور پانی کا انتظام کرتی تھیں اور گھر سے باہر جاتی تھیں (دیکھئے: بخاری ومسلم)۔

لیکن علماء نے یہ صراحت کی ہے کہ ان کا یہ نکلنا بر بنائے ضرورت تھا کہ حضرت زبیرؓ حوار رسول کی علمی ودینی مصروفیت اور جہاد کی مصروفیت اس خدمت سے مانع تھی نیز ان کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ بیرونی کاموں کی انجام دہی کے لئے کوئی خادم رکھ سکیں، اس لئے ان کی اہلیہ حضرت اسماءؓ کو اس ضرورت کے لئے باہر جانا پڑتا تھا اور یہ نکلنا حضرت زبیرؓ کی اجازت سے تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کا اسے جانتے اور دیکھتے ہوئے اس پر خاموش رہنا اور نکیر نہ فرمانا اس کے جواز کی دلیل ہے۔

۳- سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کے لئے عورتوں کا معاشی جدوجہد کرنا:

اگر سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کا مقصد دین کی خدمت، خیراتی ورفاہی کاموں میں حصہ لینا اور حاجت مندوں کی امداد واعانت ہو اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور اولیاء کی اجازت سے ہو تو نہ صرف یہ کہ یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ ایک پسندیدہ عمل ہے جیسا کہ امہات المومنین میں حضرت زینب بنت جحشؓ صنعت وحرفت اور دباغت کا کام جانتی تھیں اور اپنے دست وبازو سے

کما کر مسکینوں کی مدد اور راہ خدا میں خیرات کرتی تھیں، امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کے بارے میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"كانت تعمل بيدها وتصدق" (صحیح مسلم ۲/ ۲۸۵) (وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور اسے صدقہ کردیتی تھیں)۔

محض معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری کے لئے معاشی جدوجہد کرنا:

لیکن محض زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری کے لئے گھر سے باہر معاشی جدوجہد اختیار کرنا شرعاً ممنوع ہوگا اس لئے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس مصروفیت کی وجہ سے اس کے وہ فرائض متاثر ہوں گے جو شوہر کی خدمت، بچوں کی تربیت اور گھر کی تنظیم سے متعلق اس پر عائد ہوتے ہیں۔

۴-خواتین کا اندرون خانہ کسب معاش کے ذرائع اختیار کرنا:

خواتین کا اصل دائرہ کار گھر کی چہاردیواری ہے، اس میں رہتے ہوئے اگر کوئی ذریعہ معاش اختیار کریں اور اندرون خانہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں مثلاً سلائی، کڑھائی، بنائی، کشیدہ کاری یا کتابت یا آج کے دور کے لحاظ سے کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ کمائی تو دو شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت حاصل ہوگی ایک تو یہ کہ اس کی وجہ سے اس کے بنیادی فرائض میں کوتاہی واقع نہ ہو یعنی امور خانہ داری کی انجام دہی، بچوں کی پرورش و پرداخت اور شوہر کی خدمت وغیرہ اور دوسرے یہ کہ اسے اس کے لئے اپنے شوہر یا ولی کی طرف سے اجازت حاصل ہو، اس لئے کہ مردوں کی قوامیت کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ ان کی معاشی کفالت کرتے ہیں لہذا وہ ان کی نگرانی و سرپرستی میں اور ان کی اجازت اور مشورے سے کام کریں اور جب وہ ان کی کفالت کر رہے ہوں تو انہیں ایسے کاموں سے روکنے کا حق حاصل ہے۔

"والذي ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدي إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته" (ردالمحتار ۵/ ۲۵۹)۔

(اور وہ جس کا لکھنا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کو ہر ایسے کام سے روکنے کا حق ہے جس سے اس کے حق میں کمی واقع ہو یا جس سے اسے ضرر پہنچے یا جس کی وجہ سے اسے گھر سے باہر جانا پڑے)۔

''بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا لأجنبي بالأولى'' (البحر الرائق ۴/۱۰۶) (بلکہ شوہر کو ایسے تمام کاموں سے بیوی کو روکنے کا حق ہے جو کمائی کے ہیں، اس لئے کہ عورت کو کمائی کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس کی کفالت شوہر پر واجب ہے، تو ایسے عمل سے روکنے کا بدرجہ اولی اسے حق ہوگا جسے بیوی رضا کارانہ طریقے کسی اجنبی کے لئے انجام دیتی ہو)۔

۵- خواتین کا کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا:

خواتین کا اصل کام گھر کو سنبھالنا اور خانگی امور کو انجام دینا ہے، اس لئے کہ شریعت نے انہیں پردہ کا پابند بنایا ہے اور گھر میں جم کر رہنے کا حکم دیا ہے، اس لئے انہیں چاہئے کہ گھریلو خدمات میں دلچسپی لیں اور ممکن حد تک اپنی سرگرمیوں کو گھر کی چہار دیواری تک محدود رکھیں، اس لئے کہ انہیں قرآن کریم نے جم کر گھروں میں رہنے اور بلا ضرورت باہر نہ نکلنے کا حکم دیا ہے (الاحزاب/۳۳)۔

اور اگر حالات ایسے ہوں کہ کوئی مرد ان کی کفالت کرنے والا نہ ہو اور نہ خود وہ اتنی مالدار ہوں کہ اس سے گھر کا خرچ چل سکے اور مجبوراً انہیں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو ایسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر جانے کی شرعاً اجازت ہے، صحیحین کی ایک حدیث ہے جس کا آخری ٹکڑا ہے:

''قد أذن الله لكن أن تخرجن من البيت لحوائجكن'' (بخاری باب خروج النساء لحوائجهن باب ۱۱۶، حدیث نمبر ۵۲۳۷، فتح الباری مع البخاری ۹/۳۲۱) (اللہ تعالی نے تم عورتوں کو اپنی حاجت کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے)۔

اس حدیث میں ضرورت کی بناپر عورتوں کوگھر سے باہر جانے کی اجازت دی گئی ہے، لہذا خواتین بر بنائے ضرورت کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہیں لیکن اس کے لئے ولی یاشوہر کی اجازت ضروری ہوگی۔

عورت کا کسب معاش کے لئے اپنی آبادی سے باہر جانا:

عورت کا کسب معاش اور ملازمت کے لئے گھر سے باہر جانا اگر اس آبادی یا شہر میں ہو جہاں وہ رہتی ہے تو بر بنائے ضرورت حدود شرع کی رعایت کرتے ہوئے جائز ہے لیکن اگر اس جگہ کا فاصلہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ کا ہو تو محرم کے بغیر اس کا وہاں جانا جائز نہ ہوگا، اس لئے کہ احادیث میں عورتوں کو محرم کے بغیر تین دن یا ایک دن کا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے:

"عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال: لا یحل لا مرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تسافر مسیرة ثلاث لیال إلا ومعها ذو محرم" (صحیح مسلم کتاب الحج ۱/۴۳۳)(حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی محرم کے بغیر تین دن کی مسافت کا سفر کرے)۔

اس طرح رات کے اوقات میں عورتوں کا گھر سے نکلنا چونکہ فتنہ کا باعث ہے اس لئے ملازمت یا کسب معاش کے لئے رات کو نکلنے کی اجازت نہ ہوگی، چنانچہ البحر الرائق میں ہے:

"اور جو عورت وفات کی عدت گزار رہی ہو وہ کمانے کے لئے دن میں اور رات کے کچھ حصے میں گھر سے باہر جائے گی تاکہ اسکے گذر بسر کا سامان ہو سکے اس لئے کہ شرعا اس کے لئے نفقہ نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر اس کے ضرورت کے بقدر مال ہو تو وہ مطلقہ کی طرح ہے کہ اس کے لئے کسی سے ملاقات یا کسی اور غرض سے نکلنا جائز نہیں) (البحر الرائق ۴/۲۵۸-۲۵۹ کتاب الطلاق فصل فی الاحداد)۔

لہذا ایسی بھی عورتوں کو بر بنائے حاجت دن کے اوقات میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی جائے گی، رات کے اوقات میں نہیں۔

اگر کفالت کرنے والا ولی موجود ہو تو پھر کسب معاش کے لئے باہر جانے کی ضرورت ہی نہیں، لیکن اگر ولی شوہر یا باپ وغیرہ موجود ہوں لیکن اپنے فقر و افلاس یا آفت زدہ اور مریض ہونے کی بنا پر کفالت سے عاجز ہوں تو چونکہ اپنی قوامیت کی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے ہیں اس لئے انہیں روکنے کا حق نہیں ہے لیکن چونکہ وہ اس کا سربراہ، ذمہ دار اور نگراں ہے اس لئے ان سے اجازت لینا استحباب کے درجہ میں ہوگا، تاکہ ولی کے مشورہ اور رضامندی سے کام ہو اور اس کی سرپرستی قائم رہے۔

۶-خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود:

۱-خواتین کا اصل دائرہ کار ان کا گھر ہے جس میں سکون و وقار کے ساتھ رہنے اور امور خانہ داری کو انجام دینے کا انہیں حکم دیا گیا ہے، گھر سے باہر ملازمت کرنے یا کسب معاش کے دیگر ذرائع اختیار کرنیکی اجازت انہیں اس شرط کے ساتھ دی جائے گی کہ انہیں اس ملازمت کی ضرورت ہو، خواہ اس لئے کہ مردوں میں کوئی اس کی کفالت کرنے والا نہ ہو یا کنبہ اتنا بڑا ہو کہ محض شوہر کی کمائی سے گھر کا خرچ پورا نہ ہوتا ہو اس لئے مجبوراً انہیں بھی کمائی میں ہاتھ بٹانا پڑتا ہو۔

۲-دوسری صورت یہ ہے کہ خود اس کی کفالت کا مسئلہ نہ ہو بلکہ اس کے شوہر یا دیگر اولیاء اس کی کفالت کر رہے ہوں لیکن وہ کوئی ایسا ہنر، علم و فن جانتی ہو جس کی ملک اور سماج کو ضرورت ہو مثلاً وہ ڈاکٹر ہو کہ زنانہ امراض کے سلسلہ میں گہرا تجربہ رکھتی ہو کہ اگر وہ علاج و معالجہ کا کام کرنے لگے تو سماج کی عورتوں کو مرد ڈاکٹروں کے پاس نہ جانا پڑے تو ملکی اور سماجی ضرورت ہے تو وہ اس خدمت میں لگ سکتی ہے، یا اگر وہ اس مقصد کے لئے کوئی اسپتال، نرسنگ ہوم یا زچہ خانہ اور عورتوں کی ولادت کا شعبہ قائم کرنا چاہے، یا پہلے سے قائم شدہ عورتوں کے اسپتال میں خواہ وہ سرکاری ہو یا پرائیوٹ بحیثیت ڈاکٹر یا نرس خدمت انجام دینا چاہے تو کچھ شرائط کے ساتھ اور

شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی اجازت ہوگی اور اس کی نظیر ہمیں خود عہد رسالت میں ملتی ہے۔

۳-عورتوں کی ملازمت کے جواز کے لئے تیسری اہم شرط یہ ہے کہ اس سے ان کے وہ فرائض میں خلل اور کوتاہی واقع نہ ہو جو شریعت نے خاص طور پر ان کے لئے متعین کئے ہیں یعنی گھر کی دیکھ ریکھ، بچوں کی پرورش، اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی وغیرہ۔

۴-عورتوں کی ملازمت کے جواز کے لئے چوتھی اہم شرط یہ ہے کہ اسے اس کے لئے اپنے شوہر یا ولی کی اجازت حاصل ہو اس لئے کہ اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کا قوام بنایا ہے۔

علامہ شامی نے تحریر فرمایا ہے: "**والذی ینبغی تحریرہ أن یکون له منعها عن کل عمل یؤدی إلی تنقیص حقه أوضررہ أو إلی خروجها من بیته**" (ردالمحتار ۵/۲۵۹) اور جس کا لکھنا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ہر ایسے کام سے روک سکتا ہے جس سے اس کا حق کم ہوتا ہو یا جس سے اسے ضرر لاحق ہوتا ہو یا جس کے لئے بیوی کو اس کے گھر سے باہر جانا پڑے۔

۵-پانچویں اور اہم شرط یہ ہے کہ غیر محرم مردوں کے ساتھ ان کا اختلاط نہ ہو اور نہ کسی اجنبی مرد کے ساتھ تخلیہ کی نوبت آئے، کہ یہ از روئے شرع حرام ہے، کہ اسلامی نظام میں مرد وزن کا آزادانہ اختلاط ممنوع ہے اس لئے شریعت نے دونوں کا دائرہ کار الگ الگ رکھا ہے، اور کسی اجنبی مرد کو تخلیہ میں کسی اجنبی عورت سے ملنے کی اجازت نہیں دی ہے، خصوصاً وہ عورتیں جن کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں مردوں کو تنہائی میں ان کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ دونوں کے لئے فتنہ وفساد کا باعث بن سکتا ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے یعنی اس کا سخت اندیشہ ہے کہ شیطان انہیں ورغلا سکتا ہے (سنن الترمذی)۔

اس لئے عورتوں کے لئے گرلس اسکول وکالج یا نرسری اور پرائمری اسکول میں تدریسی

خدمات انجام دینا بہتر ہے جہاں صرف لڑکیاں یا چھوٹے بچے بچیاں پڑھتی ہوں یا ایسے اسپتال جن میں صرف عورتوں اور بچوں کا علاج ہوتا ہو ان میں ڈاکٹر یا نرس کی حیثیت سے عورتوں اور بچوں کا علاج اور ان کی تیمارداری وغیرہ۔

۶- اسی طرح چھٹی اہم شرط یہ ہے کہ وہ ان تمام احکام کی پابندی کے ساتھ گھر سے نکلیں، لباس ڈھیلا ڈھالا نہ ہو، خوشبو لگا کر نہ نکلیں، مردوں کے اختلاط وتخلیہ اور ان سے بات چیت کرنے سے اجتناب کریں، نرم لہجہ سے بات نہ کریں وغیرہ۔

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے) جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں تو ایسی ملازمت مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز ہے، بلکہ ضرورت کے وقت ایسے ہی اداروں اور ایسے ہی کاموں کا انتخاب مناسب اور بہتر ہے جس میں مردوں سے واسطہ نہ پڑے، بلکہ صرف عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو جن سے پردہ کا حکم نہیں ہے، البتہ اگر ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں اور ان کے لئے غیر محرم ہوں تو ان سے پردہ کرنا ضروری ہوگا، اور ان کے ساتھ تخلیہ میں ہونا درست نہ ہوگا، البتہ ضرورتاً بات چیت کرسکتی ہیں، جس طرح صحابہ کرامؓ بوقت ضرورت امہات المومنین و ازواج مطہرات کی طرف رجوع کرتے مسائل دریافت کرتے اور اہم مسائل میں تبادلہ خیال فرماتے اسی طرح بوقت ضرورت دیگر صحابیات سے بھی بات چیت ہوتی تھی۔

۸- اگر عورت بربنائے ضرورت ایسی جگہ کام کرنے پر مجبور ہو اور اس کی متبادل دوسری صورت ممکن نہ ہو تو ممکن حد تک اسے مردوں سے پردہ کا اہتمام کرنا پڑے گا اور اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ جس سے اس کی عفت عصمت کو خطرہ لاحق ہو یا اپنے مذہب وملت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی ملازمت کسی حال میں اس کے لئے شرعاً جائز نہیں۔

البتہ ایسی سن رسیدہ خواتین جن میں جنسی کشش باقی نہ ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو ان کے لئے جوان عورتوں کی طرح پردہ کا التزام کرنا ضروری نہ ہوگا، لیکن زیب وزینت کا اظہار ان کے

لئے بھی جائز نہیں جیسا کہ سورہ نور میں پردہ کے بارے میں فرمایا گیا (سورۂ نور: ۶۰)۔

۹- اگر خواتین ملازمت پر مجبور ہوں تو بھی انہیں ایسے کام کو اختیار کرنا چاہئے جن کی انجام دہی میں ان کا سامنا مردوں سے کم ہو، مثلاً دوکان میں سیلز گرل کی حیثیت سے کام کرنے کے بجائے آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے کو ترجیح دیں، کیونکہ یہ اھون البلیتین اور اخف الضررین یعنی دو مصیبتوں اور دو نقصانات میں سے ہلکے اور آسان کو اختیار کرنا ہے جس کی ہدایت شریعت نے ایسے مواقع پر کی ہے۔

۱۰- ملازمت کی خاطر خواتین کا اپنے گھروں اور اولیاء و متعلقین سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کرنا کسی حال میں درست نہیں، جس شریعت نے عورتوں کو گھروں میں سکون و وقار سے رہنے کا حکم دیا ہے اور بغیر محرم کے لمبا سفر کرنے کو ممنوع قرار دیا ہو اس کی رو سے بھلا اس کی اجازت کہاں سے نکل سکتی ہے کہ وہ ملک یا بیرون ملک اپنے گھروں اور اپنوں سے دور مستقل طور پر قیام کریں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد ارشاد قاسمی ☆

خواتین کی ملازمت کا تعلق عورت کے پردہ سے، بنیادی اور اصولی طور پر ہے، اس لئے اولاً پردہ سے متعلق کچھ نصوص کتاب اللہ اور کتاب السنۃ سے بیان کئے جاتے ہیں، پھر سوال نامہ کے جواب دیئے جائیں گے۔

کتاب اللہ اور کتاب السنۃ میں اصولی اور اساسی طور پر عورتوں سے متعلق دو قسم کے پردوں کا ذکر ہے:

۱- چہرے اور ہتھیلی کے ساتھ پورے جسم کا پردہ۔

"یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن" کے تحت علامہ جصاص رازی استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفی ھذہ الآیة دلالة علی أن المرأۃ الشابة مامورۃ بستر وجھھا عن الأجنبیین وإظھار الستر والعفاف عن الخروج" (۵۴۶/۲)۔

اس آیت نے اس پر دلالت کی کہ جوان عورت اس حکم کی پابند ہے کہ اجانب سے اپنے چہروں کو چھپائے رکھے اور نکلتے وقت عفت اور پردے میں رہے۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابیات نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

۲- چہرے اور ہتھیلیوں کے کھلے رہنے کی گنجائش:

☆ مدرسہ ریاض العلوم گوریتی جونپور۔

دوسری شکل پردہ کی یہ ہے کہ جب وہ عورتیں باہر خواہ کسی بھی ضرورت سے نکلیں تو گنجائش ہے کہ چہرہ کھلا رکھیں، "ولا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها" اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن جبیر، عطا اور اوزاعی، چہرہ اور کف مراد لیتے ہیں، کہ یہ کھلے رہ سکتے ہیں۔

احادیث سے ثبوت:

چہرے اور ہتھیلی کے ستر میں نہ ہونے کا ثبوت متعدد احادیث سے بھی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہند بن عتبہ نے آپ ﷺ سے بیعت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک کہ مہندی نہ لگالو (مشکوۃ ۲/۵۲۴)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ اور اس کی ہتھیلی کے کھلنے کی گنجائش ہے۔

اوپر کی تمہید اور شرعی ضوابط و اصول جو کتاب السنۃ سے ماخوذ تھے ان کے بعد اب سوالنامہ کے جوابات مذکورہ امور کی روشنی میں دیئے جاتے ہیں:

۱- شریعت اسلامیہ خواتین کے لئے کسب معاش اور ملازمت کو محمود نہیں بلکہ ممنوع نظر سے دیکھتی ہے، "إلا بالاضطرار وبالضرورة- لأن الضرورة تبيح المحظورات" جیسے متوفی عنہا زوجہا کے حق میں کسب معاش۔

کسب معاش مرد خواہ ولی ہو یا والد ہو یا شوہر اس کے ذمہ ہے، جیسا کہ نصوص قرآنیہ میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔

"الرجال قوامون على النساء- وبما أنفقوا من أموالهم- وعلى المولود له رزقهن- وعاشروهن بالمعروف" میں بالکل صاف وروز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ مردوں کا کام ہے، اور ان کی ذمہ داری ہے۔ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، علامہ جصاص کی احکام القرآن میں ہے: "إن الله تعالى أو جب النفقة على الأب دون الأم" (۱/۵۵۴)۔

پس ان نصوص قرآنیہ کی واضح دلالت ہے کہ کسب معاش اور گھریلو اخراجات کو مکمل

کرنے ،گھر چلانے، بیوی بچوں کے ضروری اخراجات کی جملہ ذمہ داری مردوں پر ہے۔

۲- اس سوال کا جواب (۱) میں آچکا ہے، جب مرد اس کا مکلف ہے اس پر نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے واجب ہے تو عورت پر اس کی ذمہ داری کہاں سے آئے گی، اور اسی طرح بچوں کا خرچہ بھی مردوں پر ہے، عورتوں کے ذمہ نہیں، ہاں مگر ان صورتوں میں:

۱-شوہر کی وفات پر عدت اور اس کے بعد گذارہ اوقات کے لئے اس وقت جب کہ نہ عورت کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ گذارہ اوقات کر سکے اور نہ خاندان وغیرہ میں اس کی کوئی کفالت کرنے والا ہو، جیسا کہ فقہاء نے متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں تصریح کی ہے:

"وعسی لا تجد من یکفیها مؤنتها فتحتاج إلی الخروج لنفقتها" (فتح القدیر ۴/۳۴۳)۔

شوہر اپاہج اور بیمار، کمانے کے لائق نہ ہو، اور گھریلو خرچ کا کوئی بقدر کفایت انتظام نہ ہو اور ضرورت معاش کی وجہ سے اس حالت اضطراری میں اس کے لئے کسب کا کوئی طریقہ گھر کے اندر نہ ہو سکے تو عورت باہر جا سکتی ہے۔

۳- معاشی فراوانی اور معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے جبکہ بقدر ضرورت سادگی سے کام چل سکتا ہے تو عورت کو گھر سے باہر جا کر اور گھر سے نکل کر ملازمت اور کسب معاش کی اجازت ہرگز نہ ہوگی کہ یہ ضرورت کی حد میں عند الشرع نہیں ہے۔ لہذا ایسی حالت میں خواتین کو اسی معمولی گذارہ پر اکتفاء کرنا پڑے گا۔

"عن بن عمر ؓ مرفوعا لیس للنساء نصبب فی الخروج إلا مضطرة" (طبرانی کنز العمال ۱۶/۱۶۳)۔

مگر یہ کہ مجبوری اور اضطراری حالت پیش آجائے، ظاہر ہے جب ضروری کام کسی نہ کسی طرح چل رہا ہے تو اضطرار اور ضرورت نہیں پائی گئی پس اس صورت مسئولہ میں باہر کسب اور ملازمت درست نہیں۔

اس کی وضاحت شامی کی عبارت سے ہوتی ہے:"له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه"(۶۰۳/۳)۔

۴- اس میں بظاہر دو جز ہیں: ۱- گھر میں ہی معاشی صورت کو اختیار کرنا، ۲- گھریلو معاشی سرگرمیوں میں شوہر کی اجازت لینی ہوگی یا نہیں۔

جز اول: گھر کے اندر رہ کر خواتین معاشی سہولت بلا قباحت اختیار کرسکتی ہیں اس میں کوئی قباحت اور ملامت نہیں چونکہ اصل مسئلہ باہر نکلنا، فتنہ سے دوچار ہونا ہے۔عورت کا گھر میں رہ کر معاشی اسباب کا اختیار کرنا عہد نبوت میں صحابیات سے ثابت ہے، خود آپ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات گھریلو صنعت وحرفت کیا کرتی تھیں۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش دست کار تھیں، گھر میں صنعت حرفت کرتی تھیں، دباغت کا کام کیا کرتی تھیں۔

"كانت صناع اليدين تدبغ وتجزر ومتصدق في سبيل الله، إمرة صناع" (سبل الہدی والرشاد ۲۰۳/۱۱)۔

اسی طرح عہد نبوت میں مشہور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی گھریلو صنعت وحرفت کا کام کیا کرتی تھیں۔

دیکھئے امام طحاوی شرح معانی الآ ثار میں ذکر کررہے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی زوجہ صنعت وحرفت کا کام کیا کرتی تھیں، اور اسی مال سے وہ شوہر اور ان کے بچوں پر خرچ کیا کرتی تھیں (طحاوی ۳۰۸/۱)، نہ آپ ﷺ نے ان کو منع کیا نہ جلیل القدر صحابی نے بیوی کو منع کیا، اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی بیوی حضرت زینب کو منع نہیں کیا۔

جز دوم: اگر شوہر کو عورت کا گھریلو صنعت پسند نہ ہو وہ عورت کے گھریلو کسب کو بہتر نہ سمجھتا ہو، گھریلو نظام میں فتن کا باعث سمجھتا ہو، بچوں کی تربیت وپرورش میں حارج اور باعث نقصان سمجھتا ہو یا کما حقہ خدمت میں نقصان کا باعث سمجھتا ہو تو وہ اسے منع کرسکتا ہے اور گھریلو

صنعت سے بھی روک لگا سکتا ہے، چنانچہ احکام القرآن میں ہے:

"الرجال قوامون علی النساء–تدل علی معان احدها تفضیل الرجل علی المرأة فی المنزلة وأنه هو الذی یقوم بتدبیرها وتأدیبها وهذا یدل علی أن له إمساکها فی بیته ونهیها من الخروج وإن علیها طاعتها" (۲۶۶/۲)۔

عورت پر واجب ہے کہ وہ شوہر کے اوامر اور اسکے منشاء کی رعایت کرے تا وقتیکہ شوہر اسے معصیت کا حکم نہ دے۔

اسی طرح علامہ شامی نے ردالمحتار میں بیان کیا ہے کہ عورت کو گھر میں رہتے ہوئے کسی اجارہ پر شوہر منع کر سکتا ہے، مثلاً دوسرے کے بچے کو اجرت پر دودھ پلانے سے، ظاہر ہے کہ یہ گھر میں رہ کر کمائی ہے (شامی ۵۷۶/۳)، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایسا کام جس سے عورت کے حسن وجمال میں فرق پڑے اس میں رخنہ پڑے تو شوہر اسے کام کرنے سے منع کر سکتا ہے۔

۵- کسب معاش کے لئے نکلنے پر شوہر کی اجازت بہر صورت ضروری ہوگی۔

شوہر کو حق حبس حاصل ہے، اور حق امساک فی البیت کا حق ہے، جیسا کہ علامہ جصاص کی احکام القرآن میں ہے: "هذا یدل علی أن له إمساکها فی بیته ومنعها من الخروج" (۲۶۶/۲)، چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث پاک بھی ہے: "عن انس ؓ مرفوعا ایما امرأة خرجت من بیت زوجها بغیر إذن زوجها کانت فی سخط الله تعالی حتی ترجع إلی بیتها أو یرضی عنها زوجها" (کنزالعمال ۱۶/۱۶۰)۔

اس روایت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر عورت گھر سے باہر خواہ کسی ضرورت سے نکلے شوہر کی اجازت خواہ صراحۃً نہ ہو مگر دلالۃً یا حالاً لازم ہے، علت اس کی وہی ہے جو بیان کی گئی، امساک فی البیت لیلاً ونہاراً یہ اجازت بہر صورت ضروری ہے خواہ سفری مسافت سے کم ہی، خواہ رات ہو یا دن۔

چونکہ اس کا حق امساک حق حبس بلا کسی قید لیل ونہار کے ہے، جیسا کہ فقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت سے مستفاد ہے:

''وإن لم يرض بعملها ونهاها عن العمل فخرجت من أجله سقطت حقها عن النفقة(لأنها صارت ناشزة) لأن الاحتباس في هذه الحالة ناقص غير كامل'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۷۹۲)۔

اگر ولی اس خاتون کی کفالت نہ کرتا ہو:

اگر کوئی ولی یا شوہر یا دیگر ذمہ دار عورت کی کفالت نہ کرتے ہوں تو عورت ضروری اخراجات اور حصول روزی کے لئے بلا اذن باہر جاسکتی ہے۔

اس صورت میں جب شوہر اپاہج ہے یا کفالت نہیں کر رہا ہے، تو ناشزہ نہ ہوگی، چونکہ یہ ضروری اور اضطراری حالت ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں بیان کیا ہے:

''أن لها الخروج من منزله بغير إذنه في مواضع وحينئذ لا تكون ناشزة'' (بحر الرائق/ ۱۹۵)۔

مرد کو حق حبس تھا ان نفقہ دینے کی وجہ سے شوہر یا ولی نے جب اپنا حق ساقط کردیا تو گذارہ اوقات کا صرفہ اس پر آیا، یہ اس کا حق ہے، لہذا اس حق کو حاصل کرنے کے لئے بلا اذن جاسکتی ہے، ہاں مگر پردہ کی رعایت کے ساتھ کو یہ مانند ہوگی متوفی عنہا زوجہا کے جو دن میں کسب معاش کرے گی۔

پس معلوم ہوگیا کہ کفالت اور عدم کفالت کے اعتبار سے فرق ہوجائے گا۔

۶-خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود:

ملازمت کا تعلق چونکہ گھر سے باہر نکلنے سے متعلق ہے، لہذا خروج من البیت کے جو شرعی قوانین واصول ہوں گے وہ اس سے وابستہ ہوں گے۔

ملازمت میں پردے کے شرعی حدود:

دفاتر میں ہوٹلوں وغیرہ میں جہاں چہرہ کھولنے کی ضرورت نہ ہو محض آنکھوں سے دیکھنے سے کام ہوجاتا ہو پورا چہرہ کھولنا فتنہ کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

جوان حسین عورتوں کا چہرہ کھول کر کام کرنا جہاں فاسق وفاجر جوان رہتے ہوں عمومی اجازت نہ ہوگی، ضرورت اور اضطراری کی حالت میں اجازت ہوگی۔

چنانچہ الدر المختار میں ہے:"فإن خاف الشهوة امتنع نظره إلى وجهها وهذا في زمانهم و أما في زماننا تمنع من الشابة لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة" (شامی ۳۷۰/٦)۔

ملازمت اور گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں سر کا کھلا رکھنا حرام ہے، کسی بھی ضرورت کا تعلق سر کے کھلے رہنے کے ساتھ نہیں ہے، عورت کا سر، سر کے بال ستر عورت میں حتمی طور پر داخل ہے، سر پر چادر دبیز دوپٹہ کا رکھنا ضروری ہے، بیشتر بے حیا عورتیں مغربی ملعون تہذیب سے متاثر ہوکر سر اور بال کھولے رہتی ہیں یہ حرام ہے (شامی ۴۰۵/۱)۔

مزین منقش کپڑے یا چادر کا پہن کر جانا ممنوع ہوگا، چونکہ یہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا طریقہ ہے، ملازمت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

میک اپ چہرہ کو سنوار کر جانا حرام ہوگا چونکہ یہ چیزیں آنکھ کے زنا کی محرک اور داعی ہیں لہذا ملازمت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، نہ ضرورت کے دائرے میں داخل ہے۔

کسی بھی ایسی شکل وہیت کا خواہ بدن میں یا کپڑے اور لباس میں اختیار کرنا جس سے لوگ فتنہ میں پڑیں حرام اور ممنوع ہوگا۔

۷ – ملازمت کرنے والی خواتین ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خواتین ہوں تو ایسی صورت میں دیکھا جائے کہ دیگر خواتین مسلمان ہیں یا غیر مسلم، اگر غیر مسلم خواتین ہیں تو ایسی صورت میں وہ مسلم خواتین کے حق میں اجنبی مرد کی طرح ہیں، غیر مسلم خواتین سے پردہ

کرنا ہوگا، ان کے سامنے دوپٹہ چادر اور برقعہ نہیں اتاریں گی۔

''لا یحل لمسلمة أن تنکشف بین یدی یهودیة أو نصرانیة أو مشرکة إلا أن تکون أمة لها.....وفی نصاب الاحتساب لا تنبغی للمرأة الصالحة أن تنظر الیها المرأة الفاجرة.....فلا تضع جلبا بها و لا خمارها'' (الشامیہ ۶/۳۷۱)۔

اس عبارت سے صراحۃً واضح ہوگیا کہ اگر دیگر خواتین غیر مسلم ہیں تو چہرہ ہتھیلی کے علاوہ گردن، گلے، سینے اور سر کے بالوں کا کھولنا جائز نہ ہوگا، سر پر دوپٹہ رکھ کر وہ کام کریں گی۔

اور اگر وہاں مسلم خواتین ہیں تو دوپٹہ اور برقعہ وغیرہ اتار سکتی ہیں، گلا اور سینہ کے اوپر کا حصہ بھی کھول سکتی ہیں، البتہ پورے پیٹ اور پیٹھ کا پردہ ہوگا (دیکھئے: بحرالرائق ۶/۲۱۹)۔

اور ذمہ دار مرد کے سامنے اجانب کے احکام جاری ہوں گی، جوان ہوں گے تو چہرہ کا بھی پردہ ہوگا ورنہ گنجائش ہوگی۔

۸- ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد بھی کارکن ہوں:

جہاں اجنبی مرد بھی ہوں اور کام کے دوران آتے جاتے رہتے ہوں حتی الوسع جوان عورت کو فتنہ سے بچنے کے لئے چہرہ کا پردہ کرنا ہوگا، اگر چہرہ کے پردہ سے کام میں خلل ہو اور تنہائی کی نوبت نہ آتی ہو اور نہ ہی فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو تو جوان عورتیں چہرہ اور ہتھیلی کھول سکتی ہیں، ہاں مگر سر اور بالوں کو کھولنے کی ضرورت نہیں۔

سن رسیدہ، ادھیڑ اور بوڑھی خواتین کا حکم جوان کے مقابلہ میں کچھ گنجائش اور سہولت کا ہوگا۔

۹- عورت چونکہ مستور پردہ کے حکم کے ماتحت ہے، لہذا جہاں جس قدر پردہ کا اہتمام ہوگا اجانب اور عام آدمیوں سے خلط کم ہوگا اس کو ترجیح دی جائے گی، اور جہاں اجانب سے کثرت اختلاط ہوگا اسے حتی الوسع احتیاط کرنا ہوگا اور اس سے بچنا ہوگا الا بالضرورۃ، حدیث فاطمہ بنت قیس سے اس کا ثبوت ہوتا ہے کہ ام شریک کے یہاں اجانب اور عام لوگوں کا زیادہ آنا ہوتا تھا تو

آپ ﷺ نے ام کلثوم کے گھر عدت گذارنے کی اجازت دی کہ یہاں اجانب سے مخالطت اور سامنا کم ہوتا ہے یہ حدیث طحاوی کی شرح معانی اثار میں ہے (طحاوی ۴۸/۲)۔

فقہاء کرام کا قاعدہ بھی ہے اخف البلیتین کو اختیار کیا جائے گا۔

پس اس ضابطہ سے معلوم ہوا کہ جہاں منہیات کم سے کم ہو سکے، اجانب سے ربط و مخالطت کم سے کم ہو سکے اس کو اختیار کیا جائے گا۔

۱۰ - خواتین کا ملازمت کی غرض سے گھر اور اپنوں سے دور جانا، شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے، وہ اپنی اس ضرورت کو گھر میں رہ کر پوری کرے یا اپنی جگہ رہ کر دن میں معاش حاصل کرے گی، اگر گھر سے باہر قیام کرے گی تو کسی ذی محرم کا ساتھ رہنا ضروری ہوگا، اسی طرح غیر ملک میں تنہا جانا اور قیام کرنا شرعاً حرام ہوگا، ہرگز مذہب اسلام اس آزادی کی جس میں مغربی تہذیب کی موافقت ہے اجازت نہیں دیتا، عورت اپنے گھر اور جائے سکونت میں رہ کر دن اور شام کے حصہ میں گھر سے باہر جا کر کسب معاش کر سکتی ہے، چونکہ آپ ﷺ نے بلا محرم کے گھر سے دور سفر پر جانے سے منع کیا ہے۔

”**عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ لا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم ولا یدخل علیها رجل ومعها ذو محرم**“، شامی کی رد المحتار میں ہے: ”**أن الحرة لا تسافر ثلثة أیام بلا محرم**“ (۳۹۰/۲)۔ البتہ سفر شرعی کی مدت سے کم ہے تو پھر جواز کی صورت میں اختلاف ہے، پھر بھی ایسی صورت میں کسی صالح یا کم عقل بچے کو یا غیر محرم کو ساتھ رکھے اگر کوئی غیر محرم شریک یا ساتھ ہو سکے تو زیادہ بہتر ہے، خصوصاً اس پرفتن دور میں اور ضروری ہے۔

☆☆☆

خواتین کے لئے کسب معاش-شرعی نقطۂ نظر

مولانا مفتی **اقبال محمد** ٹنکاروی ☆

انسانی اقدار کے تعین میں فیصلہ کن اگر کوئی چیز ہے تو وہ قوانین فطرت ہے، قوانین فطرت کے لحاظ سے انسانی ساخت جس چیز کی مقتضی ہو اور جس چیز میں انسان کی صلاح وفلاح ہو وہی دراصل قدر کی مستحق ہے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں، تمدن کی تعمیر اور تہذیب کی تاسیس وتشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر کے شریک ہیں، دل ودماغ عقل، جذبات، خواہشات، اور بشری تقاضوں کے دونوں حامل ہیں، لیکن یہاں دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ کیا مرد اور عورت دونوں کا حلقۂ عمل ایک ہو؟ دونوں ایک جیسے ہی کام کریں؟ دونوں پر زندگی کے تمام شعبوں کی ذمہ داریاں یکساں عائد کردی جائیں؟ تجربات شاہد ہیں کہ یہ ناممکن ہے اسلئے کہ ایسی رائے قائم کرنا اس وقت تک درست نہیں جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی یکساں ہیں، دونوں پر فطرت نے ایک ہی جیسی خدمت کا بوجھ ڈالا ہے اور دونوں کی نفسیاتی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں اب تک کے تمام سائنسی ریسرچ نے ان تینوں امر کی نفی کی ہے۔

قرآن مجید نے انسانی فطرت کو کچھ اس طرح بیان فرمایا ہے، سورۂ روم آیت نمبر ۲۱ خلق لکم من أنفسکم أزواجا لتسکنوا إلیھا وجعل بینکم مودة ورحمة ترجمہ:

☆ مہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

بنا دیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے، کہ چین سے رہو انکے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی۔ **لتسکنوا إلیها** سے اس طرف اشارہ ہے کہ عورت کی ذات میں مرد کیلئے سرمایۂ سکون وراحت ہے، اور عورت کی فطری خدمت یہی ہے کہ وہ اس جدوجہد اور عمل وملازمت کی اس مشقت بھری دنیا میں سکون وراحت کا کوئی گوشہ اور سامان مہیا کرے۔

اسلام نے صنفی میلان کو خاندان کی تخلیق اور اسکے استحکام کا ذریعہ بنایا پھر اس کی اس طرح تنظیم فرمائی کہ خاندان میں مرد کی حیثیت قوّام کی ہے، یعنی وہ خاندان کا حاکم ہے، محافظ ہے، اخلاق اور معاملات کا نگراں ہے، اس پر خاندان کیلئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے، سورۂ نساء آیت نمبر ٦ میں اس امر کو انتہائی صاف، واضح اور بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا ہے کہ **الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم** ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کئے انہوں نے اپنے مال۔

قوام کہتے ہیں ایسے شخص کو جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو، آیت کریمہ میں جہاں مرد کی قوامیت اور فضیلت کو بیان فرمایا گیا ہے وہیں عورت اور مرد کے دائرۂ کار کی تقسیم بھی بیان فرمادی ہے کہ عورتوں کی تمام تر مالی ذمہ داریاں مردوں پر ہیں، کہ شادی سے پہلے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے اور شادی کے بعد شوہر پر، گویا آیت کریمہ میں ایک انتہائی اہم اصول زندگی بیان فرمایا ہے جیسا کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: "کہ عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے نہ اسکے حالات اسکے لئے سازگار ہیں کہ وہ محنت مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے، اسلئے حق تعالی نے اسکی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈالدی، شادی سے پہلے باپ اسکا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر۔ اسکے بالمقابل نسل بڑھانے کا ذریعہ عورت کو بنایا گیا ہے بچوں کی اور امور خانہ کی ذمہ داری بھی اس پر ڈال دی گئی ہے جبکہ

مردان امور کا متحمل نہیں ہوسکتا‘‘(معارف القرآن ج۲،ص:۳۹۸)۔

الغرض بما انفقوا من اموالھم اور حملہ وفصالہ ثلثون شھرا ، حملتہ امہ الخ۔۔ وغیرہ آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور خواتین کا دائرہ کار انکی فطری ساخت کے مطابق ہے، نیز یہ خدائی تقسیم ہے اور چونکہ یہ امر ایک مسلم حقیقت ہے کہ عورت اور مرد کی تخلیق میں خالق کائنات نے فطری تفاوت رکھا ہے ،عورت کے کام کا میدان اسکا گھر ہے اور مرد کا میدان عمل گھر سے باہر، جو کام مرد کر سکتے ہیں عورت نہیں کرسکتی اور جو کام عورت کرسکتی ہے مرد نہیں کرسکتا، ہر ایک کا دائرہ عمل متعین ہے، یہ وہ تقسیم عمل ہے جو خود فطرت نے انسان کی دونوں صنفوں کے درمیان کردی ہے، کہ خاندان کیلئے روزی کمانا انکی حمایت وحفاظت کرنا اور تمدن کی محنت طلب خدمات انجام دینا مرد کا کام ہو، بچوں کی پرورش خانہ داری کے فرائض اور گھر کی زندگی کو سکون وراحت کی جنت بنانا عورت کا کام ہو۔

۲۔ احادیث نبویہ میں جہاں حق الزوج علی المرأۃ کو بیان فرمایا گیا ہے وہاں عورت کی تمام ذمہ داریاں صراحۃً ، اشارۃً بیان فرمادی گئی ہیں، لیکن ان ذمہ داریوں میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ عورت شوہر کو کما کر کھلانے پلانے اور لباس ومسکن کی ذمہ دار ہے جبکہ اسکے برخلاف مرد کو ان امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۳۵۱ ،نسائی شریف ۲۶۷ ۴ حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إذا أنفق المسلم نفقة على أهلها وهو يحتسبها كانت له صدقة : جب مسلمان اپنے اہل وعیال کے نفقہ میں خرچ کریں اور وہ اجر وثواب کی امید رکھیں تو یہ ان کے لئے صدقہ ہے۔

صحیح مسلم ج:۱،ص:۵۱۲ پر ہے ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن " اور انکا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق تم پر واجب ہے‘‘

اس جیسی کئی احادیث ہیں جن میں عورتوں کے مردوں کے ذمہ جو حقوق ہیں ان کا

تذکرہ ملتا ہے اور اسی طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر لیکن کسی ایک روایت میں بھی علی الاطلاق عورتوں پر کما کر مردوں کے نفقہ وسکنی کا تذکرہ نہیں ملتا، جبکہ عورتوں کیلئے مردوں پر نفقہ کے وجوب کی صراحت ہے وہیں انفاق کی نسبت مردوں کی طرف فرما کر اس بات کو بھی واضح فرما دیا کہ انفاق وسکنی کیلئے کسب کی ذمہ داری مردوں کی ہے۔

عورت شوہر کے حق میں مشغول ہونے کی وجہ سے تصرف واکتساب سے روک دی گئی ہے، بلکہ ہمارے فقہائے کرام تو یہاں تک تحریر فرماتے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی **الفقہ الاسلامی وادلتہ جزء سابع ج:۷/ص:۹۲۲** پر تحریر فرماتے ہیں: ''کہ لڑکا جب کمانے کے لائق ہوجائے نہ کہ لڑکی تو باپ کیلئے جائز ہے کہ اسے کسی مزدوری میں لگائے یا کسی پیشے کیلئے بھیجتا کہ وہ کمائے اور لڑکے کی کمائی میں سے باپ اس لڑکے پر خرچ کرے لیکن لڑکی کے بارے میں یہ حکم ہے وہ آگے مزید تحریر فرماتے ہیں۔

أما الأنثى فلا تؤجر للخدمة لما فيها من مخاطر الخلوة بها وهو لا يجوز شرعًا کہ لڑکی کو مزدوری یا خدمت کی ملازمت پر نہیں بھیج سکتا، اس وجہ سے کہ اس میں لڑکی کے ساتھ خلوت کے ڈھیر سارے خطرات ہیں جو شرعاً جائز نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

لكن يجوز تعليمها عند امرأة حرفة معينة مناسبة لها كخياطة أوتطريز أوغزل ونحوها : لیکن اسکو کسی عورت کے پاس تعلیم کے لئے بھیجنا جائز ہے جو اسے کوئی مناسب ہنر سکھا سکے، جیسا کہ سلائی، ڈیزائن یا سوت (اون) بٹنا وغیرہ۔

غرض کہ عورت بحیثیت بیٹی، بیوی، ماں کسب کی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ تینوں حالتوں میں اسکے نان ونفقہ کی ذمہ داری مردوں پر ہی رکھی ہے۔

صاحب ھدایہ باب **النفقة** میں فرماتے ہیں قال (**النفقة واجبة للزوجة على زوجها الخ** . بیوی کے لئے شوہر پر نفقہ واجب ہے۔

پھر جب عورت ماں بنتی ہے تو اسکی کفالت کی ذمہ داریاں اولاد پر عائد ہوتی ہیں۔

ان فقہی عبارات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عمومی حالات میں خواتین کیلئے کسب معاش واجب اور ضروری نہیں ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے کسب معاش کی مکمل ذمہ داری مردوں کے شانہ پر ہے، البتہ بعض ناگزیر حالات میں ایک عورت کو بوقت ضرورت کسب معاش کیلئے نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے

چنانچہ البحر الرائق (۲۵۸/۴ کتاب الطلاق باب العدۃ) میں ہے: "**قوله و معتدة الموت تخرج يوما وبعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة لأنه لا نفقة لها**"، اسی طرح کی عبارت درمختار کتاب النکاح باب المہر (۱۴۵/۳) میں ہے: "**السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة**"۔

مذکورہ بالا روایات فقہیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت بعض ناگزیر حالات میں کسب معاش کی غرض سے باہر جاسکتی ہے۔

اب تک پوری بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ کسب معاش عورت کے دائرۂ کار سے خارج ہے اور عورت پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہے ۔

۳- لیکن اگر کوئی عورت اپنی ان تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد بچے ہوئے وقت کو گذارتے ہوئے بور ہوجاتی ہے اور پھر وہ قدرے خود کفیل بننا چاہتی ہے اور سرمایہ واثاثہ پیدا کر کے اپنے بھائی، باپ یا شوہر کے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتی ہے تو شریعت نے اسکے لئے کچھ شریف اور گھریلو فنون وہنر سیکھنے اور اپنا روزینہ نکالنے کی گنجائش دی ہے اور مباح کا درجہ دیا ہے، جیسے کہ درج ذیل فقہی روایات اس پر شاہد ہیں۔

الفقہ الاسلامی ج:۷/ص:۷۹۴ پر مرقوم ہے "**فان اكتسبت من مهنة شريفة لا تعرضها للفتنة كخياطة وتعليم وتطبيب الخ...**" "اگر عورت کوئی ایسا شریف پیشہ اختیار کرے جسمیں کوئی فتنہ (اختلاط مردوزن، وبے پردگی وغیرہ کا) نہ ہو، جیسے سلائی، تعلیم اور پیشۂ طبابت۔

ہم جب دورِ رسالت اور اسکے مابعد کی عورتوں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو واقعات سامنے آتے ہیں کہ بعض عورتوں نے کچھ اپنے مناسب اور لائق پیشہ اور ہنر اختیار کئے تھے، جس کے ذریعہ وہ اپنے ضروری اخراجات کے بقدر کما لیتی تھیں انہیں پاکدامن پارسا صفت عصمت وعفت کا ہر وقت خیال رکھنے والی خواتین میں سے آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات امت کی ام محترمہ، حضرت زینب بنت جحشؓ کا نام سرفہرست ہے۔

سیر اعلام النبلاء للامام الذھبی ج:۲/ص:۲۱۴ میں ہے: ''وکانت زینب تعمل وتتصدق والحدیث مخرج فی مسلم'' حضرت زینب بنت جحشؓ خود کام کرتی تھیں اور (اپنی کمائی میں سے) صدقہ کرتی تھیں اور اس حدیث کی تخریج مسلم شریف میں ہوئی ہے۔

الغرض یہ واقعہ اور اس جیسے دیگر واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت دست کاری اور ایسے دیگر شریفانہ اور مناسب پیشے اختیار کرے جو اسکے دائرۂ کار میں یعنی امور خانہ داری اور تربیتی وظائف میں مخل نہ ہو، تو اسکے لئے مباح ہے۔

۴- بیوی اپنے گھر ہی میں کوئی اپنے مناسب پیشہ اختیار کرے تو کیا اس میں بھی شوہر کی اجازت ضروری ہوگی؟ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شوہر یا ولی عورت کی کفالت کر رہے ہوں تو پھر عورت کیلئے اندرون خانہ یا بیرون خانہ دونوں صورتوں میں شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہوگی۔

اس وجہ سے کہ زوجہ پر زوج کی اطاعت واجب ہے لہذا اس واجب کو غیر واجب (یعنی گھر میں یا گھر سے باہر جا کر کسب معاش کی کوئی شکل اختیار کرنا جو زیادہ سے زیادہ مباح ہے) کی بنیاد پر ترک کرنیکی اجازت نہیں ہے''

اور اسی طاعت واجبہ کی بنیاد پر عورت کو نفل روزہ جیسی عبادت کے لیئے بھی شوہر کی اجازت کو ضروری قرار دیا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی عورت کیلئے اپنے شوہر کی موجودگی میں

اسکی اجازت کے بغیر (نفل) روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

المغنی لابن قدامة ج۸/ص۲۰ "طاعة الزوج واجبة : قال احمدؒ فی امرأة لها زوج و أم مریض طاعة زوجها أوجب علیها من أمها ، إلا أن یأذن لها" ''شوہر کی اطاعت واجب ہے، امام احمدؒ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا جسکا شوہر ہو اور ایک بیمار ماں ہو، اپنی ماں کے مقابلہ میں اپنے شوہر کی اطاعت کرنا واجب ہے، ہاں اگر شوہر ماں کی خدمت وغیرہ کیلئے اجازت دے۔

خلاصہ یہ کہ اندرون خانہ وبیرون خانہ بیوی کے لئے اپنے شوہر اور بیٹی وغیرہ کیلئے باپ یا ولی سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

۵–فیما دون الثلاث سفر میں خواتین کا محرم کے بغیر نکلنا:

سفر میں عورت کے جان ومال اور عفت وعصمت کی حفاظت کیلئے شریعت کا یہ تاکیدی حکم ہے جسکو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح ج:۱/ص:۱۴۸ میں نقل فرمایا ہے، وعن ابی هريرةؓ قال قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تسافر مسیرة یوم ولیلة لیس معها حرمة" ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی عورت کیلئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کی مسافت کا سفر کرے''۔

اس حدیث پاک میں خواتین کو ایک بہت ہی اہم حکم دیا گیا ہے، کہ ایک دن، ایک رات کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے، بعض روایات میں تو مطلق سفر کرنے کی بغیر محرم کے ممانعت وارد ہوئی ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ تین دین، تین رات کا سفر بغیر محرم نہ کرے، احتیاط کا تقاضہ تو یہی ہے کہ قریب کا سفر ہو یا دور کا عورت بغیر محرم کے نہ جائے، خصوصًا اس زمانہ میں جو فتنوں کا زمانہ ہے، لیکن دیگر احادیث کے پیش نظر ایسے سفر کیلئے بغیر محرم کے نکلنے کی گنجائش ہے، جو تین دن، تین رات کی مسافت سے کم ہو، مگر بچنا اس سے بھی اولی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے وہ کہ ایک دن کی مسافت کیلئے بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر میں نکلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے، اسکے بعد لکھتے ہیں وینبغی أن یکون الفتوی علیه لفساد الزمان اور چاہئے کہ فتویٰ اسی پر دیا جائے۔ یہی مضمون فتاویٰ ہندیہ ج: ۵/ص:۳۶۶ میں ہے "ولا تسافر المرأة بغیر محرم ثلاثة أیام فما فوقها و اختلفت الروایات فیما دون ذالک قال أبو یوسف رحمه الله تعالی هو أهون من ذالک کذا فی المحیط : وقال حماد رحمه الله تعالی لابأس للمرأة أن تسافر بغیر محرم مع الصالحین والصبی والمعتوه لیسا بمحرمین والکبیر الذی یعقل محرم کذا فی التاتارخانیة ، والفتوی علی أنه یکره فی زماننا هکذا فی السراجیة : والله اعلم .

آخر عورت کو گھر سے باہر ملازمت یا کسب معاش کیلئے نکلنے سے کیوں منع فرمادیا اور وہ کونسی قباحتیں، برائیاں اور خطرات ہیں، چنانچہ اولاً عورت کے دائرۂ کار میں کسب معاش اور اسکے لئے ملازمت اختیار کرنا ہے ہی نہیں ہے، جیسا کہ ہم شروع میں اس بات کو تفصیلاً بیان کر چکے ہیں، اور اسکے علاوہ دیگر امور بھی ہیں جن پر ہم روشنی ڈالتے ہیں جو کہ عورت کی عصمت وعفت اور معاشرہ کی فلاح وبہبود اور فساد وبدکاری سے معاشرہ کی حفاظت اور اس جیسے کئی امور جیسے ستر وحجاب کے متعلق نصوص قرآنیہ اور فرمودات رسول اللہ ﷺ ہیں نیز آئے دن ملازمت اور کسب معاش کیلئے نکلنے والی خواتین کے ساتھ پیش آنے والے ناقابل ذکر واقعات جنسی استحصال وغیرہ ہیں۔

غیر محارم سے خلوت نشینی سے حفاظت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کر کے باہر نکلنے سے منع فرمادیا ہے، چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۳/ ارشاد ربانی ہے: ''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی'' (اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو، اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح

بناؤ سنگار کے ساتھ نہ نکلا کرو)۔

ترمذی شریف کتاب الرضاع ، باب ماجاء فی کراھیة الدخول علی المغیبات کے تحت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفھا الشیطان" ''عورت سراپا پردہ کی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے تا کتا ہے'' اور اسے حسین وجمیل کر کے دکھاتا ہے۔

۶- اختلاط مردوزن سے بچنے کیلئے بعض اسلامی احکام تک کی تبدیلی:

شریعت اسلامی نے اختلاط مردوزن سے بچنے کیلئے بعض احکام تک بدل ڈالے ہیں اسے ان تمام فرائض وواجبات سے سبکدوش کیا گیا ہے، جو بیرون خانہ امور سے تعلق رکھنے والے ہیں، مثلاً جماعت کے ساتھ نماز واجب ہے، لیکن یہ وجوب عورتوں سے ساقط کر دیا گیا ہے ہمردوں کیلئے مسجد میں نماز ادا کرنا افضل ہے جبکہ عورتوں کو یہ فضیلت گھر میں نماز ادا کرنے سے ملتی ہے۔

چنانچہ مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الجماعة وفضلھا، فصل ثانی میں یہ روایت موجود ہے "عن ابن مسعودؓ قال :قال رسول اللہ ﷺ :صلوة المرأة فی بیتھا أفضل من صلوتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی مخدعھا أفضل من صلوتھا فی بیتھا (رواہ ابوداود)" عبداللہ ابن مسعودؓ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، کمرہ میں نماز پڑھنے سے اور اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے اپنے گھر میں پڑھنے سے۔

ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الجماعة مطلب إذا صلی الشافعی کے ماتحت لکھا ہے (ویکرہ حضور ھن الجماعة) ولولجمعة وعید ووعظ (مطلقًا) ولو عجوزا لیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان ۔ ''عورت کو جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اگر چہ جمعہ ہو، عید ہو اور وعظ وارشاد کی مجلس ہو، مطلقا اور اگر چہ

بوڑھی ہو یا رات کے وقت ہو، مفتی بہ مذہب کے مطابق فسادِ زمان کی وجہ سے۔

جہاں تک معاملہ اختلاط مرد وزن کا ہے تو یہ اختلاط ایک مرد سے ہو یا چند مردوں کے ساتھ ہو بہر حال حرام ہے، کسی جگہ مرد کارکنان زیادہ ہوں، کم ہوں، اگر عورتوں کا سامنا بعض اوقات مردوں سے کم ہو، یا زیادہ ہو، کسی صورت میں اختلاط جائز نہیں۔

۷، ۸ – ملازمت کرنے والی خواتین اگر تعلیمی ادارے مثلاً مدرسۃ البنات، لڑکیوں کا اسکول یا دوسرے ادارے جیسے زچہ خانہ وغیرہ جہاں تمام خواتین ہی کام کرتی ہیں البتہ ادارے کے ذمہ دار مرد ہیں تو وہاں پر بھی ادارہ کے مرد ذمہ داروں سے خواتین کو شرعی پردہ کرنا ہوگا، خلوت وہاں پر بھی حرام ہے، ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ کمپنی یا ادارہ کے ذمہ دار بھی اپنے یہاں کام کرنے والی خواتین کا جنسی استحصال کرتے ہیں، لہذا احتیاط ضروری اور واجب ہوگا، نیز پردہ کے باب میں سن رسیدہ خواتین اور جوان خواتین کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں کیا گیا ہے، البتہ بعض ضروری مواقع میں سن رسیدہ عورتوں کیلئے مردوں کی صفوف اور مجمع میں آنے کی گنجائش دی گئی ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر الباب الاول میں ہے: **أما العجائز اللاتی دخلن فی السن فلا بأس بأن یخرجن فی الصوائف ونحوها من الجنود العظام، ویداوین المرضیٰ والجرحیٰ ویسقین الماء ویخبزن ولکن لا یقاتلن:**

واقعہ یہ ہے کہ پردہ کے متعلق شریعت محمدی میں بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، خصوصاً آج کے اس عریانیت، فحاشیت، جنسی استحصالیت کے بدترین دور میں تو پردہ اور **قرار فی البیت** خواتین کیلئے قلعۂ حفاظت اور نہایت ہی ناگزیر ہے۔

شریعت اسلامیہ تو پردہ کے باب میں اس سے بھی کہیں زیادہ حساس ہے کہ غیر مسلم دائی یا نرس کو زچہ کے وقت بلایا جائے تو اسکے سامنے ستر کھولنا حرام ہے کیوں کہ کافرہ عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف منہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے دونوں پیر کھول سکتی ہے، انکے علاوہ ایک بال کھولنا بھی درست نہیں ہے، جیسا کہ روایات فقہیہ میں انکی صراحت

ہے۔

حدیث پاک میں تو اندھے سے بھی پردہ کا حکم ہے جیسا کہ ترمذی شریف وغیرہ میں عبداللہ ابن ام مکتومؓ کا واقعہ حضرت ام سلمہ اور میمونہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش آیا تھا۔

بہر حال اس دور فتنہ وفساد میں مامون رہنے کی کون گارنٹی دے سکتا ہے اور خوف فتنہ وفساد کی وجہ سے چہرہ کے پردہ پر تمام علمائے کرام متحد و متفق ہیں، بالفرض اگر چہرہ کا پردہ نہ ہوتب بھی اس دور فساد میں فتنہ کی وجہ سے واجب ہے، ایک فقہی قاعدہ ہے: **لان درء المفسدة مقدمة علی جلب المنفعة .**

۹- ملازمت یا دکان وغیرہ پر کام کرنے اسی طرح ہوٹلوں، آفسوں کے استقبالیہ پر بیٹھتے ہوئے ہر خریدار یا ملاقاتی سے لچکدار، نرم مزم اور پرکشش لہجے میں بات کرنی پڑتی ہے، اورشریعت نے ایسی گفتگو سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا گیا: "**فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض** "(اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو) تو نرم گفتگو نہ کرو کہ جسکے دل میں (گناہ کی) بیماری ہو وہ لالچ کرنے لگے۔

اگر کسی نامحرم سے گفتگو کی ضرورت پیش آجائے تو بہت مختصر گفتگو کریں ہاں، نہیں میں گفتگو ختم کردیں، آواز پست رکھیں، لہجہ میں کشش پیدا نہ ہونے دیں: درمختار میں ہے: **فإنا نجیز الکلام مع النساء للأجانب ومحاورتھن عند الحاجة إلی ذالک ولا نجیزلھن رفع أصواتھن ولاتمطیطھا ولا تلیینھا وتقطیعھا لما فی ذالک من استمالة الرجال إلیھن وتحریک الشھوات منھن :** "یعنی ضرورت کیلئے ہم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ عورت نامحرم سے گفتگو کرے لیکن اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے گفتگو کو لمبی کرتی چلی جائے، یا نرم لہجہ میں بات کرے، یا بات میں لچک پیدا کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے مردوں کے دل مائل ہونگے اور انکی طبیعتوں میں ہیجان ہوگا"۔

اپنے گھر سے دور اجنبی جگہوں میں مہینوں مہینوں مردوں کے ساتھ رہنا یا مردوں سے متصل کمروں میں رہنا جو آج کے بدترین اور یقینی نہیں تو متوقع خطرات سے بھرپور دور میں کسی صورت میں جائز نہیں ہے، آئے دن ایسی عورتوں کی عزت لوٹنا یا اسے بہلا پھسلا کر اس امر خبیث کیلئے آمادہ کرنا اور پھر جنسی اتصال کے واقعات اور پھر اسکے نتیجہ میں ناجائز اولاد کی پیدائش ایک نہیں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں، جس سے اب وہ ممالک بھی پریشان ہیں جو عورتوں کی ملازمت کے حق میں ہیں۔

جو عورت دور حاضر میں کام کاج کیلئے گھر سے دور رہتی ہے یا باہر نکلتی ہے عام طور پر مردوں کے ساتھ اسکا اختلاط ہوتا ہے اور کئی ایک کے ساتھ تنہائی کی نوبت بھی آجاتی ہے، جو کہ حرام ہے، اور عورت کے اخلاق دین اور عزت ووقار کے منافی ہے۔

بوقت ضرورت گھر سے باہر کام کرنے کی شرائط اور خلاصہ کلام:

(۱) کسب معاش عام حالات میں خواتین کے دائرۂ کار سے خارج اور فطری وخدائی قانون اور عورت کی صلاحیت نیز اسکی ساخت کے مخالف ہے۔

(۲) نفقہ کی ذمہ داریاں خواتین کو اس سے بے فکر رکھا گیا ہے۔

(۳) محض معیار زندگی کو بلند کرنے کی غرض سے کسب معاش کیلئے میدان میں آنا خود خواتین کے وظیفہ میں مخل ہے، اور اسکے نتیجہ میں کئی مخاطر محرمات اور منہیات شرعیہ کا شکار ہونا لازم آئے گا، لہذا اس سے احتیاط ضروری ہوگا۔

(۴) اگر خاندان میں مرد کماتے ہیں پھر بھی ناکافی رہتا ہے اور عورت کیلئے معاش کا حصول ناگزیر ہوجائے تو اسے کوئی مناسب اور اسکی ساخت کے لائق شریف پیشہ اور ہنر کی ترغیب دی جائے، مثلاً کپڑے سینا، ڈیزائین بنانا، بیل بوٹے لگانا، چھوٹے بچوں یا خواتین کو اپنے گھر بلا کر انکو تعلیم، ٹیوشن دینا یا یہ نہیں ہوسکتا تو کسی ایسے ادارے میں کام کرنا جو خواتین سے متعلق ہو، مثلاً کوئی مدرسۃ البنات ہو جہاں بحیثیت معلمہ یا خادمہ یا زچہ خانہ یا خواتین سے متعلق

امراض کا شفاخانہ ہو، وہاں بحیثیت ڈاکٹر یا نرس یا خادمہ کا کام کرنا وغیرہ۔

(۵) خواتین کیلئے بیرون خانہ یا اندرون خانہ کسی بھی طرح کی سرگرمی میں حصہ لینے سے قبل اپنے سرپرست یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا، اور جو کام بھی کرنا ہو وہ مباح اور جائز ہو جیسے مدرسۃ البنات، لڑکیوں کا اسکول یا صرف عورتوں والا اسپتال اور دیگر گھریلو پیشے۔

(۶) خواتین کیلئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود یہ ہیں کہ وہ اجنبی عورتوں کے ساتھ اختلاط سے بچیں، کسی ایک کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے بھی بچیں، بغیر محرم کے سفر نہ کریں، چاہے مسافت سفر تین دن تین رات سے کم ہو، عورت چاہے جوان ہو یا سن رسیدہ پردہ کا پورا خیال رکھے، اپنے باس سے ہو یا دوکان میں موجود دیگر سیلزمین ہو تمام غیر محرم سے پردہ ضروری ہوگا، جو کہ پورے بدن اور چہرہ وغیرہ کو چھپانے والا ہو، البتہ کام کی جگہ میں جہاں صرف خواتین ہی خواتین ہوں اور مرد بالکل نہ آتے ہوں، حتیٰ کہ ذمہ دار بھی تو وہاں **الا ماظھر منھا** کے ماتحت چہرہ اور ہتھیلیوں کو کھلا رکھنے کی اجازت ہوگی۔

(۷) عورت اپنے گھر سے دور تنہا بغیر محرم مستقل قیام نہیں کرسکتی مگر ایسے ادارے جو صرف خواتین کے ہیں نیز جہاں ملازمت کے ساتھ خدمت دین اور خدمت خلق بھی ہوتی ہے، مثلاً مدرسۃ البنات، لڑکیوں کے اسکول، خواتین والے اسپتال اور زچہ خانہ وغیرہ۔

(۸) اظہار زیب وزینت اور نمائش اعضاء سے بچے جو کہ باعث فتنہ ہے اور حرام بھی ہے۔

(۹) لچکدار گفتگو سے بچے جسکی ممانعت وارد ہوئی ہے، لہذا آفس، ادارے وغیرہ کے استقبالیہ پر عورت کے لیئے بیٹھنا جائز نہیں، جہاں لچکدار گفتگو کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا، اسی طرح ہوائی جہاز میں بحیثیت خادمہ وغیرہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

(۱۰) خوشبوؤں کا استعمال کرنے سے گریز کرے اس لئے کہ خواتین کے لئے ممانعت ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت-شرعی نقطہ نظر سے

مولانا بدر احمد مجیبی ندوی ☆

۱ – اسلام ایک فطری مذہب ہے، اس کے تمام اصول وقوانین انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، ہر چیز کے بارے میں اس کے احکام بالکل فطرت کے مطابق ہیں، انسانی معاشرے کے لئے مرد وعورت کی حیثیت معاشرے کے اہم ترین افراد کی ہے، ان کے بغیر معاشرے کا وجود نہیں ہوسکتا۔

اولاد آدم ہونے کی حیثیت سے مرد وعورت دونوں معاشرے میں مساوی حیثیت کے حامل ہیں، اسی طرح بشری خواہشات، انسانی جذبات، غور وفکر اور ذہانت وذکاوت کی صلاحیت بھی دونوں میں موجود ہے، لیکن جسمانی ساخت، مزاج وطبیعت اور قوت عمل یعنی محنت ومشقت کرنے کی صلاحیت میں دونوں میں بہت واضح فرق نظر آتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے اسی وجہ سے ان کی فطرت کے مطابق ان کی ذمہ داریوں میں فرق کیا ہے، مرد کی ذمہ داری میں خارجی امور دیئے ہیں۔

اور کسب معاش کی ساری ذمہ داری مرد پر لازم کی ہے، خواتین کو کسب معاش کی دشوار گذار ذمہ داری سے یکسر بری رکھا ہے، ان کو صرف گھریلو ذمہ داریوں میں مشغول رکھا ہے، ان کی صنفی نزاکت کی وجہ سے خانگی ذمہ داریاں ہی ان کے لئے بہت کافی ہوتی ہیں، اگر وہ ان کو اچھی طرح انجام دیں تو اس کے بعد ان کے پاس خارجی کاموں کے لئے وقت باقی نہیں رہتا۔

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ۔

عام حالات میں کسب معاش کی ذمہ داری اسلام نے عورتوں کے سر نہیں ڈالی، بلکہ اس کو مردوں کے ذمہ رکھا ہے، اللہ تعالی کا فرمان حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں ہے:

''فقلنا: يا آدم!إن هذا عدولك ولزوجك فلا يخرجنكما من الجنة فتشقى'' (سورۂ طہ:۱۱۷)۔

(ہم نے کہا کہ اے آدم! یہ (شیطان) تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوادے تو پھر تم شقاوت (پریشانی اور مشقت) میں پڑ جاؤ گے)۔

امام قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''إنما خصه بذكر الشقاء ولم يقل فتشقيا يعلمنا أن نفقة الزوجة على الزوج فمن يومئذ جرت نفقة النساء على الأزواج فلما كانت نفقة حواء على آدم كذلك نفقات بناتها على بني آدم بحق الزوجية'' (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۱/ ۱۶۸)۔

(یہاں پر اللہ تعالی نے صرف حضرت آدم کو شقاوت کے ساتھ خاص کیا ہے (کہ تم شقاوت میں پڑ جاؤ گے)، یہ نہیں فرمایا کہ تم دونوں شقاوت میں پڑ جاؤ گے (یہاں پر شقاوت سے مراد دنیاوی پریشانیاں اور رزق کی فراہمی کے مسائل ہیں جو جنت میں نہیں تھے)، اس سے ہم لوگوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ (آدم تنہا پریشانی میں مبتلا اس لئے ہوں گے کہ ان پر اپنے ساتھ حواء کے نفقہ کی ذمہ داری بھی ہوگی کیونکہ) شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہوتا ہے، تو اس روز سے عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر لازم ہوگیا، تو جب حواء کا نفقہ حضرت آدم پر ہوا تو حوا کی بیٹیوں کا نفقہ بھی زوجیت کی وجہ سے آدم کی اولاد پر لازم ہوا)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں کی زندگی کے چار حالات ہوتے ہیں: ۱- جب وہ بچی ہوں، غیر شادی شدہ ہوں، ۲- جب وہ شادی شدہ ہوں۔ ۳- جب وہ عمر دراز ہوں اور ان کی اولاد ہو، ۴- باپ، شوہر اور اولاد نہ ہو، بھائی یا کوئی دیگر رشتہ دار موجود ہوں، ان چاروں حالات

میں ان کی معاش کا انتظام اسلام نے مردوں پر ہی رکھا ہے، عورتوں کو معاشی انتظام کی فکر سے بری الذمہ رکھا ہے۔

۱- ان کی شادی سے پہلے ان کی معاش کا انتظام ان کے والد پر ہے، پیدائش کے بعد سے شادی تک لڑکیوں کے خرچ کی ذمہ داری ان کے والد پر شریعت نے لازم کی ہے، بچے بلوغ کے بعد اپنی کفالت خود کریں گے، ان کے بالغ ہوجانے کے بعد ان کی معاشی ذمہ داری والد پر باقی نہیں رہتی، لیکن لڑکیوں کی شادی تک ان کی ذمہ داری والد پر ہی رہتی ہے۔

"ونفقة الأناث واجبة مطلقا على الآباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال كذا في الخلاصة" (الہندیہ ۱/ ۵۶۳)۔

۲- شادی شدہ خواتین کی معاشی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری اسلام نے خود ان پر نہیں رکھی، بلکہ ان کے شوہروں پر رکھی ہے، حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا:

"ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف" (صحیح مسلم ۱/ ۳۹۷، سنن ابوداؤد ۱/ ۲۶۳، کتاب المناسک)۔

"ونفقة المرأة واجبة على الزوج وإن مرضت وهذا استحسان لأن النكاح بعقد للصحة والألفة" (المبسوط ۵/ ۱۷۹)۔

۳- جب خواتین معمر ہوجائیں اور وہ صاحب ثروت نہ ہوں اور ان کی اولاد ہو تو ایسے وقت میں اسلام نے ان کی معاشی کفالت ان کی اولاد پر رکھی ہے، اولاد ہی ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کرے گی اور یہ ان کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

"ويجبر الولد الموسر على نفقة الأبوين المعسرين مسلمين كانا أو ذميين قدرا على الكسب أو لم يقدرا" (الہندیہ ۱/ ۵۶۴)۔

۴- جب خواتین کے والد، شوہر اور اولاد میں سے کوئی نہ ہوں تو اس وقت بھی خواتین

کی معاشی ذمہ داری کا بوجھ ان کے ناتواں کاندھوں پر نہیں ڈالا گیا ہے، بلکہ ایسے وقت میں ان کے وارثین کو ان کی کفالت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے قرآن میں ہے:

''وعلی الوارث مثل ذلک'' (بقرہ ۲۳۳)۔

امام جصاص رازی فرماتے ہیں:

''ثم قال اللہ تعالیٰ: وعلی الوارث مثل ذلک یعنی النفقة والکسوة......وقال زید بن ثابتؓ: النفقة علی الرجال والنساء علی قدر مواریثهم وهو قول أصحابنا'' (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۴۰۷)۔

غرض عورتوں کی پوری حیات پر نظر ڈالیں، ہر حالت میں عورتوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل اسلام نے ان کے سر نہیں رکھی، بلکہ ان کو اس ذمہ داری سے فارغ رکھا ہے، ان کے مختلف زمانہ میں ان کے اپنے مختلف رشتہ داروں کو ان کی کفالت کا ذمہ دار بنایا ہے، کبھی باپ ذمہ دار ہوگا، کبھی شوہر ذمہ دار ہوگا، کبھی بیٹا ذمہ دار ہوگا، کبھی دوسرے رشتہ دار ذمہ دار ہوں گے، عورتوں کی نازک صنف فطرت کے مطابق اسلام نے یہ فطرت اصول متعین کئے ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات بہت واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ عام حالات میں عورتوں کا خود کسب معاش کرنا اور معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے خود گھر سے باہر نکلنا اور معاشی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے لینا یہ اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے، البتہ صراحت کے ساتھ اس سے منع نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ بعض وقت ایسے حالات عورتوں پر آجاتے ہیں جب وہ کسب معاش کے لئے مجبور ہوجاتی ہیں، ایسی صورت میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

چنانچہ متعدد صحابیات کے بارے میں یہ ثابت ہے کہ وہ کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلتی تھیں اور اس سے واقفیت کے باوجود حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا، اس سلسلہ میں ہم ذیل میں چند واقعات پیش کرتے ہیں، جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، اور ان کو مستند محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے:

"طلقت خالتی، فأرادت أن تجد نخلها، فزجرها رجل أن تخرج، فأتت النبی ﷺ فقال: بلی؟فإنک عسی أن تصدقی أو تفعلی خیرا" (صحیح مسلم ۴۸۶/۱)۔

(میری خالہ کوطلاق واقع ہوگئی تو انہوں نے چاہا کہ اپنے کھجور کے باغ میں جاکر کھجور توڑا کریں، (یعنی اس پر گذارا کریں) ایک شخص نے ان کوگھر سے نکلنے پر ڈانٹا تو وہ حضرت رسول ﷺ کے پاس اس معاملہ کو لے کر آئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، ہوسکتا ہے کہ (اس سے جوحاصل ہواس میں سے) تم صدقہ کرویا اس سے کوئی خیر کا کام کرو)۔

حضرت زبیر حواری رسول ہیں، وہ غزوات میں شرکت اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوسرے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے گھر کی طرف پوری توجہ نہیں دے پاتے تھے تو گھر اور باہر کی ضروریات کے سب کام ان کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء خود ہی انجام دیتی تھیں، خصوصا اس وقت جب حضرت زبیرؓ غزوات میں مدینہ سے باہر ہوتے تھے۔

اس سے بھی یہ بات واضح طور سے معلوم ہوجاتی ہے کہ ضرورت کی وجہ سے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے خود ہی کسب معاش کی خدمت اپنے ذمہ لے لی تھی، تاکہ حضرت زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس زیادہ وقت دیں اور اسلام کی خدمت میں مصروف رہیں، اس سلسلہ میں ان کوگھر سے باہر کافی دور جاکر کام کرنا پڑتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اپنے ساتھ سوار کرکے ساتھ لانے کی پیش کش کرکے آپ نے اس کی تائید فرمائی۔

ان دونوں احادیث سے اور دوسری متعدد احادیث سے بھی بوقت ضرورت عورتوں کے لئے گھر سے باہر نکل کرکسب معاش کرنے کی اجازت ملتی ہے۔

فقہاء کرام نے بھی ضرورت کے وقت کسب معاش کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت خواتین کو دی ہے، جس عورت کے شوہر کی وفات ہوجائے اور کوئی دوسرا اس کی معاشی کفالت

کرنے والا موجود نہ ہوتو وہ عدت کے زمانے میں بھی کسب معاش کے لئے دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، لیکن عدت کی وجہ سے رات میں اس کی گھر واپسی ضروری ہے (البحر الرائق ۴ر ۱۵۳، باب العدۃ، فتح القدیر ۴ر ۱۶۶)۔

یہ اجازت صرف ضرورت کے وقت ہے، عام حالات میں ان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں، سیر وتفریح اور تماشا کے لئے بازاروں اور تفریح گاہوں میں بغیر پردہ کے پھرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، کسی ضرورت کے بغیر گھر سے باہر قدم نکالنا خود کو شیطان کے روبرو کردینا ہے، حدیث میں ہے:

''المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان'' (سنن الترمذی)۔

(عورت پوشیدہ چیز ہے، جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے)۔

قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان عورتیں گھر سے باہر نکلنے کے وقت پردہ کے لئے چادر اوڑھ کر نکلیں۔

''يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن'' (احزاب:۵۹)۔

(اے نبی! آپ اپنی بیویوں، لڑکیوں اور مسلمانوں کی بیویوں سے کہہ دیں کہ (گھر سے باہر نکلنے کے وقت) چادریں سے اپنے اوپر ڈال لیا کریں)۔

جنازہ کی نماز میں شرکت اور قبرستان تک جنازہ کو پہنچانا اور تدفین کرنا فرض کفایہ ہے، مگر جنازہ کے ساتھ جانے سے عورتوں کو منع کردیا گیا ہے، یہ کام صرف مردوں کے سپرد کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

''نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا'' (۱ر ۱۷۰ باب اتباع النساء الجنائز) (ہم

لوگوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کردیا گیا ہے اور اس کو ہم پر لازم نہیں کیا گیا)۔

اصل معاملہ فتنہ کے اندیشہ کا ہے جو گھر سے باہر نکلنے پر عورتوں کے ساتھ ہمیشہ لگا رہتا ہے، اسی لئے ازواج مطہرات کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمان عورتوں کو قرآن نے صراحت کے ساتھ حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں جم کر رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کے ساتھ باہر نہ نکلا کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت کے نزدیک کسب معاش خواتین کے لئے مباح ہے، لیکن عام حالات میں جب کوئی ضرورت نہ ہو تو خواتین کے لئے کسب معاش کو شریعت پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھتی، کیونکہ اس کے لئے گھروں سے باہر نکلنا پڑے گا، غیر محرموں کے سامنے جانا ہوگا، ان سے روابط وتعلقات ہوں گے، جن سے ہزار پردہ اور احتیاط کے باوجود بڑے مفاسد کا قوی اندیشہ ہے۔

۲- جس طرح عام حالات میں شریعت نے خواتین کے خود اپنے نفقہ کی ذمہ داری ان پر لازم نہیں کی ہے، بلکہ دوسرے مردوں پر اس کو لازم کیا ہے، جیسا کہ تفصیل سے اس کی وضاحت کی جاچکی ہے اسی طرح شریعت نے خواتین پر کسی دوسرے فرد کا نفقہ بھی عام حالات میں لازم نہیں کیا ہے۔

البتہ بعض استثنائی حالات ایسے ہیں جن میں خواتین کے اوپر بھی ان کی اولاد یا ان کے والدین کا نفقہ واجب ہوجاتا ہے، جن کی مختصر تفصیل ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

۱- جب ان کے بچوں کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو، ان کے شوہر باحیات نہ ہوں یا بیماری یا افلاس کی وجہ سے کفالت سے معذور ہوں، تو ایسی صورت میں ماں پر بچوں کی کفالت کی ذمہ داری آجاتی ہے، علامہ ابن ہمام تحریر کرتے ہیں:

''فإن كان له أم موسرة فنفقته عليها وكذا اذا لم يكن له أب إلا أنهاترجع في الأول'' (فتح القدیر ۴/۴۱۷)۔

''ولو كان له أم وجد كانت النفقة عليهما أثلاثا الثلث على الأم والثلثان على الجد على قدر ميراثهما'' (البدائع ۴؍۳۳)۔

۲-محتاج والدین اور اسی طرح محتاج اصول (یعنی دادا، دادی وغیرہ) کا نفقہ ان کی مالدار اولاد پر لازم ہوتا ہے، خواہ اولاد ذکور ہو یا اولاد اناث، ان سب پر اپنے محتاج وفقیر ماں، باپ دادا، دادی کی کفالت واجب ہے۔

''وتجب على موسر يسار الفطرة النفقة لأصوله الفقراء بالسوية بين الابن والبنت'' (تنویر الابصار مع الدر المختار باب النفقہ)۔

۳- معاشی جد وجہد حلال رزق کو طلب کرنا ہے، طلب حلال جتنا بھی ہو بنیادی طور پر مباح ہے، اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کسی فرد پر شریعت کی رو سے یہ لازم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بقدر کفاف ہی معاش حاصل کرے اور اپنے سرمایہ میں اضافہ نہ کرے، مسلمانوں میں اغنیاء کے طبقہ کا وجود بھی ضروری ہے تا کہ اسلام کے کاموں میں ان کی دولت وثروت کام آئے، صحابہ کرام میں زہاد حضرات کے ساتھ اہل ثروت حضرات بھی موجود تھے، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت عبد الرحمن بن عوف اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ اس کی مثال ہیں۔

خواتین بھی اپنی خانگی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ اور دیگر مکروہات ومحرمات سے بچتے ہوئے اگر رزق حلال کے حصول کی کوشش کریں تو ان کے لئے بھی اصلا اس کی اباحت ہے، اگر صدقہ وخیرات اور دین کے کاموں میں تعاون کا مقصد بھی کسب معاش میں پیش نظر ہو تو یہ اجر وثواب کا باعث بھی ہے، خواہ کسب معاش کا سلسلہ گھر کے اندر رہ کر ہو یا گھر سے باہر جا کر ہو، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ گھریلو ذمہ داریوں کی مکمل ادائیگی ہو رہی ہو، حجاب کی پابندی ہو اور محرمات سے مکمل اجتناب ہو، جیسا کہ متعدد صحابیاتؓ سے کسب معاش میں اپنے شوہروں کا تعاون یا صدقہ وخیرات کی نیت سے کسب معاش کرنا ثابت ہے، ان کے بعض حوالے گذر چکے ہیں۔

اس لئے اس مسئلہ میں اصولی طور سے تو یہی حکم ہے کہ اگر دیگر محرمات ومکروہات نہ

پائے جائیں تو عورتوں کو بھی کسب معاش کی اجازت ہے، لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس دور میں اگر خواتین کو گھر سے باہر نکل کر معاشی جدوجہد کرنے کی اجازت دے دی جائے تو:

۱- کیا حجاب کی شرعی پابندی باقی رہ پائے گی؟

۲- غیر محرم افراد سے احتراز ہو پائے گا؟ ان سے روابط میں اور ساتھ بیٹھ کر کام کرنے میں تنہائی اور خلوت سے اجتناب ہو پائے گا؟

۳- اپنی خانگی ذمہ داری، شوہر کے حقوق کی ادائیگی، بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ جیسے فرائض معاشی جدوجہد کے ساتھ پورے ہو پائیں گے؟

یہ سب ایسے سوالات ہیں جن کا جواب دینا آسان نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ جب خواتین کے قدم گھر سے باہر نکلنا شروع ہو جاتے ہیں تو پھر کوئی پابندی باقی نہیں رہتی، اس لئے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ گھر کے اندر رہ کر خواتین کسب معاش کا کوئی ذریعہ اپنے شوہر کی اجازت سے اختیار کر لیں، تاکہ اس سے ان کی گھریلو ذمہ داریاں متاثر نہ ہوں تو اس کی اباحت میں کوئی کلام نہیں ہے۔

البتہ لڑکیوں کے اسکولوں میں اور ایسے اداروں میں جہاں خواتین کارکنان سے ہی واسطہ ہوتا ہو، مرد کارکنان سے براہ راست رابطہ نہ ہوتا ہو وہاں گھریلو ضروریات کی تکمیل کے ساتھ شوہر کی اجازت سے کوئی خاتون کام کرے تو اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

۴- خواتین اگر اپنے گھروں میں رہ کر کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنا چاہیں اور یہ ذریعہ معاش جائز اور حلال ہو، نیز ان کی معاشی جدوجہد بھی اندرون خانہ ہی محدود ہو تو ایسی صورت میں ان کو اپنے شوہر سے اس کام کے کرنے کی اجازت لینا ضروری ہوگا، کیونکہ اس سے ان کی خانگی ذمہ داریوں پر اثر پڑے گا، گھریلو ضروریات، شوہر کی ضروریات، بچوں کی پرورش وغیرہ جیسے ان کے وظائف کی ادائیگی میں دشواری ہوگی۔

شریعت نے بیوی کو شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے اور نفلی

نمازیں پڑھنے سے منع کیا ہے جو کہ اہم ترین عبادتیں ہیں کہ اس سے شوہر کی ضروریات پر اثر پڑے گا، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''لا تصوم المرأة وزوجها شاهد إلا بإذنه'' (الصحیح للبخاری کتاب النکاح باب صوم المرأة بإذن زوجها)۔

فقہاء کرام اس بات کو صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عورتیں شوہر کی اجازت کے بغیر نہ نفلی روزہ رکھیں گی اور نہ نفلی نمازیں پڑھیں گی۔

''ولا تتطوع للصلاة وللصوم بغير إذن الزوج كذا في الظهيرية'' (البحر الرائق ۳/۱۰۶)۔

جب اس قدر اہم ترین عبادت کے لئے بھی شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے تو کسب معاش کے لئے خواہ گھر میں ہی کیوں نہ ہو بدرجہ اولی اجازت ضروری ہوگی، جب کہ اصلاً کسب معاش شوہر کی ذمہ داری ہے، بیوی کی ذمہ داری ہے ہی نہیں۔

اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کیا شوہر کو یہ حق ہے کہ اندرون خانہ رہ کر کسب معاش کرنے سے بیوی کو منع کردے؟

اس کا جواب اثبات میں ہے کہ شوہر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جب وہ خود کسب معاش کے ذریعہ بیوی کی تمام ضرورتوں کو پورا کررہا ہے تو بیوی کو کسب معاش سے منع کردے۔

''بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا لأجنبي بالأولى'' (البحر الرائق ۴/۱۰۶)۔

۵- اگر کسب معاش کے لئے عورت کو بیرون خانہ نکلنا ضروری ہو اس طرح پر کہ اس کا شوہر اپنی بیماری یا معذوری کی وجہ سے اس کی کفالت پر قادر نہ ہو، بلکہ عورت کی معاشی ذمہ داری خود اسی پر ہو تو ایسی صورت میں اس پر شوہر سے اجازت لینا لازم نہیں ہے، البتہ اس کے لئے مستحب

اور افضل ہے کہ وہ اس سے اجازت لے لے۔

اجازت کے عدم لزوم کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کسب معاش کرنا عورت پر فرض ہوجاتا ہے اور فرائض کی ادائیگی کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی، جیسے فرض حج یا فرض نماز یا فرض روزہ کے لئے شوہر سے اجازت لازم نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح کی وجہ سے شوہر کو "حق احتباس" حاصل ہوتا ہے، اسی لئے بیوی کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہوتی ہے، کیونکہ شوہر چاہے تو اس کو باہر نکلنے سے منع کردے، اسی حق احتباس کی وجہ سے شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہوجاتا ہے، لیکن جب شوہر کی معذوری کی وجہ سے اس کی جانب سے نفقہ کی ادائیگی نہیں ہورہی ہو تو اس کا حق حبس باقی نہ رہے گا، اب وہ بیوی کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرسکتا، لہذا بیوی کو اس سے اجازت لینا لازم نہیں ہوگا۔

"وذلک لأن نفقة المرأة فی مقابلة الاحتباس فما دام الاحتباس قائما کانت النفقة واجبة تحقیقا للمعادلة" (عنایہ مع الفتح ۴؍ ۲۲۰)۔

اجازت کے عدم لزوم کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اجازت کے وجوب کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اجازت دینے والے کو منع کرنے کا اختیار حاصل ہو، مذکورہ صورت میں شوہر اس کے نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کو منع کرسکے، کیونکہ اگر منع کرے گا تو عورت اور اس کے بچے نفقہ کے بھوکے رہیں گے اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیگی کہ کسی کو گھر میں روک کر بھوکا مارا جائے۔

اگر شوہر یا ولی اس کے نفقہ کی کفالت کرتا ہو لیکن اپنی اور اپنے کنبہ کی مزید ضروریات کے لئے کسی مناسب اور جائز طریقہ سے یہ خاتون معاشی بوجھ اٹھانے میں شوہر کا تعاون کررہی ہو تو ایسی صورت میں گھر سے باہر نکلنے کے لئے اس کو شوہر سے اجازت لینا لازم ہوگا اور شوہر کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار رہوگا۔

کسب معاش کے لئے خواتین کا گھر سے نکلنا مسافت سفر شرعی سے کم ہو یا اس سے زیادہ ہو دونوں صورتوں میں شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہوگی، البتہ اگر اس کا فاصلہ شرعی سفر کی مسافت کے بقدر ہے تو اس کے ساتھ شوہر یا ولی کا ہونا بھی ضروری ہے اور اس سے کم ہونے کی صورت میں شوہر یا ولی کا اس کے ساتھ ہونا لازم نہیں ہے، حدیث میں کسی مسلمان عورت کو تین دن کا سفر بغیر محرم کے کرنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

"لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر أن تسافر سفرا یکون ثلاثۃ أیام فصاعدا إلا ومعھا أبوھا أو ابنھا أو زوجھا أو أخوھا أو ذومحرم منھا" (الصحیح للمسلم کتاب الحج، باب سفر المرأۃ مع محرم إلی حج وغیرہ)۔

کسب معاش کے لئے عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت صرف دن میں ہوگی، رات میں گھر واپس آ جانا لازم ہوگا، ورنہ اس میں بڑی خرابیاں لازم ہوں گی اور مفاسد کا قوی اندیشہ ہے، ویسے بھی کسب معاش کے لئے اللہ تعالی نے دن کو مقرر فرمایا ہے۔

"وجعلنا اللیل لباسا و جعلنا النھار معاشا" (سورۃ نبا)۔

جس عورت کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو اور وہ محتاج ہو تو اس کو نفقہ کیلئے صرف دن میں نکلنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے، اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ کسب معاش عادۃً دن میں ہوتا ہے (فتح القدیر ۱۶۶/۴)۔

رات میں گھر سے باہر رہنے میں ان کی عفت وعصمت کی حفاظت کا مسئلہ زیادہ ہوگا، جب ان کو خارج بیت جانے کی اجازت ضرورت کے تحت دی جارہی ہے تو اجازت بھی ضرورت کے بقدر ہی ہونی چاہئے، یہی احتیاط کا تقاضہ ہے۔

۶ – خواتین گھر سے خارج میں اپنی معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے ملازمت کرنا چاہیں تو کچھ شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، اگرچہ عورتوں کا ملازمت کرنا شریعت کے نزدیک سخت ناپسندیدہ چیز ہے، مگر حاجت کے تحت اس کی اجازت دی جاسکتی ہے،

وہ شرائط درج ذیل ہیں:

الف-گھر میں رہ کر کسب معاش کی کوئی صورت نہ ہو۔

ب-شوہر کی اجازت ضروری ہوگی،شوہر سے اجازت لینے کے بعد ملازمت کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہیں، جب نفقہ شوہر ادا کر رہا ہوتو مزید معاش کی تحصیل کے لئے بلا اجازت جانا جائز نہ ہوگا۔

ج-گھر کی ذمہ داریوں،شوہر کی ضروریات، بچوں کی پرورش وتربیت وغیرہ پر اس کا اثر نہ پڑ رہا ہو، کیونکہ یہ چیزیں عورت کے فرائض میں شامل ہیں اور کسب معاش کی صرف اباحت ہے۔

د-راستہ میں پورے شرعی حجاب کے ساتھ جائیں، ملازمت کی جگہوں میں مردوں کا سامنا ہو اور ان سے کوئی کام ہو یا ان سے گفتگو کرنا ہو تو بھی شرعی پردہ قائم رہے۔

ھ-کسی غیر محرم مرد کے ساتھ تنہا رہ کر کام نہ کریں، یعنی اس خاتون کی ڈیوٹی کسی ایسے روم میں نہ ہو جہاں ان کے اور غیر محرم مرد کے علاوہ کوئی دوسرا نہ ہو، یہ شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

''عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ قال: لا یخلون رجل بامرأة إلا مع ذی محرم، فقام رجل فقال: یا رسول الله امرأتی خرجت حاجة واکتتبت فی غزوة کذا کذا قال: ارجع فحج مع امرأتک'' (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لا یخلون رجل بامرأة)۔

و-آرائش وزینت کر کے نہ نکلیں، اسی طرح بھڑک دار اور شوخ رنگ کے کپڑے پہن کر نہ جائیں، لباس کشادہ ہو بہت تنگ نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء ظاہر ہونے لگیں، سادہ کپڑوں میں جائیں بلکہ ایسی ہیئت میں جائیں جس میں دوسرے غیر محرموں کو ان کی طرف کشش اور میلان نہ ہو (البحر الرائق ۴؍۱۰۶)۔

ز-غیر محرم مردوں کے ساتھ گفتگو کرنی ہو تو آواز میں لچک اور سریلا پن نہ ہو، لگاوٹ

اور مٹھاس نہ ہو، جس سے سننے والے مردوں کے جذبات برانگیختہ ہوں اور ان کو پیش قدمی کا حوصلہ ملے، بلکہ ایسے لب ولہجہ اور طریقہ سے گفتگو ہو جس سے سننے والے کے دل میں اگر کوئی برائی ہو تو اس کو نا امیدی ہو جائے۔

''إن اتقيتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذى فى قلبه مرض وقلن قولا معروفا'' (الاحزاب:۳۲)۔

ان سب شرائط کے ساتھ ملازمت کرنے کی اجازت ہے، لیکن پھر بھی احتیاط ہر حال میں لازمی ہے۔

۷- اگر اس ادارے میں کام کرنے والی تمام خواتین مسلمان ہیں غیر مسلم خواتین اس میں نہیں ہیں تو اس صورت میں غیر محرم مردوں سے عورتوں کا جو پردہ ہے وہ پردہ لازم نہ ہوگا، بلکہ عورتوں کا آپس میں جو پردہ ہے وہ لازم ہوگا، ایک عورت کا دوسری عورت سے پردہ ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کے حصے کا ہے، اس کے سوا جسم کے دوسرے اعضاء کا عورتوں کا آپس میں دیکھنا جائز ہے، البتہ احتیاطاً سر پر دوپٹہ ڈالے رہنا چاہئے، اگر کسی مرد کے سامنے جانا ہو تو مکمل پردہ لازم ہوگا۔

اگر اس ادارے میں مسلم خواتین کے ساتھ غیر مسلم خواتین بھی ہیں اور سب ساتھ کام کرتی ہیں تو عورتوں کا غیر محرم مردوں سے جو پردہ ہے وہ مکمل پردہ لازم ہوگا (دیکھئے: ردالمحتار ۵/ ۳۶۲، الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس، نیز مجمع الانہر ۴/ ۲۰۱)۔

۸- اس صورت میں اصلاً کام کی اجازت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اس میں مرد وزن کا اختلاط ہوگا جس کی شدید ممانعت ہے، مگر کوئی خاتون مجبوری میں اس جگہ کام کر رہی ہو تو اس کے لئے مکمل پردہ لازم ہوگا، وہ آرائش وزیبائش کر کے نہ جائیں، کپڑے بھی چست نہ ہوں، آواز میں لوچ نہ ہو، کسی غیر محرم مرد کے ساتھ تنہائی کی صورت نہ ہو، ان سب کی تفصیل چھٹے سوال کے جواب میں اوپر گذر چکی ہے۔

پردہ کے معاملہ میں سن رسیدہ اور جوان خواتین کا حکم یکساں ہی ہوگا، زیادہ بوڑھی خواتین کو پردے کی کچھ چھوٹ ہے، بس وہ چھوٹ یہ ہے کہ غیر محرم افراد کے سامنے وہ اپنے چہرہ کو کھول سکتی ہیں (دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۳/ ۳۳۴)۔

۹- جس ملازمت میں غیر محرم مردوں کے ساتھ اختلاط بالکل نہ ہو، جیسے لڑکیوں کے اسکول وکالج یا مدرسۃ البنات میں پڑھانا یا ایسی جگہ ملازمت کرنا جہاں مردوں سے واسطہ بالکل نہ پڑتا ہو ایسی ملازمت درست ہوگی۔

جس ملازمت میں اختلاط کم ہو، جیسے آفس وغیرہ میں بیٹھ کر یکسوئی سے کام کرنا، وہاں بھی پوری احتیاط اور پردے کے ساتھ مجبوری میں ملازمت کی جاسکتی ہے۔

لیکن جہاں غیر محرم مردوں سے بہت زیادہ اختلاط ہو بغیر ان سے ربط کے کام ہی نہ ہوسکتا ہو، مثلاً دوکان میں سیلز گرل کا کام یا فیلڈ ورک کی بھاگ دوڑ ہوٹلوں میں استقبالیہ پر بیٹھنے کا کام وغیرہ، وہاں ملازمت میں بہت شدید قباحت ہے، شرعاً ایسے کسب معاش کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۱۰- خواتین کا ملازمت کے لئے اپنے گھر اور اپنے گھر والوں سے دور کہیں مستقل قیام کرنا شرعاً درست نہیں ہے، جب اڑتالیس میل کی مسافت کا سفر خواتین کو محرم یا شوہر کے بغیر کرنا ممنوع ہے، شریعت نے لازم کیا ہے کہ ایسے کسی سفر میں خواہ حج کا سفر ہی کیوں نہ ہو عورت کے ساتھ محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا ضروری ہے ورنہ یہ سفر ناجائز ہوگا اور وہ عورت گنہگار ہوگی۔

اسی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر والوں کو چھوڑ کر محرم اور شوہر کے بغیر حصول معاش اور ملازمت کے لئے دوسرے شہروں میں خواہ ملک کے اندر ہو یا ملک سے باہر ہو تنہا قیام کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں اس کی عصمت وعفت کو شدید خطرہ لاحق ہوگا اور بے شمار مفاسد پیدا ہوں گے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی ☆

۱-خواتین کا کسب معاش:

شریعت اسلامی نے کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے اور عورتوں کو کسب معاش اور اس کی فکر سے آزاد رکھا ہے، یہ اسلام کا خواتین پر بڑا احسان ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم" (سورۂ نساء: ۳۴) (مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس سبب سے کہ اللہ تعالی نے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

حدیث میں ہے:

"ولهن علیکم کسوتهن ورزقهن بالمعروف" (مسند احمد: ۳/ ۳۲۰) (تم پر عورتوں کا کپڑا اور نفقہ معروف طریقہ پر واجب ہے)۔

۲-خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری:

بنیادی طور پر شریعت اسلامی نے نان ونفقہ کی ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے، شادی سے پہلے خواتین کا نفقہ اس کے والد پر اور شادی کے بعد اس کے شوہر پر ہے، چنانچہ فقہاء کا بیان ہے:

"تجب علیه النفقة علی أولاده الصغار و الکبار، الذکور الزمن

☆ لکچرر گورنمنٹ جونیئر کالج ظہیر آباد ضلع میدک، آندھرا پردیش۔

الفقراء، والإناث الفقيرات وإن كن صحيحات" (بدائع الصنائع ۳؍۴۴۸)۔

(مرد پر اس کی چھوٹی اور بڑی اولاد، مذکر اپاہج، محتاج اولاد اور مؤنث محتاج اولاد، اگر چہ وہ تندرست ہوں کا نفقہ واجب ہوگا)۔

حدیث میں ہے:

"إن رجلا جاء إلی رسول اللہ ﷺ فقال: ما حق المرأة علی الزوج؟ فقال ﷺ: يطعمها إذا طعم ويكسوها إذا كسی" (مسند احمد ۴؍۴۴۶، ۴۴۷)۔

(ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: عورت کا حق مرد پر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مرد کھائے تو اس کو بھی کھلائے اور جب پہنے تو اس کو بھی پہنائے)۔

البتہ اگر عورت کا شوہر نہ ہو، وہ بیوہ ہو اور اس کے اور اس کے بچوں کا نفقہ کوئی رشتہ دار برداشت کرنے کو تیار نہ ہو، ایسی صورت میں عورت کے لئے اپنے اور اپنے بچوں کی کفالت کے لئے ملازمت اختیار کرنے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، چنانچہ فقہاء نے معتدہ وفات کو عدت کی حالت میں بھی روزگار کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دی ہے:

"ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل في منزلها لأن نفقتها عليها، فتحتاج للخروج" (الدر المختار ۵؍۱۸۰)۔

(وفات کی عدت گزارنے والی عورت دن اور رات میں نکلے گی اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے گی، کیونکہ اس کا نفقہ خود اس کے ذمہ ہے، لہذا وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے)۔

۳-معیار زندگی بلند کرنے کے لئے ملازمت:

آج بہت سی خواتین محض معیار زندگی بلند کرنے، اپنی علمی قابلیت کو ظاہر کرنے یا وقت گزاری اور آزادروی اختیار کرنے کے لئے ملازمت کرتی ہیں، ان مقاصد کے لئے خواتین کا ملازمت کرنا شریعت اسلامی کی روح کے خلاف ہے، اسلام میں عورت کا دائرۂ عمل گھر کی چہاردیواری ہے، اور از راہ ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى'' (احزاب:۳۳)(اور تم اپنے گھروں میں سکون سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کی طرح مت پھرو)۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشيطان'' (ترمذی ۱/۲۲۲، کتاب الرضاع) (عورت سراپا چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے)۔

فقہ کا قاعدہ ہے:

''الضرورات تقدر بقدرها'' (المنہاج ۲۹) (جو چیز ضرورتاً جائز ہوتی ہے، وہ بقدر ضرورت ہی جائز رہتی ہے)۔

۴- اندرون خانہ معاشی سرگرمی:

مرد اپنی بیوی کے نفقہ کا اس لئے ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ شوہر کے کاموں میں خود کو مصروف رکھتی ہے اور شوہر کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے، اگر عورت گھر میں رہتے ہوئے کسی طرح کی معاشی سرگرمی اختیار کرے جس سے شوہر کے حق میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اس کو کوئی نقصان نہ ہو تو عورت کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہوگا، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''مناسب بات یہ ہے کہ مرد کے لئے عورت کو ہر ایسے کام سے روکنے کا حق ہوگا جس سے اس کے حق میں کمی آئے یا اس کو نقصان پہنچے، یا عورت کو گھر سے نکلنا پڑے، البتہ ایسا کام جس سے مرد کو کوئی نقصان نہ ہو، تو ایسے کام سے روکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، خصوصاً مرد کے گھر سے باہر رہنے کے وقت میں، کیونکہ عورت کو گھر میں بے کار چھوڑنے سے نفس اور شیطان کے وسوسہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، یا اجنبی اور پڑوسیوں کے ساتھ بے کار کاموں میں مشغول ہونے کا خطرہ ہے'' (ردالمحتار ۵/۴۵۹)۔

موجودہ دور میں انٹرنیٹ پر گھر بیٹھے ملازمت کی سہولت ہے، اسی طرح گھر بیٹھے دوسری معاشی سرگرمی جاری رکھنا باہر نکل کر ملازمت کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

۵-کسب معاش کے لئے باہر نکلنا:

عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، خصوصاً روزانہ ملازمت کے لئے باہر جانے کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہے، چاہے مرد اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، چنانچہ سنن ابوداؤدطیالسی میں ایک روایت ہے:

''سیدا ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا: شوہر کا حق اس کی بیوی پر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ خود کو نہ روکے، اگر چہ وہ اونٹ کے کجاوہ میں ہو، شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کچھ خیرات نہ کرے، اگر ایسا کرے گی تو شوہر کو ثواب ملے گا اور عورت کو گناہ، وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے، اگر اس نے روزہ رکھا تو گنہگار ہوگی، اس کو ثواب نہیں ملے گا اور وہ شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر نکلے گی تو غضب اور رحمت کے فرشتے لعنت کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ وہ گھر واپس آجائے، کہا گیا: اگر شوہر ظالم ہو؟ فرمایا: اگر چہ وہ ظالم ہو اور بطور ظلم گھر سے باہر نہ نکلنے دے'' (سنن ابی داؤد الطیالسی ۱/۳۱۲، المعجم الأوسط ۱/۳۱)۔

لیکن عورت کے لئے بغیر محرم یا شوہر کے مسافت شرعی سے کم دور کا سفر کرنا جائز ہے، مسافت شرعی یعنی ۴۸ میل (۷۷ کیلومیٹر) کا سفر بغیر محرم یا شوہر کے جائز نہیں ہے، جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے:

''لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا مع ذي رحم'' (بخاری ۱/۱۴۷)۔

(عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے)۔

۶-ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود:

خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود اور آداب یہ ہیں:

۱-وقت کی پابندی کرے، یعنی وقت پر ملازمت کی جگہ پہنچ جائے اور وقت ختم ہوتے ہی گھر واپس آجائے۔

۲-سادہ لباس میں برقعہ اور نقاب پہن کر باہر نکلے اور کام کی جگہ پر بھی برقعہ نہ اتارے۔

۳-کام کرنے والے دوسرے مردوں سے بلاضرورت گفتگو اور ربط ضبط نہ رکھے۔

۴-مردوں کے ساتھ کھانے پینے سے گریز کرے۔

۵-فنکشن وغیرہ میں فرمائش پر بھی نعت یا گانا وغیرہ نہ گائے۔

٦-جائے ملازمت کی کوئی بات شوہر سے نہ چھپائے۔

۸-راستہ میں یا دوران ملازمت کوئی ناشائستہ سلوک یا ہراساں کرے تو اس کی اطلاع شوہر کو ضرور دے وغیرہ۔

امام غزالی نے اس بارے میں لکھا ہے:

''عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے، اگر شوہر کی اجازت سے نکلے تو چھپ کر معمولی لباس میں خالی جگہوں سے گزرے، اس بات سے احتراز کرے کہ اجنبی اس کی آواز سنے یا اس کو پہچان پائے، وہ اپنے شوہر کے دوستوں کو پہچھوانے کی کوشش نہ کرے، بلکہ جو بھی اسے پہچانتا ہو یا پہچاننے کی کوشش کرے، اس کے سامنے اجنبی پن کا مظاہرہ کرے'' (احیاء علوم الدین ۲/٦٦)۔

۷-خواتین کے درمیان ملازمت:

ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں، جیسے گرلز ہائی اسکول میں طالبات کو پڑھانا ہوتا ہے، جس میں زیادہ تر جماعت میں خواتین معلمات اور اسٹاف ہوتی ہیں، لیکن آفس میں مرد ہیڈ ماسٹر اور مرد کارکن بھی ہوتے ہیں، نگرانی کے لئے مرد ہیڈ ماسٹر آتے جاتے رہتے ہیں اور دوسرے مرد آفیسر اور دوسرے مردوں کا اسکول آنا جانا ہوتا ہے، اس لئے وہاں بھی برقعہ اتارنے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ چہرہ سے نقاب اتارنے کی اجازت ہوسکتی

ہے کہ نقاب لگا کر کام کرنا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح اسکول یا ادارہ کے ذمہ داروں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہوسکتی ہے، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

”وینظر من الأجنبیة ولو کافرة إلی وجھھا وکفیھا فقط للضرورة قیل: والقدم والذراع إذا أجرت نفسھا للخبز“ (الدرالمختار ۹/۵۳۱)۔

(اجنبی عورت اگر چہ کافرہ ہو کا صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ضرورت کے وقت دیکھنے کی گنجائش ہے، کہا گیا ہے کہ قدم اور ہاتھ بھی، جبکہ اس کو روٹی بنانے کے لئے اجرت پر رکھا گیا ہو)۔

۸-سن رسیدہ اور جوان کا فرق:

اگر عورت کے کام کرنے کی جگہ پر دوسرے مرد کارکن بھی ہوں اور عورت کو چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی ضرورت ہو تو ان کے کھولنے کی گنجائش ہوگی جیسا کہ شامی میں ہے:

”قال الإتقانی: عن أبی یوسف أنه یباح النظر إلی ساعدھا ومرفقھا للحاجة إلی إبدائھما إذا أجرت نفسھا للطبخ والخبز“ (ردالمختار ۹/۵۳۱)۔

(اتقانی نے کہا: کہ امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ عورت کی کلائی اور کہنی دیکھنا جائز ہے جبکہ اس کے کھولنے پر مجبور ہو اور اس نے کھانا پکانے اور روٹی بنانے کی ملازمت اختیار کی ہو)۔

فقہاء نے بے پردہ کے باب میں بوڑھی اور جوان عورتوں کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

”اگر شہوت کا اندیشہ یا شک ہو تو اس کا چہرہ دیکھنا ممنوع ہوگا، گویا دیکھنے کا جواز عدم شہوت کے ساتھ مشروط ہے، ورنہ حرام ہے، یہ حکم ان کے زمانہ میں تھا، اب ہمارے زمانہ میں جوان عورت کو دیکھنا (مطلقا) ممنوع ہوگا، اس لئے نہیں کہ یہ ستر میں شامل ہے، بلکہ فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے“ (الدرالمختار ۹/۵۳۲)۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

''وإذا سلمت المرأة الأجنبية على رجل: إن كانت عجوزا ردالرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع، وإن كانت شابة ردعليها في نفسه''(ردالمحتار ۵۳۰/۹)۔

(جب اجنبی عورت مرد کو سلام کرے، تو اگر بوڑھی ہو تو مرد سلام کا جواب زبان سے دے جس کو وہ سن سکے اور اگر عورت جوان ہو تو دل میں جواب دے)۔

فقہاء کی ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ پردہ کے باب میں بوڑھی اور جوان عورت کا فرق ہے، اور بوڑھی عورت کے لئے پردہ کے احکام میں زیادہ گنجائش ہے، لیکن ملازمت خصوصاً سرکاری ملازمت نوجوانوں کو دی جاتی ہے اور بڑھاپے کی عمر یعنی ۵۸ سال ہونے پر ریٹائرڈ کردیا جاتا ہے، نیز خانگی ملازمت میں بھی جوانوں کو ترجیح دی جاتی ہے، بوڑھوں کو ملازمت دینے سے عموماً لوگ کتراتے ہیں۔

۹- سیلز گرل اور آفس کے کاموں میں فرق:

خواتین اگر ملازمت کرنے پر مجبور ہوں تو انہیں ایسی ملازمت کو ترجیح دینی چاہئے جہاں زیادہ سے زیادہ پردہ ہو سکے اور کم سے کم بے پردگی ہو، جس کام میں مردوں کا سامنا کم سے کم ہو، ایسی ملازمت کو ترجیح دینا ضروری ہوگا، فقہ کا قاعدہ ہے:

''ويتحمل الضرر الأخف لدفع الضرر الأشد أو الأعم''(المنهاج في علم القواعد الفقهية: ۳۳)۔

(شدید اور عام نقصان کو دور کرنے کے لئے کم تر نقصان کو برداشت کیا جائے گا)۔

۱۰- گھر سے دور رہ کر ملازمت:

عورت کا تنہا اپنے گھر اور اپنوں سے دور رہ کر ملازمت کرنا اور تنہا جائے ملازمت میں مستقل قیام کرنا خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک جائز نہیں ہوگا، رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

''لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا مع ذي رحم'' (بخاری ۱/۱۴۷)۔
(عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے)۔
جب تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے تو تن تنہا گھر بار سے دور رہنا کیسے جائز ہوگا۔

جوابات کا خلاصہ:

۱- شریعت اسلامی نے خواتین کو کسب معاش کی فکر سے آزاد رکھا ہے۔

۲- شریعت نے خواتین کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے باپ، شوہر اور بیٹے پر رکھی ہے، لیکن ان کے نہ ہونے کی صورت میں خواتین پر اس کے اور اس کے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری ہوگی۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گزاری کے لئے گھر سے باہر معاشی جدوجہد اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۴- خواتین کے لئے اندرون خانہ معاشی سرگرمیوں کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہوگی، بشرطیکہ شوہر کے حق میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

۵- عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جانے کے لئے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا، البتہ مسافت سفر کے بقدر دوری کے لئے تنہا سفر کرنا جائز نہیں ہوگا۔

۶- خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود یہ ہیں:

وقت کی پابندی، سادہ لباس، پردہ کی رعایت، بلاضرورت مردوں سے گفتگو اور ربط ضبط سے اجتناب، مرد ساتھیوں کے ساتھ کھانے پینے سے گریز، فرمائش پر نعت یا گانا گانے سے پرہیز، نماز کا اہتمام، باہر کی بات شوہر سے نہ چھپانا وغیرہ۔

۷- جس ادارہ میں خواتین ہی کام کرتی ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں، وہاں خواتین کو برقعہ پہنے رہنا چاہئے، البتہ نقاب اتارنے کی گنجائش ہے۔

۸- اگرعورت ایسی جگہ کام کرتی ہو جہاں مرد کارکن بھی ہوں، توضرورتاً عورت کو چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی اجازت ہوگی، پردہ کے باب میں بوڑھی اور جوان عورت میں فرق کیا گیا ہے، لیکن بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے پر ریٹائرڈ کر دیا جاتا ہے۔

۹- جس ملازمت میں مردوں کا سامنا کم سے کم ہو، ایسی ملازمت کو ترجیح دینا ضروری ہوگا۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک مستقل قیام کرنا جائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد ارشد فہیم مدنی ☆

۱ - خواتین کی ملازمت اور کسب معاش سے متعلق اسلام کا جو نظریہ ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختلف معاشرتی مفادات کی رعایت کے پیش نظر ان کو اسلام میں مملکت کی سربراہی کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ حکومت کی سربراہی کے علاوہ اس درجہ کے دوسرے اہم مناصب کا بوجھ بھی ان پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ کیونکہ معاشرہ میں ان کی دوسری ذمہ داریوں پر اس کا گہرا اثر پڑے گا۔ اور اسی طرح اخلاق و آداب کے اصول بھی متاثر ہوں گے۔

لیکن مذکورہ اہم اور محنت طلب مناصب کے علاوہ دوسرے تمام کام اور ملازمت کا حق عورتوں کو حاصل ہے۔ بشرط کہ عام اسلامی احکام و اخلاق کے دائرہ میں رہ کر خواتین اپنی ذمہ داریاں ادا کرسکیں۔

اسلام نے خواتین کے ہاتھوں انجام پانے والے جملہ معاملات اور تجارتی لین دین کو صحیح اور جائز قرار دیا ہے، اور اس سلسلہ میں ان پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ اپنے ولی یا شوہر کی اجازت سے ان امور کو انجام دیں۔

اسلام نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر، رشتہ دار یا کوئی اور شخص کفیل نہ ہو، اور بیت المال بھی اسے مدد نہ دے رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنی معاشی ضرورت کے لئے کام کاج کرسکتی ہے، حتی کہ اگر باپ کی موجودگی میں اس کی رضامندی سے بیٹی کسی دست کاری

☆ نائب رئیس جامعہ امام ابن تیمیہ، مدینۃ السلام، بہار، و مدیر اعلی ماہنامہ مجلہ طوبی۔

سے پیسے کمارہی ہوتو باپ اس پر خرچ کرنے کی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت عورت کے لئے کام کی اجازت پر علماء اسلام کا اتفاق ہے، بشرط کہ اسلامی اخلاق وآداب کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔

۲- اسلامی شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے،خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا۔بلکہ اسلام نے گھریلو اخراجات، اولاد کی تربیت اور دوسری ذمہ داریوں کا بوجھ بیوی کی بجائے شوہر پر ڈالا ہے۔بیوی اس سلسلہ میں اگر کوئی تعاون کرتی ہے۔تو یہ اس کا حسن سلوک اور نیکی ہے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا:'' من استطاع منكم الباءة فليتزوج'' (جس شخص کے پاس مکان اور اخراجات پورے کرنے کی طاقت ہے، وہ شادی کرے) (بخاری ۱۴۰۰)۔

دوسری حدیث میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بعد از عدت جنہوں نے پیغام نکاح بھیجے ان میں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' أما معاوية فصعلوك لا مال له'' (معاویہ تو خالی ہاتھ ہے، اس کے پاس کوئی مال نہیں) (مسلم ۱۴۸۰)، اس وجہ سے ان سے نکاح نہیں کیا، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ان کا نکاح کردیا، ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان کی بیوی نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ ابوسفیان مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا کہ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ ہوسکے۔تو آپ نے فرمایا،تو اپنا حق اس کے مال سے لے سکتی ہے۔خود لے لیا کرو (بخاری ۳۸۲۵)۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلامی شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے،خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا۔

۳- اگر عورتوں کے ساتھ کوئی اقتصادی مجبوری نہ ہو، اور عورتوں کے اخراجات برداشت کرنے والا کوئی مرد موجود ہو،تو محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اختیار کرنا اسلام کی نگاہ میں صحیح نہیں ہے۔

اسلام کے اس نقطۂ نظر کا معاشرہ پر لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ خانگی امور میں نظم وضبط برقرار رہتا ہے، اولاد کی باقاعدہ تربیت ونگرانی ہوتی ہے، زندگی کے مسائل کو حل کرنے میں مرد کو تعاون ملتا ہے، اور غلط کار مردوں کو یہ موقع حاصل نہیں ہوتا کہ وہ عورتوں کو بداخلاقی و بے حیائی کی جانب مائل کرسکیں، اس طرح معاشرہ یقینی طور پر صاف ستھرا اور قابل تقلید بن جاتا ہے، اور اس کے افراد ذہنی سکون وآرام سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اسلام کے اس نظریہ کے خلاف اگر محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد کی اجازت دے دی جائے تو درج ذیل حقائق کو فراموش کرنا ہوگا:

(الف) ملازمت کے میدان میں عورتوں کی شرکت سے مردوں کے اندر بے روزگاری کی عام شکایت ہے، اور اس سے اقتصادی حالت پر یقینا برا اثر پڑتا ہے۔

(ب) معیار زندگی کو بلند کرنے یا سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے معاشی جد وجہد اختیار کرنے سے مادی فائدہ یقینا ہوگا، مگر اس کی بناء پر اس معنوی معاشرتی خسارہ کو نظر انداز کردینا بالکل غلط ہوگا، جو عورت کے گھر چھوڑنے سے خاندان اور اولاد کو لاحق ہوتا ہے۔ کیا یہ خسارہ نفع سے زیادہ مضر ثابت نہیں ہوگا؟

(ج) خانگی امور کی انجام دہی اور اولاد کی تربیت ونگرانی کے بعد عورت کے پاس اتنا وقت ہی نہیں بچ سکتا ہے کہ وہ بیکاری میں مبتلا رہے کہ اس کو وقت گذاری کی ضرورت پڑے۔ اولاد کی تربیت کے کام کو جو لوگ آسان سمجھتے ہیں، وہ حقیقت میں اس کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔

۴- واضح رہے کہ مذہب اسلام نے عورت کے لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں کفالت وحفاظت کا ایک ذمہ دار مقرر کیا ہے، شادی سے پہلے باپ، شادی کے بعد شوہر اور شوہر کے بعد اولاد اس کی کفالت کی ذمہ دار ہے۔ شوہر یا اولاد سے محرومی کے بعد بھی اسلام نے عورت کی

کفالت اور باعزت زندگی کا انتظام کیا ہے، اور اس کے والدین، بھائی وغیرہ پر اس کی کفالت کی ذمہ داری ڈالی ہے، لہذا خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی بھی صورت اختیار کرنے میں، چاہے وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

۵- علماء اسلام نے کتاب وسنت کی روشنی میں عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے کچھ آداب وشرائط متعین کئے ہیں۔ ان ہی آداب وشرائط میں سے یہ بھی ہے کہ عورت کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے۔ اگر ان کی اجازت نہ ہو تو پھر عورت کا گھر سے نکلنا چاہے کسب معاش کے لئے ہو یا کسی اور غرض سے جائز نہیں۔ امام بیہقی کی ایک روایت میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں (بیہقی: ۷/ ۲۹۲)۔

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت تم سے مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے نہ روکو۔ (بخاری مع الفتح: ۹/ ۳۳۷)۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے لئے نکلنے میں بھی عورت کو شوہر سے پوچھنا چاہئے، لہذا دوسرے کاموں کے لئے پوچھنا اور زیادہ ضروری ہوا۔

شیخ الاسلام علامہ امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلے گی، تو اللہ اور رسول کی نافرمانی تصور کی جائے گی اور سزا کی مستحق ہوگی (فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/ ۲۸۱)۔

اسلامی شریعت کے جن دلائل سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ خواتین کا ولی یا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا درست نہیں ہے۔ انہیں دلائل سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں دور ونزدیک اور رات ودن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ ولی اگر کسی خاتون کی کفالت نہ کرتا ہو (جو اس کی شرعی ذمہ داری ہے، اور یہ مسئلہ کسی بھی طرح سے حل بھی نہ ہو پاتا

ہو) تو ایسی صورت میں اس خاتون کا ولی کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا درست ہوگا۔ مگر شرعی حدود وقیود کی پابندی اس پر ضروری ہوگی۔

۶- عورت کو باہر ملازمت یا کام کاج کرنے میں جن حدود وقیود اور آداب وشرائط کو بنیادی طور پر ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

(الف)۔ جو کام اختیار کیا جائے وہ ایسا نہ ہو کہ اس سے عورت کی ان گھریلو ذمہ داریوں پر اثر پڑے جو ایک ماں یا خانگی امور کی نگراں کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔

(ب)۔ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اور جسم کے جن حصوں کا پردہ ضروری ہے، انہیں کھولنے کی نوبت نہ آئے۔

(ج)۔ کام کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے دوران عورت کو ایک یا چند ملازمین کے ساتھ کسی کمرہ میں تنہا نہ رہنا پڑے، کیونکہ شریعت کی نظر میں ایسی تنہائی انتہائی خطرناک ہے۔

(د)۔ عورت مردوں کے سامنے اپنی زینت وآرائشگی کا اظہار نہ کرے، بناوٹ کے انداز سے بات نہ کرے اور ایسا طریقہ نہ اختیار کرے جس سے شک وشبہہ پیدا ہو۔

(ھ)۔ اخلاق وآداب کے تحفظ کے لئے اسلام نے جو عام اصول مقرر کئے ہیں، ان کی پابندی کی جائے۔

(و)۔ عورتوں پر ملازمت یا کام کاج کا بوجھ ڈالتے ہوئے ان کی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ بلاتفریق ہر طرح کے مشکل وآسان کام میں عورتوں کو لگا دینا ان کی اور خود معاشرہ کی مصلحت کے خلاف ہے، بہت سے کام ایسے ہیں، جنہیں عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طور پر انجام دے سکتی ہیں، مثلاً عورتوں اور بچوں کا علاج وتیمارداری، بچوں اور بچیوں کی ابتدائی وثانوی تعلیم اور سماجی خدمات کے مختلف شعبے، عورتوں کو اگر ان شعبوں میں ملازمت دی جائے تو یقیناً وہ مردوں سے بہتر خدمت انجام دے سکتی ہیں، اور ان کی صلاحیتوں سے ملک وقوم کو اہم فائدے پہنچ سکتے ہیں۔

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے) جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، تو اس سے بہتر عورتوں کے لئے کام کرنے کی جگہ اور ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ایسی جگہ عورتوں کے اوپر پردہ لازم نہیں ہے۔ ہاں البتہ ان اداروں کے ذمہ دار مرد ہوں تو اگر ان سے مواجہہ ہو یا کسی ضرورت کے تحت ان سے کوئی بات کرنی ہو یا ان کے پاس آنا ہو تو عام اجنبی مردوں کی موجودگی میں جس طرح کا پردہ مطلوب ہے، اسی ڈھنگ سے ان کے پاس بھی پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو واضح رہے کہ ایسی جگہ عورتوں کا کام کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اختلاط مردوزن ہوگا اور یہ ایسا عظیم فتنہ ہے، جس سے بچنا اور پرہیز کرنا واجب ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اجنبیہ کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار کرنے سے مطلق منع فرمایا ہے اور علت یہ بیان فرمائی ہے "إن ثالثهما الشيطان" (یقیناً ان دونوں کا تیسرا شیطان ہے" نیز رسول کریم ﷺ کی حدیث ہے: "ما تركت بعدي فتنة أضر على الرجال من النساء وأن فتنة بني اسرائيل كانت في النساء" (میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں پر عورتوں کے فتنہ سے زیادہ سنگین ہو۔ یقیناً بنی اسرائیل کا (پہلا) فتنہ عورتوں کے معاملہ میں رونما ہوا تھا" لہذا ذریعہ فساد کو ختم کرنے، گناہ کے دروازہ کو بند کرنے، اسباب شر کو مٹانے اور شیطان کے مکر وفریب سے مردوزن کو محفوظ رکھنے کی خاطر یہ ضروری ہے کہ فتنہ کے مواقع اور اسباب سے بہر حال خواتین کو دور رکھا جائے۔

مذکورہ تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مردوزن کی اختلاط کی جگہوں میں خواتین کی ملازمت ہی از روئے شرع درست نہیں۔ لہذا پردہ کی حدود کی تعیین پر گفتگو کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک سن رسیدہ خواتین اور جوان عورتوں کے درمیان فرق کا سوال ہے، تو واضح رہے کہ اسلام کے مزاج میں دونوں کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ اور فتنہ کے سدباب کے لئے بھی دونوں کے درمیان فرق کرنا درست نہیں۔

۹- اس کا تو فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہو۔ مگر اسلامی شریعت میں مردوں کے عام اختلاط سے منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا کم سامنا ہو یا زیادہ دونوں صورتوں میں ایسی جگہوں میں عورتوں کا کام کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) مستقل قیام کی شریعت میں اجازت موجود نہیں ہے، لہٰذا ایسا کرنا اسلامی شریعت کی نگاہ میں جائز نہیں۔ اسلام نے عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور قیام کرنا سفر کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''لا تسافر المرأة ثلاثة أيام إلا ومعها ذو محرم'' (عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر جب کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو)۔

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر دو دن یا دو رات کی مسافت طے کرنے سے منع فرمایا۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''لا يحل لإمرأة تسافر مسيرة يوم وليلة إلا مع ذي محرم عليها'' (متفق علیہ) (کسی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرے مگر ایسے شخص کے ساتھ جو اس پر حرام ہو)۔

مذکورہ احادیث کی روشنی میں کسی عورت کا گھر یا اپنوں سے دور قیام کرنا خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک بلا محرم کے سفر کرنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ لہٰذا ایسا کرنا خواتین کے لئے ازروئے شرع درست نہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا اقبال احمد قاسمی کانپوری ☆

عورتوں کے تلاش معاش کے سلسلہ میں اسلام کا نظریہ بالکل واضح ہے وہ یہ کہ عام حالات میں خواتین کسب معاش سے بالکل فارغ البال ہیں، مرد وعورت کے مابین تخلیقی اور فطری اعتبار سے جسمانی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام نے معاش کی ذمہ داریاں عورت کے سر نہیں ڈالی ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ مرد وعورت کے درمیان طبعی ونفسیاتی فرق موجود ہے چنانچہ عورتوں کی تمام قوتیں (جس میں قوت عمل بھی ہے اور دماغی صلاحیت بھی) مرد کے مقابلہ میں کم تر ہوتی ہیں، صرف علماء شریعت کے نزدیک ہی نہیں بلکہ اہل سائنس اور طبعیات کے ماہرین کے نزدیک بھی۔

کسب معاش کی مختلف شکلیں ہیں جن کے پیش نظر عورت سرمایہ جمع کرنے کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت سے وہ صورتیں اختیار کر سکتی ہے جن میں گھریلو مصروفیات کے ساتھ اندرون خانہ رہ کر ہی معاشی ترقی کے مواقع ممکن ہوں اور اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو باہر نکل کر معاش کا حصول بدرجہ مجبوری بوقت حاجت جائز اور بلا ضرورت جائز نہیں۔

البتہ ایسی معاشی شکلیں جن میں قباحتیں نہ ہوں عورت بلا اجازت بھی اختیار کر سکتی ہے، جیسا کہ ''اما الذی لا ضرر فیه فلا وجه لمنعها'' دلالت کرتا ہے۔

اگر عورت کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اندرون خانہ رہ کر نہ بن سکے اور شوہر یا ولی سے اخراجات کا مسئلہ حل نہ ہو اور وہ اس کو باہر نکلنے کی اجازت دے دیں یا مثلاً اس کی کفالت

☆ صدر مدرس ومفتی مدرسہ اسلامیہ عربیہ مظہر العلوم بیکن گنج کانپور۔

کرنے والا کوئی نہ ہو اور حصول معاش کے لئے نکلنا ناگزیر ہو تو وہ ایک دن اور رات کی مسافت (سولہ میل) سے کم فاصلہ پر رہتے ہوئے کوئی جائز کام کے لئے پردہ وغیرہ کی رعایت کے ساتھ بلا محرم کے بھی جا سکتی ہے، لیکن محض معاشی ترقی کے لئے ان حدود کے باوجود بیرون خانہ معاش کے لئے نکلنا کراہت سے خالی نہیں۔

باقی ضرورت کے تحت باہر نکل کر معاش کے حصول کی اجازت خیر القرون کے واقعات سے بھی ملتی ہے، مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میری خالہ کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی انہوں نے عدت کے زمانہ میں ہی اپنے کھجور کے چند پیڑ کاٹ کر فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو ایک صاحب نے سختی سے منع کیا کہ اس مدت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں یہ حضور ﷺ کی خدمت میں استفسار کے لئے گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اخرجی فجدی نخلک لعلک أن تصدقی منه أو تفعلی خیرا'' (ابوداؤد باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار)۔

(کھیت جاؤ اور اپنے کھجور کے درخت کاٹو اور فروخت کرو اس رقم سے شاید صدقہ و خیرات کر سکو یا اور کوئی بھلائی کا کام کر سکتی ہو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دور اول کی خواتین ضرورت پر بازار اور کھیت وغیرہ آیا جایا کرتی تھیں اس کی تائید حضرت عائشہؓ کے بیان کردہ ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے فرماتی ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سودہؓ کو باہر دیکھ کر تنقید کی تو وہ خاموشی سے گھر واپس چلی آئیں اور حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا پھر اس کے بعد آپ ﷺ پر نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''انه اذن لکن أن تخرجن لحاجتکن'' (بخاری، مسند احمد ۶/۵۶، باب قولہ لا تدخلوا بیوت النبی)۔

(بے شک اللہ تعالی نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی صنعت وحرفت سے واقف تھیں، اس کے ذریعہ اپنے اور اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتی تھیں ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

"إنی امرأة ذات صنعة ابیع منها ولیس لی ولا لزوجی ولا لولدی شیٔ" (طبقات ابن سعد ۲۱۲/۸)۔

(میں ایک کاریگر ہنر مند عورت ہوں، چیزیں تیار کر کے فروخت کرتی ہوں میرے شوہر اور بچوں کے پاس تو کچھ نہیں ہے (میں خرچ پورا کرتی ہوں)۔ آپ ﷺ نے ان کی ہمت افزائی کرتے ہوئے فرمایا: ہاں تم کو اس کا اجر ملے گا۔

یہاں یہ مسئلہ بھی قابل ذکر ہے کہ اگر شوہر کی اجازت سے عورت معاش میں لگی ہے تو وہ بدستور شوہر سے نفقہ پانے کی مستحق رہے گی، اور جو عورت شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر دن و رات حصول معاش میں مشغول رہتی ہو یا دن کو مشغول رہ کر رات کو چلی آتی ہو، یا اس کے برعکس ہو ایسی بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔

"ولوسلمت نفسها باللیل دون النهار أو عکسه فلا نفقة لنقض التسلیم" (درمختار مع شامی باب النفقہ ۸۹۱/۲)۔

(اگر عورت شوہر کے سپرد رات میں رہے دن میں نہ رہے یا اس کے برعکس تو وہ نفقہ کی مستحق نہیں، کیونکہ اس نے اپنے کو مکمل حوالہ نہیں کیا)۔

جہاں تک بیرون خانہ معاش کے لئے اجازت کی ضرورت کی بات ہے تو اس کے متعلق حدیث وفقہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر یا ولی کی موجودگی میں جبکہ وہ کفالت اور واجبی خرچ پورا کر رہا ہو ان کی اجازت کے بغیر معاش کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

ضرورت کے تحت حصول معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں اس کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ اگر عورت گھر سے اتنی دوری پر جارہی ہے جو تین یوم اور تین رات کی مسافت کے

بقدر (۴۸ میل) ہے یا ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن ورات کی مسافت کا سفر ہے (سولہ میل) تو بلا محرم کے نہ جائے اس سے کم کی مسافت پر آمد ورفت میں محرم کی حاجت نہیں اگرچہ مطلق سفر کے لئے بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر شوہر یا محرم کے نہ جائے۔

''عن ابی هریرةؓ قال قال النبی ﷺ لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر أن تسافر مسیرة یوم ولیلة لیس معها حرمة'' (رواہ البخاری ۱/۱۴۸)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کی مسافت کا سفر کرے)۔

علامہ شامیؒ نے کتاب الحج میں البحر الرائق سے نقل کرتے ہوئے تین دن تین رات سے کم کی مسافت میں کسی حاجت کے درپیش ہونے پر بغیر محرم کے چلے جانے کی اجازت دی ہے لیکن ساتھ ہی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مسلک لکھا ہے کہ وہ ایک دن کی مسافت کے لئے بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر میں نکلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اس کے بعد لکھتے ہیں:

''وینبغی أن یکون الفتوی علیه لفساد الزمان'' (شرح اللباب)۔

(اور چاہئے کہ فتوی اسی پر دیا جائے (کہ بلا محرم یا شوہر کے ایک دن کا سفر بھی جائز نہیں) کیونکہ زمانہ خراب ہے یعنی زمانہ کے لوگ بگڑ گئے ہیں)۔

جہاں تک مسئلہ حصول معاش کے سلسلہ میں دن ورات کے فرق کا ہے اس سلسلہ میں عورت کے لئے عورت ہونے کی بنا پر اپنی معاشی ضرورت دن کے اندر نکل کر ہی پوری کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے جیسا کہ معتدہ الوفات کے لئے ضرورت پر دن میں ہی معاش ڈھونڈنے کا حکم ہے کسی بھی عورت کے لئے بلا محرم رات کو باہر نکلنا یا ٹھہرنا فتنوں کو دعوت دینا ہے۔

خواتین کی ملازمت کے شرعی حدود:

جس طرح شریعت نے مردوں کو کسب معاش کے سلسلہ میں آزاد نہیں چھوڑا ہے کہ وہ

جو چاہیں جیسے چاہیں جہاں چاہیں کما سکیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی کسب معاش کی اجازت بوقت حاجت ہے مطلقاً نہیں۔

لیکن بعض حالات میں مجبور عورتوں کے لئے ملازمت ہی معاش کا ذریعہ ہوتی ہے مثلاً عورت مطلقہ ہے یا بیوہ ہے اور آمدنی کے سارے راستے اس پر بند ہوں اور وہ نوکری کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کر سکتی ہے تو اسے چاہئے کہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے، بوجھ بننے کے بجائے ملازمت اختیار کرے تا کہ وہ تمام رسوائیوں سے محفوظ رہے بعض حالات میں شوہر کی موجودگی میں بھی عورت کو نوکری کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے، مثلاً شوہر کی آمدنی اخراجات کے لئے ناکافی ہو یا عورت کے بوڑھے ماں باپ ہوں اور چھوٹے بھائی بہن ہوں وغیرہ ان حالات میں اسے کوئی جائز ملازمت اختیار کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام جو بوڑھے ہو چکے تھے ان کی بیٹیاں گھر سے باہر جا کر پانی بھرنے اور دوسرے کام کی ذمہ داریاں انجام دیتی تھیں قرآن میں اس کا ذکر ہے۔

"قالتا لا نسقی حتی یصدر الرعاء و ابونا شیخ کبیر" (القصص، ۲۳)۔

(دونوں بیٹیاں بولیں ہم اپنے جانوروں کو باقی چرواہوں کے جانے کے بعد سیراب کر سکیں گے، اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں)۔

بعض شعبے ایسے بھی ہیں کہ ان میں خواتین ملازمہ ہونا بھی ضروری ہے مثلاً بیمار عورتوں کے معالجہ کے لئے لیڈی ڈاکٹرس کا ہونا، مسلم لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے معلمات کا ہونا وغیرہ۔

خواتین کے درمیان رہ کر ملازمت کی صورت:

جن اداروں میں صرف خواتین ہی ملازم ہوں اور مردوں سے اختلاط بھی نہ ہو اگر چہ اس ادارہ کا ذمہ دار مرد ہو تاہم ایسے ادارہ میں اگر عورتیں باپردہ ہو کر آئیں اور عورتوں کے درمیان اپنی ڈیوٹی انجام دے کر باپردہ چلی جائیں اور ادارہ کے ذمہ دار کے ساتھ خلوت میں سامنا نہ ہو تو

ایسی صورت میں عورت کے لئے یہ ملازمت ولی یا شوہر کی اجازت سے یا مجبوری میں اختیار کرنا جائز ہے اور بلاضرورت محض مادی ترقی یا شوقیہ نوکری کے لئے ملازمت کرنا درست نہ ہوگا۔

اگر ادارہ کا مالک مرد ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ اختلاط یا خلوت کی نوبت آتی ہو یا اس سے اطمینان نہ ہو تو پھر ایسے ادارہ کی ملازمت قبول کرنا جائز نہ ہوگا، یہ ادارہ کی ملازمت نہیں بلکہ اس کی شخصی اور فرد کی ملازمت ہوگی جس کی ممانعت ہے اگر چہ ملازمت کی اجرت جائز ہی رہے گی۔

جہاں تک مسئلہ ایسی حالت میں یعنی خواتین کے درمیان ملازمت کرنے میں پردہ کا ہے تو اجنبی مرد جو مالک ہے اس سے تو پردہ کے ساتھ ہی ضروری گفتگو کر سکتی ہے بے پردہ ہونا جائز نہیں۔

جس فیکٹری یا ادارہ میں مرد وعورت کا مخلوط اجتماع رہتا ہو وہاں عورت کا ملازمت میں حصہ لینے میں جو قباحتیں ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔

مرد کارکنوں کے ساتھ ملازمت کی ممانعت کا حکم تمام عورتوں کے لئے یکساں نہیں ہے بلکہ جس طرح دیگر مسائل میں جوان اور بوڑھی عورتوں کے مابین فرق ہے مثلاً جوان عورت کے لئے چہرہ کا پردہ لازم ہے جبکہ بوڑھی عورت کے لئے تخفیف ہے، اسی طرح بوڑھی عورت کو سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کی اجازت ہے اجنبی جوان عورت کو سلام کرنا منع ہے، اگر کوئی اسے سلام کرے تو دل ہی میں جواب دینے کا حکم ہے، نیز میدان جہاد میں مجاہدین کی مرہم پٹی اور ان کے کھانے پینے کا نظم کرنے کے لئے بوڑھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے، جوان عورتوں کا نکلنا جائز نہیں۔

اس لئے مرد کارکنوں کے درمیان جوان خاتون کا ملازم رہنا کسی طرح جائز نہیں تاہم ایسی بوڑھی عورتوں کا وہاں کام کرنا جو مردوں کے لئے کسی بھی طرح کشش کے قابل نہیں ضرورت کی صورت میں اس کی اجازت ہوگی۔

خاتون کا سیلز گرل ہونا یا آفس میں کام کرنا:

تجارت کی دوکان ہو یا کسی محکمہ کا آفس، اگر وہاں بے پردہ ہوکر بیٹھنا پڑتا ہے اور غیر محرم سے باتیں کرنی پڑتی ہیں تو شریعت میں ایسی ملازمت کی گنجائش نہیں ہے، بے پردگی اور بے حجابانہ گفتگو کی قطعاً اجازت نہیں ہے، لہذا خاتون کا سیلز گرل ہونا یا ایسے آفس میں کام کرنا جس میں مردوں سے گفتگو اور سامنا بار بار کرنا پڑتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، البتہ ایسے آفس میں جہاں کئی خواتین ہوں اور مرد کا گذر کم ہو تو ضرورت پر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

کسب معاش کے لئے خواتین کا گھر سے باہر مستقل قیام:

بہت سی مسلمان عورتیں کسب معاش کے لئے یا تعلیم کی غرض سے اندرون ملک کسی دور دراز علاقہ میں یا بیرون ملک تنہا قیام پذیر رہتی ہیں ان کے ساتھ ان کا کوئی محرم نہیں ہوتا، اس طرح کسی عورت خصوصاً جوان خاتون کا باہر تنہا قیام کرنا شرعاً ناجائز اور گناہ کا عمل ہے۔

"قد ثبت في الحديث قول النبي ﷺ " يخلون رجل بامرأة إلا كان الشيطان ثالثهما" فالخلوة عامة في البيت والسيارة والسوق والمتجر ونحوه وذلک لانهما مع الخلوة لا يومن أن يكون حديثهما في العورات وما يثيرا الشهوة الخ" (فتاوی المرأۃ/۱۱۱) (حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی اجنبی مرد وعورت تنہا نہ ہوں ورنہ شیطان ان دونوں کے بیچ آجائے گا، یہاں خلوت (تنہا ہونا) عام ہے گھر، سواری، بازار، تجارت کی دوکان وغیرہ اور یہ اس واسطے کہ خلوت میں اطمینان نہیں ہوتا کہ کہیں دونوں کی گفتگو شرمناک ہوجائے اور شہوت کو ابھارنے والی ہو وغیرہ)۔

خلاصہ یہ کہ گھر سے اور اپنوں سے دور عورت کا تنہا رہنا خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک ہرگز جائز نہیں، البتہ گھر سے دور کسی علاقہ میں یا بیرون ملک کسی عورت نے اپنے محرم یا شوہر کے ساتھ سفر کیا تھا اور وہاں مستقل رہائش پذیر ہوگئی تھی پھر یا تو اس عورت کے محرم کا وہاں انتقال ہوگیا یا کسی وجہ سے وہ محرم وہاں سے سفر کرکے کسی اور جگہ چلا گیا اور وہ عورت وہاں تنہا رہ گئی اس

صورت میں اس عورت کے لئے وہاں تنہا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ عورت وہاں رہ کر شرعی پردہ کی پابندی کرے (فقہی مقالات ۱/ ۲۲۹ مفتی محمد تقی عثمانی)۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی ☆

اسلام نے زندگی کی تعمیر کا جو نقشہ تیار کیا ہے اس کا تعلق خواہ عبادات سے ہو یا معاملات سے، خاندانی نظم ہو یا معاشرتی آداب سے یا اقتصادی قوانین وغیرہ سے، اس نے ہر جگہ عورت کی مصروفیت کا احترام کیا ہے اور کسی بھی گوشہ میں عورت کی اس حیثیت کو مجروح ہونے نہیں دیا ہے، تعلیم وتربیت کا میدان ہو، یا فکر وعمل کا ہو، اسلام نے اس کی جد وجہد کو محدود نہیں بلکہ اس کو پرواز عمل کی وسیع تر فضا مہیا کی ہے، زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر علم وادب کی راہ میں بھی پیش قدمی کر سکتی ہے، اسی طرح اس کے لئے زراعت، تجارت اور مختلف پیشوں اور صنعتوں سے وابستہ ہونے کی گنجائش ہے، رسول اکرم ﷺ، صحابہ کرام کے دور اور اس سے پہلے انبیاء کے دور میں بھی عورتیں بوقت ضرورت گھر سے باہر کام کاج کے لئے نکلا کرتی تھیں، اس سلسلہ میں قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور حضرت شعیبؑ کا واقعہ مذکور ہے (سورہ قصص: ۲۳، ۲۷، ۲۵)۔

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں بھی عورتوں کے لئے کسب معاش کی گنجائش کی نظیریں ملتی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: ابوداؤد، باب فی معتوۃ تخرج بالنہار مسلم: باب جواز خروج المعتدۃ البائن، ابن ماجہ مل تخرج فی عدتہا، بخاری کتاب الجمعۃ، بخاری کتاب النکاح (۴۸۲۳) کا باب الغیرۃ)۔

عورت پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے:

خاندان کی معاشی، تعلیمی اور تربیتی ذمہ داری اصلاً مرد پر ہے اور خاص طور پر معاشی

☆ مفتی واستاذ شعبہ تربیت افتاء، جامعہ عائشہ نسواں، داراب جنگ کالونی، مادنا پیٹ حیدرآباد۔

ذمہ داری اس سے تو عورت کو مکمل طور پر الگ رکھا گیا ہے، شریعت عورت کا معاشی بار شادی سے پہلے سرپرست اور شادی کے بعد شوہر کو اٹھانے پر مجبور کرتی ہے اور مرد کی قوامیت وحاکمیت کا ایک سبب عورت کے اس معاشی بار کا اٹھانا بھی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''الرجال قوامون علي النساء بما فضل الله بعضهم علي بعض وبما أنفقوا من أموالهم'' (سورۂ نسا : ۳۴)۔

(مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر عطا کیا ہے اور اس بنا پر کہ وہ ان پر (مہر ونفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں)۔

اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے اور کسب مال کی ذمہ داری اس کے شوہر پر رکھا ہے اور اس مال سے گھر کا انتظام کرنا اس کا کام ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''المرأة راعية علي بيت زوجها وهي مسؤلة'' (بخاری باب قوا انفسکم واہلیکم ار)۔

عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جوابدہ ہے۔

اس لئے شریعت نے عورت کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کردیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں اور اس کے لئے نماز، جمعہ، جہاد اور جنازوں میں شرکت بھی ضروری نہیں، نماز با جماعت اور مسجدوں کی حاضری بھی لازم نہیں کی گئی، الحاصل یہ کہ عورت کے لئے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے، اس لئے شریعت اسلامی میں پسندیدہ صورت یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ''وقرن في بيوتكن'' کا منشا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی میں خواتین کو کسب معاش کی ترغیب نہیں دی گئی ہے، اور نہ ہی ان کے کسب معاش کو سراہا گیا ہے، کیونکہ اسلامی نظام معاشرت میں عورت کا دائرۂ عمل اس کا گھر ہے اور عورت کے گھر کی چہار دیواری اس کے دین واخلاق کی پناہ گاہ ہے اور بیرون خانہ اس کے متاع

اخلاق لٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان**'' (ترمذی کتاب الرضاع)۔

(عورت پوشیدہ رکھی جانے والی مخلوق ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے)۔

عورت کا گھر سے بکثرت آمد و رفت یقیناً اس سے فتنے کے راستے کھلیں گے جو عورت کے دین و دنیا دونوں کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

''**فإن في كثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصا إذا كانت شابة والزوج من ذوي الهيئات**'' (فتح القدیر ۳۳۵/۳)۔

(کیونکہ گھر سے بہت زیادہ آمد و رفت رکھنا فتنہ کے دروازے کھولتا ہے، خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ جوان ہو اور شوہر بااخلاق اور شریف ہو)۔

ان نصوص سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ شریعت اسلامی نے عورت کے کسب معاش کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا ہے اور نہ ہی اس کی ترغیب دی ہے۔

۳-معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے عورت کے لئے کسب معاش:

عام حالات میں عورتوں کے لئے کسب معاش کی جدوجہد کی گنجائش نہیں ہے، لیکن بدرجہ مجبوری مثلاً عورت کا کوئی ایسا ولی نہ ہو جو اس کے نان و نفقہ کا تحمل کر سکے یا محافظ خاندان مفلس وغریب، بیمار و معذور ہو یا عورت کا خاندان قلت معاش کا شکار ہو اور ایسی صورت میں عورت باہر کام کرنے پر مجبور ہو جائے تو ایسی تمام صورتوں کے لئے شریعت اسلامی میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''**قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن**'' (بخاری: باب خروج النساء لحوائجهن)۔

(اللہ تعالی نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہو)۔

محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری، سرمایہ اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کو کسب معاش کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے، اس لئے کہ عام حالات میں عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

۴-خواتین کے کسب معاش کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے:

شوہر اپنی بیوی کے نفقہ کا کفیل ہوتا ہے، اس لئے عورت اگر چہ کہ اپنی معاشی سرگرمیاں گھر تک محدود رکھے، لیکن اگر اس کی وجہ سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی یا بچوں کی پرورش وپرداخت میں کمی، یا اس کے حسن وجمال کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتو شوہر اس کی محدود معاشی سرگرمیوں پر بھی قدغن لگا سکتا ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لئے گھر میں بھی معاشی سرگرمیاں جاری رکھنا درست نہیں ہوگا۔

علامہ شامی رقم طراز ہیں:

"له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه" (حاشیہ ابن عابدین ۵/ ۳۵۸)۔

(شوہر کو حق ہے کہ بیوی کو ایسے کاموں سے روکے جو کسب معاش کے لئے کئے جاتے ہیں، کیونکہ شوہر پر اس کا نان ونفقہ فرض ہونے کی وجہ سے اس کو کمانے کی ضرورت نہیں ہے)۔

اگر کوئی عورت ان سارے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ چہار دیواری میں اپنی معاشی سرگرمیاں جاری رکھے تو اس کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ اس کی وجہ سے عورت مختلف برائیوں سے محفوظ ہوجاتی ہے، خاص طور سے شیطانی خیالات ووساوس اور پڑوسیوں کے ساتھ غیبت اور غیرضروری گفتگو سے (حاشیہ ابن عابدین: باب النفقۃ)۔

رسول اکرم علیہ السلام نے بھی عورتوں کو گھر میں مصروف رکھنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ

ارشادنبوی ہے:"علموا أبناء کم السباحة والرماية، ونعم لهو المومنة في بيتها المغزل" (معرفة الصحابة برقم ۵۳ا،فیض القدیر ۴۳۲/۲/۴)۔

(اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور مومن عورت کا بہترین کھیل گھر میں سوت کاتنا ہے)۔

کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے پر اجازت کا حکم:

یہ تفصیل گذر چکی ہے کہ عورت کے لئے عام حالات میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اگر عورت شادی شدہ ہے تو اس کا نان ونفقہ اس کے شوہر اور غیر شادی شدہ ہے تو اس کے والد یا ان کے عدم موجودگی میں دیگر ولی شرعی پر واجب ہے اور ضرورت شدیدہ کی وجہ سے عورت کو گھر سے باہر کسب معاش کے لئے نکلنا پڑے تو خواہ یہ گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن میں ہو یا رات میں بہر صورت ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے اور کسب معاش کی جگہ اگر اس کے گھر سے مسافت سفر یا اس سے زائد کی دوری پر واقع ہو تو ساتھ میں محرم کا ہونا بھی ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا يحل لا مرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفراً يكون ثلاثة أيام فصاعدا إلا ومعها أبوها وأخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها" (مسلم ۲۳۹۰، ترمذی ۱۰۸۹)۔

(کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر کرے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بھائی یا شوہر یا بیٹا کوئی محرم مرد ہو)۔

بعض روایتوں میں صراحت ہے کہ ایک دن رات (جو مسافت کا ایک تہائی اور موجودہ پیمائش کے لحاظ سے تقریبا ۲۹ کیلومیٹر ہوتا ہے) کی مسافت بھی بغیر محرم کے طے نہیں کر سکتی ہے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"لا تسافر المرأة مسيرة يوم وليلة إلا ومعها محرم" (ترمذی: باب ماجاء فی کراہیۃ ان تسافر، ابوداؤد: ۱۴۶۵)۔

(عورت ایک دن رات کا سفر نہ کرے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو)۔

ان روایتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ عورت کا بغیر محرم کے گھر سے نکلنا موجب فتنہ ہے، اس لئے اگر کوئی عورت کسب معاش کے لئے اپنے گھر سے مسافت سفر یا اس سے زائد یا رات کے وقت نکل رہی ہے تو ولی یا شوہر کی اجازت کے باوجود محرم کا بھی ساتھ ہونا ضروری ہوگا۔

خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل شرعی حدود ہیں:

الف-عورت کا ذریعہ معاش گناہ ومعصیت نہ ہو مثلاً گانا، بجانا اور ناچنا وغیرہ۔ امام محمد نے نوحہ اور گانے وبجانے کے ذریعہ حاصل شدہ آمدنی کو معصیت قرار دیا ہے۔

"عن محمد في امرأة نائحة أو صاحب طبل أو مزمار اكتسب مالا فهو معصية" (الموسوعۃ فقہیہ ۷/۸۳)۔

ب-عورت کی معاشی سرگرمیاں ایسی نہ ہوں جو اس کے خاندان کے لئے باعث شرم ہوں، اسی وجہ سے فقہاء نے ایسی صورت میں اس کے اولیاء کو معاہدے کے ختم کردینے کا اختیار دیا ہے، علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

"وكانت المرأة آجرت نفسها ظئرا وهي ممن تعاب بذلك كان لأهلها أن يخرجوها" (البدائع: فصل فی انواع شرائط رکن الاجارۃ)۔

ج-عورت کی معاشی سرگرمیوں میں غیر محرم مرد سے خلوت کے مواقع نہ ہوں، اس لئے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت مکروہ تحریمی ہے (حاشیہ ابن عابدین ۹/۴۴۸)۔

اور غیر محرم مردوں کے ساتھ معاشی سرگرمیاں جاری رکھنا باعث فتنہ ہی نہیں بلکہ عزت و

عصمت کے لٹ جانے کا بھی خطرہ ہے۔

د-عورت کسب معاش کے لئے شرعی پردے میں نکلے ایسی زیب وزینت وبے پردگی جوجذبات کو بھڑکانے والی ہو اس سے قطعی احتراز کرے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: "وحيث أبحنالها الخروج فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال واستمالهم" (حاشیہ ابن عابدین: باب المہر)۔

(عورت کے لئے باہر نکلنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ زیب و زینت میں نہ ہو بلکہ ہیئت ایسی تبدیل ہو کہ مردوں کے لئے باعث کشش اور میلان کا سبب نہ ہو)۔

ھ-ملازمت کی جگہ اگر عورت کو کسی غیر محرم سے بات کرنے کی ضرورت درپیش ہو تو گفتگو میں نزاکت ولطافت اور نرمی کے لہجے سے اجتناب کرے۔

۷-ملازمت کی جگہ اگر صرف خواتین ہی ہوں تو پردے کا حکم:

اگر ملازمت کی جگہ صرف خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں تو ایسی صورت میں مسلمان عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ چہرہ، ہتھیلی اور پیر کھلا رکھ سکتی ہے، اگر چہ کہ عورت کا ستر عورت کے سامنے وہی ہے جو محرم رشتہ دار کے لئے ہے (ناف سے لے کر گھٹنے تک پیٹ، اور پشت کے چھپانے کے ساتھ) لیکن عام طور سے ملازمت کی جگہ مجہول الحال اور مشتبہ چال چلن والیاں اور آوارہ وبدنام ہر قسم کی عورتیں بھی ہوتی ہیں، اس لئے ان کے سامنے مواضع زینت کو ظاہر کرنے میں فتنہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ "ولا يبدين زينتهن إلا لبعولتهن......ونسائهن، الاية" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لا يحل للمسلمة أن تراها يهودية أو نصرانية لئلا تصفها زوجها" (احکام القرآن للقرطبی ۱۲؍۱۵۵)۔ (کسی مسلمان عورت کے لئے

یہ درست نہیں کہ اس کو کوئی یہودی یا عیسائی عورت (بے پردہ) دیکھے اور اپنے شوہروں سے اس کے حسن وجمال کو بیان کرے)۔

حضرت عمرؓ کے دور میں جب ملک شام فتح ہوا اور وہاں مسلمان آباد ہو گئے اور ان کی خواتین وہاں کی نصرانی اور یہودی عورتوں کے ساتھ بے تکلفانہ ملنے لگیں تو حضرت عمرؓ نے امیر شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ حماموں میں جانے سے منع کردو (تفسیر ابن جریر، سورۂ نور:۳۱)۔

البتہ بعض علماء نے ''أو نسائهن ''کو مطلق رکھا ہے، چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں: اصل بات یہ ہے کہ لفظ" أو نسائهن" میں تو سبھی عورتیں مسلم اور کافر داخل ہیں اور بعض صالحین سے جو کافر عورتوں سے پردہ کرنے کی روایات منقول ہیں وہ استحباب پر مبنی ہے۔

''نسائهن'' سے مراد مسلمان عورت ہو یا مسلم و کافر دونوں، بہر صورت کافر و مشرک اور فاسق وفاجر عورت سے مسلمان عورت کے لئے پردہ کرنا کم ازکم مستحب تو ضرور ہوگا۔

۸ - ملازمت کی جگہ مرد وعورت دونوں کارکن ہوں تو پردے کا حکم:

عورت کا چہرہ اور ہتھیلی پردے کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک پردے کے حکم میں ہے، علامہ ابن عربی لکھتے ہیں: عورت تمام تر قابل ستر ہے، اس کا جسم بھی، صورت بھی، سوائے ضرورت وحاجت کے کھولنا جائز نہیں (احکام القرآن لابن عربی ۲/ ۱۸۲)۔

شافعیہ کے نزدیک بھی راجح قول کے مطابق چہرہ اور ہتھیلی پردے کے حکم میں داخل ہے (نیل الاوطار ۶/ ۱۲)۔

حنفیہ کے نزدیک چہرہ، ہتھیلی اور دونوں پاؤں پردے کے حکم میں داخل نہیں ہیں، اجنبی لوگوں کے لئے بھی ان اعضاء کو دیکھنا جائز ہے، بشرطیکہ شہوت نہ ہو، شہوت کی کیفیت کے ساتھ دیکھنا جائز نہیں، بلکہ شہوت موجود نہ ہو لیکن اس کا اندیشہ بھی ہو تو دیکھنا جائز نہیں۔

ہمارے سماج میں فتنہ عام ہو چکا ہے، اس لئے یہ سمجھنا کہ مردوں کی نظریں عورتوں کے چہرہ پر غیر شرعی جذبات سے عاری ہو کر پڑیں گی، ایک خوش خیالی اور خام فکری ہے، اس لئے ائمہ ثلاثہ کی رائے زمانے کے حالات سے زیادہ ہم آہنگ ہے اور فتنہ کے وقت حنفیہ کا بھی یہی نقطہ نظر ہے چنانچہ حنفیہ مکتب کے ترجمان علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

''فإن خاف الشهوة لم ينظر من غير حاجة'' (ہدایہ کتاب الکراہیہ) (اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو بلا ضرورت نہ دیکھے)۔

علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

اگر شہوت کا خوف یا شک ہو تو عورت کے چہرہ کو دیکھنا ممنوع ہے، پس عورت کو دیکھنے کی حلت شہوت نہ پائے جانے کی صورت کے ساتھ مقید ہے ورنہ تو حرام ہے، یہ حکم تو ان کے زمانہ میں تھا، ہمارے زمانہ میں نو جوان لڑکی کو دیکھنے سے ہم (مطلق) منع کرتے ہیں (درمختار مع الرد ۹/۴۵۱)۔

ان عبارات سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ عام حالات میں جبکہ عورت گھر سے باہر نکلے تو مکمل شرعی حجاب میں ہو، جس میں پورے جسم کے ساتھ چہرہ بھی ڈھکا ہوا ہو اور یہی حکم اس خاتون کے لئے بھی ہوگا جو مرد کارکن کے ساتھ کسی جگہ ملازم ہو، البتہ اگر عورت سن رسیدہ اور مردوں کے لئے پر کشش نہ ہو تو اس کے لئے چہرہ کھولنے کی گنجائش ہوگی۔

خواتین کا ملازمت کی غرض سے اپنے گھر سے دور قیام کا حکم:

عورت کا ملازمت کی غرض سے اپنے گھر اور اپنوں سے دور خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک مستقل قیام کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ عورت کا گھر سے نکلنا موجب فتنہ ہے اور خاص طور پر جب عورت اپنے گھر اور اپنوں سے دور مستقل قیام کرے تو اس صورت میں فتنے کا امکان زیادہ رہتا ہے، آج کل ہاسٹل اور لاج میں مقیم لڑکیوں کی صورت حال اہل علم سے مخفی نہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت کے شرعی احکام

مولانا محمد ارشد فاروقی ☆

انسان ہونے میں مرد وعورت دونوں مساوی ہیں، دونوں نوع انسانی کے دو مساوی حصے ہیں، تمدن کی تعمیر اور تہذیب کی تاسیس وتشکیل اور انسانیت کی خدمات میں دونوں برابر کے شریک ہیں، دل، دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری ضروریات دونوں رکھتے ہیں تمدن کی صلاح و فلاح کے لئے دونوں کی تہذیب نفس، دماغی تربیت اور عقلی وفکری نشوونما یکساں ضروری ہے تاکہ تمدن کی خدمت میں ہر ایک اپنا پورا پورا حصہ ادا کر سکے اس اعتبار سے مرد و عورت کی مساوات کا دعوی بالکل صحیح ہے اور ہر صالح تمدن کا فرض یہی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ ترقی کرنے کا موقع دے۔

مولانا محمد سالم قاسمی فرماتے ہیں: گویا منصوبہ بند طریقے پر خواتین پر تعلیم کے دروازے بند کردیئے گئے اور حجاب کی یہ تعبیر کی گئی کہ عورت کو گھر کی کال کوٹھری میں ایسا بند کیا جائے کہ درز سے آنے والی شمسی شعاعوں سے بھی محروم رکھا جائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے علماء کی حرم کا مبلغ علم چند قرآنی سورتوں کے حفظ اور دعاؤں کے ورد سے آگے نہ بڑھا اور نصف انسانیت علم کے ثمرات سے محروم رہی اور ملت اسلامیہ ہندیہ کی منصوبہ بندی سے دور رہی (قومی آواز روزنامہ)۔

☆ صدر شعبہ دار الافتاء جامعہ امام انور دیوبند۔

مولانا موصوف درحقیقت معاشرۂ نسواں کے اسلامی نقطۂ اعتدال سے ہٹ جانے کی تصویر پیش کرر ہے ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ خواتین کو وہ حق دیا جائے جو شریعت نے تعلیم وتربیت اورزندگی کے مختلف میدان میں انہیں عطا کیا ہے۔

سائنسی مشاہدات کے خلاف:

البتہ مساوات کا وہ پہلو جس میں مردوعورت دونوں کا حلقۂ عمل ایک ہی ہو دونوں ایک ہی سے کام کریں، دونوں پر زندگی کے تمام شعبوں کی ذمہ داریاں یکساں عائد کردی جائیں اور نظام تمدن میں دونوں کی حیثیتیں بالکل ایک سی ہوں۔ یہ واقعیت اور سائنس کے مشاہدات و تجربات کے خلاف ہے۔

فطرت کے تقسیم عمل کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاندان کی جو تنظیم اور معاشرت میں مرد و عورت کے وظائف کی جو تعیین کی جائے گی اس کے ضروری ارکان لامحالہ حسب ذیل ہوں گے:

۱- خاندان کے لئے روزی کمانا، اس کی حمایت وحفاظت کرنا مرد کا کام ہو اور اس کی تعلیم وتربیت ایسی ہو کہ وہ ان اغراض کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بن سکے۔

۲- بچوں کی پرورش، خانہ داری کے فرائض اور گھر کی زندگی کو سکون وراحت کی جنت بنانا عورت کا کام ہو اور اس کو بہتر سے بہتر تعلیم وتربیت دے کر انہیں اغراض کے لئے تیار کیا جائے۔

۳- تمدن کے نظام میں اس تقسیم اور تربیت وتنظیم کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری تحفظات رکھے جائیں (دیکھئے: مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کتاب پردہ، ص ۱۳۸)۔

تخلیقی نظام:

قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے کسی ادنی شبہ کے بغیر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درحقیقت انسانی زندگی دو شعبوں پر منقسم ہے، ایک گھر کے اندر کا شعبہ اور ایک گھر کے باہر کا شعبہ، اور ان دونوں کو ساتھ لئے بغیر ایک متوازن اور معتدل زندگی نہیں

گذاری جاسکتی۔

اللہ تعالی نے مرد کے ذمہ گھر کے کام لگائے، مثلاً کسب معاش اور روزی کمانے کا کام سیاسی وسماجی کام اور گھر کے اندر کے کام عورتوں کے حوالہ کیا۔

مولانا ابو الاعلی مودودی سے ایک سوال ''اسلامی حکومت میں خواتین کا دائرہ عمل'' کے عنوان سے کیا گیا، جس کے جواب میں مولانا نے فرمایا:

اسلامی حکومت دنیا کے کسی معاملہ میں بھی اسلامی اصولوں سے ہٹ کر کوئی کام کرنے کی نہ تو مجاز ہے اور نہ وہ اس کا ارادہ ہی کرسکتی ہے، اگر فی الواقع اس کو چلانے والے ایسے لوگ ہیں جو اسلام کے اصولوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور اس پر عمل کرتے ہوں، عورتوں کے معاملہ میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں، اخلاقی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں، آخرت میں اپنے اجر کے لحاظ سے بھی برابر ہیں، لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے، سیاست اور ملکی انتظام اور فوجی خدمات اور اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں، اس دائرے میں عورت کو گھسیٹ لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہماری خانگی زندگی بالکل تباہ ہوجائے گی جس کی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں، یا پھر عورتوں پر دوہرا بار ڈالا جائے گا کہ وہ اپنی فطری فرائض بھی انجام دیں جن میں مرد قطعاً شریک نہیں ہوسکتا اور پھر مرد کے فرائض کا بھی نصف حصہ اپنے اوپر اٹھائیں، عملاً یہ دوسری صورت ممکن نہیں ہے، لازماً پہلی صورت ہی رونما ہوگی اور مغربی ممالک کا تجربہ بتاتا ہے کہ وہ رونما ہوچکی ہے آنکھیں بند کرکے دوسروں کی حماقتوں کی نقل اتارنا عقلمندی نہیں ہے۔

اسلام اصولاً مخلوط سوسائیٹی کا مخالف ہے اور کوئی ایسا نظام جو خاندان کے استحکام کو اہمیت نہ دیتا ہو اس کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ہو مغربی ممالک میں اس کے بدترین نتائج ظاہر ہوچکے ہیں۔

عورتوں کے لئے قرآنی حکم:

”وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى“ (اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہواور زمانہ جاہلیت کے بناؤسنگار نہ دکھاتی پھرو)۔

البتہ حکم قرآنی کا منشا یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے قدم بھی باہر نہ نکالیں، حاجت وضروریات کے لئے ان کو نکلنے کی پوری اجازت ہےمگر یہ اجازت نہ غیر مشروط ہے نہ غیر محدود۔

محافظ خاندان کی مفلسی، قلت معاش، بیماری، معذوری اور ایسے وجوہ سے اگر عورت باہر کام کرنے پر مجبور ہوجائے، تو ایسی تمام صورتوں میں اس کے لئے قانون میں کافی گنجائش رکھی گئی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

”قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن“ (بخاری باب خروج النساء لحوائجهن، مسلم)۔

(اللہ تعالی نے تم کو اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکل سکتی ہو)۔

عورت کا دائرہ عمل:

عورت کو گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے، کسب مال کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہے، اور اس مال سے گھر کا انتظام کرنا عورت کا کام ہے ”المرأة راعيته على بيت زوجها وهي مسئولة“ (عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہےاور وہی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جوابدہ ہے) (بخاری)۔

اس کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں مثلاً:

اس پر نماز جمعہ واجب نہیں (ابوداؤد، باب الجمعہ للمرأۃ)۔

اس پر جہاد بھی فرض نہیں، اگرچہ بوقت ضرورت وہ مجاہدین کی خدمت کے لئے جا سکتی ہے۔

اس کے لئے جنازوں کی شرکت بھی ضروری نہیں بلکہ اس سے روکا گیا ہے (بخاری باب اتباع النساء الجنائز)۔

اس پر نماز با جماعت اور مسجدوں کی حاضری بھی لازم نہیں کی گئی۔

اسکو محرم کے بغیر سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی (ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ ان تسافر المرأۃ وحدہا، ابوداؤد باب فی المرأۃ تحج بغیر محرم)۔

غرض ہر طریقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے اور اس کے لئے قانون اسلامی میں پسندیدہ صورت یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے جیسا کہ آیت "وقرن بیوتکن" کا صاف منشا ہے۔

اہم شرعی ہدایات (ابوشقہ):

شیخ ابوعبدالرحمٰن عبدالحلیم محمد ابوشقہ عہد نبوی میں مسلمان عورتوں کی پیشہ ورانہ کام میں شرکت اور جدید معاشرتی رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کے سلسلہ میں اہم شرعی ہدایات بیان کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱-عورت کو مناسب تعلیم اس طرح دی جائے کہ اسلامی تربیت کے عمومی مقاصد کے ساتھ دو اہم چیزیں حاصل ہو جائیں:

اول عورت کو اس قابل بنادیا جائے کہ گھر میں بچوں کی اچھی نگہداشت کرے۔

دوم: ضرورت کے وقت پوری مہارت کے ساتھ مناسب ملازمت کر سکے۔

۲-عورت کو اپنے پورے وقت کا صحیح استعمال کرنا چاہئے۔

۳-شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرے، والد بیٹی پر خرچ کرے، شوہر و والد دونوں نہ ہوں اور ترکہ بھی ناپید ہو تو عورت کی ذمہ داری اسلامی بیت المال پر ہے۔

۴-مرد کو پورے خاندان پر قوامیت حاصل ہے، بیوی یا بیٹا ملازمت کرنا چاہے تو اجازت لینی چاہئے۔

۵-مسلمان خاتون کے لئے مستحب بلکہ واجب ہے کہ وہ جلد شادی کر لے اور یہ مکروہ بسا اوقات حرام ہے کہ عورت ملازمت کی وجہ سے شادی نہ کرے، اگر ملازمت کے باعث شادی کی راہیں آسان ہوتی ہیں تو ملازمت اختیار کر لے۔

۶-عورت کو ماں بننے کی خواہش ہوتی ہے ملازمت کو اس سلسلہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔

۷-عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوب اچھی طرح سے اپنے گھر والوں اور بچوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرے ملازمت کے سبب ان ذمہ داریوں کی تکمیل میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

۸-دو صورتوں میں عورت کے لئے ملازمت اختیار کرنا واجب ہے: الف-والد، شوہر یا حکومت اس کی کفالت سے عاجز ہوں، ب-معاشرے کو ایسے کاموں کی ضرورت ہو جن کا شمار فرض کفایہ میں ہوتا ہے جیسے ٹیچنگ، نرسنگ وغیرہ۔

۹-گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے عورت کے لئے ملازمت مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت مستحب ہے: الف-تنگدست شوہر، باپ یا بھائی کی معاونت، ب-مسلم معاشرہ کے کسی بہت بڑے فائدے کی تکمیل کے لئے، ج-خیر کی راہوں میں خرچ کرنے کے لئے۔

۱۰-عورتوں کو ایسی ملازمتوں سے محفوظ رکھنا چاہئے جو ان کی فطرت اور جسمانی و نفسیاتی خصوصیات کے موافق نہ ہوں۔

۱۱-عورت ملازمت کے دوران شرعی حجاب کی پابند رہے، شرعی آداب ملحوظ رکھے (خواتین کی آزادی عہد رسالت میں، ص ۳۴۹-۳۷۲)۔

خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں سوالات کے جوابات:

اگر عورت پریشان کن حالات کی شکار ہو جائے تو بہ قدر ضرورت کسب معاش کر سکتی ہے، یہ شریعت کا وہ مفہوم ہے جسے علماء وفقہاء عام طور پر پیش کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف جب ہم نصوص قرآنی اور احادیث نبوی، تاریخ اسلامی کا جائزہ لیتے ہیں تو خواتین کی ملازمت وکسب معاش کے سلسلہ میں شریعت کا دامن اس قدر تنگ وتاریک بھی نہیں ہے۔

قرآن نے کہا: "**للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن**" (مودودی صاحب ترجمہ کرتے ہیں: مرد جیسا عمل کریں ان کا پھل وہ پائیں گے، اور عورتیں جیسا عمل کریں ان کا پھل وہ پائیں گی)۔

آیت کریمہ میں لفظ "اکتساب" سے خواتین کی ملازمت وکسب معاش کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

عورتوں کے لئے بھی کسب معاش مردوں کی طرح مشروع ہے، اسی طرح کسب کے بجائے اکتساب کا لفظ پوری توجہ وانہماک کا مطالبہ کرتا ہے۔

عورت کے لئے ملازمت درست ہے:

خواتین کے لئے کسب معاش صنفی نزاکتوں کی رعایت رکھتے ہوئے اور شرعی ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے درست ہے۔

ملازمت واجب ہے:

دو شکلوں میں عورت کے لئے ملازمت اختیار کرنا واجب ہے:

۱-والد، شوہر، حکومت یا مسلم معاشرہ اس کی کفالت سے عاجز ہوں۔

۲-مسلم معاشرے کو ایسے کاموں کی ضرورت ہو جن کا شمار فرض کفایہ میں ہوتا ہے، جیسے بچیوں کے لئے تدریسی خدمات، اور نرسنگ وغیرہ اور ایسے امراض وعوارض جن کے ازالہ کے لئے خواتین کی ضرورت پڑتی ہو جیسے ولادت وغیرہ کے مسائل تو ان کے علاج ومعالجہ کے لئے مجموعی طور پر خواتین پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ملازمت کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

احادیث کے ذخیرے میں خواتین کا اجرت و معاوضہ پر رضاعت اور گلہ بانی، مریضوں کا علاج، گھریلو صنعت میں کام کرنا پایا جاتا ہے جو کم سے کم جواز پر دلالت کرتا ہے۔

تجویز:

۱- ایفا ہندوستانی مسلمانوں کی رہنمائی کرے کہ وہ گرلز میڈیکل کالج قائم کریں تاکہ مسلم خواتین ایم بی بی ایس جیسی ڈگریوں کی حامل ہو کر مسلم خواتین کا علاج خود کرسکیں اور مردوں کی طرف امراض مخصوصہ (حمل و وضع حمل آپریشن) میں رجوع سے مسلم خواتین بچ سکیں۔

۲- شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے (خواہ اپنا ہو یا بچوں کا)؟

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے: ''وتجب نفقة الإبنة البالغة والإبن الزمن على أبويه اثلاثا على الأب الثلثان وعلى الأم الثلث'' (کتاب الطلاق باب النفقہ ۲/۴۴۷ مکتبہ ملت دیوبند)۔

بالغ بیٹی اور بالغ اپاہج بیٹے کے نفقہ کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے، باپ پر دو ثلث اور ماں پر ایک ثلث۔

فقہاء کے یہاں یہی ایک صورت مصرح ہے جس میں عورت پر بحیثیت ماں نفقہ کی ایک تہائی کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ اضطراری صورتوں میں اگر عورت کی کفالت کرنے والا باپ، شوہر مسلم معاشرہ وحکومت کوئی نہ ہو تو کسب معاش کے ذریعہ جان بچانا اپنا تحفظ کرنا اور شیر خوار نابالغ بچوں کی کفالت کی ذمہ داری عورت پر عائد ہوگی۔

۳- ان مقاصد کے لئے معاشی جد وجہد شرائط کی پابندی برتنے کے ساتھ درست ومباح ہوگی۔

۴- اجازت لینا ضروری ہوگا، شوہر سے بیوی کے لئے باپ سے بیٹی کے لئے یا جو ولی و

نگراں ہو، "الرجال قوامون علی النساء" کا تقاضا یہی ہے۔

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی۔

الف- گھر سے نکلنا مسافت سفر سے کم بھی ہو تو ولی یا شوہر کی اجازت کے ساتھ راستے کا پر امن ہونا ضروری ہوگا، مثلاً بالکل یک وتنہا نہ جائے، دیگر خواتین ساتھ ہوں، کمپنی کی محفوظ و مخصوص برائے خواتین بس ہو، رات کے وقت شرائط اور سخت ہوں گی۔

ب- کسب معاش وملازمت کی جگہ اگر اس قدر دور ہے جو مسافت سفر کے برابر یا زیادہ ہو تو یہ سفر محرم کے بغیر درست نہ ہوگا، اور نہ تنہا اجنبی شہر میں قیام درست ہوگا، اجتماعی قیام گاہ جو خواتین کے لئے مختص ہوں اس میں قیام کی گنجائش ہوگی۔

ج- ولی کفالت کرتا ہو تو کسب معاش اس کی اجازت سے مباح ہوگا، نہ کرتا ہو تو عورت کے لئے کسب معاش ضروری ہوگا۔

۶- عورتوں کو ایسی ملازمتوں سے محفوظ رکھنا چاہئے جو ان کی فطرت اور جسمانی ونفسیاتی خصوصیات کے موافق نہ ہوں اس طرح کے کاموں کی دو قسمیں ہیں:

الف- وہ کام وملازمت جس سے شریعت نے صراحتاً منع کیا ہے جیسے حاکم ہونے کی ذمہ داری برائے اعلی حکومت کے وہ مناصب جس کی عورت کے لئے ممانعت آئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے ایک عورت کو اپنی ولایت سپرد کی (بخاری)۔

ب- وہ کام جسے فقہاء اپنے اجتہادات سے ممنوع قرار دیتے ہیں، اس کی مثالیں وہ سخت اور محنت ومشقت طلب کام ہیں جو عورتوں کو بوجھل کر دیتے ہیں، اسی طرح وہ کام جن میں سخت تکلیف دہ نفسیاتی محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے، اور جن کے لئے سخت طاقت وقوت کی ضرورت ہوتی ہے۔

''ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی'' (احزاب:۳۳)(اور زمانۂ جاہلیت کے سے بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو)۔

گھر سے باہر نکلتے وقت عورت پوری عصمت عفت ملحوظ رکھے نہ لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہئے نہ چال میں کوئی خاص ادا، نہ گفتار میں ایسی نرمی وحلاوت کہ اخلاقی بیمار کو توجہ کا موقع ملے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن'' (بخاری، مسلم)(اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے)۔

حجاب و بے پردگی کے سارے احکامات کی پابند ہوکر ملازمت کے فرائض خاتون انجام دے گی۔

۷- ادارہ کے ذمہ داران مرد ہوں تو پردے کے احکام کی پابندی لازمی ہوگی، خلوت سے اجتناب ضروری ہوگا۔

۸- اولاً تو ایسی صورت میں ملازمت سے گریز کیا جائے جہاں مردوں سے اختلاط ہو، لیکن اگر ناگزیر صورت ہو تو پردے کے احکام کا حسب حال لحاظ کیا جائے اور مرد وعورت تنہاں ہرگز جمع نہ ہوں سن رسیدگی فتنوں سے بچاتی ہے تو جواں سالی بلاتی ہے اس لئے فقہاء نے بھی فرق کو پردے کے احکام میں ملحوظ رکھا ہے، ''والقواعد من النساء'' سے اس رجحان کی تائید ہوتی ہے۔

۹- اس بارے میں اصل پردے کی پابندی ہے مردوں کے بیچ رہ کر بے حجاب ملازمت کی اجازت شریعت نہیں دیتی۔

کسی آفس میں بیٹھ کر عورت کے لئے کام کرنا درست ہے بشرطیکہ آداب شریعت اور احکام حجاب کی پابندی کی جائے۔

مجبوری واستثنائی حالات میں ''اھون البلیتین'' پر عمل کیا جائے۔

۱۰ - کسب معاش و ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور ملک و بیرون ملک میں مستقل قیام کرنے کے سلسلہ میں شریعت کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

الف -شرعی سفر بغیر محرم کے عورت کے لئے نا جائز ہے۔

ب- اس طرح ملک و بیرون ملک میں عورت کا تنہا قیام کرنا بھی نا جائز ہے۔

ج -کوئی عورت محرم کے ساتھ کسی شہر یا ملک گئی وہاں رہنے لگی پھر محرم فوت ہوگیا تو اسے قیام کی اجازت ہے بشرطیکہ شرعی آداب کی رعایت کرے (فقہی مقالات ۱/ ۳۴۹)۔

د- ملک کے اندر ایسے دینی اداروں میں جہاں صرف خواتین اجتماعی طور پر رہتی ہوں ان میں عورت سفر محرم کے ساتھ کر کے قیام کر سکتی ہے، کہ فتنوں سے ایسی قیام گاہیں محفوظ ہوتی ہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد شاہجہاں ندوی ☆

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عورت غیر اسلامی معاشرہ میں بے حیثیت اور بے وزن تھی، اسلام نے اسے اس حالت سے نکالا، اور عزت، حرمت اور کرامت کے بلند مقام پر پہنچا دیا نیز اسے شخصی آزادی، رائے ومشورہ کی آزادی اور تعلیم وتعلم کی آزادی سے بہرہ ور کیا، اور ہر طرح کے ظلم وستم سے اس کی حفاظت کی، اسے میراث میں حصہ دلایا، اور آبرومندانہ زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے۔

چنانچہ قرآن اور حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت خلقت و پیدائش، کرامت وحرمت، انسانیت وآدمیت اور حقوق وواجبات میں یکساں ہیں، ارشاد باری ہے:

’’یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا، وبث منھما رجالا کثیراً و نساء‘‘ (سورۂ نساء:۱) (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے)۔

عورت مرد کی تفریح طبع کے لئے نہیں بلکہ نظام کائنات کے اہم رکن کی حیثیت سے پیدا کی گئی ہے، لہذا کوئی اس کا غلط استحصال نہ کرے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

☆ جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کیرالہ۔

''استوصوا بالنساء خیرا فإنهن خلقن من ضلع'' (بخاری کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، حدیث نمبر ۵۱۸۶)۔

(عورتوں کے ساتھ بھلائی کی ہدایت قبول کرو، کیونکہ وہ کجی کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں)

ان حقائق کے باوجود مرد اور عورت کے درمیان ذمہ داریوں اور مناصب کا فطری فرق موجود ہے، اسی طرح سے مرد اور عورت کے درمیان جسمانی، عقلی اور نفسیاتی اعتبار سے بھی فرق پایا جاتا ہے، چنانچہ ہر شخص اس فرق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے، مثلاً عورت کے اعضاء کی بناوٹ، اور اس کے اندر بچہ جننے کی صلاحیت کا ہونا، اور بہت سے وہ امور جن کو ایک عورت کر سکتی ہے، لیکن ایک مرد اس کو نہیں کر سکتا ہے۔

اسلام نے خاندانی زندگی کے نظام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ مرد باہر کا کام کرے اور خواتین امور خانہ داری کو انجام دیں، یہ یقیناً فطری اصول ہے، جو مردوں کے لئے بھی رحمت ہے، اور عورتوں کے لئے بھی، نیز اس میں خاندانی نظام کی بقا و استحکام بھی ہے لیکن جب سے یورپ میں صنعتی انقلاب آیا، اور لوگوں نے دیہات چھوڑ کر شہروں کا رخ کیا اور یہودی سرمایہ داروں نے مردوں کا استحصال شروع کیا، اور ان کے جائز حقوق ہضم کرنے اور دبانے لگے، اور جب انہوں نے اپنے مطالبات میں آواز بلند کی تو عیار یہودی سرمایہ داروں نے اپنی کمپنیوں کے دروازے عورتوں کے لئے کھول دیئے تاکہ مردوں کا منہ بند کیا جا سکے پھر انہوں نے مرد، عورت اور بچوں سبھی کا استحصال شروع کر دیا۔

اس تمہید کے بعد اب سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- اصولی اعتبار سے شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو مباح سمجھتی ہے، جبکہ وہ عمل جسے وہ اختیار کر رہی ہے شرعی اعتبار سے مشروع ہو، لیکن اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ مباح، مندوب ومستحب اور ان پر عائد واجبات وفرائض جیسے امور خانہ داری کی انجام دہی، شوہر کے حقوق کی ادائیگی، اولاد کی پرورش اور تربیت اور ازدواجی زندگی کی تیاری کی ذمہ داریوں سے

مزاحم نہ ہوں۔

عام طور سے چونکہ عورتوں کی خانگی ذمہ داریاں اس قدر ہیں کہ جن کے لئے یکسو ہونا لازم ہے، لہذا ان فرائض میں کوتاہی کے بغیر گھر سے باہر عورتوں کے لئے عمل کی انجام دہی تقریبا ناممکن ہے، اس لئے استثنائی صورتوں کے علاوہ اسلامی شریعت عورتوں کے لئے گھر سے باہر عمل کو ممنوع سمجھتی ہے۔

۲- بعض صورتوں میں شریعت نے مالدار خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے، تفصیل یوں ہے:

مذہب شافعی میں اگر باپ دادا، خواہ اوپر کے ہوں موجود نہ ہوں، تو ایسی صورت میں اولاد کا نفقہ ماں پر واجب ہے، "مجموع" میں ہے:"**كما تجب على الأم نفقة الولد؛لقوله تعالى لا تضار والدة بولدها**"(بقرہ:۲۳۳)، نیز ارشاد باری ہے:"**والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين**"(بقرہ:۲۳۳)، "**ولما أوجب الشرع على الأم ما عجز عنه الأب من الرضاع، وجب عليها ما عجز عنه من النفقة ؛ لأن البعضية فيها متحققة، وفي الأب مظنونة ولانه لما تحمل الولد نفقة أبويه، وجب أن يتحمل أبواه نفقته**"(المجموع شرح المہذب ۱۹/ ۳۰۱، طبع دار الفکر بیروت ۲۰۰۵)۔

(جس طرح ماں پر اولاد کا نفقہ واجب ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے: کسی ماں کو اس کے بچہ کے سبب سے نقصان نہ پہنچایا جائے، اور ارشاد ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، چنانچہ جب شریعت نے ماں پر دودھ پلانے کی ذمہ داری عائد کی ہے، جس سے باپ عاجز ہے، تو باپ کے نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی ماں پر نفقہ لازم ہوگا، کیونکہ جزئیت ماں میں یقینی ہے، اور باپ میں ظنی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ اولاد، والدین کے نفقہ کی ذمہ دار ہے، تو والدین پر بھی اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری ہوگی)۔

۳- اس سوال کی دو شقیں ہیں:

۱- معیار زندگی بلند کرنے یا سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے معاشی جد وجہد اختیار کرنا، اگر یہ چیز اس کی گھریلو ذمہ داریوں، نیز شوہر اور اولاد کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو، تو شوہر کی اجازت سے مباح ہے خاص طور سے اس صورت میں جبکہ اس کا شوہر بے روزگار اور کاہل ہو، نیز وہ عورت اس پیشہ کو بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہو، جسے ہر عورت انجام نہ دے سکتی ہو، چنانچہ عہد نبویت میں کچھ عورتیں گھر کے باہر تولید وختنہ کے کام سے جڑی ہوئی تھیں، ایسے ہی معاشرہ کی مدد اور خدمت کے کام بھی انجام دے سکتی ہے، جیسے حضرت رفیدہ انصاریہ یا اسلمیہ زخمی کے علاج و معالجہ کا کام انجام دیتی تھیں (الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۸/ ۸۱ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، التراتیب الإداریۃ، للشیخ عبد الحی الکتانی ۲/ ۱۱۸، الاستیعاب لابن عبد البر ۴/ ۲۹۷-۲۹۸، اسد الغابۃ، رقم الترجمہ ۶۹۴۵)۔

۲- محض وقت گذاری کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنا ممنوع ہوگا، کیونکہ گھر سے باہر عورت کے لئے کام کرنے کا جواز ضرورتاً ہے، اور جو چیز ضرورت کی بناپر جائز قرار دی جاتی ہے، وہ بقدر ضرورت ہی ثابت رہتی ہے، یہ شریعت کا ثابت شدہ قاعدہ ہے، اور ذکر کردہ صورت میں کوئی ضرورت نہیں ہے، چنانچہ ایسی عورت پر لازم ہے کہ اپنی پوری توجہ اولاد پر دے، اور ان کو خود آگاہی کے جوہر سے آراستہ کرے، تاکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی بہتر خدمت انجام دے سکیں۔

۴- جبکہ خواتین اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں، تو بھی ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، کیونکہ اگرچہ اندرون خانہ عورت کے لئے معاشی سرگرمی جائز اور مباح ہے، اور عہد نبویت میں بھی ام سلمہ اور بہت سی عورتیں چرخہ سے سوت کاتتی تھیں (التراتیب الإداریہ ۲/ ۱۱۹-۱۲۰)۔

لیکن شادی سے پہلے بھی عورتوں کو خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے گھریلو عمل

کی مشق ضروری ہے، اور شادی کے بعد بھی گھر کے کام کاج اور شوہر اور بچے کے حقوق ادا کرنا لازم ہے، اس لئے اجازت ضروری ہے تاکہ اس کی معاشی سرگرمی گھر اور اس کے کام کاج، بچے اور شوہر کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو، دلیل بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لا يحل للمرأة أن تصوم، زوجها شاهد إلا بإذنه......“ (صحیح بخاری کتاب النکاح، باب صوم المرأۃ بإذن زوجہا تطوعا، حدیث نمبر ۵۱۹۲، وباب لاتأذن المرأۃ...... حدیث نمبر ۵۱۹۵)۔

(کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ روزہ (مراد نفلی روزہ ہے) رکھے، اس حال میں کہ اس کا شوہر موجود ہو، مگر اپنے شوہر کی اجازت سے)۔

۵- عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا گھر ہے، اس کو اسی دائرہ میں رہ کر اطمینان وسکون کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں ”وقرن في بيوتكن، ولا تبرجن تبرج الجاهلية......“ (اپنے گھروں میں قرار پکڑو، اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو) (سورۂ احزاب: ۳۳)۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتیں کسی حالت میں گھر سے باہر نہیں جاسکتی ہیں، بلکہ مطلوب یہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر بضرورت ہی نکلنا چاہئے، ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:

”والامر بالاستقرار-أى للمرأة-في البيوت لا ينافي الخروج لمصلحة مأمورة بها، كما لو خرجت للحج والعمرة، أو خرجت مع زوجها في سفر، فإن هذه الآية الكريمة (وقرن في بيوتكن) نزلت في حياة النبي ﷺ وقد سافر النبي ﷺ بهن-أى بزوجاته-في حجة الوداع سافر بعائشة وغيرها“ (منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ ۲/ ۱۸۵-۱۸۶)۔

(عورت کو گھروں میں قرار پکڑنے کا حکم، اس بات کے منافی نہیں کہ عورت کسی مصلحت سے جس کا شریعت میں حکم ہو، گھر سے باہر نہ نکلے، جیسے وہ حج اور عمرہ کے لئے گھر سے

باہر جائے یا شوہر کے ساتھ سفر میں جائے، کیونکہ آیت کریمہ آپ ﷺ کی حیات میں نازل ہوئی، اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات جیسے حضرت عائشہ وغیرہ کے ساتھ سفر کیا)۔

لہذا عورت کے لئے ضرورت یا مصلحت کی بناپر گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن نکلنے سے پہلے شوہر یا ولی شرعی کی اجازت لازم ہے۔

ہاں البتہ اگر ولی ولایت واجب ہونے کے باوجود خاتون کی کفالت نہ کرتا ہو، یا شوہر نان ونفقہ نہ دیتا ہو، اور ملک بھی غیر اسلامی ہو جہاں بیت المال کا انتظام نہ ہو، تو ایسی صورت میں خاتون اپنی ناگزیر ضروریات کے لئے بغیر اجازت کے نکل سکتی ہے (کشاف القناع ۳/۱۱۷)۔

۶- خواتین کی ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود کی تفصیل اس طرح ہے:

۱- ملازمت ایسی ہو جو عورت کی طبیعت کے موافق ہو اور اس کی نسوانیت کے مطابق ہو، نیز عورت کی جسمانی طاقت اور فطری صلاحیت کے لحاظ سے موزوں ہو، حتی الامکان مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ پایا جاتا ہو، مثلاً لڑکیوں کو پڑھانا، بچوں کی تعلیم وتربیت کرنا اور عورتوں کا علاج ومعالجہ کرنا وغیرہ۔

۲- ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ ملازمت عورت کے اصلی فرض میں مخل نہ ہو، اور یہ چیز مخفی نہیں کہ عورت کا اصلی فرض گھر کی نگہداشت، امور خانہ داری کی انجام دہی، بچوں کی تربیت اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

ابن حجر لکھتے ہیں: "ورعاية المرأة تدبير أمر البيت والأولاد، والخدم والنصيحة للزوج في كل ذلك" (فتح الباری ۱۳/۱۴۱)۔

(عورت کی نگہبانی یہ ہے کہ گھر کے معاملات، اولاد اور خادموں کی نگہداشت رکھے، اور ان تمام امور میں شوہر کی خیر خواہی کرے)۔

چونکہ عام طور سے ملازمت کی سرگرمیاں گھریلو اور ازدواجی ذمہ داریوں سے لاپرواہ

بنادیتی ہیں، یا کم از کم ان میں کوتاہی کا سبب بن جاتی ہیں، لہذا واجب کو ترک کر کے مباح میں لگنا درست نہ ہوگا۔

۷ – دوران ملازمت عورتوں کا اگر مردوں سے سابقہ پڑتا ہو، تو ایسی صورت میں لازم ہے کہ عورتوں کا لباس ایسا ہو جو عورت کے پورے بدن کو ڈھانپ لے۔ لباس سادہ اور کشادہ ہو، جس سے بدن کا ابھار نظر نہ آئے، اس میں برقع بھی شامل ہے (تفسیر الآلوسی ۱۸/۱۴۶)۔

چونکہ معاشرہ میں فساد اور اخلاقی بگاڑ عام ہے، لہذا چہرہ اور ہتھیلی کو چھپانا لازم ہوگا، دسوقی مالکی تحریر کرتے ہیں:

"وإلا حرم النظر لهما، وهل يجب عليها حينئذ ستر وجهها ويديها، وهو الذي لابن مرزوق قائلاً: إنه مشهور المذهب" (فتنہ کا اندیشہ ہو یا لذت کے قصد سے دیکھنا ہو، تو ایسی صورت میں چہرہ اور ہتھیلی کا دیکھنا حرام ہوگا، اور ایسی حالت میں کیا عورت پر دونوں ہاتھ اور چہرہ چھپانا لازم ہوگا، ابن مرزوق کی رائے ہے کہ لازم ہے، اور ان کا کہنا ہے کہ مذہب مالکیہ میں یہی مشہور ہے)۔

اور کبھی ضرورت ایسی ہو کہ مرد سے بات کرنے کی نوبت آجائے تو عورت پر لازم ہے کہ ایسا لب ولہجہ اور انداز گفتگو اختیار کرے کہ بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع قائم کی جاسکتی ہے۔

اور اگر مردوں سے واسطہ نہ ہو تو ایسی صورت میں برقع اور اوڑھنی لازم نہیں، اور ناف سے گھٹنہ تک کے علاوہ حصوں کو عورتیں باہم دیکھ سکتی ہیں، لیکن غیر مسلم عورتوں کے سامنے پردہ اختیار کرنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے، اور اگر قرائن سے پتہ چلے کہ غیر مسلم عورت ایسی ہے جو اپنے شوہروں سے مسلم عورتوں کے محاسن بیان کرتی پھرتی ہے تو چادر اور اوڑھنی ترک کرنا جائز نہ ہوگا (ردالمحتار ۹/۵۲۶ - ۵۳۴)۔

۸ – ایسی صورت میں پردہ کے مندرجہ بالا احکام کے ساتھ خواتین پر جو جوان ہوں، چہرہ کا

چھپانا لازم ہوگا (دیکھئے: الدر المختار ۱/۷۹)۔

سن رسیدہ خواتین پر چہرہ چھپانا لازم نہ ہوگا، ایسے ہی اگر سن رسیدہ خاتون بہت ہی بدصورت ہو تو کشف وجہ کرسکتی ہے۔

قرطبی نے ابن خویز منداد سے نقل کیا ہے: "وإن كانت عجوزا ومقبحة جاز أن تكشف وجهها وكفيها" (تفسیر القرطبی ۱۲/۲۲۹)۔

(اگر خاتون سن رسیدہ یا بدصورت ہو تو چہرہ اور ہتھیلی کھول سکتی ہے)۔

۹- ہاں جس صورت میں اختلاط بالکل نہ ہو، یا بہت کم ہو، وہ بہتر ہے، جیسے عورتوں کا علاج ومعالجہ کرنا، عورتوں کی طبی جانچ کرنا، غیر مخلوط آفس میں کام کرنا، لڑکیوں کی تعلیم کے غیر مخلوط اداروں میں تعلیم دینا یا کام کرنا، بچوں کی تعلیم وتربیت کرنا، اور اس جیسی دیگر ملازمتوں میں لگنا جہاں عورتوں کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہو، یا مردوں کے ساتھ اختلاط کا متقاضی نہ ہو، یا ایسی ملازمتوں میں لگنا جہاں اختلاط کم ہو، زیادہ مناسب ہے۔

۱۰- اس سوال کا جواب آچکا ہے کہ عورتوں کی ملازمت صرف استثنائی صورتوں میں جائز ہے، اس شرط کے ساتھ کہ اس کی گھریلو ذمہ داریوں، بچوں کی تربیت اور شوہر کے حقوق میں مزاحم نہ بنے، اور غیر شادی شدہ ہو، تو ازدواجی زندگی کی تیاری، اور امور خانہ داری کی عملی مشق کی راہ میں حائل نہ ہو، اسی کے ساتھ اس خاتون کو کسب معاش کے لئے ملازمت کی ضرورت ہو۔

اگر یہ دونوں شرطیں کسی عورت میں پائی جاتی ہوں تو وہ اندرون ملک یا بیرون ملک مستقل قیام کرسکتی ہے، اور ایسی صورت میں لازم ہوگا کہ اس کے ساتھ ذورحم محرم رشتہ دار جیسے باپ، بھائی، شوہر بھی سفر کرے۔

لیکن سوال سے واضح ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہوگی، اگر ایسا ہے تو پھر اس طرح کی ملازمت درست نہ ہوگی۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مفتی سید باقر ارشد قاسمی ☆

اسلام نے ہر ایک کی ذمہ داریاں متعین کردی ہیں، مرد کی ذمہ داری بیوی بچوں کی کفالت اوران کے لئے نان ونفقہ کی فراہمی ہے، جبکہ عورت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شوہر کے گھر کو سنبھالے اور بچوں کی تربیت کرے۔

عورت اور مرد میں جو جسمانی اعتبار سے فرق ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ مرد کو جفاکش جسم دیا تاکہ وہ محنت اور جد وجہد کرے اور نان ونفقہ مہیا کرے اور عورت کو نازک اور مرد کے مقابلہ میں کمزور جسم دیا تاکہ وہ گھر کی حد تک محدود رہ کر گھر کی دیکھ بھال کرے، دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کی مناسبت سے ہم پلہ وہم درجہ ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جو مرد وعورت کی ذمہ داریوں کی تخصیص کررہی ہے:

"**والرجل فی أهله راع وهو مسؤول عن رعيته والمرأة فی بيت زوجها راعية وهي مسؤولة عن رعيتها**" (بخاری، رقم حدیث ۲۳۶۷)۔

عام حالات میں تو عورت کے لئے ملازمت یا کسب معاش کا حکم نہیں ہے مگر خصوصی حالات میں شریعت نے عورت کو کسب معاش سے روکا بھی نہیں ہے، شرعی حدود واصول کا لحاظ کرتے ہوئے عورت بھی کسب معاش کرسکتی ہے۔

☆ چرن پٹن، بنگلور، کرناٹک۔

چنانچہ اس تمہید کے بعد سوالنامہ پر احقر کی رائے پیش خدمت ہے:

۱-خواتین کا کسب معاش شریعت کی نظر میں:

روایات سے یہ ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو گھریلو دستکاری کی ترغیب دلائی ہے، حضرت زینبؓ زوجہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ دھاگہ کاتا کرتی تھیں اور اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کیا کرتی تھیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زینبؓ ہم میں سب سے زیادہ سخی تھیں اور کھلے ہاتھ والی، وہ خود سے کام کرتیں اور صدقہ کیا کرتی تھیں (صحیح المسلم، تحت رقم حدیث:۶۲۶۹)۔

چنانچہ مسلم ہی کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اہلیہ حضرت زینبؓ کھال کو دباغت دیا کرتی تھیں۔

صحیح بخاری ہی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت سعدؓ خندق کے دن زخمی ہو گئے تھے، رسول اکرم ﷺ نے ان کے لئے مسجد ہی میں خیمہ نصب کروایا تا کہ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں۔

اس کے ذیل میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا کہ ابن اسحاقؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ خیمہ رفیدہ اسلمیہؓ کا تھا جو زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔

اسلامی شریعت عورت کو بالکلیہ ملازمت یا کسب معاش سے نہیں روکتی، بلکہ کچھ اصول و ضوابط اور حدود کی پابندی کے ساتھ عورت کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے اور کسب معاش کے ایسے ذرائع جن میں گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہ پڑے بدرجہ اولی بہتر ہے، ان کی نسبت جن میں گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت ہو، اگر گھر سے باہر نکلنا ہی پڑ رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ ان ذرائع کو اپنا سکتی ہے، جن میں بے پردگی کا خدشہ نہ ہو، غیر مردوں سے اختلاط یا بے حجابانہ گفتگو کے مواقع نہ ہوں اور اسے اس ملازمت میں غیر مرد سے واسطہ نہ پڑتا ہو کسب معاش کے ایسے

ذرائع کو اختیار کرنے کی اجازت شریعت میں ہے، مثلاً کسی تعلیمی شعبہ میں ملازمت یا لڑکیوں کے لئے کوئی ہنر سکھانے والے ادارے وغیرہ۔

گھر کے اندر رہ کر وہ سلائی، دستکاری، یا ایسی اشیاء جو گھر میں تیار کر کے فروخت کی جاتی ہوں وغیرہ ان ذرائع سے عورت کسب معاش اختیار کرسکتی ہے۔

آج کل جو رجحان عورتوں میں ملازمت کے سلسلہ میں پیدا ہوا ہے کہ وہ بھی مرد کی طرح ملازمت کرسکتی ہیں یا کسب معاش کا پیشہ اختیار کرسکتی ہیں، اس کے تحت ملازمت عورت کی آزادی کے اظہار کے طور پر یا شوقیہ ملازمت یا پھر محض اس لئے کہ لڑکی پڑھی لکھی ہے، یعنی بلا ضرورت شدیدہ اور بطور شوق ملازمت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

عورت کو ایسی ملازمت یا کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، جس میں عورت کو بے حجاب نہ ہونا پڑے یا کسی غیر مرد یا نامحرم مردوں سے سابقہ نہ پڑے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت کا شوہر کاہل ہوتا ہے یا اتنا نہیں کماتا کہ گھر چل سکے یا پھر عورت بیوہ ہے جس کا کوئی ولی یا سرپرست یا کوئی سہارا نہیں ہے، ایسی تمام صورتوں میں عورتوں کا ان پابندیوں کے ساتھ ملازمت یا کوئی پیشہ اختیار کرنا جائز ہے، جیسا کہ سوال نامہ میں اس کی صراحت ہے۔

۲- نان ونفقہ کی ذمہ داری خواتین پر ہے یا نہیں؟

شریعت نے عورت پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، جب تک وہ ان بیاہی ہوتی ہے باپ یا اس کے اولیاء اس کے نفقہ کے ذمہ دار ہیں اور بعد نکاح کے اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہوتا ہے، عورت کو گھر کی حد تک محدود رہ کر گھر کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا حکم ہے، کیونکہ قرآن میں ہے کہ "الرجال قوامون على النساء......الخ" (سورۂ نساء: ۳۴) (یعنی مرد عورتوں پر قوام ہیں)۔

بخاری میں ہے:

''والرجل فی أهله راع وهو مسؤول عن رعیته والمرأة فی بیت زوجها راعیة وهی مسؤولة عن رعیتها ......'' (بخاری، کتاب الاستقراض رقم حدیث ۲۳۶۷)(اور مرد اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس سے اس گھر میں رہنے والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا)۔

ہاں جبکہ عورت کا کوئی ولی یا سر پرست نہ ہو اور نہ شوہر ہو تو ایسی صورت میں بہ حالت مجبوری وہ اپنے نان ونفقہ کی خود ذمہ دار ہے اور اگر اس کو اولاد بھی ہے جو نا بالغ ہے تو اس کا نان و نفقہ بھی اس عورت (ماں) کے ذمہ ہوگا۔

۳-بلا ضرورت شدیدہ خواتین کا ملازمت کرنے کے احکام:

معیار زندگی بلند کرنے کے لئے خواتین کا ذریعہ معاش اختیار کرنا:

محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے عورتوں کا ملازمت کرنا جائز نہیں، ہاں گھر کی حد تک رہ کر محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت سے کوئی ایسا ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہیں جس میں انہیں غیر مردوں سے واسطہ نہ پڑے، اس کے علاوہ ایسی ملازمت کی ان کو اجازت ہے جس میں انہیں گھر کے باہر نکلنا تو پڑے مگر حجاب کی پابندی اور غیر مردوں سے سابقہ بھی نہ پڑے۔

وقت گذاری کے لئے خواتین کا ذریعہ معاش اختیار کرنا:

وقت گذاری کے لئے عورت کا ملازمت کرنا حرام ہے، ہاں گھر کی حد تک رہ کر محض تضیع وقت سے بچنے کے لئے جواز کی صورت ہے۔

سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کے لئے خواتین کا ذریعہ معاش اختیار کرنا:

سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کے لئے عورتوں کا ملازمت کرنا جائز نہیں، ہاں گھر کی حد تک رہ کر محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت سے کوئی ایسا ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہیں، جس میں انہیں غیر مردوں سے واسطہ نہ پڑے، اس کے علاوہ ایسی ملازمت کی ان کو اجازت

ہے جس میں انہیں گھر کے باہر نکلنا تو پڑے مگر حجاب کی پابندی اور غیر مردوں سے سابقہ بھی نہ پڑے۔

۴،۵-خواتین کو کسب معاش کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت کی ضرورت و اہمیت:

خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرنے میں جبکہ وہ اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھیں، اپنے شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہے، شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر وہ کسی بھی قسم کی معاشی سرگرمی اختیار نہیں کرسکتیں، کیونکہ شوہر یا ولی کی اجازت کی ضرورت واہمیت اس لئے بھی ہے کہ اگر واقعۃً مزید آمدنی کی ضرورت ہو اور ولی یا شوہر مجبور ہے کہ آمدنی میں وہ اضافہ نہیں کرسکتا تو وہ اجازت دے گا، لیکن اگر ولی یا شوہر اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ ان کے علاوہ گھر کی خاتون بھی ملازمت کر کے روپیہ کمائے تو وہ روک سکتے ہیں، اور خواتین کا بلا وجہ باہر نکلنا یا بغیر ضرورت ملازمت کرنا یا کمانا رک سکتا ہے، اور کہیں کہیں ولی یا شوہر حد درجہ غیرت مند ہوتے ہیں، وہ نہیں چاہتے ہیں کہ عورت کما کر ان کی مدد کرے، لہذا اجازت کی قید لگانے پر مرد کی غیرت بلا وجہ مجروح ہونے سے بچ جاتی ہے۔

عورت کا سرپرست اس کا ولی یا باپ یا شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا شوہر ہوتا ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر یا غیر شادی شدہ ہونے پر اپنے ولی یا باپ کی اجازت کے بغیر عورت کوئی کام نہیں کرسکتی، حتی کہ وہ کوئی عبادت ہی کیوں نہ ہو، لہذا حدیث میں ہے کہ عورت نفلی روزہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی، نفلی روزہ یا نفلی نماز ادا کرنے کے لئے اس کو حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت طلب کرے، اگر وہ اجازت دے تو وہ نفلی روزہ یا نفلی نماز ادا کرسکتی ہے، ورنہ وہ اس سے رک جائے، جب یہ حکم عبادت کے سلسلہ میں ہے تو عورت کی ملازمت بدرجہ اولی شوہر یا ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔

مسافت سفر سے کم یا زیادہ کے فاصلہ پر ملازمت کرنے کا حکم:

عورت مسافت سفر سے کم کی مسافت پر شوہر یا ولی کی اجازت سے ملازمت اختیار

کر سکتی ہے، مگر مسافت سفر سے زیادہ فاصلہ طے کر کے اکیلے سفر کر کے ملازمت کرنا حرام ہے، ساتھ میں کسی محرم کا اس مقام پر ہونا ضروری ہے اور پھر شرعی حدود کی پاسداری بھی لازمی ہے، مسافت سفر کے برابر یا اس سے زیادہ کے فاصلہ کے سلسلہ میں محرم کا ساتھ ہونا شرعاً اس لئے ضروری ہے کہ کسی مصیبت یا پریشانی کے وقت عورت کو دشواری نہ ہو، اسی بات کے پیش نظر شریعت نے عورت کے لئے حج کے فرض ہونے کی شرائط میں ایک شرط کا اضافہ یہ کیا کہ اگر عورت ہو تو اس کے ساتھ محرم کا ہونا بھی ضروری ہے، اور جب تک اس کو ساتھ جانے کے لئے کوئی محرم نہیں مل جاتا اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، لہذا محرم کی شرط کے ساتھ ساتھ ولی یا شوہر کی اجازت بھی ضروری ہے۔

عورت کا دن اور رات میں ملازمت کا حکم:

دن کے وقت انہیں شرائط کے ساتھ جو اوپر لکھی جا چکی ہیں عورت کا ملازمت کرنا صحیح ہے، ہاں رات میں ملازمت کرنا یہ محل غور ہے، یہ دیکھا جائے کہ وہ ملازمت کہاں کر رہی ہے، ایسی جگہ جہاں پر عورتیں ہی عورتیں ملازم ہیں اور مردوں سے کوئی واسطہ نہ پڑتا ہو تو شوہر یا ولی کی اجازت سے وہ عورت شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ ملازمت کر سکتی ہے، لیکن اگر ایسی جگہ رات میں ملازمت کرنا چاہتی ہے جہاں مردوں سے سابقہ پڑتا ہو تو وہاں رات کے وقت میں ملازمت کرنا جائز نہیں چہ جائیکہ ولی یا شوہر اجازت دے یا نہ دے، کیونکہ یہ پرفتن جگہیں ہیں، جہاں سے ایک پاک دامن عورت کا بچنا از حد ضروری ہے، اور آج کے حالات میں تو اس سلسلہ میں حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

عورت کی ملازمت جبکہ اس کا کفیل موجود ہے:

جیسا کہ شریعت نے مرد و عورت کی جسمانی ساخت کے مطابق ان کو ذمہ داری سونپ دی ہے، لہذا فطرت کے قانون کے مطابق مرد کا کام کمانا ہے اور عورت کی ذمہ داری گھر کی حفاظت اور دیکھ بھال ہے، اب جبکہ عورت کا ولی یا شوہر کماتا ہو اور عورت کی کفالت کرتا ہو تو ایسی

صورت میں عورت کو ملازمت کرنے یا کمانے کی کیا ضرورت ہے، لہذا ولی یا شوہر کی کفالت کرنے کی صورت میں اس خاتون کا ملازمت کرنا چاہے شرعی حدود میں رہ کر ہی سہی جائز نہیں ہے۔

۶ -خواتین کی ملازمت کے شرعی حدود:

۱ -عورت کو ملازمت کی شدید ضرورت ہو، مثلاً بیوہ ہے کوئی اس کا کفیل نہیں یا اتنی تنگدستی ہے کہ شوہر کی کمائی کے باوجود گھر چل نہیں پاتا، یا پھر کہیں کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوہر کمانے والا نہیں، کاہل ہے، لہذا گھر چلانے کے لئے عورت کے لئے شرعی حدود واصول کی روشنی میں ملازمت کی اجازت موجود ہے۔

۲ -شوہر یا ولی یا والد کی اجازت ہو، کیونکہ عورت کا سرپرست اس کا ولی اور شادی کے بعد اس کا شوہر ہوتا ہے، بلا اجازت عورت کو مسجد یا عیدگاہ میں بھی جانے کا حکم نہیں اور نفلی عبادت کی بھی اجازت نہیں جب تک شوہر یا ولی اجازت نہ دے دے، کیونکہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔

۳ -دوران ملازمت حجاب میں رہے، شدید ضرورت کے موقع پر عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیکھنے کی علماء نے اجازت دی ہے،

۴ -غیر مردوں سے اختلاط نہ ہو، یعنی جس سے عورت و مرد کی تمیز ختم ہو جائے اور بے تکلفی بڑھ جائے اور جس سے گناہ کا اندیشہ رہتا ہو۔

۵ -بناؤ سنگار نہ کرے اور خوشبو کا استعمال نہ کرے، تا کہ مرد کو اس کا بناؤ سنگار اور خوشبو نہ لبھائے، یہ دواعی زنا میں سے ہے، اس لئے اس سے گریز کرے۔

۶ -لباس ساتر ہو، یعنی ہتھیلیوں اور چہرے کے علاوہ سارا بدن پوشیدہ رہے، اور لباس اسلامی لباس ہو اور غیر اسلامی یا پھر مردوں والا لباس نہ ہو۔

۷ -عورت ملازمت کے ساتھ ساتھ گھر کی ذمہ داریوں کو بھی پورا کرے، اگر شوہر موجود ہو تو شوہر کو چاہئے کہ وہ عورت کا گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائے تا کہ اس کا بوجھ ہلکا ہو

جس طرح اس نے ملازمت کر کے مرد کے بوجھ کو ہلکا کیا۔

کن اداروں میں عورت ملازمت کر سکتی ہے؟

ایسے شعبوں میں عورت کو ملازمت اختیار کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جہاں سے قوم کے مستقبل کے معمار نونہال بچوں کی تربیت کی جاتی ہو، مثلاً نرسری اسکول، اسکول، کالج (لڑکیوں کا ہو)، تربیت گاہیں وغیرہ۔

نیز ایسے ادارے جو خدمت خلق سے تعلق رکھتے ہوں وہاں پر بھی عورتیں ملازمت کر سکتی ہیں، بصرف عورتوں ہی سے واسطہ پڑتا ہو تو دوران ملازمت پردے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر مردوں سے سابقہ پڑتا ہو تو ایسی صورت میں شرعی پردہ کے اہتمام کے ساتھ وہ ملازمت کر سکتی ہے، مثلاً ہسپتال (بطور نرس یا ڈاکٹر)، فوجیوں کی خدمت (مرہم پٹی وغیرہ) کلینک (جہاں بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہو) وغیرہ۔

۷- ایسی جگہوں پر پردہ کے احکام جہاں صرف خواتین ہی خواتین ہوں:

ایسے اداروں میں جہاں صرف عورتیں ہی کام کرتی ہوں، البتہ مرد اس ادارے کے ذمہ دار ہوں لیکن کام کے مقام پر مرد موجود نہ رہتے ہوں وہاں ملازمت کے سلسلہ میں پردہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ عورت ایسے مقام تک پہنچنے کے لئے تو پردہ کا استعمال کرے، اور جب وہ اس ادارہ میں داخل ہو جائے اس وقت وہ حجاب اٹھا سکتی ہے مگر لباس ساتر ہو اور زیادہ بھڑکیلا نہ ہو، آرائش وزیبائش سے احتراز کرے نیز جب کبھی اس ادارہ کے ذمہ دار مرد سے بات کرنے کی نوبت آئے تو پردہ کر لیا کرے۔

۸- ایسی جگہوں پر پردہ کے احکام جہاں خواتین ومرد ملازمت کرتے ہوں:

ایسی جگہیں جہاں مرد وعورتیں دونوں کام کرتے ہوں، ضرورت شدیدہ پر عورت اگر وہاں ملازمت کر رہی ہے تو ایسی صورت میں اس کو پردہ کا خصوصی انتظام رکھنا ہوگا، بناؤ سنگار نہ کرے، خوشبو کا استعمال نہ کرے اور بے حجاب نہ ہو، ضرورت شدیدہ ہی پر کسی مرد کارکن سے مختصر

بات کرسکتی ہے، اس میں سن رسیدہ یا کم سن خواتین کا کوئی فرق نہیں، پردہ کا حکم ہر عمر کے لئے ہے، عمر کی کوئی تخصیص نہیں۔

۹- ملازمت کی جگہوں پر مردوں سے اختلاط میں فرق:

ایسے مقامات جن میں کہیں ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سابقہ مردوں سے محدود اور کہیں زیادہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں شرعی اعتبار سے فرق کیا ہے؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مردوں سے سابقہ چاہے محدود ہو یا زیادہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، ایک غیر مرد سے بات کرنے کا اتنا ہی گناہ ہے جتنا کہ ایک سے زیادہ غیر مردوں سے ملنے جلنے کا گناہ ہے، ایک اہم بات یہ ہے کہ ایسی ملازمت جہاں عورت شوپیس کی حیثیت رکھتی ہے، وہاں ملازمت کرنا جائز نہیں۔ سیلس گرل کے طور پر عورتوں کو رکھا ہی اس لئے جاتا ہے تاکہ مرد حضرات متوجہ ہوں، اس لئے ایسی ملازمت کرنا جائز ہی نہیں، ہاں البتہ آفس میں بیٹھ کر کام کرنا ہے وہاں پر اس عورت کی ضرورت کو دیکھا جائے اگر واقعی وہ ملازمت کی ضرورت مند ہے تو وہ وہاں کام کرسکتی ہے، مگر شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ۔

۱۰- بہ غرض ملازمت عورت کا اکیلے اپنے گھر سے دور قیام کا حکم:

ملازمت کی غرض سے عورت کا اکیلی اپنے گھر اور اپنوں سے دور اندرون ملک یا بیرون ملک مستقل قیام ناجائز ہے، چاہے کتنی ہی شدید ضرورت کیوں نہ ہو، ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو تو ایسی صورت میں وہ غیر وطن یا وطن میں اپنے گھر اور اپنوں سے دور مستقل قیام کرسکتی ہے، اس سلسلہ میں شریعت نے جب محرم نہ ہونے کی صورت میں حج ہی کو فرض نہیں کیا، ملازمت کے سلسلہ میں تو یہ اشد ضروری ہے کہ وطن یا وطن سے باہر اپنے گھر سے دور عورت اس وقت تک ملازمت نہیں کرسکتی اور وہاں مستقل قیام نہیں کرسکتی، جب تک کہ اس کے ساتھ رہنے کے لئے کوئی محرم نہ ہو۔

عورتوں کی ملازمت

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی ☆

عورتوں اور مردوں کی فطرت اور صلاحیت میں فرق ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی صلاحیتوں کے موافق ان کی ذمہ داریوں کا تعین کر رکھا ہے، مردوں کی صلاحیت کے موافق انسانی زندگی کی معیشت کو ان سے وابستہ کیا ہے، تو عورتوں کے مزاج وصلاحیت کی رعایت کرتے ہوئے اندرون خانہ مصروفیت کو ان سے وابستہ کر کے معاشی تگ ودو سے ان کو دور رکھا ہے، جو کہ ان کی صنفی نزاکت اور عفت وعصمت کا تقاضا بھی ہے، جیسا کہ قرآن وسنت کے ان نصوص سے تقسیم کار کی جانب اشارہ ملتا ہے، مردوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم" (سورۂ نساء: ۳۴)۔

(مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال (مہر میں اور نان ونفقہ میں) خرچ کئے ہیں)۔

جبکہ عورتوں کی ذمہ داری کو نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"المرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة" (بخاری: ۳۰۸)۔

(عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی)۔

☆ مدرسہ اسلامیہ دار العلوم ربانیہ، حیدرآباد۔

ان نصوص میں تقسیم کرتے ہوئے مرد کو قوام بنایا ہے اور عورت کو شوہر کے گھر اور اس کے اولاد کا نگراں بنایا: جس سے دونوں کے حقیقی عملی میدان کی تعیین ہوتی ہے، اور قوامیت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کی ضرورت کی تکمیل اور ان کی نگہداشت مردوں کی ذمہ داری ہے، علامہ رازی لکھتے ہیں:

''یقال قیم المرأۃ وقوامها للذی یقوم بأمرها ویحفظها'' (التفسیر الکبیر للرازی، النساء: ۳۴)۔

(عورت کا نگراں اور قوام اسے کہا جاتا ہے جو اس کے مسائل کو حل کرتا ہو اور اس کی حفاظت کرتا ہو)۔

کسب معاش میں خواتین کی مصروفیت شریعت کی نظر میں؟

تاہم اگر کوئی عورت اپنی گھریلو مصروفیات کو انجام دیتی ہوئی، اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے جو کہ اس کے کسب معاش میں مصروف ہونے کے متقاضی ہوں کسب معاش میں مصروف ہوتی ہے تو اس کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے، اور کسب معاش میں اس کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اسباب معیشت میں سے اپنی ضرورت کی تکمیل کے لئے ان اسباب کو اختیار کرے جو اندرون خانہ انجام دیئے جاسکتے ہوں، کیونکہ عورت کا گھر میں ہی رہنا پسندیدہ ہے اور اسی کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے:

''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الأولی'' (احزاب: ۳۳)۔

(اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو)۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''المرأۃ عورۃ فإذا خرجت استشرفها الشیطان'' (ترمذی: ۱۰۹۳)۔

(عورت سراپا پردہ ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے)۔

بے کار رہنے کے بجائے مصروف رہنے کے فوائد کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے بھی عورت کو گھر میں مصروف رہنے کی ترغیب دی اور طریقۂ مصروفیت کی جانب اشارہ بھی کر دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"علموا أبناء كم السباحة والرماية، ونعم لهو المؤمنة في بيتها المغزل" (معرفۃ الصحابۃ: ۱۱۹۴)۔

(اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ اور مومن عورت کا بہترین کھیل گھر میں سوت کاتنا ہے)۔

لیکن گھریلو عمل میں مصروفیت کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے بعد ان میں مصروف ہو ورنہ اس کے لئے اس میں مصروف ہونا شرعاً ناجائز ہوگا۔

اگر کوئی عورت معاشی طور پر اس طرح پریشان ہو کہ اس کے حالات بیرون خانہ مصروفیت ہی کے متقاضی ہوں اس لئے وہ بیرون خانہ معاشی مصروفیت انجام دیتی ہے، نیز ان شرعی حدود وضوابط کی پابندی بھی کرتی ہے جو کہ اس کی صنف کے لحاظ سے اسلام نے متعین کئے ہیں، تو شریعت اسلامیہ میں اس کی بھی گنجائش ہے اور اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں، مثلاً:

۱- حضرت جابرؓ کی خالہ مطلقہ ہوگئیں اور وہ دوران عدت اپنے کھجور کو توڑنے کے لئے نکلیں، ایک صحابی نے انہیں اس سے روکا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے انہیں گھر سے باہر نکل کر کھجور توڑنے کی یہ کہتے ہوئے اجازت دی:

"اخرجي فجدي نخلک لعلک أن تصدقي منه أو تفعلي خيرا" (ابوداؤد: ۱۵۹۲)۔

(نکلو اور اپنے کھجور کو توڑو، امید کہ تم اس سے صدقہ یا خیر کا کام کر پاؤ گی)۔

۲-حضرت زبیرؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ اپنے شوہر کی معاشی مصروفیتوں میں بیرون خانہ مدد کرتی تھیں اور ان کے کھیت میں جایا کرتی تھیں، ان کے جانور کے چارہ کا انتظام کرتی تھیں (بخاری ۴۸۲۳)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت بیرون خانہ معاشی مصروفیت کو انجام دینے پر مجبور ہو تو اس کے لئے شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے اسے اختیار کرنا جائز ہوگا۔

خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری؟

شریعت نے عورتوں کو شوہر کے گھر کا نگراں بنا کر ان کو اس کا مسئول تو قرار دیا، لیکن عام حالات میں بجز چند استثنائی حالات کے اصولی طور پر ان پر کسی کا، یا ان کے بچوں کا نفقہ لازم نہیں کیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"یجب علیه نفقة الابن فی صغره دون الأم" (ردالمحتار مطلب الصغیر والمکتسب نفقته فی کسبه)۔

(بچپن میں بیٹے کا نفقہ والد پر واجب ہے نہ کہ ماں پر)۔

اور خود عورت کا نفقہ عورت پر لازم کرنے کے بجائے مردوں پر اس طرح لازم کیا کہ شادی سے قبل ان کا نفقہ ان کے والد یا ولی پر ہے اور شادی کے بعد شوہر پر لازم ہے، جیسا کہ علامہ حصکفی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

"وتفرض النفقة بأنواعها الثلاثة لزوجة الغائب- وطفله ومثله کبیر زمن و أنثی مطلقا" (الدر المختار باب النفقة)۔

(نفقہ اس کے تینوں اقسام کے ساتھ متعین کیا جائے گا غائب کی بیوی کے لئے اس کے بچے کے لئے اور اسی کے مثل وہ بڑا لڑکا ہے جو کسی مرض کی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو اور لڑکی مطلقا (اگر چہ وہ مریضہ نہ ہو بشرطیکہ اس کے پاس اپنے نفقہ کے بقدر مال نہ ہو)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر کسی کا نفقہ لازم نہیں ہے بلکہ خود اس کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔

معیار زندگی کو بلند کرنے اور سرمایہ کاری کرنے کی غرض سے عورتوں کی معاشی مصروفیت؟

گھر کی معاشی حالت کے مستحکم ہونے اور عورت کی معاشی جدوجہد کے بغیر لازمی ضروریات زندگی کی تکمیل ہونے کے باوجود اگر کوئی عورت اندرون خانہ معاشی جدوجہد اس لئے کرتی ہے کہ گھر کی مالی حالت مزید مستحکم ہوجائے اور معیار زندگی مزید بہتر ہو اور اس نے اپنی جدوجہد کا مرکز خود اپنے گھر کو بنا رکھا ہے، اور وہ گھریلو تمام تر ذمہ داریوں کی مکمل طور پر تکمیل بھی کرلیتی ہے، تو اس کے لئے ایسی معاشی جدوجہد جائز ہوگی؛ کیونکہ مالی حالت کے استحکام کی کوشش بھی طلب حلال ہی کا ایک حصہ ہے، جو کہ اسلام میں پسندیدہ عمل ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة'' (کنز العمال:۹۲۳۱، فیض القدیر: حرف الطاء)۔

(حلال کمائی کو طلب کرنا دین کے اولین فرائض کے بعد دوسرا فریضہ ہے)۔

معاشی حالت کے مستحکم اور ضروریات کی تکمیل کے باوجود عورت معیار زندگی کی بلندی اور مزید مالی حالت کے استحکام کے لئے اگر کوئی ایسا سبب معیشت اختیار کرتی ہے جس کا تعلق گھر کے باہر سے ہو، مثلاً: کسی کمپنی میں ملازمت، کسی ادارے میں تدریس وغیرہ، تو چونکہ یہ اس کی معاشی جدوجہد ایسی ہے جو اس کی لازمی ضرورت میں سے نہیں ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا گھر سے باہر نکلنا ضرورت سے مربوط اور مشروط ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن'' (بخاری:۴۸۳۶)۔

(اللہ نے تم عورتوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضرورتوں کے لئے گھر سے باہر نکلو)۔

جبکہ ضرورت سے قطع نظر ان کے لئے حکم عام یہ ہے:

''وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى'' (احزاب: ۳۳)۔

(اورتم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اورقدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو)۔

اندرون خانہ کسب معاش میں ولی یا شوہر کی اجازت؟

شوہر یا ولی چونکہ عورت کا کفیل اورنگراں ہوتا ہے اس لئے عورت کو اندرون خانہ معاشی مصروفیت انجام دینے کے لئے ان سے اجازت لینا ضروری ہے، البتہ ولی یا شوہر کے لئے کن صورتوں میں کسب معاش سے روکنے کا حق ہے اورکن صورتوں میں نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر عورت اپنی گھریلو ذمہ داریوں کو انجام دیتی ہوئی اندرون خانہ کسب معاش میں مصروف ہوتی ہے اوروہ جدوجہد ایسی ہے جو اس کی گھریلو ذمہ داریوں میں مخل بھی نہیں ہے، نیز اس سے اس کا حسن وجمال بھی متاثر نہیں ہوتا ہے، اورنہ ہی اس کی وجہ سے شوہر کا کوئی حق ضائع ہوتا ہے تو ایسے کسب معاش کی اجازت دینی چاہئے (دیکھئے: ردالمحتار باب النفقہ)۔

البتہ اس صورت میں بھی شوہر کو یہ اختیار ہے کہ بیوی کو اس کام سے روک دے بشرطیکہ شوہر بیوی کی تمام ضروریات کی تکمیل کرتا ہو، چاہے وہ نفقہ کے عنوان کے تحت اس پر لازم ہوں یا لازم نہ ہوں، جیسا کہ عموماً مروج ہے، اسی کے پیش نظر فقہاء نے یہ صراحت کی ہے:

''له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب؛ لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه'' (ردالمحتار، باب النفقۃ: مطلب فی الکلام علی المؤنۃ)۔

(شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ بیوی کو ان تمام اعمال سے روک دے جو کسب کے متقاضی ہوں، اس لئے کہ اس کی ضروریات کی تکمیل اس (شوہر) پر لازم ہونے کی وجہ سے بیوی معاشی جدوجہد سے بے نیاز ہے)۔

اگر شوہر محض نفقہ کی تکمیل کرتا ہو، اس کے علاوہ اس کی دیگر وہ ضرورتیں جو نفقہ میں داخل نہیں ہیں وہ اس کا متحمل نہ ہوتا ہو، اورعورت خود اس کی تکمیل کرتی ہو تو پھر اس صورت میں

شوہر کو کسب معاش سے روکنے کا حق نہیں ہے، بشرطیکہ بیوی کا یہ عمل اس کے حسن وجمال کو متاثر نہ کرتا ہو اور نہ ہی گھریلو ذمہ داریوں اور شوہر کے حقوق سے غافل کرتا ہو (حوالہ سابق)۔

کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں ولی یا شوہر کی اجازت اور محرم کی معیت؟

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر عورت کی کفالت شوہر یا ولی کی جانب سے ہو رہی ہے تو پھر اس عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی شرعاً اجازت ہی نہیں ہے اور اندرون خانہ کسب معاش میں مصروف ہونے میں شوہر یا ولی کی اجازت ضروری ہے، تو مجبوری کی حالت میں بیرون خانہ مصروفیت کے لئے اجازت بدرجہ اولی لازم ہوگی، علامہ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی لکھتے ہیں:

"المرأة قبل أن تقبض مهرها لها أن تخرج فی حوائجها وتزور الأقارب بغير إذن الزوج، فإن اعطاها المهر ليس لها الخروج إلا بإذن الزوج" (تبیین الحقائق: باب النفقۃ)۔

(مہر پر قبضہ سے پہلے عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کے لئے اور اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے اور اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا تو پھر اس کو شوہر کی اجازت کے بغیر نکلنے کا حق نہیں ہے)۔

بہر حال کسب معاش کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر عورت گھر سے نہیں نکل سکتی اور بیرون خانہ کسب معاش کا مقام چاہے گھر سے مسافت سفر پر ہو یا مسافت سفر سے کم پر ہو، لیکن اس جگہ جانے آنے کو سفر سے تعبیر کیا جاتا ہو تو، دونوں ہی صورت میں ولی اور شوہر کی اجازت کے ساتھ یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ کسی محرم کے ساتھ نکلے، چاہے دن ہو یا رات، کیونکہ عورت کے لئے بغیر محرم کے گھر سے نکلنا درست نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا يكون ثلاثة

أيام فصاعدا إلا ومعها أبوها أو ابنها أوزوجها أو اخوها أو ذو محرم منها'' (مسلم:۳۳۹۰)۔

(اللہ پر اورآخرت پر ایمان رکھنے والی کسی خاتون کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد کی مسافت کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ہمراہ اس کا باپ یا اس کا بیٹا یا اس کا شوہر یا اس کا بھائی یا اسکا کوئی محرم ہو)۔

اس روایت میں تو مسافت سفر کا ذکر ہے،لیکن ایک روایت میں ایک دن کی مسافت سفر کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے یہی ارشاد فرمایا ہے،حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة يوم إلامع ذی محرم**'' (مسلم:۳۳۸۷)۔

(اللہ پر اورآخرت پر ایمان رکھنے والی کسی خاتون کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ ایک دن کی مسافت کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ہمراہ کوئی محرم ہو)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دن میں گھر سے اس جگہ جانے کے لئے جس جگہ آنے جانے کو سفر سے تعبیر نہیں کیا جاتا محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے،بشرطیکہ وہاں تنہا آنے جانے میں کسی قسم کا کوئی فتنہ یا اندیشۂ فتنہ نہ ہو،مثلاً عورت اپنے گاؤں یا محلّہ ہی میں کسی جگہ جائے اور اس کا ثبوت متعدد صحابیات سے ہوتا ہے،مثلاً:

☆ ایک مرتبہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تدفین کے بعد قبرستان سے واپس ہورہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کو آتے ہوئے دیکھا، جو کہ حضرت فاطمہؓ تھیں،قریب آنے کے بعد آپ نے انہیں پہچانا اور گھر سے نکلنے کے بارے میں پوچھا،تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں فلاں گھر میں تعزیت کے لئے گئی تھی (سنن ابوداؤد:۲۷۱۶)۔

اسی طرح صحابیات اپنے گھروں سے مسجد نبوی میں نماز کے لئے حاضر ہوتی تھیں اور

ان کی حاضری کسی خاتون کے ساتھ بھی ہوتی تھی اور تنہا بھی، اس لئے ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت محرم کے بغیر اس جگہ جاسکتی ہے جس پر سفر کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہاں آنے جانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو۔

خواتین کے لئے ملازمت کے شرعی حدود:

خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں چند ایسے شرعی حدود ہیں، جن کی پابندی کی صورت میں ان کے لئے ملازمت اور بیرون خانہ معاشی جد وجہد جائز ہوگی، بصورت دیگر ناجائز ہوگی، وہ شرعی حدود حسب ذیل ہیں:

۱- مردوں کے ساتھ خلوت واختلاط نہ ہو، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

''وإذا سألتموهن متاعا فاسألوهن من وراء حجاب'' (احزاب: ۵۳)۔

(جب تم لوگ ان (عورتوں) سے کوئی سامان مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو)۔

نیز رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''لا يخلون رجل بامرأة'' (بخاری: ۲۷۸۴)۔

(ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ رہے)۔

۲- وہ ملازمت ایسے عمل کی نہ ہو جس میں معصیت ہو کیونکہ عمل معصیت کی ملازمت مردوں اور عورتوں دونوں ہی کے لئے ممنوع ہے، مثلاً ڈھول بجانے وغیرہ کے اجارہ کو فقہاء نے اسی لئے ناجائز قرار دیا ہے کہ وہ عمل معصیت ہے۔

۳- عمل ملازمت معیوب نہ ہو، چاہے وہ عمل مطلقاً معیوب ہو یا لڑکیوں کے لئے وہ عمل معیوب ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے ولی کو یہ حق دیا ہے کہ ایسے عمل سے وہ اس کو روک سکتا ہے، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے:

''إذا آجرت المرأة نفسها بما يعاب به كان لأهلها أن يخرجوها من تلك الإجارة'' (فتاوی ہندیہ الباب التاسع عشر فی فسخ الاجارہ)۔

(جب عورت نے کسی ایسے عمل پر خود کو اجرت پر رکھا جسے معیوب سمجھا جاتا ہے تو اس کے گھر کے لوگوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کو اس اجارہ سے نکال دے)۔

۴-گھر سے زیب وزینت اور خوشبو کے ساتھ نہ نکلے، علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں:

''جہاں بھی ہم (فقہاء) نے عورت کے لئے گھر سے نکلنا مباح قرار دیا ہے تو اس شرط کے ساتھ مباح ہے کہ زینت نہ ہو اور ہیئت اس قدر تبدیل ہو کہ اس کی ہیئت مردوں کی نظروں کی داعی اور مائل کرنے والی نہ ہوں'' (فتح القدیر باب العدۃ)۔

۵-شرعی حجاب کے ساتھ نکلے اور ملازمت کی جگہوں میں اگر مردوں سے سامنا ہوتا ہو تو مسلسل شرعی حجاب میں رہے اور اپنا چہرہ چھپائے رکھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یا أیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن'' (احزاب:۵۹)۔

(اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں)۔

۶-مردوں سے بات چیت کی ضرورت درپیش ہو تو بات چیت میں لچک اور ہنسی مذاق کا لہجہ اور انداز نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا'' (احزاب:۳۲)۔

(تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو، کہ ایسا شخص کو خیال ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ کے موافق بات کرو)۔

۷-اگر گھر سے اتنی دور ملازمت ہو جہاں آنا جانا سفر کہلاتا ہو یا جہاں آنے جانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو کسی محرم کی معیت میں جائے، جیسا کہ اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

ایسی جگہ ملازمت میں پردہ کے احکام جہاں شریک ملازمت افراد خواتین ہی ہوں، البتہ ذمہ دار نگراں مرد ہوں:

ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور مردوں کے ساتھ ان کا کسی قسم کا اختلاط نہ ہو اور نہ ہی مردوں سے سامنا ہو اور اس ادارے کے ذمہ دار مردوں کے سامنے بھی ان خواتین کو آنا جانا نہ پڑتا ہو تو اس صورت میں اس حد تک پردہ لازم ہوگا جتنا ایک عورت کو ایک عورت کے سامنے پردہ کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے، شریعت نے ایک عورت کے سامنے عورت کے لئے پردہ کا معیار یہ مقرر کیا ہے کہ ایک عورت کسی عورت کے ناف اور گھٹنے کے درمیان اعضاء کے سوا بدن کے تمام اعضاء کو دیکھ سکتی ہے، الموسوعۃ الفقہیہ میں مذکور ہے:

''فيحل لها أن تنظر من المراة إلى جميع بدنها ما عدا بين السرة والركبة وإلى هذا ذهب الحنفية في الراجح'' (الموسوعۃ الفقہیہ: مادۂ نظر)۔

(عورت کے لئے حلال ہے کہ وہ عورت کے ناف اور گھٹنے کے درمیانی اعضاء کے سوا پورا بدن دیکھے، راجح قول کے مطابق حنفیہ کا مذہب یہی ہے)۔

البتہ کام کی جگہ پر مختلف مزاج کی خواتین آتی ہیں، جن میں ہوسکتا ہے کہ کوئی نیک ہوں تو کوئی بد بھی ہوں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ بقدر ضرورت ہی نیک عورتیں اپنے اعضاء کو بے حجاب کریں، بلکہ اگر بری، بے حیاء اور بے پردہ مسلم یا غیر مسلم عورتیں بھی ساتھ کام کرتی ہوں تو اس صورت میں نیک عورت پر یہ ضروری ہے کہ وہ ایسی عورتوں کے سامنے خود کو پردہ کے حوالے سے محتاط رکھے اور اس کے سامنے اپنی اوڑھنی وغیرہ سر سے نہ ہٹائے، بلکہ اس کے سامنے اپنا کوئی عضو ظاہر نہ ہونے دے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''لا يحل للمسلمة أن تراها يهودية أو نصرانية لئلا تصفها لزوجها'' (احکام القرآن: ۱۲/ ۲۳۳)۔

(کسی مسلم عورت کے لئے یہ حلال نہیں کہ اسے کوئی یہودیہ یا نصرانیہ دیکھے تاکہ وہ اس کے اوصاف اپنے شوہر کے سامنے بیان نہ کرسکے)۔

یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جبکہ ملازمت سے وابستہ عورت صرف خواتین کے درمیان ہی اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کی تکمیل کرتی ہو اور اس میں مردوں سے بالمشافہ بات چیت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہ پڑتی ہو، لیکن اگر ذمہ دار یا نگراں مردوں سے سامنا کرنا پڑتا ہو تو پھر اس وقت عورت پر ''شرعی حجاب'' لازم ہوگا، اور اس کے بغیر مردوں کے سامنے آنا جائز نہیں ہوگا اور نہ ہی مرد ذمہ داروں کے لئے یہ جائز ہوگا کہ پردہ کے بغیر ان جگہوں پر جائیں جہاں عورتیں اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل کرتی ہیں۔

سن رسیدہ خواتین اور پردہ:

ایسی خواتین جو حقیقی طور پر سن رسیدہ ہوچکی ہوں، ان کے اور جوان عورتوں کے مابین شرعی نصوص سے ''لازمی پردہ'' میں فرق معلوم ہوتا ہے، قرآن کریم میں جہاں عام عورتوں کے لئے **یدنین علیھن من جلابیبھن** اور **لا یبدین زینتھن** کا حکم ہے، وہیں سن رسیدہ خواتین کے لئے یہ حکم ہے:

''القواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح أن یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ و أن یستعففن خیر لھن'' (النور: ٦٠)۔

(بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہ رہی ہو، ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے کپڑے (جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے، غیر محرم کے روبرو بھی) اتاریں، بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے)۔

اس آیت کی مصداق اور حقیقی سن رسیدہ خواتین وہ ہیں جن کی عمر اتنی ہوچکی ہو کہ ان جیسی عورتوں سے شادی کی رغبت کسی مرد میں نہیں ہوتی۔

اس تفصیل کے مطابق اگر کوئی عورت واقع سن رسیدہ ہوچکی ہے تو اس کے لئے مقام

ملازمت وخدمت میں اجنبی مردوں کے سامنے صرف اس بات کی اجازت ہوگی کہ اپنا چہرہ کھول لے اور برقعہ یا چادر ہٹائے، اس کے علاوہ دیگر اعضاء کو بے حجاب کرنا، یا اوڑھنی ہٹا کر سر کو ننگا کرنا اس کے لئے بھی جائز نہ ہوگا۔

ایسی ملازمتوں کے مابین فرق جن میں مردوں کا سامنا ہونے میں فرق ہو:

۱- ایسی ملازمت جس میں عورت یکسوئی کے ساتھ کسی گوشہ میں کام کرتی ہو اور وہاں زیادہ تر عورتوں کا ہی سامنا ہو، البتہ معدودے چند مرد بھی وہاں آتے جاتے ہوں، یہ ملازمت اس ملازمت سے بہتر ہوگی جس میں کسی گوشہ میں یکسوئی کے بجائے برسرِ عام اپنی خدمت انجام دینی پڑے اور چونکہ اس میں مردوں سے سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے ایسی ملازمت میں مقامِ ملازمت پر مکمل ''شرعی حجاب'' عورت پر لازم ہوگا، ہاں اگر عورت کسی گوشہ میں یکسوئی کے ساتھ کام کرتی ہو اور عام اوقات میں تو مردوں سے سامنا نہ ہو بلکہ مردوں کے لئے اوقات مخصوص ہوں یا ان کی آمد سے قبل ان کی آمد کی اطلاع کا انتظام ہو تو اس صورت میں جب تک مردوں سے سامنا نہ ہو عورت اپنا چہرہ کھول کر اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل میں مصروف رہ سکتی ہے، اور مردوں سے سامنا کرنے کے وقت اس پر شرعی حجاب لازم ہوگا، اس کے بغیر مردوں سے سامنا کرنا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

۲- ایسی ملازمت جس میں یکساں طور پر مردوں اور عورتوں سے سامنا کرنا پڑتا ہو اور کسی گوشہ میں یکسوئی کے ساتھ کام کرنے کے بجائے کسی کھلے اور بے پردہ مقام پر ذمہ داریوں کی تکمیل کرنی پڑتی ہو، ایسی ملازمت اول الذکر قسم کے بالمقابل مرجوح ہوگی اور عورت جب تک اس مقام میں رہتی ہے، اس پر مکمل شرعی حجاب لازم ہوگا، اس کے بغیر اس کے لئے یہ ملازمت جائز نہیں ہوگی، نیز اگر اس جگہ پردہ کے اہتمام یا مردوں سے بات کرنے کے سلسلہ میں شرعی آداب کی رعایت میں کوئی چیز اگر جزوی طور پر بھی رکاوٹ بنتی ہو تو اس کے لئے یہ ملازمت جائز نہیں ہوگی۔

نیز دونوں قسموں میں عورت پر یہ بھی لازم ہوگا کہ مردوں سے کم سے کم بقدر ضرورت بات کرے اور اس کی بات میں ذرا بھی لچک نہ ہو، جس کا حکم اللہ نے عورتوں کو قرآن کریم میں ”لا تخضعن بالقول“ کے ذریعہ دیا ہے۔

گھر سے دور کسی مقام پر ملازمت کی غرض سے خواتین کا مستقل قیام؟

عورت جب محرم کے بغیر سفر نہیں کرسکتی تو اندرون ملک یا بیرون ملک ملازمت کی غرض سے کسی مقام پر تنہا قیام کرنا بھی اس کے لئے ناجائز ہے، کیونکہ محرم کے بغیر گھر سے دور کسی مقام پر اس کا تنہا قیام خطرناک اور پرفتن ہے اور عورت کے لئے ہر وہ عمل شریعت میں حرام ہے، جس میں اس کی عصمت کو خطرہ ہو اور موجودہ دور کے حقائق نے تو اس خطرہ کو حقیقت میں تبدیل کردیا ہے، اس لئے کسی مقام پر ملازمت یا کسی اور غرض سے عورت کا تنہا قیام کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

ہاں اگر عورت گھر سے دور کسی ایسے مقام پر قیام کرے جو مقام عورتوں کے لئے ہی مخصوص ہو اور وہاں کسی بھی مرحلہ میں (آنے جانے میں یا کسی ضروریات یا ذمہ داری کی تکمیل میں) بے حجابی یا خلوت میں مردوں سے سامنا نہ ہوتا ہو اور وہاں اس کے ساتھ متعدد عورتیں رہتی ہوں اور وہاں تک کوئی محرم لے جاکر اسے چھوڑ آئے، تو چونکہ مخلوط یا عام مقام پر تنہا قیام میں جو فتنے اور خطرات ہیں وہ اس صورت میں نہیں ہیں، اس لئے گھر سے دور ایسی جگہ پر محرم کے بغیر قیام کی گنجائش ہوگی۔

☆☆☆

عورتوں کی ملازمت

مولانا سید حسین احمد ☆

سوال کے جوابات سے پہلے چند باتیں بطور تمہید سمجھنا ضروری ہے:

۱- عورت کا گھر سے نکلنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کے بارے میں مفسرین کرامؒ کے کلام میں اکثر یہ قید لگی ہے کہ عورت "ضرورت یا حاجت" کے وقت گھر سے نکل سکتی ہے، بشرطیکہ پردہ اور حجاب کے احکام کی پابندی کرے، عام حالات میں اس کو گھر میں قرار کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ تفسیر عثمانی میں ہے:

باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بناء پر بدون زیب و زینت کے متبذل اور نا قابل اعتناء لباس میں مستتر ہوکر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو، بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے (۳۵۲/۲)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"وقرن فی بیوتکن : ای الزمن بیوتکن فلاتخرجن لغیر حاجة ومن الحوائج الشرعیة الصلاة فی المسجد بشرطه الخ" (۴۸۲/۳)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کا ماء مدین پر جو قصہ پیش آیا ہے، اس میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں نے باہر نکلنے اور چوپاؤں کو پانی پلانے کی ذمہ داری لینے کی وجہ اور عذر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

☆ دارالافتاء دارالعلوم کراچی (پاکستان)۔

''و أبونا شيخ كبير''

یعنی باوجود ہمارے حیادار ہونے کے ہمارے گھر سے نکلنے اور مردوں کے سامنے آنے اور باہر کی ذمہ داری نمٹانے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب ضعیف اور بوڑھے ہیں، وہ یہ کام خود نہیں کرسکتے۔

اس قصہ میں ان مسلمان خواتین کے لئے بہت بڑا سبق ہے جو محض چند ٹکوں کی خاطر گھروں کو چھوڑ کر اپنی شرم وحیا کو داؤ پر لگاتی ہیں، اور بلاضرورت باہر کی الجھنوں میں اپنے آپ کو پھنساتی ہیں۔

تفسیر مظہری میں ہے:

''امر بالقرار في البيوت وعدم الخروج بقصد المعصية كما يدل عليه قوله تعالى: "ولاتبرجن"فإنه عطف تفسيرى وتأكيد معنى وليس في الآية نهى عن الخروج من البيت مطلقاً الخ'' (۳۳۸/۷)۔

نیز حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں بخاری شریف میں مفصل قصہ لکھا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ کے کھیتوں سے ایندھن وغیرہ لایا کرتی تھیں، حالانکہ اس وقت ان کے والد اور شوہر موجود تھے،، اس صورت میں بظاہر کوئی ایسی ضرورت داعی نہیں تھی۔ اس کے تحت ''تكمله فتح الملهم'' میں لکھا ہے کہ

''ويحتمل أن تكون أسماء رضى الله عنها تخرج مراعية لأحكام الحجاب الخ'' (۴۸۶/۴)۔

بہر حال ضرورت یا حاجت شرعیہ یا طبعیہ کے وقت عورت کا حجاب کے احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے گھر سے نکلنا بلاشبہ جائز ہے، بلکہ اگر تبرج کے ساتھ نہ ہو، تو ضرورت داعیہ کے بغیر بھی پردہ کے ساتھ نکلنے کی گنجائش نکلتی ہے، کیونکہ آیت کریمہ میں خروج سے منع کو تبرج جاہلیہ کے ساتھ مقید کیا ہے، البتہ گھر میں رہنا زیادہ بہتر اور شرعی احکام کے مطابق ہے۔

۲- کسبِ معاش عورت کے لئے اس وقت ضروری ہوجاتا ہے جبکہ اس کے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو، مثلاً شوہر کا انتقال ہوا، اور کوئی دوسرا اس کے نان ونفقہ کا انتظام کرنے والا نہیں ہے، تو اس صورت میں عورت کے لئے کسب معاش کے بغیر چارہ نہیں، چنانچہ اس صورت میں عورت کو عدت کے اندر بھی نکلنا جائز ہے۔یا بعض صورتوں میں عورت کے اوپر کسی کا نان ونفقہ واجب ہوجاتا ہے جو بہت ہی نادر صورتیں ہیں، عام حالات میں نان ونفقہ کے وجوب کا تعلق مردوں سے ہے، البتہ بعض صورتوں میں آیت کریمہ: ''**وعلی الوارث مثل ذلک**'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۳) کے تحت بعض خواتین پر بھی نان ونفقہ کا وجوب ہوجاتا ہے، مثلاً اگر کوئی معذور ہے، اور کسب سے عاجز ہے، اور اس کا اپنا مال بھی موجود نہیں، اور اس کی بیٹی یا بہن ہے، تو بیٹی پر اس کا نفقہ واجب ہے۔وغیرہ۔جیسا کہ بدائع وغیرہ میں ہے:

''**ولو کان له بنت واخت فالنفقة علی البنت، لأن الولادة لها الخ**''

ایسی نادر صورتوں کے علاوہ عورت کے ذمہ کسب معاش کے وجوب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ذمہ گھریلوں کام بھی واجب نہیں،شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ گھریلو کام کے تکمیل کا انتظام کرے، بلکہ فقہاءکرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ بیوی کے نوکر کا خرچہ بھی شوہر اٹھائے گا، چنانچہ ابن عابدین نے نقل کیا ہے: ''**ویفرض علیه نفقة خادمها وان کانت من الاشراف فرض نفقة خادمین وعلیه الفتوی الخ**'' (ردمختار)۔

''**وقال الطحاوی**ؒ: **لم یختلفوا أن المرأة لیس علیها أن تخدم نفسها وأن علی الزوج أن یکفیها ذلک**'' (شرح ابن بطال ۳۹/۱۴)۔

۳- عورت کے لئے کسب معاش جہاں واجب نہ ہو، وہاں شرائط جواز (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے) کوملحوظ رکھتے ہوئے اگر عورت کسب معاش کرے، تو مباح سمجھا جائے گا، کیونکہ شریعت نے اس کا نان ونفقہ مردوں پر واجب کیا ہے، لیکن اس کو کسبِ معاش سے مکمل طور پر منع نہیں کیا، کسب معاش اس وقت ممنوع ہوگا جبکہ اس میں اور مفاسد موجود ہوں، جیسا کہ آج کل یہ

مفاسد پائے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تمہیدی امور کے بعد اب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں:

۱۔ جیسا کہ تمہید میں مذکور ہوا کہ عورت کے لئے اصل حکم یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے، اور ملازمت کے سلسلہ میں باہر نہ نکلے، نیز ضرورت کے وقت بھی حتی الامکان گھر میں رہتے ہوئے کوئی جائز ذریعہ معاش اختیار کرے، مثلاً سلائی وغیرہ، لیکن اگر کوئی خارجی مفسدہ نہ ہو، اور پردہ اور حجاب کی شرائط پوری ہوں، تو عورت کا کسب معاش عام حالات میں جائز ہے۔

۲۔ اصلاً تو خواتین پر نان ونفقہ واجب نہیں، لیکن تمہید کے امر ثانی میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق بہت کم صورتوں میں عورت پر کسی کا نان ونفقہ واجب ہوجاتا ہے، جیسا کہ اقارب کے نفقہ کے ضمن میں کتب فقہ میں مذکور ہے۔

۳۔ تنگی وترشی سے کام چلنے کی صورت میں عورت کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے، بشرطیکہ عورت درج ذیل شرائط کی مکمل پابندی کرے:

۱۔ مکمل شرعی پردہ کے ساتھ ہو۔

۲۔ بناؤ سنگھار نہ کیا ہو۔

۳۔ خوشبو نہ لگائی ہو۔

۴۔ راستے میں آتے جاتے وقت غیر محارم کے ساتھ بالکل اختلاط نہ ہو۔

۵۔ جہاں کام کرتی ہو، وہاں بھی غیر محارم مردوں کے ساتھ بالکل اختلاط نہ ہو۔

۶۔ اگر ولی موجود ہو، تو اس کی اجازت کے ساتھ ہو، اگر شادی شدہ ہے، تو شوہر کی اجازت سے ہو۔

۷۔ نابالغ بچوں اور متعلقین کے حقوق پامال نہ ہوں۔

لیکن محض معیارِ زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورت کا ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے نکلنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر مناسب نہیں، اور احتیاط کے خلاف ہے:

۱- اکثر نصوص میں عورت کے لئے گھر سے نکلنے کو ضرورت یا حاجت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔

۲- مذکورہ بالا شرائط کے مطابق عمل کرنا یا ان کی شرائط کی پابندی فی زمانہ عملاً مشکل ہے، اور ان شرائط کے مطابق عمل نہ کرنے کی صورت میں عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، چند بطور نمونہ ذیل میں ملاحظہ ہوں:

''عن أبی هريرة- فی حديث طويل -قال: قال رسول الله ﷺ : صنفان من أهل النار لم أرهما : قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مائلات مميلات رؤوسهن كأسنمة البخت لايدخلن الجنة ولايرحن ريحها، وأن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا'' (مسلم)۔

''عن أبی موسى رضی الله عنه قال: قال النبی ﷺ : كل عين زانية وأن المرأة إذا استعطرت ثم مرت بالمجلس فهی زانية'' (أخرجه أصحاب السنن)۔

۳- شریعت مطہرہ نے عورت کی فطرت اور ساخت کے لحاظ سے اور اس کو عزت وکرامت کا مقام دینے کی غرض سے اس کا نان ونفقہ مردوں پر واجب کردیا ہے، اور بڑی تاکید کے ساتھ اس کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اور ترغیبی انداز میں بھی اس پر ابھارا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''إذا أنفق المسلم نفقة على أهله وهو يحتسبها كانت له صدقة'' (متفق علیہ)

لھذا بلاضرورت گھر سے نکلنا اور محنت ومشقت اٹھانا اللہ جل شانہ کی اس نعمت کی ناشکری اور اپنے مقام کی ناقدری ہے۔

۴- گھر میں رہتے ہوئے کام کے لئے شوہر سے اجازت لینے یا نہ لینے کے بارے میں

کوئی صراحت نہیں ملی ،تاہم روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورت شوہر کے حقوق واجبہ کو پورا کرے،تو اس صورت میں وہ گھر میں کسی بھی مباح کام میں مشغول ہوسکتی ہے، چنانچہ احادیث مبارکہ میں ہے کہ عورت اگر تندور پر روٹی پکانے میں مشغول ہو،اورشوہر سے اس سے اپنی حاجت پوری کرنے کی خواہش کرے اور اس کو بلائے ، اورکوئی عذر معقول موجود نہ ہو،تو بیوی پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

"إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فتأته وإن كانت على التنور"(ترمذی وغیرہ)۔

۵- عورت کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز نہیں،خواہ مسافت سفر پر جارہی ہو، یا نہیں، مسافت سفر میں صرف اجازت کافی نہیں، بلکہ محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہے،جس کی اجازت ضروری ہے اس میں دن یا رات یا کفالت وغیرہ کی قید نہیں، بلکہ مطلق ہے۔

"قال النووی تحت حديث استيذان المرأة في الخروج إلى المساجد:استدل به على أن المرأة لاتخرج من بيت زوجها إلا بإذنه لتوجه الأمر إلى الأزواج بالإذن الخ"(۲۶۶/۳)۔

۶- عورت کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود وہی ہیں جن کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی کہ اگر گھر سے باہر ملازمت کے لئے نکلتی ہے،تو حجاب اور پردہ کے سارے تقاضے کو پورا کرنا ضروری ہے،نیز یہ کہ کسی بھی مرحلہ پر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، نیز بہتر اورمناسب یہی ہے کہ اگر نان ونفقہ کی ضرورت نہ ہو،تو عورت ملازمت سے اجتناب کرے، کیونکہ عورت کے گھر سے نکلنے سے فتنہ کا دروازہ کھل سکتا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال: المرأة عورة وإنها إذا خرجت من بيتها إستشرفها الشيطان" (الحديث رواه الطبراني في الأوسط)۔

۷- اس صورت میں جب بھی کسی غیر محرم سے واسطہ یا بات کرنے کی نوبت آئے، تو شرعی پردہ میں رہتے ہوئے با حجاب ہوکر سامنے آنا یا بات کرنا بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت جائز ہوگا۔

۸- اس صورت میں جوان عورت کے لئے ان مردوں کے ساتھ اختلاط یا خلوت یا بے تکلفی یا بے حجابانہ سامنے آنا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اس صورت میں اگر ان باتوں پر عمل کرنا ممکن ہو، تو ملازمت جائز ہے، ورنہ نہیں، البتہ ایسی سن رسیدہ خواتین جن کے بارے میں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور جو حدِ شہوت سے نکلی ہوئی ہو، ان کے لئے چہرہ کھولنے کی گنجائش ہے۔

''أما العجوز ألتی لاتشتھی فلا بأس بمصافحتھا ومس یدھا إذا أمن ومتی جاز المس جاز سفرہ بھا ویخلو إذا أمن علیه وعلیھا والإفلا'' (شامیۃ وغیرہا)۔

۹- نامحرم مرد ایک ہو، یا زیادہ، واسطہ زیادہ پڑتا ہو، یا کم، بہر حال نامحرم مردوں کے سامنے شرعی پردہ کا ہونا ضروری ہے، نیز اس کے ساتھ بے تکلف ہوکر بات کرنا یا لچکدار بات کرنا جائز نہیں، اسی طرح نامحرم کے ساتھ خلوت میں ملنا یا ٹھہرنا بھی جائز نہیں، بے پردگی کے زیادہ مواقع میں زیادہ گناہ ہوگا، اور کم مواقع میں کم گناہ ہوگا۔

۱۰- اوپر ذکر کردہ تمام شرائط کے نہ پائے جانے کی صورت میں اس کی اجازت نہیں، بالخصوص جبکہ محرم یا شوہر ہمراہ نہ ہو۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد مصطفی قاسمی آواپوری ☆

۱ – حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے خاندانی زندگی کے نظام کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ مرد باہر کا کام کرے اور عورت امور خانہ داری کو انجام دے، یہ یقیناً فطری اصول ہے جو مرد کے لئے بھی رحمت ہے اور عورتوں کے لئے بھی نیز اس میں خاندانی نظام کی بقا و استحکام ہے۔

اسلام نے خواتین کو عزت وحرمت کا جو مقام بخشا ہے اور اس کے تقدس کی حفاظت کی جو تعلیمات دی ہیں وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں، اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تمدنی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے جو احکام عطا کئے ہیں ان کی حکمتوں کا تقاضا ہے کہ وہ کسب معاش کی فکر میں ماری ماری نہ پھرے، بلکہ چین وسکون سے اپنے گھروں میں قرار پکڑے۔

اسی لئے شریعت نے شادی سے پہلے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی ہے، لہذا اگر بزضرورت کو چھوڑ کر عام طور سے اسے معاش کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔

اسی غرض کے لئے مرد اور عورت کے درمیان فطری تقسیم کار یہ رکھی گئی ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اور مرد کا کما کر لانا عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں، بلکہ ذمہ داری ہے۔

☆ مدرسہ اسلامیہ شکرپور، بھرواڑہ، دربھنگہ۔

اگر کوئی مرد اس میں کوتاہی کرے تو عورت بہ زور قانون اسے اس ذمہ داری کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔

''حضرت حکیم بن معاویہ قشیریؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو انہیں بھی پہناؤ اور چہرے پر مت مارو، اور برا مت کہو اور نہ چھوڑو مگر گھر میں (یعنی اگر اس سے کسی بنا پر الگ رہنا چاہو تو صرف یہ کرو کہ اس کا بستر الگ کردو)'' (ابوداؤد ۱/۲۹۱ کتاب النکاح باب فی حق المرأۃ علی زوجہا)۔

۲- شریعت مطہرہ نے خواتین پر نہ ان کا اور نہ ہی ان کے بچوں کا نفقہ واجب کیا ہے، بلکہ اس کی کفالت کی ذمہ داری شادی سے پہلے اس کے والد پر ہے اور شادی کے بعد شوہر پر واجب ہے شوہر کے انتقال کے بعد اولاد پر۔

''النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها'' (فتح القدیر ۴/ ۳۷۸)۔

(بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے مسلمان ہو یا کافر جب کہ اس نے اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا اور اسی کے گھر میں محبوس ہو کر رہ گئی تو شوہر پر واجب ہو گیا کہ اس کے نان ونفقہ اور کپڑے اور مکان کا بندوبست کرے)۔

''ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركها فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة'' (فتح القدیر ۴/ ۴۱۰ تا ۴۱۴)۔

(اور چھوٹے بچے کا بھی نان ونفقہ باپ پر واجب ہے، اس کی کفالت کی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوئی دوسرا شخص ساتھ نہ دے گا، جس طرح بیوی کے نان ونفقہ کی کفالت کی ذمہ داری میں اس کا کوئی شخص ساتھ نہیں دیتا ہے)۔

اس پر اتفاق ہے کہ میاں بیوی دونوں امیر مالدار ہوں تو نفقہ امیرانہ واجب ہوگا اور

دونوں غریب ہوں تو نفقہ غریبانہ واجب ہوگا، البتہ جب دونوں کے حالات مالی مختلف ہوں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، صاحب ہدایہ نے امام خصاف کے اس قول پر فتوی دیا ہے کہ اگر عورت غریب اور مرد مالدار ہو تو اس کا نفقہ درمیانہ حیثیت کا دیا جائے گا، کہ غریبوں سے زائد مال داروں سے کم، اور کرخیؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک اعتبار شوہر کے حال کا ہوگا، فتح القدیر میں بہت سے فقہاء کا فتوی اسی پر نقل کیا ہے (فتح القدیر ۱/ ۳۷۸، ۴۰۲)۔

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے اور مغربی تہذیب کو اپنانے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنا جب کہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ تنگی یا ترشی سے کام چل سکتا ہے تو اس صورت حال میں دنیا کمانے میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خلل واقع ہونے لگے اور دماغی وجسمانی صحت پر برا اثر پڑے جائز نہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے: "یا یھا الذین آمنوا لا تلھکم أموالکم ولا أولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون" (سورۂ منافقون: ۹)۔

(اے ایمان والو غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں گھاٹے میں)۔

اور محض وقت گذاری اور سیر وتفریح کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنا جب کہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے تو اس صورت حال میں ایسی عورتوں کو شتر بے مہار کسب معاش کی اجازت ہرگز شرعی نقطۂ نظر سے نہیں دی جائے گی اس میں مفاسد کثیرہ ہیں، جیسے زندگی اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت ہے اسی طرح اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت عظمی وقت بھی ہے، اس کی ہر ہر لمحہ کی قدر کرنے کی ضرورت ہے، لایعنی چیزوں میں وقت کو برباد کرنا نہیں چاہئے، اس سلسلہ میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''حضرت عمرو بن میمونؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت شمار کرو، بڑھاپے سے

پہلے جوانی، بیماری سے پہلے صحت وتندرستی کو، افلاس سے پہلے خوش حالی کو، مشاغل سے پہلے فراغت کو موت سے پہلے زندگی کو"۔

غنیمت شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو لہو ولعب اور فضول، غیر مفید باتوں میں ضائع نہ کیا جائے یعنی اپنی جوانی، صحت، خوش حالی اور فراغ اور زندگی کی نعمت کو قبل اس کے کہ بڑھاپا یا بیماری، افلاس، مشاغل، موت ان نعمتوں کو ہم سے چھین لے ان لمحات میں اعمال صالحہ سے آخرت کا ذخیرہ کرلیا جائے۔

صورت مسئولہ میں اگر ان عورتوں کی ملازمت کرنے کا منشا اور سرمایہ واثاثہ جمع کرنے کا مقصد پڑوسیوں اور دیگر رشتہ داروں پر شیخی جتانا، فخر ومباحات کرنا اور اترانا ہو تو شرعاً اس کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر ان کی نیت ملازمت کرنے کی یہ ہو کہ اپنے تنگ دست اور مفلس وقلاش شوہر، والد، بھائی بہن کی امداد وتعاون کریں گی، مسلم معاشرہ کے بڑے مفاد کی تکمیل میں امداد وتعاون کریں گی، نیک کاموں میں خرچ کریں گی، اپنی اور اولاد کی فلاح بہبود مقصود ہو اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے گریز کی نیت ہو تو ان کے لئے شرعی پردہ اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے شوہر، والد کی اجازت سے ملازمت کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔

۴- صورت مسئولہ میں اگر خواتین اندرون خانہ ہی اپنی معاشی پسماندگی دور کرنے کے لئے کوئی کسب معاش کا طریقہ اور ذریعہ اختیار کریں تو اس صورت میں بھی اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینی ضروری ہوگی، ارشاد باری ہے:

"اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے" (سورۂ آل عمران: ۱۵۹)۔

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے تو ایسی صورت میں بھی اس کے لئے ولی یا شوہر سے اجازت لینی پڑے گی، کیونکہ مرد خاندان کا ذمہ دار ہے، اسی لئے کسی پیشہ سے وابستگی کے لئے بیٹی یا بیوی کو مرد سے اجازت لینی ضروری ہے، ارشاد نبوی ہے:

''مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے'' (تفصیل کے لئے دیکھئے: بخاری ۱/ ۳۰۴، مسلم ۲/ ۱۲۲)۔

گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو تو عورت کو بلا محرم کے کسب معاش کی جگہ جانا جائز نہیں، اگر کسب معاش کی جگہ مسافت سفر سے کم ہے تو بلا محرم اور شرعی پردے اور شرعی حدود کا لحاظ کرتے ہوئے یا اذن ولی یا شوہر سے کسب معاش کی اجازت ہے، دن کا وقت ہو یا رات کا وقت ہو، ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، عورت جوان ہو یا ادھیڑ عمر کی یا بوڑھی ہو شریعت مطہرہ کے جو احکام اوامر ونواہی کے ہیں سب ان کے اوپر نافذ ہوں گے۔

ان ضرورتوں میں حکم شرعی کے اعتبار سے کچھ فرق نہ ہوگا، غرض کہ صورت مسئولہ میں جتنی شقیں ہیں سب میں ولی یا شوہر کی اجازت مشروط رہے گی۔

مفتی تقی عثمانی صاحب کا موقف یہ ہے کہ: صحیح مسلم میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی عورت تین روز (یعنی شرعی مسافت ۴۸ میل) سے زیادہ سفر نہ کرے، الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا محرم ہو، اس حدیث میں صراحت کے ساتھ عورت کو تنہا سفر کرنے سے ممانعت فرمادی گئی ہے اور جمہور فقہاء نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرض حج کے لئے بھی شرعی محرم کے بغیر سفر کو ناجائز کہا ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں تعلیم اور کسب معاش تو بہت کم درجہ کا ہے، لہذا کسب معاش اور حصول تعلیم کے لئے اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا نہ تو شوہر ہے نہ باپ ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا رشتہ دار ہے جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود اس عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے تو اس صورت میں اس عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ گھر سے نکلنا جائز ہے، اور جب یہ مقصد اپنے وطن اور اپنے شہر میں رہ کر بھی بہ آسانی پورا ہوسکتا ہے تو اس کے لئے کسی غیر مسلم ملک کی طرف سفر

کرنے کی ضرورت نہیں (مغنی لابن قدامہ ۳/ ۱۹۰،فقہی مقالات ۱/ ۲۴۸ تا ۲۴۹)۔

خلاصہ: اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے دن کے وقت ہو یا رات کے وقت ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو ولی یا شوہر سے اجازت لینی ضروری ہوگی،کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا مسافت سفر یا اس سے زائد کا ہو تو شرعی پردہ اور شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ اپنے شوہر یا بیٹا یا بھائی یا باپ یا اور کوئی ذی محرم رشتہ دار کے ساتھ نکلنا جائز ہے، اور اگر مسافت سفر سے کم کی دوری پر نکلنا ہے تو اس میں گنجائش ہے۔

۶ – شرعی دائرے میں رہتے ہوئے ملازمت سے خواتین کی وابستگی کو موجودہ دور میں ایک اہم اور نازک ترقی شمار کیا جاتا ہے جس کے آثار اقتصادی اور سماجی زندگی کے بیشتر گوشوں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

عورت کے لئے کسب معاش کرنا شرعی نقطہ نظر سے حرام نہیں ہے، اس لئے ضرورت پڑنے پر وہ کسب معاش کے جتنے ذرائع اور وسائل ہیں ان کو اپنا کر وہ اپنی کفالت آپ کر سکتی ہے، شریعت اسلامیہ کے قوانین وضوابط کی رعایت کرتے ہوئے بلا تردد تجارت وزراعت،حرفت و صنعت، ملازمت،گلہ بانی،دکانداری،گھریلو دست کاری، وغیرہ کا پیشہ اختیار کر کے کسب معاش کر سکتی ہے۔

مسلم معاشرہ کو ایسا ماحول و اسباب فراہم کرنا چاہئے کہ کام کرنے والی خواتین اپنی ملازمت اور خاندان دونوں کی ذمہ داریوں کو بہ حسن وخوبی انجام دے سکیں۔

۷ – عورتوں کا گھر سے نکلنا بہت بڑا فتنہ ہے، اس لئے فقہاء کرام نے مسجد کی جماعت، جمعہ اور وعظ سننے کے لئے عورتوں کے نکلنے کو ناجائز قرار دیا ہے، جب ایسی اہم عبادات و ضروریات دین کی خاطر تھوڑے وقت کے لئے قریب تر مقامات تک نکلنے پر بھی اس قدر پابندی ہے تو ملازمت پر جانے کے لئے شتر بے مہار جانے کی کیسے اجازت ہوگی؟ یہاں تو ہر قسم کے آدمی

ہوتے ہیں جن سے مسلم عورت کو پردہ کرنا ضروری ہے، شرعی پردہ کا مکمل اہتمام کرنا ہوگا، خوشبو سے پرہیز، ساتر لباس، خواتین کی جگہ سے ادارہ کے ذمہ دار مرد کی جگہ اتنی دور کہ ایک دوسرے کی آواز وہاں تک نہ پہنچ سکے، اور جب ذمہ دار ادارہ کا سامنا ہو تو پردہ کے ساتھ بہ قدر ضرورت بات چیت، وغیرہ۔

ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں (خواہ تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے) جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں بھی بھرپور پردہ کی ضرورت ہے، شریعت مطہرہ نے عورت کے درمیان جو امتیازی شان رکھی ہے اس کی رعایت ضروری ہے، میل جول کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے، نگاہیں نیچی رکھی جائیں، تنہائی اور اختلاط سے گریز کیا جائے، کسی نامحرم شخص سے تنہائی میں نہ ملے وغیرہ۔

۸- پردہ کے متعلق اسلام نے مرد وعورت کے لئے ایسے ایسے اصول بنائے ہیں جن کی پابندی سے ان کی عفت وعصمت پر حرف نہ آئے اور وہ بدی کے ارتکاب سے محفوظ رہیں، ازواج مطہرات کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولی**'' (سورۂ احزاب:۳۳) (اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور جاہلیت کی طرح زیب وزینت کا اظہار نہ کرتی پھرو)۔

خلاصہ: اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کے وہی حدود ہوں گے جو شریعت مطہرہ نے متعین کئے ہیں، اس سلسلہ میں سن رسیدہ خواتین، ادھیڑ عمر اور جوان عورتوں کے درمیان کوئی امتیازی فرق نہ ہوگا، شریعت مطہرہ کا قانون سب کے لئے یکساں ہے، عصر حاضر کی سن رسیدہ خواتین بھی جوان عورتوں کی طرح ہیں۔

اگر پیشہ ورانہ کام مردوں کے ساتھ عورتوں کی میل جول کے متقاضی ہوں تو مرد وزن

دونوں کے لئے میل جول کے آداب کی رعایت ضروری ہے، مثلاً لباس ساتر ہو، نگاہ نیچی ہو، تنہائی اور اختلاط سے پرہیز کیا جائے، اسی طرح طویل اور بار بار میل جول سے پرہیز کیا جائے۔

۹- سماجی زندگی میں عورتوں کی شرکت اور مردوں کے ساتھ میل جول کے سلسلہ میں حضور ﷺ نے کچھ آداب مقرر کئے ہیں، ان کی پاس داری سے اخلاق و آبرو کی حفاظت ہوتی ہے، سنجیدہ اور بامقصد زندگی کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے، نیکی اور بھلائی کو فروغ ملتا ہے، برائی دور ہوتی ہے، اور غلط جذبات سرد پڑتے ہیں، لباس و آرائش، گفتار و رفتار کے اندر اگرچہ مرد کے مقابلہ عورت پر کچھ زائد پابندیاں رکھی گئی ہیں، لیکن زندگی کے مصالح اور جائز ضروریات کی تکمیل کے لئے خندہ جبیں کے ساتھ عورت انہیں قبول کرتی ہے، یہ مصالح اور ضروریات جس قدر زائد ہوں گی، مردوں سے ربط و ملاقات کی ضرورت اسی قدر زیادہ ہوگی، اور مصالح و ضروریات کی قلت کی صورت میں مردوں کے ساتھ میل جول بھی کم ہوں گے (ترمذی ۱/۱۴۰، بخاری ۲/۷۸۷، مسلم ۲/۲۱۶)۔

۱۰- مسلمان عورت کے لئے ملازمت کی غرض سے اپنے گھر اور اپنوں سے دور ہو کر بلا محرم تن تنہا اندرون ملک یا بیرون ملک خواہ مسلم ملک ہو یا غیر مسلم ملک کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح تنہا بلا محرم کے خواہ مسلم ملک ہو یا غیر مسلم ملک وہاں مستقل قیام کرنا بھی جائز نہیں ہے (بخاری ۱/۲۵۰ تا ۲۵۱، مسلم ۱/۴۳۲ تا ۴۳۴، موطا امام مالک رص ۳۵۸)۔

”عن ابی معبد سمعت ابن عباس یقول سمعت النبی ﷺ یخطب یقول لایخلون رجل بامرأة إلا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة إلا مع ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول الله! إن امرأتی خرجت حاجة أوانی اکتتبت فی غزوة کذا وکذا! قال: انطلق فحج مع امرأتک“ (مسلم ۱/۴۳۴، کتاب الحج باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ، ابوداؤد ۱/۲۴۱ تا ۲۴۲، کتاب المناسک باب فی المرأة تحج بغیر محرم، شرح معانی الآثار ۱/۳۵۶ تا ۳۵۹، کتاب مناسک الحج باب حج المرأة بغیر محرم، بخاری ۱/۲۵۰ تا ۲۵۱، کتاب المناسک باب حج النساء،

موطا امام مالک، ص ۳۸۵، واللفظ للمسلم)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب کا موقف ہے کہ ”ایک مسلمان عورت کا حصول معاش یا حصول تعلیم کے لئے محرم کے بغیر تنہا غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا جائز نہیں، اسی طرح قیام کرنا بھی جائز نہیں، ہاں! اگر کسی عورت نے محرم کے ساتھ کسی غیر مسلم ممالک کا سفر کیا تھا اور وہاں رہائش پذیر ہو کر اس کو اپنا وطن بنالیا تھا پھر یا تو اس عورت کے محرم کا وہاں انتقال ہو گیا یا کسی وجہ سے وہ محرم وہاں سے سفر کر کے کسی دوسری جگہ چلا گیا اور وہ عورت وہاں تنہا رہ گئی اس صورت حال میں اس عورت کے لئے وہاں تنہا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ عورت وہاں رہ کر شرعی پردہ کی پابندی کرے (فقہی مقالات ۱/ ۲۴۹)۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت کے چند شرعی اور غور طلب امور

مفتی احمد نادر القاسمی ☆

ایسے تو ہر دور میں خواتین زندگی کی ڈور کو آگے بڑھانے میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں اور رہنا بھی چاہیے، مگر نظام خداوندی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کی جسمانی ساخت، طاقت وقوت میں فرق اور مزاج میں سختی ونرمی کو ملحوظ رکھتے ہوئے دونوں کے درمیان کارہائے حیات کی معتدلانہ تقسیم کردی ہے اور یہ تقسیم بھی فطری ہے، کوئی قانونی نہیں ہے، قانونی اور شرعی طور پر صرف اور صرف بچوں کی پرورش وپرداخت کی ذمہ داری خواتین پر ڈالی گئی ہے اور وہ بھی اس وقت جب باپ اس کی حیثیت نہ رکھتا ہو، اگر آپ شریعت اسلامی اور فقہی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں پر صرف دو ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں ایک بچوں کی نگہداشت اور حضانت وپرورش اور دوسرے شوہر کے گھر کی پاسبانی ونگہبانی، ان کے علاوہ اور کوئی کام عورت کے ذمہ قانونی طور پر شریعت نے نہیں رکھا ہے۔ زندگی کے باقی امور میں اگر عورت ازخود ہاتھ بٹاتی ہے، تو یہ اس کے اخلاقانہ کردار کے دائرے میں آتا ہے، اس سلسلہ میں نصوص سے بھی صرف اتنا ہی اشارہ ملتا ہے، جیسا کہ احادیث میں صراحت ہے۔

اس کے پیچھے شریعت کی صرف دو منشاء ہے: ایک عورتوں کی جسمانی نزاکت اور ضعف کا خیال، اور دوسرے اس کی عصمت کی حفاظت۔ لہذا جہاں کہیں بھی یہ دونوں چیزیں متاثر ہوں گی، اس سے صنف نازک اور آبگینوں کو انصاف کے تقاضے سے تحفظ فراہم کرنا مردوں پر قانوناً و شرعاً لازم ہوگا، اور اس کے خلاف کرنا خواتین کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

☆ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

اس مختصر تمہید کے بعد خواتین سے متعلق چند حقوق کا اسلامی، قانونی اور سماجی نقطۂ نظر سے اور اسلامک فقہ اکیڈمی سے جاری کردہ سوالنامہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے جائزہ لیا جارہا ہے۔

۱-عورت اور کسب معاش:

ذمہ دارانہ حیثیت سے کسب معاش کو عورتوں کے لیے شریعت امر مباح کے درجہ میں رکھتی ہے، اس لیے کہ کسب معاش انسان کے لیے اس وقت واجب ہوتا ہے، جب خود اس کا اور اس کے ماتحتوں کا نفقہ اور اس کی کفالت کی ذمہ داری خود اس پر ہو، اور عورتوں کو ہر مرحلہ میں شریعت نے اس سے آزاد رکھا ہے، اگر غیر شادی شدہ ہے، تو اس کا نفقہ اس کے باپ پر، اور منکوحہ ہے تو اس کے شوہر پر اور ماں ہے اور شوہر نہیں ہے تو اس کی بالغ اولاد پر۔ اس لیے وجوبی طور پر کسب معاش کی ذمہ داری عورت پر شریعت نے ڈالی ہی نہیں ہے۔ البتہ اگر کسب معاش سے عورت از خود جڑنا چاہتی ہے تو ممنوع بھی نہیں ہے۔ بشرطیکہ کسی کی زوجیت میں نہ ہو اور ہر حال میں عزت وعصمت محفوظ و مامون ہو، اور اس سلسلہ میں قرآن وسنت کے وہ نصوص جن میں معاش ومعاد کے تعلق سے مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، خواتین بھی ان کی مخاطب ہیں، چنانچہ ارشاد باری ہے:

- ''یأیھاالذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون'' (سورہ بقرہ:۱۷۳)۔
- ''ومن عمل صالحاً من ذکر و أنثی فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ الخ۔'' (سورہ نحل:۹۷)۔
- ''وللرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔'' (سورہ نساء:۳۲)۔

''یأیھا الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ماکسبتم ومما

أخرجنالكم من الأرض" (سورۃ البقرۃ ۲۶۷)۔

جس طرح عبادات بدنیہ اور لسانیہ نیک اعمال ہیں، اسی طرح حلال روزی کمانا بھی عمل صالح ہے، اگر کوئی خاتون پورے آداب واخلاق اور شرعی پردے کے ساتھ جہاں عزت وآبرو بھی مکمل محفوظ ومامون ہو بزنس یا ملازمت کرتی ہے، تو شریعت نے اس سے منع نہیں کیا ہے۔ لہذا اگر کوئی خاتون شوہر کے انتقال یا ماں باپ کے کسب معاش سے معذور ہونے کی صورت میں سروس یا تجارت کرتی ہے اور اپنے بچوں اور والدین کی کفالت کرتی ہے، تو وہ دوہرے اجر کی مستحق ہوگی۔

۲- نان ونفقہ اور خواتین:

شریعت نے اور خود دنیا کے تمام ملکی قوانین نے بھی عورتوں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے، اسے کسب معاش پر مجبور نہیں کیا ہے، بلکہ بعض حالات میں باپ پر اور بعض حالات یعنی شادی کے بعد شوہر پر واجب ہے۔ لہذا شرعی نقطۂ نظر سے عورت اور بچوں کا نفقہ مرد پر واجب ہونے کی وجہ سے کسب معاش اور نفقہ کی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے۔

● "وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف" (سورۃ البقرۃ ۲۳۳)۔

اور اگر بچے یتیم ہو جائیں تو بھی عورت پر اس کے نفقہ کی ذمہ داری شریعت نے نہیں ڈالی ہے، بلکہ اس کی کفالت کی ذمہ داری بیت المال پر رکھی گئی ہے اور اگر بیت المال نہ ہو، تو جماعت المسلمین کے ذمہ ہے، الا یہ کہ عورت خود اپنی مرضی سے کسب معاش کرے اور بچوں کی پرورش کا بوجھ برداشت کرے۔

۳- معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے عورتوں کا کسب معاش کرنا:

گھر کی مالی حالت اچھی ہو یا خراب اگر مرد زندہ ہے تو عورتوں کو کسب معاش کیلئے گھر سے باہر نہیں جانا چاہیے، لیکن اگر شوہر اجازت دے اور دوران ملازمت غیر محرموں کا سامنا نہ ہوتا ہو تو گھر سے باہر ملازمت یا تجارت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کہ یہ امر مباح ہے، البتہ اگر اس

سے کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ ہو یا بچوں کی نگہ داشت اور پرورش میں خلل واقع ہوتا ہو تو چونکہ یہ شرعی ذمہ داری ہے، جو متاثر ہورہی ہے، ایسی صورت میں محض معیار زندگی کو بلند کرنے کیلئے معاشی جدوجہد کرنا عورتوں کیلئے ذمہ داریوں سے گریز یا لاپرواہی کی وجہ سے شرعاً درست نہیں ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ بھی کہ موجودہ عہد میں خواتین کے لیے کسب معاش اتنا آسان نہیں ہے، بے شمار اندیشے اور خطرات درپیش رہتے ہیں، نیز یہ ممکن بھی نہیں ہے کہ کسی دفتر یا آفس میں یہاں تک سیکولر تعلیمی اداروں میں بھی غیر محارم کے ساتھ اختلاط نہ ہو، اس لیے موجودہ حالات کو کسی بھی قیمت پر فتنہ سے مامون نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہے۔

اس لیے مزید کی تلاش کے لیے گھر سے باہر جاکر خواتین کے ملازمت کو کسی بھی طرح جائز نہیں کہا جاسکتا، مجبوری کا حکم الگ ہے۔ "**وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم إلیه الخ**" (سورہ انعام ۱۱۹) سے اس کا جواز ثابت ہوگا۔

۴-اندرون خانہ معاشی سرگرمیاں جاری رکھنا:

اگر بچوں کی نگہ داشت اور ضروری امور انجام دینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو شوہر کی اجازت سے ہلکے پھلکے کام جیسے کشیدہ کاری، تکیہ وغیرہ کے غلاف اور موجودہ دور میں کمپیوٹر کے ذریعہ ٹریڈنگ، سلائی اور کاغذ کے تھیلے وغیرہ بنانے کا کام کرسکتی ہے، اس میں گرانباری بھی نہیں ہے اور کسی قسم کا کوئی فتنہ بھی نہیں ہے۔

البتہ ایسے کام جس سے اس کی جاذبیت اور مثلاً حسن متاثر ہوسکتا ہو یا صحت ڈھلتی اور گرتی ہو اور شوہر اس سے منع کرے تو پھر اس کا ترک لازم ہوگا، اس کی صراحت ہمارے قدیم فقہاء نے بھی کی ہے کہ اگر سوت کاتنے سے عورت کا حسن متاثر ہوتا ہو اور شوہر چاہے تو منع کرسکتا ہے اور جبر بھی کرسکتا ہے، خلاصہ یہ کہ اس صورت میں بھی ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی (تفصیل کے لئے فتح القدیر، بدائع اور البحر الرائق وغیرہ کے باب النفقات دیکھے جاسکتے ہیں، نیز الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۱۰/ ۷۸۰۳)۔

۵- کسبِ معاش کے لیے عورت کا گھر سے باہر جانا:

فی زمانہ بہت سی خواتین شادی سے پہلے ہی ملازمت سے وابستہ ہوجاتی ہیں، ایسی صورت میں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں: ملازمت پیشہ خواتین نکاح کے وقت ہی اگر یہ شرط لگادیتی ہیں کہ وہ ملازمت سے دستبردار نہیں ہوں گی اور مرد اس شرط کو قبول کرلیتا ہے تو پھر عورت کے لیے اپنی ملازمت جاری رکھنا جائز ہوگا اور شوہر اگر بعد میں منع کرنا چاہے تو منع نہیں کرسکتا۔

''لوتزوجها واشترطت عليه أن لايمنعها من الاشتغال خارج البيت، أولا يمنعها من الاستمرار في وظيفتها في الدولة، فهذا الشرط -كما يبدولي ملزم للزوج، فإذا أراد منعها فلم تمتنع، فلاتكون ناشزة بخروجها لأعالها خارج البيت بناء على ما اشترطه عليه في عقد النكاح۔'' (المفصل فی أحکام المرأۃ للدکتور عبدالکریم زیدان: ۷/ ۱۶۶)۔

البتہ اگر نکاح کے وقت ایسی کوئی شرط عورت کی جانب سے نہیں لگائی گئی تھی اور مرد کو اس کی ملازمت کا بھی علم تھا، پھر بھی ملازمت سے منع کرنا چاہے تو کرسکتا ہے (دیکھیے: حوالہ مذکور: ۷/۱۶۶)۔

اور اگر شوہر کے منع کرنے کے باوجود وہ ملازمت کو جاری رکھتی ہے تو ناشزہ شمار ہوگی اور شوہر سے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی، اگرچہ دن میں آفس میں اور رات کو شوہر کے گھر میں رہتی ہو، اس لیے کہ اس صورت میں ناقص سپردگی ہے۔

''فلانفقة لها لنقص التسليم وبه عرف جواب واقعة في زماننا أنه لو تزوج من المحترفات التي تكون بالنهار فيمصالحها وبالليل عنده فلا نفقة لها۔'' (المفصل في أحکام المرأۃ: ۷/ ۱۶۶، بحوالہ الدرالمختار: ۳/ ۵۷۷)۔

اور اگر ایسی جگہ ملازمت کرتی ہو، جہاں غیر محرموں کا سامنا ہوتا ہو یا راستہ میں مردوں کے ساتھ جانا پڑتا ہو جیسا کہ فی زمانہ ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں عورتوں کی عصمتیں

محفوظ نہیں ہیں، اس پہلو کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا اور اس کے نتیجہ میں جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اور خواتین کے فتنہ میں پڑنے، یہاں تک کہ شادی شدہ خواتین کے غیر مردوں کے ساتھ شوہر اور بچوں کو چھوڑ کر فرار تک ہوجانے کے واقعات جو رونما ہو رہے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں، عمومی اجازت دینے میں ہمیں ان پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

تاہم وہ خواتین جن کے شوہر یا اولیاء اپنی بدبختی یا معذوری کی وجہ سے خواتین کی واجبی ضروریات کی تکمیل نہیں کرتے ان کے ساتھ مجبوری ہے اور مجبوری کی صورت میں خواتین کا ملازمت کے لیے گھر سے باہر جانا پورے آداب شرعی کے ساتھ مباح ہوگا اور وہ مضطر کے درجہ میں ہوگی اور ایسی صورت میں شوہر یا اولیاء کی اجازت بھی ضروری نہیں ہوگی، اس کی نظیر ماہرین قانون اور فقہاء کے یہاں بھی ملتی ہے، قرآن نے خود مضطر کے سلسلہ میں امر ممنوع کے بھی ارتکاب کی اجازت دی ہے:

● ”فمن اضطر غير باغ ولا عاد“ (سورہ انعام: ۱۴۵)۔

● ”والحق على أن المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، فإن علم في واقعة عجز هذه المختلعة عن المعيشة إن لم تخرج، أفتاها بالحل، وإن علم قدرتها أفتاها بالحرمة.“ (کما فی فتح القدیر، در مختار مع الرد)۔

اور حنابلہ کے یہاں بھی اس کی صراحت ملتی ہے:

● ”وإن لم يقم بحوائجها فلا بدلها من الخروج.“ (کشاف القناع)۔

اجازت کے بعد ملازمت سے روکنا:

ساتھ ہی اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ نکاح کے وقت اگر شوہر نے ملازمت کی اجازت دیدی، مگر زمانہ اور حالات کی وجہ سے اس سے عار محسوس کرتا ہے، یا وہ اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ ملازمت کرنے میں کسی بھی ناحیہ سے اور اجانب سے اختلاط کی وجہ سے عصمت محفوظ نہیں رہ سکتی تو نکاح کے وقت اجازت کے باوجود منع کرنے کا مجاز ہے اور عورت

ملازمت کے سلسلہ میں اپنے شوہر کے حکم کی پابند ہوگی۔

''ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة''(سورۃ بقرۃ: ۲۲۸)۔

''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض''(سورۃ نساء: ۳۴)۔

''ألا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ''(متفق علیہ)۔

موجودہ زمانہ کا فتنہ:

دور جدید میں یہ رجحان بڑی تیزی سے بڑھا ہے کہ عورتوں کو اپنے پاؤں پہ کھڑا کیا جائے، یہ دراصل ایک فتنہ ہے اور خواتین کے استحصالی ذہنیت کی پیداوار ہے، اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ خواتین کو باصلاحیت اور معاشرہ کی تعمیر میں پائدار کردار نبھانے کے لائق بنانا چاہیے، مگر معاشرہ کی تعمیر وترقی اور انہیں اپنے پاؤں پہ کھڑا کرنے کے بہانے ان کو کارخانوں اور آفس میں ملازمت کے لیے تیار کیا جائے اور انہیں سکے ڈھالنے کی مشین بنایا جائے یہ ان کی ذات اور شخصیات کے ساتھ ناانصافی اور ان کا غلط استعمال اور استحصالی فتنہ ہے۔ کیونکہ ان کی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری ان پر نہیں، بلکہ ان کے اولیاء اور ذمہ داروں پر ہے، اس لئے اپنے پاؤں پہ کھڑا کرنے کا کوئی مطلب ہی خواتین کے ساتھ نہیں بنتا، یہ ایک لغو اور استحصالی نظریہ ہے۔ ڈاکٹر مصطفی سباعی نے لکھا ہے:

''فلسفة الاسلام أن البنت والمرأة بوجه عام لایصح أن یکلف بالعمل تنفق علی نفسھا، بل علی أبیھا أو زوجھا أو أخیھا مثلاً أن یقوم بالانفاق علیھا لتتفرغ لحیاة الزوجیة والأمومة'' (المرأۃ بین الفقہ والقانون: ۱۵)۔

(اسلام کا فلسفہ خواتین کے بارے میں یہ ہے کہ ایک لڑکی اور عورت کے لیے عام حالات میں یہ بات درست نہیں ہے کہ اس کو کسب معاش کے لیے کام کاج کرنے کا مکلف

بنایا جائے کہ وہ خود کمائے اور اپنی ذات پر خرچ کرے، بلکہ ان کے اخراجات کی ذمہ داری ان کے باپ، شوہر اور بھائی پر ڈالی گئی ہے، تاکہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر ازدواجی زندگی کے تقاضے اور مکمل طریقہ سے ایک باصلاحیت ماں کا کردار ادا کرنے کے لیے فارغ کرسکے)۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے: "**ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف**" (صحیح مسلم)۔

اس لیے عورتوں کو اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونے کا فتنہ کھڑا کرنا، ان کو غلط راستہ پر ڈالنے کے لیے ورغلانا ہے، جس کی کسی بھی قیمت پر حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، نیز معاشرے کی تعمیر و ترقی کے خواتین کو لائق بنانے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ وہ ایک شوشل ورکر بن جائے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک باصلاحیت ماں کا کردار ادا کرنے کے لائق ہو اور بچوں کی ایسی تربیت کرے کہ آنے والے وقت میں وہ اچھے سماج کا بہترین اور لائق مند انسان اور حصہ بن سکے۔

تحفظ عصمت کا جامع اصول:

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ خواتین کی عزت وآبرو کے تحفظ میں اسلام کا دوٹوک اصول ہے کہ: "تنہائی میں ایک مرد اور عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے" (مشکوۃ ۲/۲۶۹) یعنی وہ اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ دراصل خواتین کے تحفظ کا اعلیٰ درجہ کا اصول ہے، جسے پوری دنیا کو اختیار کرنا چاہیے۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ عورت کچھ نہیں کرسکتی، بلکہ وہ سب کچھ کرسکتی ہے جو مرد کرتا اور کرسکتا ہے، مگر ہر کام خواتین سے لینا یا اس پر اکسانا، یا اس کے لئے تیار کرنا یہ نہ تو کسی طرح کی دانشمندی ہے اور نہ ضروری، بلکہ ہر کام ان سے کروانا اور اور اس کی طاقت وبساط سے زیادہ ان پر ذہنی اور جسمانی بوجھ ڈالنا یہ ظلم ہے، اور اسلام اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ:

۱- جہاں خواتین کی عصمت خطرات اور اندیشے لاحق ہوں وہاں ملازمت جائز نہیں

ہے۔

۲-ایسی جگہ ملازمت جائز نہیں جہاں صرف ایک مرد اور ایک عورت ہی رہتی ہو۔

۳-ان شعبوں میں ملازمت جائز نہیں، جن میں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو اور مل کر کام کرنا پڑے۔

۴-اگر شادی کے وقت شوہر نے ملازمت کی شرط قبول کرلی ہو، مگر شوہر محسوس کرتا ہے کہ ملازمت میں عصمت محفوظ نہیں ہے، بچوں کی پرورش و پرداخت میں اور اس کی ذات سے متعلق وظائف کی ادائیگی میں خلل واقع ہوتا ہے تو شوہر اس سے منع کرسکتا ہے۔

۵-جہاں صرف خواتین ملازمت کرتی ہیں، غیر محرم مرد نہیں ہوتے وہاں آداب شرعی کے ساتھ ملازمت کرنے کی اولیاء اور خاوند کی اجازت سے جائز ہے۔

۶-غیر شادی شدہ بچیوں کو والدین کی طرف سے، یا شدی شدہ خواتین کو خاوند کی طرف سے ملازمت پر مجبور کیا جانا قطعاً جائز نہیں ہے۔

۷-موجودہ حالات میں جب تک ضرورت شدیدہ نہ ہو، محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے، ملازمت مامون ماحول نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت اور عدل

مولانا عبداللہ خالد☆

اسلام نے بندوں پر جو احسانات کئے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس نے ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق احکام کا پابند بنایا، اس کی طاقت سے زیادہ اس کو مکلف نہیں بنایا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**لا یکلف اللہ نفسا إلا وسعھا**" (بقرہ: ۲۸۶) (یعنی اللہ تعالیٰ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتے ہیں)۔

مرد و عورت کی صلاحیت میں فرق پایا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ان کی صلاحیت کے مطابق احکام کا مکلف بنایا ہے۔

اسلام مساوات کا قائل نہیں، بلکہ عدل کا قائل ہے، عدل کے معنی برابری، برتاؤ کے نہیں، بلکہ عدل سے مراد یہ ہے کہ جو جس صلاحیت کا مالک ہو اس کو اسی کے مطابق اس کی ذمہ داری مقرر کی جائے، مرد و عورت کی صلاحیتوں میں فطری طور پر فرق پایا جاتا ہے، بعض صلاحیتیں مردوں میں زیادہ ہے، جیسے جسمانی مشقت، دوڑ دھوپ، شجاعت و بہادری، جرأت و بیباکی، قوت فیصلہ، اقدامی صلاحیت اور مدافعت کی طاقت عورتیں جسمانی اعتبار سے کمزور ہیں، ان میں قوت فیصلہ کی بھی کمی ہوتی ہے، یہ بات طبی اعتبار سے بھی تسلیم شدہ ہے۔

اسلام نے عورتوں کی عفت و عصمت اور فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے اسے گھر میں رہنے کا حکم دیا، اور باہر نکلنے کو سخت ناپسند کیا اور اس کی تمام سرگرمیوں کو گھر تک محدود رکھنے کی تاکید

☆ دارالعلوم لوا واڑا، گجرات۔

فرمائی، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية''(احزاب:۳۳)۔

لیکن اس آیت کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمان عورتوں کو یہ حکم شامل ہے، علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وما معنى هذه الآية الأمر بلزوم البيت وإن كان الخطاب لنساء النبي ﷺ فقد دخل غيرهن فيه بالمعنى، هذا لولم يرد دليل يخص جميع النساء كيف والشريعة طافحة بلزوم النساء بيوتهن والانكفاف عن الخروج منها الا بضرورة'' (القرطبی۷/۱۱۶)۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن'' (سورۂ طلاق:۱)(ان عورتوں کوان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں)۔

حدیث میں ہے:حضرت عبداللہ بن مسعودؓحضور ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں:

''إن المرأة عورة فإذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان واقرب ما تكون من رحمة ربها وهي في قعر بيتها''(ترمذی حدیث نمبر ۱۱۷۳)۔

اسلام میں جماعت اور جمعہ کی بہت فضیلت ہے اور اس کو چھوڑنے پر سخت وعید میں آئی ہیں، لیکن عورت کو گھر میں نماز پڑھنے کا حکم فرمایا، حدیث شریف میں ہے:

''عن أم سلمةؓ عن رسول الله و قال: خير مساجد النساء فخر بيتهن'' (رواہ احمد:۶/ ۲۹۷)۔

اوران کے گھروں میں رہنے کو جہاد قرار دیا گیا، مسند احمد کی روایت ہے:

''عن عائشةؓ عن النبي ﷺ أنه قال عليكن بالبيت فإنه جهاد كن'' (مسند احمد۶/ ۶۸)۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

''ليس للنساء نصيب فى الخروج إلا مضطرة'' (رواہ طبرانی کذا فی الکنز ۸/ ۲۶۳)۔

ان قرآنی آیات اور احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، اس لئے عورت کو باہر نکل کر معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے ملازمت یا تجارت کرنا ضرورت کے بغیر جائز نہ ہوگا، اور اس لئے بھی کہ عورتوں کا نفقہ اور سکنی مردوں کے ذمہ واجب ہے، بیوی کا نفقہ شوہر پر مطلقا واجب ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۳)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''لينفق ذو سعة من سعته'' (سورۂ طلاق: ۷)۔

ترمذی شریف میں ہے:

''ألاحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن فى كسوتهن و طعامهن''۔

اور فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

''وأما الإجماع فاتفق أهل العلم على وجوب نفقات زوجات على أزواجهن إذا كانوا بالغين'' (المغنی ۷/ ۵۶۴)۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے نفقہ اور سکنی کی ذمہ داری مردوں پر لازم ہے، اس لئے عورت کو بلاضرورت باہر نکل کر معاشی جد وجہد کرنا جائز نہ ہوگا۔

لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح کی معاشی جد وجہد محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے گھر تک محدود ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی طرف سے

عورت پر عائد ذمہ داریاں اور فرائض کی انجام دہی میں خلل واقع نہ ہو، اس کی عزت وآبرو پر آنچ آنے کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کی اجازت ہوگی، اس لئے کہ حدیث میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

سوت کاتنے کی آپ ﷺ نے خود ترغیب دی، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے ارشاد نبوی مروی ہے:

"علموهن الغزل" (یعنی عورتوں کو سوت کاتنا سکھاؤ) (درمنثور ۵/۳۶)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی زوجہ ذاتی صنعت وکاریگری سے اپنے شوہر اور بال بچوں کی کفالت کرتی تھیں۔

اور حضرت اسماء بنت مخرمہ عطر فروخت کرتی تھیں (طبقات ابن سعد ۸/ ۲۱۴)۔

اس کے لئے شوہر کے علاوہ دوسرے ولی کی اجازت ضروری نہیں ہوگی، اور اگر شوہر کے حقوق میں کوتاہی نہیں ہورہی ہے تو اجازت ضروری نہ ہوگی، لیکن اگر کوتاہی ہورہی ہے تو اجازت ضروری ہوگی، اور شوہر اس کو روک سکتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"أن المرأة محبوسة على الزوج يمنعها من التصرف والاكتساب" (المغنی ۷/ ۵۶۴)۔

اگر عورت کے نفقہ کی ذمہ داری ادا کرنے والا کوئی نہ ہو، یعنی شوہر مر گیا ہو یا مطلقہ ہو اور اس کا کوئی ولی نہ ہو جو اس کی کفالت کرے یا شوہر موجود ہے، لیکن کمانے سے عاجز ہے یا اس کی آمدنی گھر کے لئے کافی نہیں ہے، اور گھر میں رہ کر تجارت کرنے کی کوئی شکل نہیں ہے تو اس کے لئے ایک ضرورت ہے اور ضرورت کے وقت شریعت نے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

"وقرن في بيوتكن" کی تفسیر میں مفسرین نے ضرورت کے وقت باہر نکلنے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''والإنكفاف عن الخروج إلا بضرورة'' (القرطبی ۱۱۶/۱۷)۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

''وما يجوز من الخروج للحج وزيارة الوالدين وعيادة المرضى و تعزية الأقارب و نحو ذلک'' (روح المعانی ۲۳/۷)۔

فقہاء کرام نے بھی عورت میں متوفی عنہا زوجہا کو معاش کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

''ومعتدة الموت تخرج يوما وبعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة، لأنه لانفقة لها'' (البحر الرائق ۴/ ۲۵۸)۔

ڈاکٹر زحیلی فرماتے ہیں:

''أما المتوفى عنها ولا بأس أن تخرج نهارا في حوائجها؛ لأنها تحتاج إلى الخروج بالنهار لإكتساب ماتنفقه، لأنه لا نفقة لها من الزوج المتوفى بل نفقتها عليها و تحتاج للخروج لتحصل النفقة'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۶۵۴)۔

عورت کو معاش کے سلسلہ میں باہر نکلنے کے لئے کچھ شرائط وحدود ہیں:

۱-گھر سے باہر نکلتے وقت سر سے پاؤں تک نقاب یا لمبی چادر سے اپنے پورے جسم کو چھپالے، راستہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں کھلی رکھے۔

خوشبو اور زینت کے بغیر نکلے۔

بجنے والے زیور نہ ہوں، راستہ کے کنارے پر چلے، بیچ راستہ پر نہ چلے، اسی طرح چلتے وقت مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو، عام مجلس میں بھی مردوں کے ساتھ نہ بیٹھے۔

اگر عورت ایسی جگہ کام کر رہی ہے جہاں مرد بھی کام کرتے ہوں تو پردہ کے حدود کیا ہوں گی؟

اجنبی عورت کیلئے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ وہاتھ کے علاوہ پورا بدن ستر ہے، اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے، حنفیہ اور کچھ مالکیہ کے نزدیک چہرہ وہاتھ ستر میں داخل نہیں ہے، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک چہرہ وہاتھ بھی ستر میں داخل ہے، تاہم جن لوگوں نے (حنفیہ وغیرہ) چہرہ وہاتھ کو ستر نہیں مانا ہے ان کے نزدیک بھی اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو چہرہ کو بھی چھپانا ضروری ہے۔

البتہ بوڑھی عورت کے سلسلہ میں کچھ تخفیف ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(اور وہ بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو اس بات میں گناہ نہیں کہ وہ اپنے ستر کے کپڑے کے علاوہ برقعہ وچادر کو اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں، اور اس سے بھی احتیاط رکھیں تو وہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہے، اللہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے) (سورۂ نور: ۶۰)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھی عورت کے لئے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہاتھ وغیرہ کھولنے کی اجازت ہوگی، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اس لئے کہ اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو فقہاء نے محرم سے بھی پردہ کا حکم دیا ہے۔

عورت کا کسی جگہ تنہا قیام کرنا یعنی محارم کے بغیر فتنہ سے خالی نہیں، اسی لئے شریعت نے عورت کو بغیر محارم کے شرعی مسافت سفر کی اجازت نہیں دی ہے، اور حج جیسے مقدس فریضہ کو بغیر محارم کے اس پر فرض نہیں کیا ہے (دیکھئے: مسلم ۴۳۲/۲، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

علامہ شامی نے تو فساد زمانہ کی وجہ سے تین دن سے کم کے سفر میں بھی بغیر محرم کے اجازت نہیں دیا ہے (ردالمحتار ۴۶۴/۲)۔

علامہ تقی عثمانی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''ایک مسلمان عورت کے لئے حصول معاش کے لئے یا حصول تعلیم کے لئے محرم کے بغیر مسلم وغیر مسلم ممالک کا سفر کرنا جائز نہیں، اسی طرح قیام کرنا بھی جائز نہیں''۔

خواتین اور کسب معاش کا مسئلہ

مولانا محمد سلمان کھلی ☆

۱ - اسلام نے خواتین کو عزت وحرمت کا جو مقام بخشا ہے اور اس کے تقدس اور جائز تمدنی و معاشرتی حقوق کی حفاظت کے لئے جو تعلیمات دی ہیں وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں، قرآنی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات سے کسی ادنی شبہ کے بغیر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درحقیقت انسانی زندگی دو مختلف شعبوں پر منقسم ہے، ایک گھر کے اندر کا شعبہ اور ایک گھر کے باہر کا شعبہ، یہ دونوں شعبے ایسے ہیں کہ ان دونوں کو ساتھ لئے بغیر ایک متوازن اور معتدل زندگی نہیں گزاری جاسکتی، جب دونوں شعبے ایک ساتھ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک چلیں گے تب انسان کی زندگی استوار ہوگی اور اگر ان میں سے ایک ختم یا ناقص ہوگیا تو انسان کی زندگی میں توازن ختم ہوجائے گا، ان دونوں شعبوں میں شریعت نے یہ تقسیم فرمائی کہ مرد کے ذمہ گھر کے باہر کے کام لگائے مثلاً کسب معاش، سیاسی اور سماجی کام وغیرہ اور گھر کے اندر کا شعبہ عورت کے حوالہ کیا مثلاً شوہر کے مال سے گھر کا انتظام کرنا، بچوں کی پرورش وتربیت کرنا وغیرہ غرض یہ کہ عورت تلاش معاش کے لئے ماری ماری پھرنے کے لئے نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ بننے کے لئے پیدا ہوئی ہے، چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا:

”المرأة راعية على بيت زوجها وهي مسئولة“ (بخاری باب قوا أنفسكم وأهليكم)۔

اور اس کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کردیا گیا جو بیرو خانہ امور سے تعلق رکھتے

☆ مدرسہ جامعہ خلیلیہ ماہی، پالن پور شمالی گجرات۔

والے ہیں مثلاً اس پر جمعہ واجب نہیں، اس پر جہاد بھی فرض نہیں، اس کے لئے جنازوں میں شرکت بھی ضروری نہیں، بلکہ اس سے روکا گیا ہے، اس پر نماز باجماعت اور مسجد کی حاضری بھی لازم نہیں کی گئی، بلکہ پسند نہیں کیا گیا، اس کو بغیر محرم کے سفر کی بھی اجازت نہیں دی گئی، عورتوں کی عصمت وعزت اور معاشرے کی اخلاقی پاکیزگی کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں سے کم سے کم اختلاط ہو جس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ خود عورتیں بلاضرورت گھروں سے نہ نکلیں، کہ ان کا گھروں سے نکلنا نامحرموں سے اختلاط اور شدید فتنہ کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں میں ٹکے رہنے کا خاص طور سے حکم دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وقرن فی بیوتکن''(سورۂ احزاب: ۳۳)۔

یہ مختصر ارشاد ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک عورت کا اصل مقام اور اس کی خدمات کا اصل مرکز اس کا گھر ہے۔

یعنی عورتوں کا باہر نکلنے کے لئے کوئی حصہ نہیں بجز اس کے کہ باہر نکلنے کے لئے کوئی اضطراری صورت پیش آجائے، نیز بہت سی احادیث سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورت کے لئے اصل یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہے، بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے (تکملہ فتح الملہم ۴؍ ۲۶۴)۔ لیکن اس باب میں زیادہ سختی اس لئے نہیں کی گئی کہ بعض حالات میں عورتوں کے لئے گھروں سے نکلنا ضروری ہوجاتا ہے، لہٰذا ایسی مجبوریوں کی وجہ سے قانون میں کافی گنجائش رکھی گئی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''قد أذن الله لکن أن تخرجن لحوائجکن'' (بخاری باب خروج النساء لحوائجھن)،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ''وقرن فی بیوتکن'' کے حکم قرآنی کا منشا یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کی حدود سے قدم کبھی باہر نکالیں ہی نہیں، حالات، حاجات وضروریات کے لئے ان کو نکلنے کی اجازت ہے، مگر یہ اجازت نہ غیر مشروط ہے نہ غیر محدود۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے عورت کو دیگر حقوق کی طرح معاشی حقوق بھی دیئے ہیں، اسلام اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہے، بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کے لئے مقرر کئے ہیں چنانچہ وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر یا اندرون خانہ کوئی ہنر یا پیشہ اختیار کر کے کسب معاش کرسکتی ہے، یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام بلاضرورت گھر سے خواتین کے نکلنے کو پسند نہیں کرتا بضرورت کے موقع پر اسلام خاتون کو روزی کمانے محنت مزدوری کرنے کے لئے گھر سے باہر باپردہ نکلنے کی اجازت دیتا ہے، مگر اس قسم کی اجازت جو حالات وضروریات کی رعایت سے دی گئی ہے اسلامی نظام معاشرت کے اس قاعدے میں ترمیم نہیں کرتی کہ عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے، یہ محض وسعت ورخصت ہے، اس کو اسی حیثیت پر رکھنا چاہئے، لہذا یہ استثنائی صورت ہوگی نہ کہ حکم عام، ورنہ عام حالات میں اسلام اس کے لئے بازار، کی بجائے گھر کی چاردیواری پسند کرتا ہے۔

۲- اسلام نے کسی زمانے میں کسب معاش اور نان ونفقہ کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی ہے، شادی سے پہلے اس کی مکمل کفالت باپ کے ذمہ ہے، اور شادی کے بعد اس کی تمام کفالت شوہر کے ذمہ ہے، اور اگر شوہر نہ رہے اور اس کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کی مکمل کفالت اولاد کے ذمہ ہے، غرض یہ کہ اسلام نے اس کے معاش اور نان ونفقہ کا مسئلہ اس پر عائد نہیں کیا ہے، اسی طرح اسکے بچوں کا نفقہ وخرچہ بھی اس پر نہیں، بلکہ اس کے شوہر پر رکھا ہے "النفقة واجبة للزوجة على زوجها" (الہدایہ/ ۴۳۷)۔

"ونفقة الأولاد الصغار على الأب" (الہدایہ/ص ۴۴۴)۔

"وتجب نفقة الابنة البالغة على الأب" (ہدایہ/ص ۴۴۷)۔

اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لئے عطا فرمایا ہے تا کہ وہ کسب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کی بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے، گھر کا ماحول معاشرے کی وہ بنیاد ہے جس پر تمدن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر یہ بنیاد خراب ہو تو

اس کا فساد پورے معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے۔

۳- مغربی تہذیب کی طرح مسلمان خواتین کا محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے معاشی سرگرمی کو مستقل اختیار کر لینا اسلامی مذاق ومزاج سے ہم آہنگی نہیں رکھتا، اس کی مکمل تفصیل جزئیہ نمبر ا کے تحت گذر چکی ہے۔

''فالحاصل ان المرأة مامورة في القرآن الكريم بان تستقر في بيتها ولا تخرج إلا لحاجة'' (تکملہ فتح الملہم ۴/ ۲۶۹)۔

۴- عورت کسب معاش کے لئے اندرون خانہ اپنے ولی یا شوہر کی اجازت کے بغیر بھی ایسا ہنر یا پیشہ اختیار کر سکتی ہے جو اس میں کمزوری پیدا نہ کرے اور اس کے جمال وخوبصورتی کو نقصان نہ پہنچائے اور شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں خلل انداز نہ ہو۔

''وللزوجة أن تعمل في البيت عملا لا يضعفها ولا ينقص جمالها، وللزوج أن يمنعها مما يضرها، ولكن لا تسقط نفقتها إذا خالفته بل له أن يؤدبها لعصيانها أمره'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۰/ ۷۳۸۰)۔

تاہم شریعت اسلامی میں پسندیدہ یہی ہے کہ عورت ولی یا شوہر کی اجازت ہی سے کوئی ہنر یا پیشہ اختیار کرے، کیونکہ عورت کو ولی یا شوہر کی رضا وخوشی کا ہر جگہ اور ہر وقت خیال رکھنے کا حسن معاشرت کے لئے حکم ہے جبکہ اس سے اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور ناراضی لازم نہ آتی ہو۔

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے مجبوری کی وجہ سے گھر سے باہر نکلنا پڑے، تو ولی یا شوہر کی اجازت (صراحۃ یا دلالۃ) ضروری ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''عن معاذ قال قال رسول الله ﷺ لا يحل لا مرأة تؤمن بالله و اليوم الآخر أن تأذن في بيت زوجها إلا بإذن ولا تخرج وهو كاره ولا تطيع فيه أحدا'' (مستدرک حاکم، طبرانی)۔

''لیس لها أن تخرج بلا إذنه أصلا''(شامی باب المہر)۔

ہاں اگر ولی یا شوہر اس خاتون کی کفالت نہ کرتا ہو اور معاشی کفالت کا کوئی ذریعہ موجود ہوتو بھی عورت کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ وہ ولی یا شوہر کی اجازت لے کر جائے، لیکن اگر ولی یا شوہر اجازت نہ دے تو بلا اجازت بھی ایسی مجبوری میں کسب معاش کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے۔

''فلا تخرج الا لحق لها أو علیها'' (درمختار باب المہر)۔

۲- عام حالات میں ایک مسلم خاتون کو کسب معاش کے لئے گھر سے نہیں نکلنا چاہئے، البتہ جس ضرورت کے موقع پر شریعت نے مسلم خاتون کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے اسکی شرعی حدود یہ ہیں:

عورت کے معاشی حالات کے تحت ملازمت ضروری ہو یا عام لوگوں کو اس کی ملازمت کی ضرورت ہو جیسے لیڈیز ٹیچرس اور لیڈیز ڈاکٹر ،نرس وغیرہ۔

وہ زینت کے بغیر حجاب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے گھر سے نکلے مثلاً بے پردگی نہ ہو، اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت نہ ہو، اجنبی مردوں سے بلا ضرورت یا ضرورت سے زائد بات چیت نہ کرے، نرم دلکش لہجے میں بات نہ کرے، بسوں میں اجنبی مردوں سے لگ کر نہ بیٹھے وغیرہ۔

فتنہ کے مواقع سے بچنے کا اہتمام ہو۔

ایسی ملازمت نہ ہو جو عورت کی فطری صلاحیت اور دائرہ کار کے مغائر ہو۔

ملازمت کے لئے جانا اپنے ولی کی اجازت سے ہو یعنی شادی سے پہلے باپ کی اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت ضروری ہے۔

لہذا جن شعبوں میں مردوں کے ساتھ اختلاط ناگزیر ہو، اور اسلامی حجاب کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جاسکتا ہو، وہاں خواتین کی ملازمت شرعا درست نہیں۔

۷- ایک مرد کے لئے دوسرے مرد کے سامنے جسم کے جن حصوں کو چھپانا ضروری ہے، یعنی ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ،عورتوں کے لئے بھی اس حصہ کو دوسری عورتوں سے چھپانا ضروری ہے۔

"نظر المرأة إلى المرأة كنظر الرجل إلى الرجل هو الأصح" (الفتاوی الہندیہ ۵/۳۲۷)۔

لہذا اگر ملازمت کرنے والی خواتین ایسے ادارے میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں تو بھی اس حصہ (ناف سے گھٹنے تک) کا چھپانا ضروری ہے، اور بقیہ حصوں کو بقدر ضرورت کھول سکتی ہیں، اور ادارہ کے ذمہ دار غیرمحرم ہوں تو ان سے پردہ ضروری ہے، بلاضرورت یا ضرورت سے زائد ان سے بات چیت کرنا یا ان کے ساتھ خلوت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۸- خواتین کا ایسی جگہ کام کرنا جہاں مرد کارکن ہوں اور خواتین کا اختلاط مردوں کے ساتھ ہوتا ہو، شرعا درست نہیں ہے، اور خصوصا اس پرفتن دور اور بے حجابی کے ماحول میں فتنہ سے خالی نہیں ہے، لہذا خواتین کو ایسی ملازمت اختیار کرنے سے اجتناب ہی کرنا چاہئے، جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنے کی بالکل اجازت نہیں ہے، البتہ سن رسیدہ خواتین کو اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنے کی بعض فقہاء کرام نے اجازت دی ہے، لیکن دوسرے فقہاء کرام نے فساد زمانہ اور خوف فتنہ کی وجہ سے منع فرمایا ہے، اور فتوی بھی اسی قول پر ہے۔

۹- عام حالات میں ایک مسلمان خاتون کا بلاضرورت کسب معاش کے لئے نکلنا شرعاً پسندیدہ نہیں، البتہ جس ضرورت کے موقع پر شریعت نے مسلمان خاتون کے لئے ملازمت کو جائز قرار دیا ہے، اس موقع پر بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے شعبوں اور اداروں میں ملازمت اختیار کریں جس میں وہ اسلامی حجاب کے تقاضوں کو پورا کرسکتی ہیں، لہذا ایسے دو کاموں میں جن میں سے ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا مردوں سے اختلاط خلوت ہوتا ہو، اور دوسرے کام کی انجام

دی میں اختلاط وخلوت نہ ہوتا ہو، بہت بڑا فرق ہے اول نا جائز ہے اور ثانی بوقت ضرورت جائز ہے۔

۱۰- محرم اور شوہر کے بغیر عورت کا اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں، اور جب سفر ہی جائز نہیں تو اتنی دور تنہا قیام کرنا بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگا، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے باپ یا بھائی، شوہر یا بیٹا یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر جائز نہیں (صحیح مسلم)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں تو ایک دن ایک رات بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے (صحیح مسلم)۔

روایات میں جو اختلاف مقدار سفر کی تعیین میں ہے وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دراصل ایک دن یا تین دن کا سوال اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ اہمیت صرف اس امر کی ہے کہ عورت کو تنہا نقل وحرکت کرنے کی ایسی آزادی نہ دی جائے جو موجب فتنہ ہو، اسی لئے حضور ﷺ نے مقدار سفر معین کرنے میں زیادہ اہتمام نہ فرمایا، اور مختلف حالات میں وقت اور موقع کی رعایت سے مختلف مقداریں ارشاد فرمائیں، اس لئے خواتین کا ملازمت لئے دور دراز علاقہ میں تنہا قیام جائز نہیں، تنہا قیام میں عورت کی عصمت وعفت کو خطرہ ہے، نیز اس کو جس نفسیاتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا وہ بھی محتاج اظہار نہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت اور شرعی حدود

مولانا لطیف الرحمن فلاحی، ممبئی

۱- اللہ پاک نے مرد اور عورت کا دائرہ کار الگ الگ بنایا ہے، مرد کے ذمہ باہر کا کام اور عورت کے لئے کام کا میدان اس کا گھر متعین فرما دیا ہے، اسی وجہ سے ان کے لئے ''قرار فی البیوت'' کو واجب کیا گیا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى'' (سورۂ احزاب: ۳۳) (یعنی بیٹھو اپنے گھروں میں اور زمانہ قدیم کی جاہلیت والیوں کی طرح نہ پھرو)۔

اس آیت سے اولاً تو یہی مفہوم ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا مطلقاً ممنوع اور حرام ہے، لیکن ایسا نہیں کچھ صورتیں مستثنی ہیں، اس لئے کہ عہد نبوی میں حوائج ضروریہ کے لئے عورتوں کا خروج ثابت ہے، ازواج مطہرات کا آپ ﷺ کے ساتھ سفر حج اور غزوات میں جانا ثابت ہے، اور فقہاء کرام نے بھی چند مواقع ذکر فرما دیئے ہیں ان مواقع پر عورتیں نکل سکتی ہیں، مثلاً والدین یا دونوں میں سے ایک کی زیارت، تعزیت اور تیمارداری کے لئے اس طرح اپنے محارم رشتہ دار سے ملاقات کے لئے اور اسی طرح ایسی عورت جس کے پاس ضروریات زندگی کا کوئی سامان نہ ہو تو حدود شرعی میں رہ کر محنت اور مزدوری کے لئے بھی نکلنا ضروریات میں شمار ہو سکتا ہے، آپ ﷺ نے بھی عورتوں کو حوائج اصلیہ کے لئے خروج کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے:

"فقال: إنه قد أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن" (مسلم کتاب السلام بحوالہ فتح الملہم ۴/ ۲۵۸)۔

معلوم ہوا کہ عورت کو حاجت کے بغیر گھر کے اندر ہی محدود رہنا ہوگا، البتہ خروج کس طرح ہوگا اسلام نے اس کی بھی حد بندی فرمائی ہے عورت گھر سے نکلنے میں آزاد نہیں ہے بلکہ صاف فرمایا: "ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" کہ اگر ضرورتاً بھی نکلنا ہے تو بغیر اظہار زینت کے ساتھ نکلنا ہوگا، یہ پہلی شرط اور دوسری شرط یہ ہوگی آگے ارشاد ہے: "يدنين عليهن من جلابيبهن" (سورۂ احزاب:۵۹) کہ برقع یا چادر اوڑھ پورے نقاب کے ساتھ نکلنا ہوگا، خلاصہ یہ کہ بلاضرورت شدیدہ نکل نہیں سکتی اور نکلے گی تو مذکورہ دو شرطوں کے ساتھ، اب کسب معاش کے لئے نکلے یا نہیں نکلے؟ یہ اس کی ضروریات میں شامل ہے کہ نہیں اس میں کچھ تفصیل کرنا ہوگی، شریعت نے جب عورت کو گھر کی چہار دیواری میں بند کر دیا ہے تو اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار بھی دوسروں کو ٹھہرایا ہے، پیدائش سے لے کر شادی تک باپ پورے طور پر کفیل ہے، شادی کے بعد سے موت تک شوہر کو ذمہ دار بنایا اور عورتوں کو کسب معاش کی الجھنوں سے بالکل آزاد رکھا ہے، کبھی باپ کو ان مکلف بنایا، کبھی شوہر کو اور کبھی بیٹوں کو جب تینوں اپنی ذمہ داری مکمل طور پر ادا کر رہے ہوں مکمل طور پر تو پھر محض معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے بلاضرورت شدیدہ وشرعیہ عورت کا کسب معاش کے لئے نکلنے کو شریعت نہایت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے، اور ان کو نکلنے کی بالکل اجازت نہیں دیتی، سب سے پہلے قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ ہو کہ شوہر پر نفقہ واجب ہے اور وہ عورت کی کفالت کا ذمہ دار ہے، "لينفق ذو سعة من سعة"۔

دوسری آیت میں ارشاد باری ہے: "وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (بقرہ:۲۳۳)، اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (مسلم بحوالہ اعلاء السنن ۱۱/ ۲۷۳) کہ عورتوں کا نان ونفقہ اور رہنے کا گھر کا ذمہ دار شوہر ہے، عالمگیری کی عبارت ملاحظہ ہو: "نفقة الأولاد الصغار على

الأب لاشاركه فيها أحد كذا في الجوهرة النيره" (۱/ ۵٦٠)، آگے کی عبارت ہے: "وأما الأنات فليس للأب أن يواجرهن في عمل أوخدمه كذا في الخلاصة" (۱/ ۵٦۲) "ونفقة الأنات واجبة مطلقاً على الأباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال" (۱/ ۵٦۳) "تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أولم يدخل كبيرة كانت المرأة أو صغيرة يجامع مثلها كذا في فتاوى قاضي خان" (۱/ ۵۴۴)، مجمع الانہر کی عبارت ہے: "يجب النفقة والكسوة والسكنى للزوجة على زوجها" (۲/ ۱۷۳)، فتاوی عالمگیری میں ہے: "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا حاملا كانت المرأة أولم تكن" (۱/ ۵۵۷)۔

۲- دوصورتیں ہیں جہاں ہر عورت اپنا اور اپنے بچوں کے نفقہ کی ذمہ دار ہے، شوہر بدمعاش، آوارہ اور کاہل ہے اور بچے چھوٹے چھوٹے ہیں ایسی صورت میں عورت کے نحیف کندھوں پر بدرجہ مجبوری نفقہ کا بوجھ عائد ہوتا ہے، دوسری صورت عورت متوفی عنہا زوجہا ہے اور بچے چھوٹے چھوٹے ہیں اور اعزہ واقرباء بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس صورت میں بھی عورت کے نحیف کندھوں پر نفقہ کا بوجھ عائد ہوتا ہے (دیکھئے: البحر الرائق ۴/ ۲۳۷)۔

۳- صرف معیار زندگی کو بلند کرنا یا وقت گذاری یا پھر سرمایہ کی کثرت مقصود ہوتو ان چیزوں کے حصول کے لئے کسب معاش کے لئے گھر سے نکلنے کو شریعت بہت زیادہ ناپسند کرتی ہے اور صرف اس غرض سے گھر سے نکلنے میں عورت کو گنہگار ٹھہراتی ہے، البتہ گھر میں رہ کر وقت گذاری کے خاطر کسب معاش کی کوئی ایسی صورت اختیار کرتی ہے جو اندرون خانہ محدود ہوتو اس کی اجازت ہے، مثلاً کپڑا سینا، چرخہ چلانا، لیکن اس بارے میں بھی شریعت کی نظر میں اولی و افضل یہ ہے کہ عورت اپنے خالی اوقات بچوں کی تعلیم وتربیت مثلاً تلاوت کلام پاک ذکر واذکار اس کے بعد ذاتی تربیت کے لئے اوقات کو صرف کریں (درمختار ۵/ ۲۵۹)۔

۴- اگر کوئی خاتون اندرون خانہ معاش کی کوئی صورت اختیار کرتی ہے تو اس صورت میں بھی شوہر اور ولی کے مابین اجازت میں فرق ہے، شوہر سے اجازت لینا شرط ہے، اس لئے کہ اندرون خانہ مصروف رہنے میں شوہر کی خدمت یا اس کا کوئی حق تلف ہوتا ہے یا عورت مصروفیت کی وجہ سے اپنی صحت بحال نہیں رکھ سکتی تو اس میں شوہر کی حق تلفی ہوگی، اس لئے اجازت شرط ہوگی، اور اگر عورت صحت بھی باقی رکھتی ہے اور خدمت میں بھی کوئی دقیقہ نہیں اٹھاتی اور ان دونوں شرطوں کے ساتھ گھر میں کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرتی ہے تب بھی شوہر کی اجازت کی محتاج ہوگی، اس لئے کہ شریعت نے اس کو کسب معاش سے آزاد رکھا ہے اور شوہر کو اس کا کفیل بنایا ہے اور ولی کی خدمت کو عورت کا ذمہ دار نہیں قرار دیا، اس لئے اگر اندرون خانہ کچھ کام کرتی ہے تو ولی کی اجازت شرط نہیں ہے (بحر الرائق ۵/ ۲۵۸، ۲۶۸)۔

۵- اگر عورت کسب معاش کے لئے بقدر مسافت سفر نکلتی ہے تو اس صورت میں ولی یا شوہر کی فقط اجازت شرط نہیں ہے، بلکہ معیت ضروری ہے، اس لئے کہ عورت کا گھر سے دینی یا دنیوی حاجات کی خاطر نکلنے کو شریعت بغیر محرم کے منع کرتی ہے (اعلاء السنن ۱۷/ ۳۵۸)۔

اور اگر عورت کا نکلنا بقدر مسافت سفر سے کم ہے اپنے محلّہ اور علاقہ کے اندر ہی ہے عام طور پر جس طرح تھوڑی دوری کی مقدار پر عورتیں نکلا کرتی ہیں اور شوہر اور ولی اچھی طرح کفالت بھی کرتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے اپنے گھر سے نکلنا ممنوع ہوگا، البتہ محلّہ کے اندر ہی کچھ دوری پر نکلنا ہے اور ولی اور شوہر سست یا آوارہ ہے اور کفالت نہیں کرتا ہے تو حدود شرعی میں رہتے ہوئے بقدر ضرورت پورے پردے کے ساتھ بغیر اظہار زینت کے فقط دن میں نکل سکتی ہیں اور رات میں نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی اور ایسی حالت میں شوہر او ولی کی اجازت شرط نہیں ہوگی (بحر الرائق ۴/ ۲۷، ۲۴۳، ۲۹۹)۔

۶- اگر کفیل باپ بیٹے یا شوہر کی صورت میں موجود ہے تو عورت کو کسب معاش کی کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو جکڑنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر کسی عورت کی ایسی صورت حال

ہوجائے کہ اس کا اتنی بڑی زمین میں کوئی بھی کفیل اور ذمہ دار نہ ہو اور معاش کے میدان میں اترے بغیر چارہ کار ہی نہ ہو تو اولاً ایسی عورت معاش کی کوئی ایسی صورت اختیار کرے جو اس کو اندرون خانہ محدود کردے، اسی میں اس کے لئے عافیت اور بھلائی ہے، خواہ مخواہ اپنے آپ کو باہر کی مسموم فضا کے حوالہ نہ کرے، اور گھر میں معاش کی بہت ساری صورتیں عافیت کے ساتھ اختیار کی جاسکتی ہیں، اپنے گھر میں دینی یا دنیوی تعلیم کا محلّہ کے بچوں کے لئے انتظام کرے، اور اس کی معقول فیس لینے کی اجازت ہے، یا کوئی ایسا ہنر اختیار کرے، مثلاً عورتوں کے کپڑے سینا، عورتوں کے کپڑوں کو فروخت کرنا، مہندی کی ڈیزائن کا کورس کرے عورتوں کو مہندی لگانے کا کام، گھریلو اشیا فروخت کرنا اور اسی طرح اور بھی بہت طرح کے گھریلو کاروبار کی جدید جدید شکلیں اختیار کرسکتی ہے، بالفرض یہ تمام صورتیں اگر کسی عورت کے لئے ناممکن ہوجائے پھر وہ معاش کے لئے بقدر ضرورت حدود شرعی میں رہتے ہوئے قدم رکھ سکتی ہے اس میں کوئی ایسی صورت اختیار کرنی ہوگی جس میں مردوں سے اختلاط کم از کم ہو۔

۷ - ایسے ادارے میں بھی خواتین کے لئے ضروری ہے کہ کام کے دوران اپنے ذمہ داروں سے پورا پورا پردہ کریں سوائے کفین اور قدمین کے اور ذراعین کے بھی بقول امام ابو یوسف کھولے رکھنے کی گنجائش ہے، ہاں البتہ اگر کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس میں اداروں کے ذمہ داروں سے تخاطب بغیر چہرہ کھولے ہوئے نہیں کیا جاسکتا تو اس صورت میں فقط چہرہ کھولنے کی اجازت ہوگی بشرط شہوت سے امن ہو، ورنہ بلاضرورت شدیدہ ان کے ساتھ بھی پردہ کی وہی صورت اختیار کرنا ہوگی جو ایک اجنبی مرد کے ساتھ اختیار کی جاتی ہے (درمختار ۹/۷۱، ۴۵۰/۹، ۴۵۱/۴، ۳۴۹/۵)۔

۸ - اگر عورت ملازمت کررہی ہو ایسی جگہ پر جہاں پر مرد بھی ملازم ہوں تو اس صورت میں بھی عورت کام کے دوران اپنے پورے بدن کا پردہ کرے گی سوائے کفین اور قدمین کے اور ہتھیلیوں کے کھلا رکھنے کی گنجائش اس وقت ہوگی جبکہ شہوت سے امن ہو ورنہ ان کا بھی ڈھانکنا

ضروری ہوگا، البتہ اس بارے میں اگر کوئی سن رسیدہ ہو تو شریعت پردہ کے معاملہ میں اس کے ساتھ تخفیف کا معاملہ کرتی ہے، جو پردہ کا حکم جوان عورت کے ساتھ ہے وہ حکم بوڑھی عورت کے ساتھ نہیں ہے (سورۂ نور ۶۰، فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۲۳)۔

۹ - یہ بات بالکل ظاہر اور عیاں ہے کہ پردہ کے حکم کے اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق واضح ہے، اگر ایک عورت آفس میں بیٹھ کر یکسوئی سے کام کر رہی ہے اور وہاں پر مردوں کی آمدروفت بالکل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ سر بھی کھلا رکھ سکتی ہے اور اگر آمدورفت کم ہے تو وجہ اور کفین اور قدمین کھلا رکھ سکتی ہے بشرطیکہ ان کی آمد پر چہرہ کو نقاب سے ڈھانکنا ضروری ہوگا، اور اگر سیلز گرل بن کر بیٹھی ہے تو اولاً سیلز گرل کی ملازمت اختیار کرنے سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے گرچہ پورے نقاب کے ساتھ ملازمت کر رہی ہو (اولاً ایسا بہت مشکل ہے) اور لوگوں کی کثرت اور آمدورفت کی وجہ سے پورا شرعی نقاب اختیار کرنے کے باوجود بھی اس کا بیٹھنا فتنہ سے خالی نہیں، لیکن اگر بیٹھنا لازمی ہو تو پھر پورے چہرے کا نقاب کرے گی اور احتیاط یہ ہے کہ اس وقت ہاتھ میں بھی دستانے پہن لے، اس لئے کہ بقول علامہ شامی بعض حضرات کے نزدیک ہتھیلی بھی ستر ہے (شامی ۲/ ۷۱)۔

۱۰ - ملازمت کی وجہ سے اگر بیرون ملک سفر کرتی ہے یا اندرون ملک بقدر مسافت سفر اپنے گھر سے دور جاتی ہے تو بغیر محرم کے سفر کرنے کی اجازت نہیں، البتہ اگر یہاں مستقل قیام کر کے روزانہ ملازمت کی غرض سے گھر سے نکلتی ہے تو جس طرح ایک عورت اپنے محلّہ میں نکل سکتی ہے اسی طرح دوسرے ملک میں رہ کر بھی روزانہ آمدورفت کی گنجائش ہے، اس کے لئے بھی پردہ کی وہی شرطیں ملحوظ رکھنی ہوں گی جو ماقبل میں گذر چکی (اعلاء السنن ۱۷/ ۳۸۵، بدائع ۲/ ۲۰۰، فتاوی شامی ۵/ ۳۱۲)۔

☆☆☆

چوتھا باب

مختصر تحریریں

بے سہارا خواتین کا ملازمت کرنا

مفتی شبیر علی گجراتی ☆

اسلام میں عورتوں کو کام کرنے کی، تعلیم حاصل کرنے کی، خرید فروخت کی، اور تجارت کی اجازت ہے، بشرطیکہ شرعی حجاب کا پورا لحاظ رکھا جائے، آپ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں شوہروں کے ساتھ غزوات میں جایا کرتی تھیں، اور وہاں کام بھی کرتی تھیں، مثلاً زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، ان کو پانی پلانا وغیرہ، جیسا کہ فقہاء کرام لکھتے ہیں: متوفی عنہا زوجہا عدت کے اندرون میں کام کرنے کے لئے جاسکتی ہے، اس کو جانے کی اجازت ہے اور صحابہؓ کے دور میں بیوہ عورتیں اپنے بچوں کی پرورش کے لئے جو اس زمانہ کے حالات کے مطابق کام ہوتا تھا وہ کرتی تھیں، آج کل کمانے کے طریقے بدل گئے، آج کل اس کی جگہ ملازمت نے لے لی ہے، اسلام اس کی بھی اجازت دیتا ہے۔

۱- جواز کی نظر سے دیکھتا ہے۔

۲- مجبوری کی صورت میں مثلاً عورت بیوہ ہوجائے یا شوہر کی کمائی سے گزارا نہیں ہوسکتا تو شریعت اجازت دیتی ہے۔

۳- فی الحال تنگی اور ترشی کے ساتھ وقت گذر رہا ہے، لیکن مجبور ہونے کا خطرہ ہے، اس لئے شریعت پریشانی سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے۔

۴- شوہر کی اجازت لینی چاہئے اور شوہر کو اجازت دینی چاہئے۔

☆ مفتی جامعہ فلاح دارین ترکیسر، گجرات۔

۵- اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے تین دن سے کم سفر کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے۔

۶- عورتوں کو اعلیٰ تعلیم دینی چاہئے، مثلاً لیڈیز ڈاکٹری وغیرہ اسی طرح صنعت کاری کپڑا بننا، زری کا کام اور ایسا کام جو عورت گھر میں رہ کر کر سکتی ہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ عورتیں اپنے بچوں کی صحیح تربیت کر سکتی ہیں۔

۷- چہرہ اور ہاتھ کھول سکتی ہے، کلام کر سکتی ہے، البتہ بال وغیرہ ستر نہ کھولے، جیسا کہ شامی میں ہے: "وینظر من الأجنبیة إلی وجهها وکفیها فقط للضرورة الخ" (۵۳۱/۹ کتاب الحظر والاباحۃ)۔

۸، ۹، ۱۰- چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی اجازت ہے، اس سے زائد عریانی کی ضرورت نہیں، البتہ اگر ضرورت ہو تو کہنی تک ہاتھ کھول سکتی ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ذمہ داریاں اور ملازمت

مفتی محبوب علی وجیہی ☆

۱- اللہ تعالی نے مرد کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کی ہے جو عورت کے اندر نہیں ہے، مثلاً مرد کے لئے یہ ہے کہ وہ گھر سے باہر کے کام انجام دے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے اور اپنے اہل وعیال و جن لوگوں کا وہ کفیل ہے ان کی روزی روٹی کا انتظام کرے اور عورت کے اندر یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ گھر کے امور انجام دے اور اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے کہ وہ شوہر کے حقوق کا خیال رکھے اور بچوں کی تربیت وان کی دیکھ ریکھ کرے اور چونکہ عورت مرد کے مقابلہ کمزور ہے اور فتنہ کا سبب ہے، اس لئے شریعت مطہرہ نے اسے پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ عورت جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان کی صورت میں نکلتی ہے، لہذا شریعت مطہرہ نے عورت کے لئے کسب معاش کو انہیں فتنوں کی بناپر درست نہیں سمجھا، البتہ انتہائی مجبوری میں جبکہ اس کے معاش کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہو اور دیگر کوئی شخص اس پر خرچ بھی نہ کرے اور قرض بھی اسے نہ ملے، تو اس صورت میں وہ بدرجہ مجبوری کسب معاش شرعی تقاضوں کے ساتھ کرسکتی ہے۔

۲- لڑکی کا جب تک نکاح نہیں ہوا ہے، اس کا خرچ باپ کے ذمہ ہے اور نکاح ہونے کے بعد شوہر کے ذمہ ہوجاتا ہے اور لڑکے کا خرچ بلوغ تک باپ کے ذمہ ہوتا ہے۔

شامی (۲/ ۹۲۳) میں ہے: "**وتجب النفقة لطفله يعم الأنثى والجمع**

☆ دار العلوم فرقانیہ، انگوری باغ، رامپور (یوپی)۔

الفقير أي إن لم يبلغ حد الكسب، فإن بلغه كان للأب أن يوجره أو يدفعه في حرفة ليكتسب وينفق عليه من كسبه لو كان ذكرا بخلاف الأنثى كما قدمه في الحضانة عن المؤيدة، قال الخير الرملي: لو استغنت الأنثى بنحو خياطة وغزل يجب أن تكون نفقتها في كسبها كما هو ظاهر"۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ لڑکی کا خرچ باپ کے ذمہ ہے، ہاں اگر وہ سلائی وغیرہ کا کام کرتی ہے تو اسے اپنی کمائی سے خرچ کرنا چاہئے اور نکاح کے بعد اس کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوگا اور لڑکے کا خرچ بلوغ تک باپ کے ذمہ ہوتا ہے، الا یہ کہ لڑکا کمانے سے عاجز ہو تو بعد بلوغ بھی اس کا خرچ باپ پر عائد ہوگا۔

معلوم ہوا کہ شریعت نے خواتین کے نفقہ کی ذمہ داری ان کے باپ یا شوہروں پر ڈالی ہے اور اگر وہ کوئی کام کرتی ہیں تو باپ کے گھر انہیں اپنی کمائی سے خرچ کرنا چاہئے اور اگر کوئی ان کی کفالت کرنے والا نہ ہو تو بدرجہ مجبوری وہ روزی حاصل کرنے کے لئے شرعی حدود کے ساتھ گھر سے باہر جاسکتی ہیں۔

۳- عورت کو گھر میں رہ کر ہی تنگ وترشی سے کام چلالینا چاہئے، سرمایہ واثاثہ جمع کرنے کی غرض سے یا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے گھر سے باہر نکل کر جدوجہد نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ زمانہ فتنوں سے خالی نہیں ہے، عورت کی آبرو وعزت محفوظ رہنا بہت دشوار ہے، اس لئے اسے اپنی عصمت وعزت کو محفوظ رکھ کر گھر میں ہی رہنا چاہئے۔

۴- اگر شوہر یا ولی کے امور میں کوئی خلل واقع نہ ہو، مثلاً کھانے پینے وسونے میں اس کے خلل واقع ہوتا ہے تو اس سے اجازت لینا ضروری ہوگا، اور اگر اس کے کاموں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور شوہر یا ولی اس کے کام کرنے سے ناراض بھی نہیں ہیں، تو شرعی امور کا لحاظ رکھتے ہوئے گھر میں ان کی بغیر اجازت عورت کام کرسکتی ہے۔

۵- جب ولی یا شوہر موجود ہوں اور وہ اس کی کفالت کررہے ہیں تو پھر عورت کو کسب

معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا درست نہیں ہے اور اگر ولی موجود ہے، مگر کفالت نہیں کرتا تو اگر اسلامی حکومت ہوتو مسئلہ یہ ہے کہ ولی کو قاضی قید کرے گا اور اس سے لڑکی کا خرچ پورا کرائے گا، لیکن چونکہ ہمارے ملک میں اسلامی حکومت نہیں ہے، اس لئے عورت اپنے نفقہ کے لئے گھر سے باہر پردے کے ساتھ جاسکتی ہے۔

۶- ولی یا شوہر کی موجودگی میں عورت کو ملازمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر یہ لوگ نہ ہوں اور کوئی دوسرا رشتہ دار بھی عورت پر خرچ نہ کرے اور نہ کوئی قرض دے تو پھر بدرجہ مجبوری عورت ملازمت کرسکتی ہے، ایسی جگہ جہاں مردوں کا اختلاط نہ ہو اور اگر ایسی ملازمت نہ ملے تو باپردہ رہ کر مردوں میں بھی کام کرسکتی ہے، مگر یہ شق انتہائی مجبوری میں ہے، کیونکہ عام طور پر مردوں کا اختلاط فتنہ سے خالی نہیں ہوتا۔

۷- ادارے کے ذمہ داران سے ملاقات اور ان سے اختلاط کے وقت پردے کے وہی احکام ہوں گے جو شریعت نے بیان کئے ہیں۔

۸- خاتون ملازمہ ہو یا رکن پردے کے احکام دونوں کے لئے مردوں کے اختلاط کے ساتھ برابر ہیں، البتہ شریعت مطہرہ نے جوان خاتون کے مقابلہ سن رسیدہ خاتون کے لئے کچھ تخفیف فرمائی ہے، مثلاً اجنبی مرد کے لئے سن رسیدہ خاتون سے مصافحہ کرنا درست ہے، جوان سے درست نہیں ہے، ''**وفي الأشباه: الخلوة بالأجنبية حرام لملازمة مديونة هربت ودخلت خربة أو كانت عجوزاً أو بحائل**'' (شامی ۵/ ۲۴۳)۔

۹، ۱۰- عورت کے لئے دوکان کے مقابلہ آفس میں بیٹھ کر کام کرنا زیادہ بہتر ہے اور گھر سے زیادہ دور رہ کر مستقل ملازمت کی غرض سے عورت کا باہر رہنا درست نہیں ہے، عورت کو گھر سے قریب رہ کر ہی پردہ کے ساتھ کام کرنا چاہئے، ''**وأجمعوا على أن العجوز لاتسافر بغير محرم، فلا تخلو برجل شابا أو شيخا**'' (شامی ۵/ ۲۴۳)۔

خواتین کی ملازمت

مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی ☆

اسلام نے مرد وزن میں عدل وانصاف کے ساتھ ان کی ذمہ داریوں کے دائرے کار متعین کردیئے ہیں، چنانچہ کسب معاش کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے، شادی سے پہلے باپ اپنی بیٹی کی ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے اور شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر پر آجاتی ہے۔

لیکن حجاب اور حدود شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے شریعت اسلامی خواتین کو کسب معاش سے منع نہیں کرتی ہے، جیسا کہ حضرت خدیجہؓ دوسروں کے ذریعہ کاروبار کرتی تھی اور حضور ﷺ سے بھی آپؓ کے تعارف کا آغاز کاروباری معاملے ہی کی وجہ سے ہوا۔

شریعت اسلامی نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری خواہ اپنا ہو یا اپنے بچوں کا قانونی طور پر نہیں ڈالی ہے۔

معاشی جدوجہد اگر حجاب اور شریعت کے دائرے میں ہو تو خواہ معیار زندگی بلند کرنے کے لئے یا کسی اور وجہ سے شریعت اس کی ممانعت نہیں کرتی، بشرطیکہ بنیادی ذمہ داریوں میں حصول معاش کی وجہ سے کوئی فرق واقع نہ ہو۔

☆عورت کے گھر سے باہر جانے کے لئے اس کے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے، اس میں مسافت سفر کا لحاظ نہ ہوگا۔

☆خواتین کے لئے ملازمت میں شرعی حدود یہ ہیں کہ حجاب کا خیال رہے، مردوں

☆ جامعہ دارالسلام، مالیر کوٹلہ، پنجاب۔

کے ساتھ عام اختلاط نہ ہو، اگر کسی ادارے میں خواتین ہی ہوں اور وہ خواتین بھی قابل اعتماد ہوں تب ہی شرعاً عورت وہاں ملازمت کرسکتی ہے۔

☆ اگر کسی ادارے کے ذمہ دار مرد ہوں اور کام کرنے والی خواتین ہوں، تب بھی پردے کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

☆ عورتوں کے لئے ایسی جگہ کام کرنا جہاں مرد بھی ہوں شرعاً درست نہ ہوگا، کیونکہ وہاں عملاً پردے کے حدود قائم نہیں ہوسکیں گے۔

☆ کسی کام میں مردوں کا سامنا جیسے سیلز گرل کا عورت ہونا اس کی شرعاً اجازت نہ ہوگی، آفس میں بھی اگر مینیجر وغیرہ مرد ہوں تو وہاں بھی عورت کا ملازمت کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

☆ ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے وطن سے دور مستقل قیام کرنا درست نہ ہوگا، جہاں اس کا کوئی سرپرست اور ذمہ دار نہ ہو۔

☆☆☆

خواتین کا حصول معاش میں حصہ لینا

مفتی جمیل احمد نذیری ☆

۱- عورتوں کو کسب معاش کی اجازت ہے، مگر کسب معاش عورتوں پر لازم نہیں۔

"للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن" (نساء:۳۲)، اس آیت سے مراد اعمال کے ساتھ ساتھ کسب معاش بھی ہو سکتا ہے۔

۲- شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، نہ ان کا نفقہ ان کے ذمہ ہے نہ ان کے بچوں کا نفقہ ان کے ذمہ ہے، بلکہ شوہر کے ذمہ ہے۔

"خذ ما یکفیک وولدک بالمعروف" (مشکوۃ المصابیح ۲/ ۲۸۱، بحوالہ ابن ماجہ و ابوداؤد)۔

(شوہر کے مال میں سے لے لو جو تمہیں اور تمہارے بچے کے لئے کافی ہو) (نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۴/ ۱۶، المغنی لابن قدامہ ۷/ ۵۶۴، فتح القدیر ۳/ ۳۴۳، ہدایہ ۲/ ۴۴۴)، شادی نہ ہوئی ہو یا مطلقہ ہوگئی ہو یا شوہر کا انتقال ہوگیا ہو تو نفقہ باپ پر ہوگا (فتح القدیر ۳/ ۴۴۴)۔

۳- شوہر وبچوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ پردہ کا التزام اور اہتمام کرتے ہوئے معاشی جد وجہد شریعت سے متصادم نہیں، کیونکہ بعض صورتوں میں معاشی جد وجہد کی شریعت نے اجازت دی ہے، جبکہ شوہر کا انتقال ہوگیا ہو اور بیوی عدت کے اندر ہو۔

☆ مہتمم جامعہ عربیہ عین الاسلام نواده مبارکپور، اعظم گڑھ۔

ہدایہ میں ہے:''وأما المتوفی عنها زوجها فلأنه لا نفقة لها فیحتاج إلی الخروج نهاراً لطلب المعاش وقد یمتد إلی أن یهجم اللیل'' (۴۲۸/۲)۔

۴- بیوی چونکہ محبوس بحق الزوج ہے، اس لئے اجازت ضروری ہے، لیکن اگر شوہر نان و نفقہ کی ذمہ داری نہ نبھائے تو ایسی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں، کیونکہ ''کلوا من طیبات ما رزقناکم'' (بقرہ:۱۷۲)، اور حدیث نبوی:''ما أکل أحد طعاما قط خیراً من أن یأکل من عمل یده'' (رواہ بخاری، مشکوۃ ۲۴۱/۹) پر وہ عمل کرنا چاہتی ہے، جب نفقہ کے ذمہ دار اپنی ذمہ داری نہیں نبھائیں گے تو ایسے غیر ذمہ دار کو اجازت دینے نہ دینے کا اختیار کہاں سے مل جائے گا۔

۵- شوہر وولی جن کے ذمہ نان ونفقہ کی ذمہ داری ہو، وہ اس کا انتظام نہ کریں تو بیوی کسب معاش کے لئے گھر سے نکل سکتی ہے، اجازت ضروری نہ ہوگی، مسافت سفر ہو تو محرم کو ساتھ رکھے، اور اگر یہ لوگ نان ونفقہ کا انتظام کرتے ہوں تو اجازت ضروری ہوگی۔

۶- پردہ کا اہتمام شوہر یا ولی کی اجازت اور مسافت سفر میں محرم کو ساتھ رکھنا ضروری ہے۔

۷- مردوں سے پورا پورا شرعی پردہ کرے، یہ سب شریعت کے بالکل عام مسائل ہیں۔ ان مسائل کو شریعت کا معمولی جانکار بھی جانتا ہے، اسی طرح ۸، ۹، ۱۰ بھی۔

۸- ایسی جگہ کام نہ کرے۔

۹- مردوں کا سامنا زیادہ ہو یا کم، کچھ فرق نہ ہوگا، ایسی جگہوں پر عورت کام نہ کرے۔

۱۰- ایسا کرنا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت اور شرعی اصول وضوابط

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- شریعت اسلامی نے خواتین کے لئے کسب معاش کو فرض نہیں کیا ہے، بلکہ کسب معاش اور خواتین کو کھلانا پلانا، ان کا لباس وپوشاک اور مکان مردوں کے ذمہ فرض کیا ہے، نکاح سے پہلے باپ کے ذمہ اور اس کے بعد شوہر کے ذمہ رکھا ہے۔

چنانچہ علماء کرام نے یہ صراحت کی ہے کہ بیویوں کا نفقہ شوہر کے ذمہ فرض ہے، کتاب و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں، کتاب اللہ میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: "**لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا إلا ما آتاها**" (سورۂ طلاق: ۷) (چاہئے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق اور جس کو نپی تلی ملتی ہے اس کی روزی تو خرچ کرے جیسا کہ دیا ہے اس کو اللہ نے اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا مگر اسی قدر جو اس کو دیا ہے)۔

دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: "**قد علمنا ما فرضنا عليهم في أزواجهم وما ملكت أيمانهم**" (سورۂ احزاب: ۵۰) (یعنی ہم کو معلوم ہے جو ہم نے شوہروں پر ان کی بیویوں کے بارے میں اور غلام ولونڈیوں کے بارے میں فرض کیا ہے اور مقدر کیا ہے)۔

ان آیتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسب معاش کی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے بلکہ مردوں پر ہے۔

☆ جامعہ مفتاح العلوم ہتاچی کٹرہ، مئو۔

سنت: حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ یہ مددگار ہیں تمہارے نزدیک، تم نے ان کو اپنے نکاح میں لیا ہے اللہ تعالیٰ کی امانت وحکم سے اور تم نے ان کی شرمگاہوں کو حلال جانا ہے کلمہ ایجاب وقبول سے اور ان عورتوں کے لئے تمہارے ذمہ روٹی، کپڑا ہے دستور کے موافق (رواہ مسلم وابوداؤد)۔

اس حدیث میں واضح ہے کہ عورت کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ فرض ہے۔

اجماع امت: اہل علم کا اتفاق ہے کہ بیویوں کا نفقہ ان کے شوہروں کے ذمہ فرض ہے، اس لئے کہ عورت شوہر پر مقید ہے کہ شوہر اس کو تصرف اور کمائی کرنے سے منع کرے تو ضروری ہے کہ اس کو نفقہ دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت نے جیسا کہ اپنے کو شوہر کے حوالہ کردیا واجب طریقہ پر تو شوہر کے ذمہ اس کی تمام ضروریات فرض ہے، دونوں کی مالداری کی صورت میں مالداری کا نفقہ اور غریبی کی صورت میں غریبی کا نفقہ اور متوسط ہونے کی صورت میں متوسط درجہ کا نفقہ اگر ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب تو متوسط درجہ کا نفقہ فرض ہے (المغنی لابن قدامہ ۷/ ۵۶۳، ۲/ ۲۰۷، ہدایہ ۲/ ۴۱۷)۔

پس شریعت اسلامی نے کسب معاش کو خواتین کے ذمہ نہیں رکھا ہے بنابریں کمائی کرنا ان پر فرض نہیں ہے۔

۲- شریعت نے عورتوں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری ان کے شوہر پر رکھی ہے، اور نابالغ لڑکیوں کا شادی سے پہلے تک اور نابالغ بچوں اور اپاہج ومعذور بالغ لڑکوں کا نان ونفقہ مکمل باپ کے ذمہ رکھا ہے، اس لئے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن'' (سورۂ بقرۃ: ۲۳۳)۔

امام قدوری لکھتے ہیں کہ نابالغ اولاد کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے، صاحب جوہرہؒ لکھتے

ہیں: یہ نفقہ باپ پر فرض ہے اور مالدار ہو یا فقیر البتہ اگر بچے کے پاس مال ہے تو اس کا نفقہ اسی کے مال میں ہوگا، اس طرح باپ کے ذمہ اس کی لڑکیوں کا نفقہ واجب ہے جبکہ محتاج ہوں اور بالغ لڑکوں کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے جبکہ وہ اپاہج ہوں یا نابینا یا پاگل ہوں کیونکہ وہ کمانے پر قادر نہیں ہیں (۳/ ۱۳۴)۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:"فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن" (سورۃ طلاق:۶) (پس اگر دودھ پلائیں عورتیں تمہارے بچوں کو تو تم ان کو ان کی اجارت دے دو)، تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے دودھ پینے کی اجرت اس کے باپ کے ذمہ واجب کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے:"وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (سورۃ بقرۃ ۲۳۳)، اورفرمایا:"وقضى ربك ان لا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا" (سورۃ اسراء:۲۳) (والدین کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان کی محتاجگی کے وقت ان کو نفقہ دینا)۔

حدیث: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی سے کھائے اور آدمی کی اولاد اس کی کمائی ہے (رواہ ابوداؤد)۔

اجماع امت: علامہ ابن المنذرؒ نے نقل کیا ہے کہ اہل علم کا اجماع اس پر ہے کہ ایسے محتاج والدین کا نفقہ جن کی کوئی کمائی نہیں ہے اور نہ مال ہی ہے اولاد کا مال ہی نفقہ ہے، کیونکہ وہ اپنے باپ کا جز ہے تو جس طرح انسان پر اپنا اور اپنی بیوی کا نفقہ واجب ہے اسی طرح اس پر اس کے جز کا بھی نفقہ واجب ہے، اور اگر باپ زندہ نہ ہو تو اس پر اس کی اولاد کا نفقہ واجب ہے (المغنی ۷/ ۵۸۲-۵۸۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ خواتین کا اپنا اور نابالغ اولاد اور بالغ لڑکیوں اور معذور بالغ لڑکوں کا کل نفقہ خواتین کے شوہروں اور اولاد کے باپوں پر شرعاً واجب ہے، اور باپ کے نہ ہونے کی صورت میں ماں پر اولاد کا نفقہ واجب ہے۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے

عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اختیار کرنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ معاشی جدوجہد اندرون خانہ ممکن ہو دوسروں کے گھر نہ جانا پڑے، اس طرح کے ذرائع معاش میں عورت کی عزت وآبرو محفوظ رہتی ہے اور اپنے اور بچوں کے لئے خورد ونوش وغیرہ کا نظم ہوسکتا ہے، شوہر ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بحسن وخوبی اپنی عفت کو باقی رکھتے ہوئے زندگی کی تمام ضروریات کو مہیا کرسکتی ہے۔

معاشی جدوجہد: مثلاً گھریلو صنعت وحرفت پاورلوم، سلائی کڑھائی وغیرہ اور آج کل تجربہ یہ ہے کہ بعض عورتیں اس طرح محنت کرکے مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں اور زیادہ آمدنی کمالیتی ہیں۔

نیز عورت کے لئے فن کتابت سیکھنا جائز ہے تو وہ کتابت کو سیکھ کر گھر میں رہتے ہوئے اس کو ذریعہ معاش بناسکتی ہے، جس سے روزی روٹی کا نظم ہوسکتا ہے، چنانچہ حدیث میں عورتوں کے لئے فن کتابت سیکھنے کو جائز کہا گیا ہے، مسند احمد میں ہے: حضرت شفاء بنت عبید اللہؓ کہتی ہیں کہ میرے پاس نبی ﷺ تشریف لائے اور میں حضرت حفصہؓ کے یہاں تھیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم سکھاتی ہو اس کو ڈنک کا جھاڑ پھونک جیسا کہ تم نے اس کو کتابت سکھایا ہے (رواہ ابوداؤد، النسائی وہو حدیث صحیح)۔

امام اثرمؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث امام احمدؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا یہ اجازت ہے کہ عورتوں کو کتابت کی تعلیم دی جائے اور شیخ مجد الدین حنفیؒ نے کہا کہ یہ دلیل ہے کہ عورتوں کو کتابت سیکھنا جائز ہے (کتاب الآداب الشرعیہ ۳/۳۰۹-۳۱۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اپنے گھروں میں رہتے ہوئے کہیں جائے بغیر اختیار کرنا شرعاً جائز ہے۔

۴- خواتین کے لئے کسب معاش کی کوئی صورت اپنے اندرون خانہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھنے میں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا شرعاً ضروری ہوگا، اور واقعہ ایسا ہے کہ ولی یا

شوہر ہی معاش کے لئے مشینوں یا سامانوں کا خود ہی نظم کر دیتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ خواتین کے لئے کسب معاش کے لئے کسی بھی صورت میں اندرون خانہ ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی۔

۵- اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑے جیسے عورت کا کسی ادارہ میں جو دینی ہو یا غیر دینی مثلاً اسکول، کالج میں معلمہ ہونا جس میں پردہ کا اہتمام ہو اور مردوں کی آمد ورفت نہ ہو اور عزت وآبرو پوری طرح محفوظ رہے اس کا یقین ہو اور اپنی آبادی میں ہو تو ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے، اور اگر گھر سے نکلنے میں مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے یا اس سے کم کے لئے اور صرف دن کا وقت ہو نہ کہ رات کا، ولی اس کی کفالت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو تو وہاں معلمہ ہو کر جانے کے لئے ولی یا شوہر یا کسی محرم کا ساتھ میں جانا اور واپس آنا ضروری ہے، اور اگر مقیم ہونا پڑے تو ولی یا شوہر یا محرم کے ساتھ مقیم ہونا ضروری ہے۔

اور ایسی ملازمت جہاں مردوں سے اختلاط ہو وہاں کسب معاش کے لئے عورت کی ملازمت شرعی اعتبار سے درست نہیں۔

٦- خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں خیر القرون میں اس کی نظیر نہیں ملتی، بنابریں خیر القرون کے لوگوں نے اس کے حدود بیان نہیں کئے، خواتین کے لئے ملازمت کا سلسلہ تو خیر القرون کے بعد شروع ہوا ہے، جو شر وفساد اور فتنہ کا زمانہ رہا ہے، اور آج بھی ہے تو اس وقت کے علماء نے محسوس کیا کہ مسلمان غیروں سے مرعوب ہو رہے ہیں تو ان حالات کے پیش نظر خواتین کو ایسے اداروں میں ملازمت کرنے کی رخصت دی گئی ہے جیسے کہ دینی تعلیم کا ادارہ ہو یا ایسا ادارہ ہو جس میں مردوں سے اختلاط نہ ہو اور پورے اسلامی پردہ کا اہتمام ہو اور عورت کی عزت وآبرو محفوظ رہے، اور جہاں مردوں سے اختلاط ہو وہاں ملازمت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۷- ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے تعلیمی اداروں یا دوسرے اداروں میں ملازمت کریں جہاں صرف خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ آتے ہوں

جیسے مسلم بچیوں کے لئے دینی مکاتب وادارے اور مدارس وجامعات جن میں صرف معلمات اور عورتیں ہی تعلیم دیتی ہیں اور ادارہ کے ذمہ داران مرد ہوں تو ایسی صورت میں شرعی پردہ کے دائرہ میں رہنا ضروری ہوگا اور بے پردگی جائز نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں شرعی پردہ لازم وضروری ہوگا۔

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکن مردوں سے شرعی پردہ فرض رہے گا، اسی سلسلہ میں تو زیادہ بہتر ہے بوڑھی یا جوان عورت دونوں پردہ کے حکم میں برابر ہیں اس فتنہ کے زمانہ میں، لیکن ایسی جگہوں میں عورت کو ملازمت کی اجازت نہ دی جائے۔

۹- اگر ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا مردوں سے سامنا بہت زیادہ ہے اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے تو ان دونوں صورتوں میں شرعی پردہ کے لزوم میں کوئی فرق نہ ہوگا دونوں میں شرعی پردہ ضروری ہوگا لیکن ان دونوں جگہوں میں سے کہیں بھی عورتوں کی ملازمت کی اجازت نہ دی جائے، غیروں سے مرعوب ہونا مسلمان کی شان نہیں۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور مستقل قیام کرنے کے لئے شوہر کا ساتھ میں رہنا ضروری ہے، بدون شوہر یا محرم کے مستقل قیام کرنا جائز نہ ہوگا۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت اور موجودہ حالات کا تقاضہ

مولانا سلطان احمد اصلاحی ☆

۱ – شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو استحسان کی نظر سے دیکھتی ہے، مسلمان معاشرے میں یہ بڑی خرابی پیدا ہوگئی ہے کہ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد جو عورت کے نفقہ کی ذمہ داری باپ اور شوہر کی ہے تو اس کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اب اسے کمائی کرنے اور اپنی آمدنی بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، سورۂ نساء (۳۲) میں جہاں مسلمان عورت کو اس کی الگ کمائی کا حق دیا گیا ہے، وہاں طرز بیان بالکل ایک جیسا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح مرد اپنی کمائی کرتا ہے اسی طرح عورت کو اپنی کمائی کرنے کا حق حاصل ہے اور اس کو اپنے اس حق کا استعمال کرنا چاہئے، تاریخ سے بھی اس کے حق میں ثبوت فراہم ہوتا ہے، ام المومنین حضرت خدیجہؓ کپڑے کی بڑے پیانے کی تاجر تھیں، ازواج مطہراتؓ میں دیگر خواتین بھی تھیں جن کی دوسرے ذرائع سے اپنی الگ آمدنی تھی اور اس کی وجہ سے وہ امور خیر میں ہاتھ کھول کر خرچ کرتی تھیں، موجودہ حالات میں خاص طور پر خواتین کے اس کردار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، مسلمان مردوں کے ساتھ جب تک عام طور پر مسلمان خواتین کے ذریعہ گھر کی دوہری آمدنی نہیں ہوگی امت کی معاشی حالت مستحکم نہیں ہوسکتی اور وہ اپنی دین و دنیا کی ہم جہتی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے قابل نہیں ہوسکتی۔

☆ ادارہ علم وادب، دودپور، علی گڑھ۔

۲- عام حالات میں خواتین پر اپنی اور اپنی اولاد کے نان ونفقہ کی ذمہ دار نہیں ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے مرد تنگ حال ہوجائے یا کمائی کرنے کے قابل نہ رہے اور عورت خوش حال ہو اور اپنے اور اپنے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری اٹھا سکتی ہو تو اس طرح کی مخصوص صورت حال میں اس کے اوپر ان کے نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، اور ہر حال میں یہ مرد کے اوپر قرض بھی باقی نہیں رہے گا۔ اسی طرح اگر عورت کے بھائی بیروزگار اور پریشان حال ہوں اور بہن برسر روزگار اور خوش حال ہو تو اس صورت میں بھی اسی کے ضرورت مند والدین کا نفقہ اس کے اوپر واجب ہوگا۔

۳- حدود کی رعایت سے آمدنی بڑھانے اور اپنی کمائی کرنے کا عورت کا حق مطلق ہے، اس لئے معیار زندگی کو بلند کرنے نہ کرنے یا دیگر مذکورہ وجوہ سے قطع نظر اسے اپنے اس حق کو استعمال کرنے کا حق ہے، ہر حال میں تنگی اور ترشی سے کام چلانا بھی کوئی کار نیک نہیں ہے، اور زندگی کے معیار کو بڑھانے کی خواہش بھی ہر حال میں قابل تعریف نہیں ہے، اس لئے ان قیدوں اور ان شرطوں کے بغیر عورت کو مطلق اپنی الگ کمائی کرنے اور اپنی آمدنی بڑھانے کا حق ہے اور اپنی حدوں میں رہتے ہوئے وہ اپنے اس حق کا استعمال کرسکتی ہے، بلکہ عام طور پر اسے ایسا کرنا چاہئے۔

۴- قانون سے زیادہ یہ مسئلہ اخلاق سے تعلق رکھتا ہے، اندرون خانہ بھی عورت کا اپنی معاشی سرگرمی میں اس طرح الجھنا مناسب نہیں ہے جس سے کہ اس کے اوپر شوہر کے واجب حقوق فوت ہوتے ہیں، شادی سے پہلے گھر کے اندر لڑکی رعورت کا ولی کو اعتماد میں لے کر ہی اپنی معاشی سرگرمی کو جاری رکھنا مناسب ہوگا۔

۵- اس مسئلہ کو بھی قانون سے زیادہ اخلاق سے حل کرنا چاہئے، گھر سے باہر بدرجہ اولی عورت کو اپنے شوہر یا ولی کو اعتماد میں رکھتے ہوئے معاشی سرگرمی میں مصروف ہونا چاہئے، مسافت سفر میں تو عورت کسی حال میں محرم کے بغیر نہیں نکل سکتی، اس سے کم مسافت میں بھی

حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ہی عورت کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، دن اور رات کے وقت کے سلسلے میں بھی یہی بات صادق آتی ہے کہ حالت اور مصلحت کو مدنگاہ رکھا جائے، ولی کی کفالت کرنے نہ کرنے سے اس مسئلہ میں کوئی فرق نہ ہوگا،موجودہ حالات میں یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور اس کو لگے بندھے ضابطہ کی پابند نہیں بنایا جاسکتا۔ حاصل کلام کے طور پر اس مسئلہ میں جیسا کہ عام قاعدہ شرعیہ ہے، دفع مضرت کو جلب مصلحت پر مقدم رکھا جائے گا، درء المفاسد اولی من جلب المصالح۔ اس قاعدہ کلیہ کو اس مسئلہ میں معیار بنانا چاہئے۔

۶- خواتین کے لئے ملازمت کی سب سے محفوظ صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی دفتر رکارخانے میں ایک ساتھ کام کریں، دوسری صورت میں عورت دفتر کارخانے کی ملازمت اسی صورت میں کرسکتی ہے جبکہ شوہر کا اس کو اعتماد حاصل ہو اور اس کے اوپر فی الجملہ اس کی نگرانی قائم رہے، اور کام کی جگہ اجنبی مردوں سے اس درجہ کا اختلاط نہ ہو، جو فتنہ کا موجب ہے۔

ملکی اور عالمی سطح اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ کسی بھی سطح کی اور کسی بھی طرح کی ملازم قوانین کے معاملات قابل اطمینان نہیں ہیں، پولس اور فوج میں بھی ان کی عزت وآبرو محفوظ نہیں رہتی ہے، اس لئے عورت کسی دفتر اور کارخانے یا کسی اور سرکاری رغیر سرکاری محکمے میں شوہر کی باقاعدہ اجازت اور اس کے اعتماد اور نگرانی کی صورت میں ہی ملازمت کرسکتی ہے۔

۷- اجنبی مرد کے سامنے عورت کے لئے اپنا چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی جو اجازت ہے ادارہ کے ذمہ دار مرد کے سامنے بھی وہ انہیں اسی حد تک کھول سکتی ہے، ضرورت کے تقاضے سے اس سلسلے میں فقہ حنفی کی اس رخصت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، لیکن اسے بقدر ضرورت ہی گوارہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ضرورت جو اصول ہے کہ: ''الضرورۃ تقدر بقدرھا'' البتہ اس سلسلے میں اس نکتہ کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اجنبی مرد و عورت کا اختلاط طویل نہ ہونے پائے۔ سارا فتنہ اسی سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے ادارہ میں ملازم خاتون کا اجنبی مرد ذمہ دار سے واسطہ ضرورت کے بقدر مختصر سے مختصر ہونا چاہئے اور غیر ضروری

بے تکلفی سے احتراز کیا جانا چاہئے۔

۸- جوان عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا انتہائی خطرناک ہے، اس لئے اس سے جہاں تک بچا جا سکے بچنا ضروری ہے، ضرورت کے شدید تقاضے سے اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہتھیلی ہی کھلی رکھی جا سکتی ہے، لیکن یہاں بھی اصل قابل توجہ چیز یہی ہے کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط ناگزیر ضرورت کی حد تک اور کم سے کم وقفہ کیلئے ہونا چاہئے، سن رسیدہ خواتین کیلئے بھی اجنبی مردوں کے ساتھ لمبا اختلاط خطرے سے خالی نہیں ہے، اس لئے ان کو بھی اس معاملے میں اسی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۹- ہاں دونوں میں فرق ہے، اجنبی مردوں سے مسلسل رابطہ کی ملازمت سے دور ہی رہنا مناسب ہے، اضطرار کی صورت میں اختلاط کے وقفہ کو کم سے کم رکھا جائے، خاتون کی آفس کی ملازمت میں بھی اجنبی مردوں سے غیر ضروری بے تکلفی سے پرہیز کیا جائے۔

۱۰- عورت گھر سے دور ملازمت استثنائی صورت میں ہی کر سکتی ہے، نیز یہ کہ اس کی اجازت سن رسیدہ خواتین کیلئے ہی دی جا سکتی ہے اور اس کیلئے بھی ولی اور شوہر کا اعتماد ضروری ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت شریعت کی نظر میں

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱ – اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا نہ تو شوہر ہے اور نہ باپ ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا رشتہ دار ہے جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود اس عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اس صورت میں اس عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ گھر سے نکلنا جائز ہے (فقہی مقالات ۱/ ۲۴۹)۔

کسب معاش کے لئے مسلمان خاتون کا نکلنا جائز نہیں ہے، البتہ جس ضرورت کے موقع پر شریعت نے مسلمان خاتون کے لئے گھر سے باہر نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اس موقع پر بھی اس خاتون پر یہ لازم ہے کہ وہ بغیر زیب و زینت کے حجاب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے گھر سے نکلے (فقہی مقالات مفتی تقی عثمانی ۱/ ۲۴۹)۔

عورت کے ذمہ پردہ لازم ہے، تاہم بے پردگی کی وجہ سے اس کی حلال کمائی کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۳۷۷)۔

بیوی کے اخراجات کی ذمہ داری شوہر اور بیٹی کے نفقہ کی ذمہ داری باپ پر ہے اور اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے وہ شوہر یا باپ سے مطالبہ بھی کر سکتی ہے، اس کو کمائی کے لئے مجبور کرنا درست نہیں، البتہ یہ حلال اور جائز طریقہ پر کمائیں تو یہ مال خود انہی کا ہے کوئی ان کے مال کو زبردستی لے تو یقیناً یہ ظلم ہے (کتاب الفتاویٰ ۵/ ۱۴۷)۔

☆ مرکز دعوت و ارشاد و افتاء ناظم جامعہ خیر العلوم نور محل روڈ بھوپال۔

علامہ یوسف قرضاوی کے فتاوی میں ہے کہ عورت اگر مطلقہ یا بیوہ ہے اور آمدنی کے سارے راستے اس پر بند ہوں تو عورت کے لئے نوکری صرف جائز ہی نہیں، بلکہ بعض حالات میں ضروری ہے، اگر وہ نوکری کر کے اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کرسکتی ہے تو اسے چاہئے کہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے دوسرے پر بوجھ بننے کے بجائے ملازمت کر لے۔

بعض حالات میں شوہر کی موجودگی میں بھی عورت کو نوکری کرنے کی ضرورت پڑسکتی ہے، مثلاً شوہر کی آمدنی اخراجات کے لئے ناکافی ہو یا عورت کے بوڑھے ماں باپ ہوں اور چھوٹے بھائی بہن ہوں وغیرہ ان حالات میں اسے ملازمت کرنے کا اختیار ہے اس طرح کی صورت حال کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے (سورۂ قصص: ۳۲)۔

عورتیں بیمار ہوتی ہیں، لیڈی ڈاکٹر نہ ملنے کی وجہ سے مجبوراً مرد ڈاکٹروں کے پاس مسلمانوں کو جانا پڑتا ہے اسکولوں اور کالجوں میں مسلم لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے غیر مسلم اساتذہ اور لیکچرر ہوتے ہیں جن سے یہ توقع فضول ہے کہ وہ مسلم لڑکیوں کی تربیت اسلامی انداز میں کریں گے، بہر کیف ضرورت اور حالات کے مطابق عورت کا نوکری کرنا جائز اور حلال ہے لیکن اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱- یہ ضروری ہے کہ نوکری میں کوئی ایسا کام نہ ہو جو شرعاً ناجائز ہو، مثلاً کسی کنوارے لڑکے کے یہاں خادمہ کی نوکری کرنا یا کسی شخص کی پرسنل سکریٹری بننا، کیونکہ تنہائی میں کسی غیر مرد کے ساتھ وقت گذارنا شرعاً جائز نہیں، اسی طرح ڈانس اور گانے وغیرہ کی نوکری ہو یا ایرہوسٹس کی نوکری کرنا، کیونکہ غیر شرعی لباس پہننا اور شراب پیش کرنا اور تنہائی میں غیر مردوں کے ساتھ رہنا اس نوکری کے لازمی اجزاء ہیں، اسی طرح ہر وہ نوکری جس میں کوئی غیر شرعی کام ہو جائز نہیں۔

۲- یہ ضروری ہے کہ نوکری کرتے ہوئے عورت تمام اخلاقی اور اسلامی آداب کا خیال رکھے۔

۳- یہ ضروری ہے کہ نوکری کرنے سے عورت کی دوسری اولیں اور زیادہ اہم ذمہ داریاں

متاثر نہ ہوں، مثلاً بچہ کی نگہداشت اور امور خانہ داری میں غفلت نہ ہو یا اس کی نوکری کی وجہ سے گھر کا سکون وآرام غارت نہ ہو، کیونکہ بچوں کی نگہداشت اور گھر کے ماحول کو پرسکون بنانا عورت کی اولین ذمہ داری ہے (فتاوی یوسف قرضاوی ۲/ ۱۴۴)۔

۲-خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری:

بعض صورتوں میں خواتین پر نفقہ واجب ہے، ''احسن الفتاوی'' میں ہے کہ کسب سے عاجز لوگوں کا نفقہ ان کے ذی رحم محارم رشتہ داروں کے ذمہ ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: ۵/ ۴۷۲)۔

۳- اگر گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ تنگی ترشی سے کام چل سکتا ہے تو محض معیار زندگی بلند کرنے، اثاثہ پیدا کرنے، سرمایہ جمع کرنے اور وقت گذاری کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد کی اجازت نہیں ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''**ليس للنساء نصيب في الخروج إلا لمضطرة**'' (طبرانی)۔

یعنی صرف مجبوری اور اضطرار کی صورت مستثنیٰ ہے، مجبوری اور اضطرار نہ ہو تو عورتوں کو باہر نکلنے کا کوئی حق نہیں (فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۶۹)۔

۴- کسب معاش کی سرگرمیوں کو اندرون خانہ محدود رکھنے کی صورت میں بھی خواتین کو شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

درمختار میں ہے: ''**وكذا لو آجرت نفسها لإرضاع صبي وزوجها شريف ولم تخرج، قيل: تكون ناشزة**'' (درمختار) (اگر عورت اجرت پر اپنے نفس کو مقرر کرے بچے کو دودھ پلانے کے لئے اور اس کا شوہر معزز ہے اور وہ گھر سے باہر نہیں نکلی تب بھی ایک قول کے مطابق نافرمان ہوگی)۔

شامی نے فرمایا: ''شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے سوت کاتنے، نقش ونگار کرنے مہندی لگانے کی اجرت پر کام کرنے سے عورت ناشزہ تو نہیں ہوگی، ہاں شوہر کے لئے اس کام سے منع کرنے کا اختیار ہے، شوہر کے حق میں خلل واقع کرنے والے کاموں سے عورت کو روکنے کا حق

حاصل ہے‘‘ (شامی ۴/۷۲۴)۔

۵- عورت کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

شامی نے فرمایا: ”إن له منعها من الغزل وكل عمل ولو قابلة و مغسلة“ (شامی ۴/۷۲۴)۔

(شوہر کو حق ہے کہ سوت کاتنے سے اور ہر کام سے بیوی کو منع کردے اگر چہ وہ دایہ ہو اور غسل دینے والی ہو)۔

اللہ تعالیٰ نے کسب معاش کے لئے دن کا وقت مقرر فرمایا ہے: ”وجعلنا النهار معاشا“ (سورۂ نبأ ۱۱)۔

احتیاط کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ صرف دن میں شوہر کی اجازت سے کسب معاش کے لئے عورت کو باہر نکلنے کی گنجائش دی جائے۔

۶- گھر میں رہتے ہوئے کسب معاش کا ذریعہ میسر آجائے تو شوہر کی اجازت سے اس کو اختیار کرنا جائز ہے، اضطرار اور مجبوری میں گھر سے باہر نوکری کرنا پڑے تو شرعی پردے کی پابندی اور حجاب کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سادگی کے ساتھ زیب و زینت کے بغیر شوہر کی اجازت سے یہ نوکری کی جاسکتی ہے، نوکری میں کوئی ایسا کام نہ ہو جو شرعاً ناجائز ہو، مثلاً مرد کی پرسنل سکریٹری بننا، کیونکہ تنہائی میں غیر محرم کے ساتھ وقت گذارنا جائز نہیں، اسی طرح ڈانس کرنے یا گانے بجانے کی نوکری کرنا یا ایر ہوسٹس کی نوکری کرنا، کیونکہ غیر شرعی لباس پہننا، شراب پیش کرنا اور تنہائی میں غیر مردوں کے ساتھ رہنا اس نوکری کے لازمی اجزاء ہیں۔

نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کی جائے نگاہ بچا کر بھی بات کی جاسکتی ہے (فتاویٰ محمودیہ ۱/ ۴۷۸)۔

نوکری کرتے وقت اسلامی اخلاقی آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، شوہر کے حقوق کی ادائیگی اور بچوں کی نگہداشت وتربیت عورت کی اولین ذمہ داری ہے، اس لئے اس کی اہمیت کے

پیش نظر یہ ضروری ہے کہ نوکری سے اس میں کوئی خلل واقع نہ ہو، سفر شرعی اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ بغیر محرم کے سفر جائز نہیں، لہذا اتنی یا اس سے زیادہ مسافت کے فاصلہ پر نوکری کرنا شرعا جائز نہیں۔

۷- جس ڈپارٹمنٹ میں عورتیں کام کرتی ہوں وہاں کی سپروائزر بھی عورت ہی ہوتو بوقت حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اس فیکٹری میں نوکری کرنے کی اجازت ہے (فتاوی محمودیہ ۱۲/ ۳۷۸)۔

۸- مرد کارکنوں کے ساتھ عورتیں کارکن ہوں تو مردوں سے تنہائی میں نہ ملیں اور متعلقہ کام کے علاوہ لچک دار لہجہ میں نرمی سے کوئی بات نہ کریں اور رغبت ومیلان کا اظہار نہ کریں، درمختار میں ہے:''وینظر من الأجنبیة إلی وجھھا وکفیھا فقط للضرورة، قیل: والقدم والذراع إذا آجرت نفسھا للخبز'' (درمختار علی ہامش شامی ۵/ ۲۳۶)۔

(اجنبی عورت کے چہرہ اور ہتھیلیوں کو ضرورت کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے اور عورت روٹی پکانے کی ملازم ہوتو اس کے قدم اور بازؤں کو بھی دیکھ سکتا ہے)۔

شامی نے کہا کہ سن رسیدہ خواتین بغیر محرم کے سفر نہیں کرسکتی مرد خواہ جوان ہو یا بوڑھا تنہائی میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، ہاں معمر مردوں سے مصافحہ کرسکتی ہیں۔

''إن العجوز لاتسافر بغیر محرم فلا تخلو برجل شابا أو شیخا ولھا أن تصافح الشیوخ'' (شامی ۵/ ۲۳۵)، (کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں بے پردہ ملنا جائز نہیں خواہ وہ معمر ہی کیوں نہ ہو اس کے چہرہ کی طرف بھی نہ دیکھا جائے (فتاوی محمودیہ ۱۷/ ۲۸۴)۔

۹- عورتوں کے لئے جائز نہیں کہ بے حجاب دوکان پر بیٹھ کر غیر محرم کے ساتھ تجارت کریں مجبوری اور اضطرار نہ ہوتو عورتوں کو باہر نکلنے کا کوئی حق نہیں اگر چہ کمائی ہوئی رقم حرام نہ ہو، لیکن کمائی کا طریقہ ناجائز اور گناہ کا باعث ہے (فتاوی رحیمیہ ۳/ ۱۶۹)۔

البتہ آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں مردوں سے زیادہ سامنا نہیں ہونے

کی بناپرعورتوں کے لئے مجبوری کےوقت آفس کی ملازمت کی گنجائش ہوگی۔

۱۰- جمہور فقہاء نےفرض حج کے لئے بھی شرعی محرم کےبغیر عورت کےسفر کرنے کو نا جائز کہا ہے،جبکہ اس کےمقابلہ میں تعلیم اورمعاش تو بہت کم درجہ کی چیزیں ہیں جن کی مسلمان عورت کو ضرورت ہی نہیں،شریعت اسلامیہ نے اس کی کفالت کی ذمہ داری شادی سے پہلے اس کےباپ پر اور شادی کے بعد شوہر پرڈالی ہے اورعورت کواس کی اجازت نہیں دی کہ وہ شدید ضرورت کے بغیر گھر سے نکلے لہذاکسب معاش اورحصول تعلیم کے لئے اس طرح بغیر محرم کےسفر کرنا جائز نہیں (فقہی مقالات ۴/۲۴۹)۔

مسلمان عورت کے لئےحصول معاش کے لئے یا حصول تعلیم کے لئے محرم کے بغیر تنہا غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا جائز نہیں اسی طرح قیام کرنا بھی جائز نہیں (فقہی مقالات ۴/۲۴۹)۔

محرم اورشوہر کےبغیر عورت کے لئے اڑتالیس میل یااس سےزیادہ کاسفر کرنا جائز نہیں اور جب سفرہی جائز نہیں تو اتنی دور قیام کرنا بدرجہ اولی جائز نہیں،تین دن ورات سے مراد اتنی طویل مسافت کا سفر ہے،جس کوحضور ﷺ کے زمانہ میں تین شب وروز میں طے کیا جاتا تھا اور وہ اڑتالیس میل کی مسافت ہے،یہاں تک کہ حج جیسی اہم عبادت کے لئے بھی محرم کےبغیر سفر کرنے سےمنع فرمایا گیا،اس لئے اس طرح خواتین کا ملازمت کیلئے دوردراز علاقہ میں قیام جائز نہیں (کتاب الفتاوی ۵/۳۹۷)۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا ریاض احمد قاسمی ☆

شریعت اسلامی خواتین پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں ڈالتی ہے، البتہ اگر خواتین چاہیں، تو کسب معاش کا ایسا طریقہ اختیار کر سکتی ہیں، جس سے نہ تو اس کی فطری خصوصیات، شرعی ذمہ داریوں اور مقاصد نکاح میں سے کوئی ایک بھی متاثر ہو، نہ ہی کسی ممنوع مثلاً: عزت کا خطرہ، بے پردگی اور نامحرم کے ساتھ اختلاط وغیرہ کا ارتکاب لازم آئے، جس کی چند عملی صورتیں درج ذیل ہیں:

عورت اپنے گھر میں رہ کر خالی وقتوں میں سلائی، بنائی، کڑھائی وغیرہ پیشوں کے ذریعہ آمدنی کے مواقع پیدا کر سکتی ہے۔

اپنے گھر پر بچیوں یا چھوٹے بچوں کو پڑھا کر آمدنی حاصل کر سکتی ہے۔

عورت ''دایہ'' یا میت کو نہلانے والی ہو، تو اس پر بھی اجرت لے سکتی ہے۔

سرمایہ دار ہو، تو اپنا سرمایہ لگا کر گھر بیٹھے بیٹھے نوکروں، یا مضاربوں کے ذریعہ تجارت کر سکتی ہے۔

طبیبہ ہو تو اپنے گھر میں یا شہر میں عورتوں کے علاج کے لئے وقت کا ایک حصہ فارغ کر سکتی ہے۔

عالمہ فاضلہ ہو، تو کسی مدرسۃ البنات میں چند گھنٹوں کی عارضی ملازمت کر سکتی ہے،

☆ جامعہ رحمانی، خانقاہ رحمانی، مونگیر۔

بشرطیکہ اپنے شہر میں ہو۔

دیہات کی رہنے والی ہو، تو کھیتوں وغیرہ میں مزدوری کرسکتی ہے، بشرطیکہ مرد مزدوروں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

یہ امور اور اس طرح کی دیگر صورتیں وہ ہیں جن کے بارے میں فقہاء کرام کے نصوص موجود ہیں (ردالمحتار ۵/ ۳۲۵، ردالمحتار ۵/ ۲۸۸، تنظیم الاسلام للمجمع لابی زہرہ ۲۸۵)۔

۲- اصولی طور پر شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، بلکہ خود اس کا نان ونفقہ شادی سے پہلے اس کے والد، وہ نہ ہوں تو دادا وہ نہ ہوں تو الاقرب فالاقرب کے مطابق ذی رحم محرم پر واجب ہے (حوالہ سابق)۔

شادی کے بعد شوہر پر واجب ہے (حوالہ سابق)، اسی طرح اولاد کا نان ونفقہ بھی صرف والد پر واجب ہے، والدہ اس میں شریک نہیں۔

البتہ اگر عورت مالدار ہو، تو تین صورتوں میں ''انفاق'' کا حکم اس کو دیا گیا ہے، جن میں سے بعض صورتوں میں وہ رجوع بھی کرسکتی ہے۔

شوہر کا انتقال ہو چکا ہو یا وہ لاپتہ ہو اور گھر پر مال بھی نہ چھوڑا ہو، یا وہ خود محتاج ہو، تو بیوی کو حکم دیا جائے گا کہ وہ محتاج اولاد پر خرچ کرے اور جب شوہر آجائے اور صاحب استطاعت ہو جائے تو اس سے واپس لے لے۔

۲- والدین محتاج ہوں تو ان کا نفقہ، یا اس کا ایک حصہ مالدار بیٹی پر واجب ہے اور اسے بعد میں واپس نہیں لے سکتی۔

کوئی ذی رحم محرم محتاج ہو تو اس کا نفقہ بھی وراثت کے حصے کے بقدر مالدار عورت پر واجب ہے (ردالمحتار ۵/ ۳۴۱، ۳۴۲)۔

ان عبارت سے واضح ہے کہ خود عورت کا یا اس کی اولاد کا نفقہ اس پر واجب نہیں، البتہ اگر وہ مالدار ہو، تو بعض صورتوں میں اس پر نفقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ خود محتاج ہو یا مالدار نہ

ہوتو کما کر نفقہ مہیا کرنا اپنایا کسی اور کا اس پر واجب نہیں ہے، بلکہ ایسی حالت میں اس کی کفالت یا تو کوئی ذی رحم محرم رشتہ دار کرے، یا شوہر ہوتو اس پر واجب ہے۔

۳- خواتین کی فطری خصوصیات، ان کی شرعی ذمہ داریوں اور مقاصد نکاح نے، ان کے لئے جو دائرہ عمل مقرر کیا ہے، اس میں رہ کر، کسی گناہ کا ارتکاب کئے بغیر معاشی جد وجہد کرسکتی ہیں، خواہ معیار زندگی بلند کرنے اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے ہی کی غرض سے ہو (جس کی چند عملی صورتیں پہلے سوال کے جواب میں گذر چکی ہیں)۔

۴- مذکورہ صورت میں شوہر کی اجازت بہر حال ضروری ہے، البتہ ولی کی اجازت اس وقت ضروری ہے، جب وہ کفالت کرتا ہو۔

۵- کسب معاش کے لئے خواتین کے باہر نکلنے کی جو جائز صورتیں سوال کے جواب میں آچکی ہیں ان کے دائرے میں رہ کر اگر باہر نکلنا چاہیں تو اس کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، خواہ گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا اس سے کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت، البتہ ولی کی اجازت اسی وقت ضروری ہوگی جبکہ وہ کفالت کرتا ہو، ورنہ نہیں (ذیل جواب ۴، ۵ دونوں کا حوالہ درج کیا جاتا ہے)۔

شوہر کی اجازت بہر حال ضروری ہے، اس سلسلے میں فقہی عبارت گذر چکی۔ "**وفي البحر: له منعها من الغزل، وكل عمل، ولو تبرعا لأجنبي ولو قابلة أو مغسلة لتقدم حقه على فرض الكفاية**" (ردالمحتار ۵/ ۳۲۵)۔

ان عبارات کی رو سے جب شوہر کی حق تلفی، یا اس کو تکلیف ہوتی ہو، یا اس کے لئے گھر سے باہر نکلنا ضروری ہو، تو لازم ہے کہ عورت ایسی کسی سرگرمی کو شروع کرنے سے پہلے شوہر سے اجازت لے لے۔

ولی کی اجازت کے سلسلے میں قرآن مجید کی ایک آیت سے رہنمائی ملتی ہے۔

"**فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن إذا تراضوا بينهم بالمعروف**" (سورۂ

بقرہ ۲۳۳)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی زیر ولایت عورتوں کو اپنے سابق شوہر کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکیں (ہاں اگر وہ خود کرنے کے لئے تیار ہوں یا عورتیں اس میں کسی صریح گناہ کا ارتکاب کریں تو روک سکتے ہیں)، اس پر قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جن مصالح نفس کی بناپر اولیاء کو نکاح سے روکنے کا حق نہیں، انہیں بلکہ ان سے اہم مصالح کی بناپر جواز کے دائرے میں رہ کر کسب معاش سے روکنے کا بھی حق نہیں ہوگا۔

البتہ دو صورتوں میں روک سکتے ہیں:

خود اولیاء اس کے نان ونفقہ کا بندوبست کردیں، یا وہ عورتیں کسی صریح گناہ کا ارتکاب کرنے لگیں، تو جس طرح اصل میں ان دونوں صورتوں کے اندر روکنے کا حق ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

فقہاء کے ایک جزئیے سے بھی اس جانب اشارہ ملتا ہے:

''وتجب (النفقة أيضا لكل ذى رحم محرم صغيرا أو أنثى مطلقاً، وقال الشامى تحته: سواء كانت بالغة صغيرة صحيحة أو ......والمراد بالصحيح القادرة على الكسب لكن لو كانت مكتسبة بالفعل كالقابلة والمغسلة لانفقة لها'' (ردالمحتار ۳۶۲/۵)۔

وجہ اشارہ یہ ہے کہ اگر ذی رحم محرم عورت جواز کے دائرے میں رہ کر کام کرتی ہو، تو اس کا نفقہ ولی پر واجب نہیں، معلوم ہوا کہ وہ اس کو اس کام سے یا اس کے لئے باہر نکلنے سے روکنے کا تو مجاز نہیں، البتہ اب اس کی کفالت اس پر واجب نہیں۔

ولی کے سلسلے میں دلیل عقلی کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ جب اس کی زیر ولایت خاتون باہر کام کرے گی، تو اس کے لئے یہ باعث ننگ وعار ہوگا، لہٰذا اس کو روکنے یا دور کرنے کے لئے اگر وہ خاتون کی کفالت کرتا ہو، تو اسے یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ ایسے کام سے خاتون کو روکے، جیسا کہ اسی ننگ وعار کی بناپر اولیاء کو اعتراض کا حق دیا گیا ہے۔

لیکن اگر وہ کفالت کے لئے تیار نہ ہوتو اب خاتون کی مصلحت نفس کو ترجیح دی جائے گی اور ولی کی اجازت کے بغیر بھی، جواز کے دائرہ میں کسب معاش اور اس کے لئے باہر نکلنا جائز ہوگا۔

۶ - خواتین کے لئے وہ ملازمت درست نہیں ہے جس سے اس کی فطری خصوصیات، شرعی ذمہ داریاں اور مقاصد نکاح میں سے کوئی بھی متاثر ہو، جس کا نتیجہ نفاق وشقاق اور گھریلو نظام کے فساد کی شکل میں ظاہر ہو، البتہ ایک خاص دائرے میں کسب معاش کی اجازت ہے، جس میں ملازمت کی وہ چند صورتیں بھی داخل ہیں، جن میں یک گونہ حاجت بھی پائی جاتی ہے اور مذکورہ امور میں سے کوئی متاثر بھی نہیں ہوتا، نہ ہی کسی ممنوع کا ارتکاب لازم آتا ہے، مثلاً کسی مدرسۃ البنات، یا بچوں کے اسکول میں تدریس کی وقتی ملازمت، جہاں مردوں سے سامنا کالعدم ہو، یا مثلاً خالص لیڈیز نرسنگ ہوم یا اسپتال میں ڈاکٹر نرس کی ملازمت، جہاں مردوں کا اختلاط نہ ہو۔

۷ - ایسے طبی یا تعلیمی اداروں میں وقتی ملازمت تو درست ہے، لیکن پردے کا اہتمام ہر حال میں ضروری ہے، البتہ کسی ضرورت کی بنا پر ہاتھ یا چہرہ کھولنا پڑے، یا بلا قصد واختیار کھل جایا کرے اور عورت فوراً اس کو درست کر لے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

۸ - ایسی جگہ جہاں مردوں کے ساتھ اختلاط ہو عورتوں کے لئے کام کرنا ہی درست نہیں، خصوصاً اس فتنہ اور فساد کے زمانہ میں، تو پردہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور سن رسیدہ اور جوان عورتوں کے درمیان فرق کا سوال بھی نہیں سمجھ میں آتا، کیونکہ حضور جماعت کے سلسلے میں عجوز کا استثناء ہے، وہ بھی بعض فقہاء کے نزدیک اور صرف چند وقتوں میں، اب ظاہر ہے کہ عجوز عورتیں تو کام کرتی نہیں، جو کام کرتی ہیں، وہ بہر حال قابل شہوت ہوتی ہیں اور اپنے ہم عمروں کے لئے فتنہ کا سبب بن سکتی ہیں، اس لئے سن رسیدہ اور جوان میں کوئی فرق نہیں، حکم عام ہے۔

۹ - مذکورہ دونوں صورتوں میں ملازمت ناجائز ہے۔

۱۰ - بلا حاجت جب عورت کے لئے تنہا باہر جانا درست نہیں (جیسا کہ حضرت سودہ کی حدیث میں گزر چکا ہے) تو باہر جا کر مستقل قیام کرنا بدرجہ اولی درست نہیں ہوگا، چاہے ملازمت ہی کی غرض سے ہو۔

خواتین کی ملازمت

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

۱ – اسلام میں انفرادی ملکیت کا جو تصور ہے اس میں عورت ومرد کی تفریق نہیں کی گئی ہے، اور اسی وجہ سے صدقۂ فطر، کفارہ وغیرہ کا مالی بوجھ مرد کے ساتھ عورتوں پر بھی ڈالا گیا ہے، یہ ملکیت کبھی تو ترکہ کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے اور کبھی شوہر اور دوسرے اہل خانہ کی داد ودہش وعطیات وغیرہ سے، مال کی ملکیت میں آنے کی ایک شکل کسب بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے شادی سے پہلے ولی اور شادی کے بعد شوہر کی اجازت سے عورتوں کے لئے کسب معاش کی اجازت دی گئی ہے، حتی کہ وہ اجرت پر دودھ پلانے کا کام بھی کرسکتی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"فان أرضعن لكم فآتوهن أجورهن" (سورۂ طلاق:۶)۔

(پھر اگر مطلقہ عورتیں تمہارے لئے بچوں کا دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دے دو)۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کا بکریوں کو پانی پلانے کے لئے کنویں تک جانا اور اختلاط اجانب سے احتراز کرتے ہوئے ایک طرف انتظار میں کھڑی رہنا اور حضرت موسی علیہ السلام کا تعاون کرنا قرآن کریم میں تفصیل سے مذکور ہے۔

اسی طرح کھیتی وغیرہ کے کام میں شوہر کی مدد کرنا، جانور کو چارہ وغیرہ دینا، کھیت سے

☆ نائب ناظم، امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ۔

لانا یہ سارے امور وہ ہیں جن کا ذکر احادیث میں مذکور ہے، حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کی شادی جب حضرت زبیرؓ سے ہوئی تو ان کے سارے کام کیا کرتی تھیں (بخاری ۲/۷۸۶)۔

جہاد کے موقع پر زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا، پانی پلانا اور لاشوں کو محفوظ جگہ منتقل کرنے کا کام بھی خواتین عہد رسالت میں کرتی تھیں، کچھ یہ خدمات ان کی رضا کارانہ تھیں، لیکن جو کام رضا کارانہ کرنے میں قباحت نہیں اسے پیشہ ورانہ طور پر کرنے میں کیا قباحت ہو سکتی ہے۔

بخاری کی روایت ہے:

"عن الربیع بنت معوذ قالت: کنا مع النبی ﷺ نسقی الماء ونداوی المرضی ونرد القتلی" (۱/۴۰۳)۔

۲- سوال یہ ہے کہ وہ اس قسم کی تگ و دو کیوں کریں؟ جب کہ ان کا نفقہ شادی سے قبل ان کے والدین پر اور شادی کے بعد شوہر کے ذمہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"ونفقة الأناث واجبة مطلقا علی الآباء مالم یتزوجن إذا لم یکن لهن مال" (۵۶۳/۱)۔

بعض صورتوں میں ان کے ذمہ بھی نفقہ کی ادائیگی آتی ہے، مثلاً لڑکی بالغ یا لڑکا اپاہج ہے تو اس صورت میں ترکہ پانے کے اعتبار سے نفقہ کی ذمہ داری ان پر ہوتی ہے، ارشاد ربانی ہے: "وعلی الوارث مثل ذلک" (سورۂ بقرہ: ۲۳۳)۔

قدوری میں ہے: "وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن علی أبویه أثلاثاً علی الأب الثلثان، وعلی الأم الثلث"۔

اگر عورت کسب معاش نہ کرے اور اس کے پاس کسی اور ذریعہ سے مال منتقل نہ ہو تو وہ ذمہ داری کس طرح پوری کرے گی، اسی طرح جدید دور میں اس کی ضرورتیں نفقہ سے بہت آگے بڑھ گئی ہیں، جن کی تکمیل شوہر کی استطاعت سے باہر ہے، ایسے میں وہ چاہتی ہے کہ اس کے پاس اپنا کمایا ہوا مال ہوتا کہ وہ اپنی آرائشی ضرورتیں پوری کر سکیں، نت نئی فیشن کی چیزیں خرید سکیں،

اسے ان چیزوں کے لئے شوہر کے سامنے گڑگڑانا نہ پڑے وہ بڑی حد تک اپنے اوپر منحصر ہوں نہ کہ شوہر کے اوپر، یہ خواہشات کیسی بھی ہوں کم ازکم غیر شرعی نہیں، ان کی تکمیل جب ہی ممکن ہے جب وہ کسب معاش کرے، کو سرمایہ واثاثہ جمع کرنے اور معیار زندگی بلند کرنے اور وقت گذاری کی خاطر عورتوں کا معاشی جد وجہد میں لگنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے ارشادربانی ہے:

''ولا تمدن عينيك إلى ما متعنا به أزواجا منهم''(طٰہٰ:۱۳۱، الحجر:۸۸)۔

(اورتم اس متاع دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے)۔

اس کے علاوہ معاملہ کا ایک دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ بعض شعبوں میں ان کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، جیسے نرسنگ اور قابلہ (دایہ) کے کام خواتین کی مخصوص اشیاء کی خرید فروخت وغیرہ۔

۴- خواتین کا شوہر کی اطاعت اور بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ گھر کے اندر کسب معاش کے لئے مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، کیونکہ بہت سارے خاندان میں عورتوں کا معاشی جد وجہد میں مشغول ہونا خواہ گھر کے باہر ہو یا اندر، عار سمجھا جاتا ہے اور بہت سارے شوہر اور ولی اسے کسرشان سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سارے گھروں میں خواتین کو چھوٹے موٹے کاموں کے لئے ملازمہ کے طور پر رکھا جاسکتا ہے، تاکہ گھر کی مالکہ کی حیثیت ملکہ کی باقی رہے، لیکن اگر ولی اس کا خیال نہیں رکھتا، کفالت نہیں کرتا اورعورت خود مختار ہے تو وہ اس کی اجازت کے بغیر بھی معاشی جد وجہد کے لئے شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے باہر جاسکتی ہے۔

باہر جا کر روز آنا جانا ممکن ہو، یا رات کا قیام محفوظ جگہ ہو اور عصمت کو خطرہ لاحق نہ ہو تو اس صورت میں کسب معاش کے لئے گھر سے نکلنا بغیر ولی یا شوہر کے لئے بھی جائز ہوگا، لیکن اگر ملازمت کی جگہ مسافت سفر پر ہے تو ولی یا شوہر کو اس کے ساتھ جانا چاہئے۔

۶- خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود دو ہیں: اختلاط بالا جانب نہ ہو، حجاب کی رعایت رکھی جائے۔

ان دو امور پر اگر عمل ممکن ہوتو خواتین کی ملازمت شرعا درست ہوگی۔

۷- یہیں سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ایسے کسی بھی ادارے میں عورتوں کا کام کرنا جہاں اجنبی مردوں سے عموما اختلاط کی نوبت نہیں آتی اور پورے ادارہ کو خواتین ہی چلاتی ہیں ان میں ملازمت کی اجازت ہوگی، ادارہ کا ذمہ دار ہوتو حجاب شرعی کے ساتھ اس سے معاملاتی گفتگو کرسکتی ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''إذا سئلتموهن متاعاً فاسئلو هن من وراء حجاب ذلكم أطهر لقلوبكم وقلوبهن......'' (سورۂ احزاب ۵۳)۔

(ازواج مطہرات سے اگر کچھ مانگنا ہوتو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب ہے)۔

ازواج مطہرات جو کائنات کی بہترین عورتیں تھیں، جن کی پاکیزگی تقوی اور طہارت کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں، ان کے لئے اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے تو بھلا عام عورتوں کے لئے پردہ کے بغیر گفت وشنید کس طرح درست ہوسکتی ہے۔

۸- کسی بھی ایسی جگہ جہاں مرد وعورت دونوں کام کرتے ہوں اور ان کی نشستیں الگ الگ نہ ہوں عورتوں کے لئے کام کرنا اختلاط بالا جانب کی وجہ سے درست نہیں ہوگا، البتہ کام کرنے کی جگہیں الگ الگ ہوں اور مردوں سے اختلاط نہ ہوتا ہوتو ایسے ادارے میں بھی کام کرنا خواتین کے لئے درست ہوگا۔

اس صورت میں احوط تو یہی ہے کہ سن رسیدہ اور جوان دونوں احتیاط کریں، البتہ سن رسیدہ میں فتنہ کا اندیشہ نسبتاً کم ہے، اس لئے حکم کے مدارج میں فرق ہوگا۔

۹- اسی طرح اگر عورت تنہائی میں اکاونٹ کا کام کررہی ہے بچوں کو پڑھارہی ہے، گھر

میں سلائی بنائی کر رہی ہے اور ان کا مردوں سے سامنا نہیں ہوتا تو ایسے کام میں عورتیں کے مشغول ہونے میں حرج نہیں ہے، البتہ سیلز گرل، وکالت اور اس جیسے پیشوں میں مشغول ہونا اختلاط بالا جانب کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

۱۰- حدود شرعیہ کی رعایت اور ولی یا شوہر کی اجازت سے اگر عورت کا قیام بسلسلہ ملازمت ملک و بیرون ملک ہو تو اس میں حرج نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا خورشید احمد اعظمی ☆

عورت زندگی کا سوز وساز ہے اور اس کے وجود سے کائنات کی رنگارنگی ہے، صنف نازک، اسلام سے پہلے ہر دور میں بے وقعت ہونے کے باوجود بڑے بڑے زور آور، دانشور، اور سربراہان مملکت پر غالب اوران کے ارادوں کی مالک رہی ہے، اس کو خالق کائنات نے اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ مرد اس سے سکون حاصل کر سکے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وخلق لکم من أنفسکم أزواجھا لتسکنوا إلیھا**" (سورۂ روم:۲۱)۔

دن بھر کی جفاکشی اور بیرون خانہ الجھنوں کا مارا انسان جب شام کو اپنے گھر لوٹتا ہے تو اندرون خانہ کی ایک مسکان اس کی ساری تھکان اور غموں کا مداوا ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"**ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرا لہ من زوجة صالحة إن أمرھا اطاعتہ و إن نظر إلیھا سرتہ۔ وإن أقسم علیھا ابرتہ و إن غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا و مالہ**" (سنن ابن ماجہ ۱۸۵۷، نحوہ فی سنن النسائی باب ای النساء خیر ۶/ ۶۸)۔

(مومن مرد نے اللہ کے تقوی کے بعد اپنے لئے نیک بیوی سے بہتر کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھایا، ایسی بیوی کہ اگر اس کو حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے، اس کی جانب نظر کرے تو

☆ محلہ رکھوا تھ پورہ، مئو۔

اسے خوش کردے، اس کے اوپر قسم کھالے تو اسے قسم سے بری کردے، اور وہ غائب ہو تو اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے)۔

بہر کیف خالق کائنات نے اس کو بڑے کام کیلئے پیدا کیا ہے، انسان کی عائلی زندگی میں اس کا اہم کردار ہے اور بڑی ذمہ داریاں ہے، اسی لئے کسب معاش کی ذمہ داری سے عام حالات میں اس کو سبکدوش رکھا گیا ہے۔

۱- پھر بھی اسلامی شریعت میں عورت کو کسب معاش کی ممانعت نہیں ہے، اپنے ولی یا شوہر کی اجازت سے حجاب میں رہتے ہوئے کسی اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط کے بغیر وہ کسب معاش کرسکتی ہے، کسب معاش کی کچھ تو ایسی صورتیں ہیں جو اندرون خانہ بھی کی جاسکتی ہیں، جیسے سلائی کڑھائی وغیرہ اور کسب معاش کی وہ صورتیں جو بیرون سے متعلق ہیں انہیں اپنے وکیل کے ذریعہ ادا کرسکتی ہے، وکیل کے لئے اجنبی ہونا ضروری نہیں ہے، اس کا کوئی ذی رحم محرم بھی وکیل ہوسکتا ہے، اسلام نے عورت کو مالکانہ حقوق دیئے ہیں، وہ اشیاء منقولہ وغیرہ کی مالک ہوسکتی ہے، اس میں تصرف کا حق رکھتی ہے، اور اس کے نظم ونسق کی مجاز ہے، حضرت خدیجہؓ کی تجارت معروف ہے، ایک حدیث میں مذکور ہے:

''ایک عورت کے شوہر وفات پاگئے تھے وہ عدت میں تھی، تو آپ ﷺ نے انہیں اپنے باغ کے دیکھ بھال کی اجازت دی'' (سنن النسائی باب خروج المتوفی عنہا بالنہار)۔

۲- عورت اپنی خلقت کے اعتبار سے کچھ ایسی خصوصیات کی حامل ہے کہ عام حالات میں وہ کسب معاش سے مستغنی ہوتی ہے، اور وہ اپنے ہر دور میں کسی نہ کسی مرد کے زیر کفالت ہوتی ہے، اور کسب معاش کی مشقت اٹھائے بغیر اس کی ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں، اس کے نفقات کی ذمہ داری احوال کے مطابق اس کے باپ، شوہر اور اولاد پر ہے، اور اس سلسلہ میں فقہی عبارات بہت واضح ہیں:

''تجب النفقة للزوجة علی زوجها'' (البحر الرائق ۴؍۲۹۳)، ''وتجب النفقة

بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى" (درمختار ۵/۳۳۶)، "ولأبويه واجداده وجداته لو فقراء اى تجب النفقة لهولاء" (البحر الرائق ۴/ ۳۶۸)۔

لہذا عورت پر کسی غیر کے نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے، حتی کہ اس کے بطن سے پیدا شدہ لڑکے کا نفقہ بھی اس پر نہیں ہے، جیسا کہ آیت کریمہ "وعلى الوارث مثل ذلك" کی تفسیر میں علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے۔

احکام القرآن میں مولانا ظفر احمد عثمانی (۱/ ۵۶۷) میں مذکور ہے:

(بچے کے وارث پر اسی جیسے حقوق واجب ہیں جیسا کہ بچے کے باپ پر تھے یعنی بچہ کی ماں پر خرچ کرنا، اس کے حقوق کو پورا کرنا، اور اس کو ضرر نہ پہنچانا، اور یہی جمہور کا قول ہے)۔

عورت پر صرف اس صورت میں اپنا نفقہ ہے، جبکہ وہ بغیر شوہر کے ہو اور صاحب مال ہو، اور اگر وہ محتاج ہے تو اس کا نفقہ باپ یا اس کے لڑکے پر ہے، بیوی ہونے کی حالت میں اس کا نفقہ ہر حال میں اس کے شوہر پر ہے۔

۳- ایسی معاشی جد وجہد جو اندرون خانہ ہو یا کسی ایسی جگہ جہاں بے پردگی نہ ہو، اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط نہ ہو، فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو باپ یا شوہر کی اجازت سے خواتین اس معاشی جد وجہد کو اختیار کر سکتی ہیں، خواہ وہ محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے ہی ہو۔

۴- ولی یا شوہر کی اجازت ہونا ضروری ہے، شوہر کو تو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی کو نفلی روزہ سے روک دے۔

"وينبغي عدم تخصيص الغزل بل له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها عليه، وكذا فى العمل تبرعا لأجنبى بالأولى" (البحر الرائق ۴/ ۳۳۴)۔

یعنی ممانعت کو دھاگہ کاتنے کے ساتھ خاص نہ کرنا مناسب ہے، بلکہ شوہر کے لئے جائز ہے کہ اس کو روک دے ہر ایسے عمل سے جو کسب معاش کے متقاضی ہیں، اس لئے کہ وہ

عورت اس سے مستغنی ہے، اس کی کفایت مرد پر واجب ہونے کی وجہ سے۔

''اور وہ بات جس کا لکھنا مناسب ہے کہ شوہر کے لئے بیوی کو ہر ایسے عمل سے روکنا مناسب ہو جو اس شوہر کے حق میں تنقیص یا ضرر کا سبب ہو یا عورت کے گھر سے نکلنے کو مستلزم ہو، بہر حال ایسا عمل جس میں اس کا کوئی ضرر نہیں تو اس عمل سے اس کو روکنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، خاص طور سے شوہر کی گھر میں عدم موجودگی کی حالت میں، اس لئے کہ عورت کو بغیر کام اور مشغولیت کے چھوڑنا نفسانی اور شیطانی وساوس تک پہنچا دے گا، یا ایسی مشغولیت میں لگا دینا جو مناسب نہیں، یعنی اجانب اور پڑوسیوں کے ساتھ (شامی ۵/ ۳۲۵)۔

۵- عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہے، فتاوی میں قرأت کے باب میں ہے کہ عورت کے لئے مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی ضروریات اور اقارب کی زیارت کے لئے نکلے، اور اگر شوہر نے مہر دے دیا تو اس عورت کے لئے بغیر اجازت نکلنا جائز نہیں ہے، ظاہر ہے اس میں مسافت سفر یا دن رات کی کوئی قید نہیں ہے (فتح القدیر ۴/ ۲۰۸)۔

اگر ولی یا شوہر کی طرف سے گھر سے باہر کسب کی اجازت ہو اور موضع کسب مسافت سفر کی مقدار ہے تو حالت سفر میں کسی محرم کا ہونا ضروری ہے، چنانچہ حج کے باب میں مذکور ہے:

''لا تجوز لها أن تحج بغيرهما إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة أيام'' (ہدایہ ۱/ ۲۱۳)۔

حدیث میں وارد ہے: ''اگر شوہر کفالت نہ کرتا ہو تو عورت کو خفیہ طریقہ پر بقدر ضرورت اس کے مال سے لینا جائز ہوگا، ہند بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان کی حدیث سے اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے (سنن ترمذی ۳/ ۶۴۳)۔ ورنہ عدالت کے ذریعہ حاصل کر سکتی ہے۔

شوہر یا ولی کے عدم کفالت کی وجہ سے اگر عورت کو کسب معاش کے لئے نکلنا ہی ناگزیر ہو تو اس کو دن میں نکلنے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ متوفی عنہا زوجہا جس کا نفقہ نہیں ہوتا ہے اس

کے بارے میں مذکور ہے۔

''و أما المتوفی عنها زوجها فلانه لا نفقة لها فیحتاج إلی الخروج نهارا والطلب المعاش وقدیمتد إلی آن یهجم اللیل'' (ہدایہ ۴۰۴)۔

۶ - خواتین کے لئے ملازمت کی اجازت کے لئے شرعی طور پر ضروری ہے کہ:

۱-شوہر یا ولی کی اجازت ہو۔

۲-عورت کسی ایسی ہیئت یا زینت کے ساتھ نہیں نکلے گی جس میں اجنبی مردوں کے لئے دعوت نظارہ ہو۔

۳-ملازمت ایسی جگہ نہ ہو جہاں اجنبی مردوں کا سامنا ہو، یا ان سے سابقہ ہو۔

۴-پردہ اور حجاب کا پورا التزام ہو۔

۵-ملازمت کا کام شرعی طور پر ممنوع نہ ہو۔

۷ - ملازمت کرنے والی خوتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں، کام کی جگہوں پر اجنبی مرد نہ ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو حسب ضرورت عورت پردہ کے پیچھے سے ان سے بات کرسکتی ہے، اور یہاں پر بھی پردہ کے احکام اور حدود ہوں گے، جو عام حالات میں عورت کے لئے ہیں۔

۸ - اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس کیلئے یہ ملازمت درست نہیں ہوگی، اس کی وجہ سے عورت کا بے پردہ ہونا درست نہیں، کسب معاش کی دوسری بہت سی صورتیں ہیں، اگر اس بات کی اجازت دی جائے کہ پردہ کے ساتھ ان کے درمیان کام کرے تو اس کے لئے تکلف اور مشقت ہے، اور اس پر دوام بھی ناممکن ہے۔

سن رسیدہ اور جوان عورتوں کے درمیان کوئی فرق بھی کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ لکل ساقطہ لاقطہ، سن رسیدہ خواتین اب تو ذریعہ بھی بنتی ہیں اور پھر ان کے قدر دان بھی کم نہیں ہیں۔

۹- ایسا کام جس کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ ہوتا ہے، اور وہ کام جس کی انجام دہی میں مردوں کا سامنا یا ان سے سابقہ کم ہوتا ہے، دونوں صورتوں میں عورت کے لئے ایسی جگہ جہاں ایک بھی مرد یا تھوڑی دیر کے لئے بھی اجنبی مرد کے ساتھ اختلاط ہو درست نہیں، عورت کے لئے پردہ کے سخت احکام ہیں ان کے لئے تو حکم ہے کہ گھر کے اندر رہیں۔

۱۰- مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جائز ہوگا کہ ملازمت کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت ہو، اگر مقام ملازمت مسافت شرعی یا اس سے زیادہ ہے تو سفر میں اس کے ساتھ کوئی محرم ہو، اور ملازمت کی جگہ عورتوں کے لئے مختص ہو، مردوں کا اس میں کام نہ ہو۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا اشتیاق احمد اعظمی ☆

۱ – یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام نے خاندانی زندگی کے نظام کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ مرد باہر کا کام کریں اور خواتین امور خانہ داری کو انجام دیں، یہ یقیناً فطری اصول ہے، جو مردوں کے لئے بھی رحمت ہے، اور عورتوں کے لئے بھی نیز اس میں خاندانی نظام کی بقاو استحکام ہے۔

یہ بھی واضح امر ہے کہ شرعی نظام کی روشنی میں عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے باپ، بیٹا، شوہر اور بھائیوں پر ہے، یہ مذکورہ بالا اشخاص شرعاً عورتوں پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں، تا کہ ایک عورت پورے سکون واطمینان سے امور خانہ داری کو انجام دے سکے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض**" (سورۂ نساء: ۳۴) اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: دوسرا اشارہ اہم اصول زندگی کی طرف یہ بھی ہے کہ عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اس کے حالات اس کے لئے سازگار ہیں کہ محنت ومزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح بازاروں اور دفتروں میں پھرا کرے، اس لئے حق تعالی نے اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈال دی، شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر (معارف القرآن

☆ استاذ دار العلوم مئو، مئو۔

۴/۳۹۸)۔علامہ بیضاوی نے مردوں کے عورتوں پر قوامیت کی دوصورتیں وہبی اور کسبی بیان کی ہیں، کسبی میں عورتوں پر انفاق کو شمار کرایا ہے کیونکہ مرد شادی کے نتیجہ میں بیوی کا مہر اور اس کے نان نفقہ کو ادا کرتا ہے۔

اس لئے عام حالات میں چونکہ مرد عورتوں کا متکفل ہوتا ہے عورت کے اس تکفل کی بنیاد پر شریعت نے اسے کسب معاش سے آزاد کیا ہے، اس لئے عمومی حالات میں عورتوں کو کسب معاش میں لگنا شرعاً امر مستحسن نہیں ہے۔

۲- شریعت نے خواتین پر بعض صورتوں میں یہ ذمہ داری رکھی ہے، مثلاً جبکہ شوہر ایسا تنگ دست ہو کہ خود اس کا نفقہ اس کے اصول یا فروع پر واجب ہو اور شوہر کمانے سے عاجز ہو تو ایسی صورت میں دوسرے کے نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر نہیں رکھی گئی ہے کیونکہ جب وہ خود اپنا نفقہ دوسرے سے لے رہا ہے تو دوسرے کا نفقہ اس پر واجب کرنا، معقول امر نہیں ہے (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۸۲۳)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اس مسئلہ کی مزید تفصیل یہ کی ہے کہ جب باپ موجود نہ ہو یا فقیر ہو اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو تو اولاد کا نفقہ حنفیہ کی رائے میں موجود اصول پر ہوگا چاہے وہ اصول مذکر ہوں یا مونث بشرطیکہ وہ خوشحال ہوں یا تنہا ماں پر ہوگا خوشحال ہونے کی شرط کے ساتھ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"أما إذا لم يكن الأب موجودًا أو كان فقيرًا عاجزًا عن الكسب لمرض أو كبر سن أو نحو ذلک كانت نفقتهم في رأى الحنفية علي الموجود من الأصول ذكراً كان أو أنثى إذا كان موسراً فتجب على الجد وحده إذا كان موسرا أو على الأم وحدها إذا كانت موسرة" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۸۲۶)۔

مذکورہ بالا نصوص فقہی کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں نان ونفقہ کی ذمہ داری عورتوں پر شریعت میں رکھی گئی ہے۔

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنے کے سلسلے کے احکام میں تفصیل ہے، جبکہ مالی حالت گھر کی ایسی ہے کہ جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے اور چلتا ہے۔

اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ عورت باقاعدہ ملازمت اختیار کرے اور اس سلسلہ میں روزانہ اس کا گھر سے باہر آنا جانا ہو، اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط ہو، امور خانہ داری کی انجام دہی میں خلل واقع ہو شوہر کے حقوق کی ادائیگی اور بال بچوں کی نگہداشت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تو اس قسم کی معاشی جد وجہد محض معیار زندگی بلند کرنے اور سرمایہ واثاثہ کی بڑھوتری اور اضافہ کے لئے صحیح نہیں ہے، عورت کی فطرت گھر کی چہار دیواری میں رہ کر کاموں کو انجام دینے کی ہے نہ کہ بازاروں، آفسوں اور دفتروں کا چکر لگانے کی ہے۔

معاشی تنگی دور کرنے کے لئے اگر عورت گھر کے اندر کوئی کام کرسکتی ہو جیسے سلائی کڑھائی کا کام یا اس جیسا اور کوئی کام جو گھر کی چہار دیواری میں رہ کر انجام دیا جاسکتا ہو اور اس سے معاشی تنگی دور ہوسکتی ہو اور عورت کے اس کام کے اختیار کرنے پر شوہر یا باپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ فی زمانہ بہت سے افراد کی کمائی اتنی نہیں ہوا کرتی جس سے پورے گھر کا تکفل ہوسکے، بالخصوص آج کل کی ہوشربا گرانی کے دور میں اس لئے اگر عورت گھر کے اندر کچھ کماسکتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں عورت کے لئے گھریلو کام کی اجازت پر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۸۸۳)۔

۴- خواتین کسب معاش کے لئے اگر ایسی سرگرمی اختیار کرتی ہیں جو گھر کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو تب بھی اسے شوہر یا ولی سے اجازت لینا ضروری ہوگا (شامی ۵/۴۲۵)۔

۵- اگر شوہر یا ولی عورت کی کفالت کرتا ہو تو اس صورت میں عورت کو کسب معاش کے لئے ان کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنا درست نہیں، اس لئے نان ونفقہ کی ذمہ داری نبھانے کی صورت میں اگر عورت گھر کے اندر بھی کوئی پیشہ ورانہ کام کرتی ہے تو شوہر کو روکنے کا حق حاصل

ہے (شامی مع الدر ۵؍ ۳۲۵)۔

اور اگر ولی یا شوہر کی طرف سے نفقہ نہ ملتا ہو کیونکہ یہ لوگ خود تنگ دست ہوں جس کے باعث عورت کی بنیادی ضرورتیں کھانا پینا اور کپڑا وغیرہ نہ پوری ہوتی ہوں تو اس صورت میں عورت کے لئے اکتساب نفقہ کی اجازت ہے، اس صورت میں عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی چند صورتیں ہیں:

۱-عورت اکتساب نفقہ کے لئے گھر سے باہر دن میں اپنی بستی میں کام کرتی ہو تو ایسی صورت میں عورت بغیر شوہر یا ولی کی اجازت کے بھی گھر سے باہر جا سکتی ہے، جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ ۱۹؍ ۱۱۰)۔

۲-عورت اکتساب نفقہ کے لئے اپنی بستی میں رات میں کام کرنا چاہتی ہو تو اس کی گنجائش نہیں کیونکہ رات شوہر کا حق ہے اور رات میں آنے جانے میں فساد کا زیادہ امکان ہے، اس لئے کہ فقہاء کے یہاں جب عورت کے لئے دن میں مسجد جانے کی اجازت نہ تھی تو اس کے لئے رات میں مسجد میں جانا ممنوع تھا۔

۳-عورت کا کسب معاش کیلئے اپنی بستی چھوڑ کر دوسرے مقام پر جانا، چاہے وہ مسافت سفر سے کم ہو، اس صورت میں اگر چہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں عورت کے ساتھ محرم کے ہونے کی قید نہیں ہے لیکن دوسرے فقہاء کے یہاں اس صورت میں بلا وجہ یا بغیر محرم کے نکلنا جائز نہیں (دیکھئے: نووی مع صحیح مسلم ۱؍ ۴۳۳)۔

امام ابوحنیفہ کے یہاں مسافت سفر سے کم میں اگر چہ گنجائش ہے مگر اس پر فتن دور میں احتیاط اسی میں ہے کہ ایک جوان عورت بغیر شوہر یا محرم کے اپنی بستی سے دوسری بستی کا بھی سفر نہ کرے خواہ وہ ایک ہی منزل کی دوری پر کیوں نہ ہو۔

۶- ڈاکٹر مصطفیٰ سباعیؒ کے نزدیک کسی عورت کے لئے اجنبی مرد کے سامنے اپنے زیب و زینت کے مقامات اور اسی طرح بدن کے کسی حصہ کو کھول کر آنا یا رہنا ہرگز جائز نہیں، ہاں اپنا چہرہ

اور دونوں ہتھیلیوں کو بلا بناؤ سنگار کے کھول کر سامنے آنے کی اجازت ہے۔

اسی طرح کسی عورت کا اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنا بھی جائز نہیں، خواہ عورت اپنے لباس میں کتنی ہی باوقار اور سنجیدہ کیوں نہ ہو، کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوا کرتا ہے (جو وساوس پیدا کر کے برائی تک پہنچا دیتا ہے)۔

ایسے ہی اسلام میں مرد وعورت کے اختلاط کی بھی ممانعت ہے۔

کسی بھی عورت کے ملازمت کا پیشہ اختیار کرنیکی صورت میں مذکورہ بالا امور کا خیال نہایت ضروری ہے، ساتھ ہی ساتھ شوہر یا ولی کی اجازت بھی ضروری ہے جبکہ وہ لوگ اس کے نان ونفقہ کو ادا کرتے ہوں، شوہر معسر نہیں بلکہ اس کی آمدنی پر میاں بیوی کا گذارہ ہو رہا ہے۔

۷ - ملازمت کرنے والی عورتیں اگر ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں اور کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوتے ہوں، البتہ ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے احکام کے سلسلہ میں سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ ادارہ کا کوئی ذمہ دار مرد کسی عورت سے تنہائی میں بات نہ کرے، ادارہ کی ضروریات کے سلسلہ میں اگر ذمہ دار مردوں اور خواتین کے درمیان تبادلہ خیال کی ضرورت ہو تو یہ کام پس پردہ انجام دیا جانا چاہئے، گفتگو کے دوران عورت ہنسی، مذاق، بے تکلفی اور آواز میں لچک سے اجتناب کرے، تا کہ مرد کو کسی قسم کا لالچ نہ ہو۔

۸ - اس سلسلہ میں سب سے پہلی گذارش تو یہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کو ایسے ادارے یا آفس میں کام کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہئے جہاں مرد کارکن بھی ہوتے ہوں، مغربی معاشرے میں گرچہ یہ طرز ملازمت معیوب نہیں مگر شریعت اسلامیہ اس طرح کی ملازمت کی عمومی اجازت نہیں دیتی، اسپتال میں امراض نسواں کے علاج ومعالجہ کے لئے مسلمان عورت ڈاکٹر کا یا

نرس کا پیشہ اختیار کرتی ہے تو یہاں مجبوری ہے، تعلیم نسواں کے لئے عورت، مدرسی کا فریضہ انجام دے، تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن بوائز اسکول اور کالجز میں عورت پڑھائے اور وہ بھی بے پردہ ہوکر تو اس کی شریعت کبھی اجازت نہیں دے سکتی۔

اگر کسی جوان عورت کو ایسے مقام پر ملازمت کرنی ہی ہو جہاں مرد کارکن بھی ہوں، تو اس کے لئے اپنے آپ کو پردہ میں رکھنا ضروری ہوگا، ہاں سن رسیدہ عورت جو قابل شہوت نہ ہوں ان کے لئے چہرہ کھولنے کی اجازت ہوسکتی ہے (ہدایہ ۴؍۴۵۹)۔

۹- کیا اس کا بھی فرق ہوسکتا ہے کہ ایک کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے بہت زیادہ اور دوسرے کام کی انجام دہی میں کم ہے مثلاً دوکان میں سیلز گرل اور آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرنے میں فرق ہوسکتا ہے؟

عورت خواہ سیلز گرل ہو یا آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرتی ہو، مردوں کا سامنا دونوں صورتوں میں ہوگا، خواہ ایک میں زیادہ ہو یا دوسرے میں کم ہو، اور عورت کا مردوں سے اختلاط شریعت میں کسی طرح درست نہیں، لہذا دونوں صورتوں میں ملازمت کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک تنہا مستقل قیام کرنا جائز نہیں، کیونکہ شریعت نے عورت کو حج جیسے مقدس فریضہ کے لئے بھی تنہا جانے کی اجازت نہیں دی ہے، اوپر یہ حدیث گذر چکی ہے: "لا یحل لامرأۃ مسلمۃ تسافر مسیرۃ یوم إلا ومعھا ذو حرمۃ"۔

☆☆☆

نفقہ کی ذمہ داری اور خواتین کی ملازمت

مولانا عبدالحی مفتاحی ☆

شریعت اسلامیہ نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، ہاں بعض صورتوں میں ان پر ذی رحم محرم کا نفقہ واجب ہوتا ہے، کیونکہ عورت اگر بیٹی ہے تو جب تک اس کی شادی نہ ہوجائے اس وقت تک اس کا نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کو پورا کرنا باپ کے ذمہ ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل فقہی عبارتیں اس کو واضح کرتی ہیں۔

"ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد" (ہدایہ ۲/ ۴۴۴)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: "ونفقة الأناث واجبة مطلقا على الآباء مالم يتزوجن إذا لم يكن لهن مال" (الفتاوی العالمگیریہ ۱/ ۵۶۳)۔

اگر عورت کسی کی بیوی ہے تو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے، جیسا کہ درج ذیل نصوص میں وضاحت ہوتی ہے:

"قال الله تعالى: وعلى المولودله رزقهن و كسوتهن بالمعروف" (سورۂ بقرہ ۲۳۳)۔

الف- امام جلال الدین سیوطی آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"وعلى المولود له يعني الأب الذي له وله رزقهن يعني رزق الام" (الدر المنثور ۱/ ۵۱۴)۔

☆ ناظم اعلی مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد مئو۔

ب-حافظ ابن کثیرؒ آیت مذکورہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''ای علی والدالطفل نفقة الوالدات'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۷۰)۔

۲- حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت جابرؓ کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے:

''ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (رواہ مسلم اکمال المعلم بفوائد مسلم ۴/ ۲۷۷)۔

۳- ''النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة'' (ہدایہ ۲/ ۴۳۷)۔

۴- ''تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل كبيرة كانت المرأة أو صغيرة تجامع مثلها'' (فتاوی عالمگیری ۱/ ۵۴۴)۔

اگر عورت ماں ہے تو عدم استطاعت کی صورت میں اس کا نان ونفقہ اولاد پر واجب ہے، جیسا کہ درج ذیل عبارتیں بتاتی ہیں:

''وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوه في دينه'' (ہدایہ ۲/ ۴۴۵)۔

''ويجبر الرجل الموسرعلى نفقة أبيه وعلى نفقة أمه إذا كانا محتاجين لقوله تعالى ووصينا الإنسان بوالديه إحسانا(عنكبوت) ،فقد أو جب على الولد الإحسان لوالديه ورأس الاحسان بوالديه إحيائهما وذلك بالانفاق عليهما'' (المحیط البرہانی ۴/ ۱۵۹)۔

مذکورہ بالا نصوص قرآنی سے معلوم ہوا کہ عورت پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ جس حالت میں بھی ہو اس کا نان ونفقہ کسی اور پر واجب ہے، قبل ازیں کہ عورت کے کسب معاش اور ملازمت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے پردہ، باہر نکلنے

اور غیروں کو دیکھنے وغیرہ پر کچھ روشنی ڈالی جائے تاکہ زیر بحث موضوع پر حکم لگانا آسان اور سہل ہو۔

عورت کا گھر سے باہر جانا:

عورتوں کا بلا حاجت وضرورت گھروں سے باہر نکلنا ممنوع ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل نصوص میں صراحۃ ممانعت وارد ہوئی ہے۔

"قال تعالی: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الأولی" (احزاب:۳۳)۔

حافظ ابن کثیر آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"ای الزمن بیوتکن فلا تخرجن بغیر حاجة" (تفسیر ابن کثیر ۶۳۱/۳)۔

''عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان'' (رواہ الترمذی عارضۃ الاحوذی ۹۸/۳)۔

امام سیوطی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے:''عن ابن مسعود قال: احبسوا النساء فی البیوت فإن النساء عورة'' (الدر المنثور ۳۷۴/۵)۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:"لیس للنساء نصیب فی الخروج إلا مضطرة'' (فتاوی رحیمیہ ۳۴۲/۱ بحوالہ الطبرانی)۔

نصوص مذکورہ میں خروج مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ حاجت کی وجہ سے جائز ہے، جیسا کہ ازواج مطہرات وغیرہ کا خروج اس پر شاہد ہے، عورتوں کو اگر حاجت وغیرہ کی وجہ سے نکلنا ہی پڑے تو بغیر حجاب کے جائز اور درست نہیں ہے، یعنی اجانب سے پردہ کرنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''یا أیها النبی قل لإزواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن'' (احزاب:۵۹)۔

اس آیت میں حجاب کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے اور حجاب سے مراد وہ چادر ہے جو خمار پر پہنی جاتی ہے، اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

''قال علی عن ابن عباس: أمر الله نساء المومنین إذا خرجن من بیوتهن فی حاجة أن یغطین وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابیب ویبدین عینا واحدة'' (ابن کثیر ۳/ ۶۷۹)۔

عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا فتنہ وفساد کے وقت بالاتفاق حرام ہے، ہاں اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو اکثر کے نزدیک دیکھنا حرام ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہے، جیسا کہ آنے والی عبارتیں دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وقل للمومنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن إلا ماظهر منها'' (نور: ۳۱)۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''فقوله تعالی: و قل للمومنات یغضضن من أبصارهن ای عما حرم الله علیهن من النظر إلی غیر أزواجهن ولهذا ذهب کثیر من العلماء إلی أنه لا یجوز للمرأة أن تنظر إلی الرجال الأجانب بشهوة ولا بغیر شهوة أصلا'' (ابن کثیر ۳/ ۳۷۵)۔

ام سلمہؓ کی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا ممنوع ہے۔

''إن أم سلمة حدثته أنها کانت عند رسول الله ﷺ ومیمونة قالت: فبینا نحن عنده أقبل ابن أم مکتوم فدخل علیه وذلک بعد ما أمرنا بالحجاب فقال رسول الله ﷺ: احتجبا منه، فقلت یا رسول الله ألیس هو أعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا، فقال رسول الله ﷺ، افعمیا وان أنتما الستما تبصرانه؟'' (رواہ الترمذی عارضۃ الاحوذی ۵/ ۱۷۰)۔

ہاں اگر عورتوں کا مردوں کو دیکھنا بغیر شہوت کے ہو تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

''وإن كانت أجنبية عنه جاز لها عند الحنفية إن أمنت الشهوة أن تنظر إلى جميع بدنه إلا مابين سرته وركبته'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/ ۲۶۵۴)۔

چونکہ ہمارے دور میں فتنہ وفساد کا خوف زیادہ ہے اس لئے عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا مطلقا ممنوع ہے۔

ایسے ہی مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا بھی ممنوع ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

''قل للمومنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم'' (نور:۳۰)۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''هذا أمر من الله تعالى لعباده المومنين أن يغضوا من أبصارهم عما حرم عليهم فلا ينظروا إلا إلى ما أباح لهم النظر إليه وإن يغضوا أبصارهم عن المحارم'' (ابن کثیر ۳/ ۳۷۳)۔

محمد علی الصابونی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''وأما عورة المرأة بالنسبة للرجل: فجميع بدنها عورة على الصحيح وهو مذهب الشافعية والحنابلة: وذهب مالك وأبو حنيفة إلى أن بدن المرأة كله عورة ما عدا الوجه والكفين'' (روائع البیان ۲/ ۱۵۴)۔

موجودہ دور میں وجہ اور کفین بھی حنفیہ کے نزدیک پردہ میں داخل ہے، یعنی وجہ اور کفین کو بھی دیکھنا ممنوع ہے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ردالمحتار کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

''فإن خاف الشهوة أو شك امتنع النظر إلى وجهها فحل النظر مقيدة بعدم الشهوة وإلا فحرام وهذا في زمانهم وأما في زماننا فمنع من الشابة إلا النظر لحاجة الخ'' (معارف القرآن ۷/ ۲۱۹)۔

عورت اگر کسی حاجت وغیرہ سے سفر شرعی کی مقدار کا قصد کرے تو اس کے ساتھ کوئی ذی رحم محرم ہونا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔

"عن أبی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ: **لا یحل لامرة تومن بالله والیوم الآخر أن تسافر سفرا یکون ثلاثة أیام فصاعد إلا معها أبوها أو أبنها أو زوجها أو أخوها أو ذو محرم منها**" (رواہ مسلم ۱/ ۴۳۴)۔

مذکورہ بالا مقدمات کی روشنی میں ہم سوالنامہ کے تمام نمبر وار سوالوں میں غور کریں تو ان کے احکام معلوم ہوجائیں گے کہ نصوص شرعی پر کاربند ہوتے ہوئے عورت کو کسب معاش اور ملازمت مباح اور جائز ہے ورنہ نہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

قاضی محمد ہارون مینگل ☆

۱ – شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو عمومی طور پر بہتر نہیں سمجھتی ہے، مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں "الضرورات تبیح المحظورات" اسی لئے شریعت نے خواتین کی ضروریات اور ان کے اخراجات دوسروں پر عائد کئے ہیں تا کہ وہ معاش کی فکر سے آزاد ہوکر خاندانی امور انجام دینے، بچوں کی نگہداشت، شوہر کی خدمت اور گھر کو جنت نظیر بنانے پر اپنی صلاحیت استعمال کریں۔

پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک اسلام نے خواتین کے اخراجات مردوں پر عائد کئے ہیں، اولاً والد کی ذمہ داری ہے: "وعلي المولودله رزقهن وكسوتهن" (سورۂ بقرہ ۲۳۳) نہ صرف اولاد کے اخراجات کو والد پر عائد کیا گیا ہے، بلکہ ان کی والدہ کے اخراجات کو بھی بوقت نگہداشت اولاد، والد پر عائد کیا گیا ہے اس کے بعد والے مرحلہ پر شوہر بیوی کے مصارف برداشت کرے گا یا بھائی برداشت کریں گے، بڑھاپے کی حالت میں بیٹے والدہ کے مصارف کے ذمہ دار ہوں گے۔

۲ – جی ہاں "تجب نفقة الأصول على الولد لا يشاركه فى نفقة أبويه أحد لأنه أقرب الناس إليهما فكان أولى باستحقاق نفقتهما عليه، وهى عند الحنفية على المذكور والإناث بالسوية؛ لأن المعنى يشملهما" (الفقہ الاسلامی وادلتہ

☆ کوئٹہ بلوچستان، پاکستان۔

۸۳۲/۷، ۸۳۹)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالات میں عورتوں پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

۳- جیسا کہ سوال بالا کے جواب میں ذکر کیا گیا کہ عورتوں کو فکر معاش سے آزاد کر کے انہیں اولاد کی پیدائش، ان کی پرورش ودیکھ بھال اور گھریلو نظم ونسق کا کام سونپا گیا ہے، جبکہ مردوں پر فکر معاش اور خاندان کی کفالت کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔

علاوہ ازیں عورت کے فطری فرائض کا تقاضا ہے کہ اس کی سرگرمیوں کا مرکز اور محور اس کا گھر ہو، اولاد کے سلسلے میں نسب کی حفاظت اور اس میں شبہات سے بچنے اور اسلامی معاشرہ میں پاکیزہ اخلاق کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ عورت ایسی سرگرمیوں سے باز رہے اور ایسے مکانات اور مقامات پر نہ جائے جہاں مردوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول کا اندیشہ ہو۔

اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کا ایک دروازہ عورتوں کے لئے مختص فرمایا تھا (سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب اعتزال النساء فی المساجد)۔

لہذا بہتر ہے کہ عورتیں محض زندگی بلند کرنے کے لئے یا وقت گزارنے کے لئے معاشی جدوجہد سے اجتناب کریں۔

البتہ ان پر اس جدوجہد کو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا، بشرطیکہ وہ شرعی ہدایات اور احکامات کی پابندی اور پردہ کے ساتھ ہوں۔

۴- اگر اپنے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ عورت گھر میں کسب معاش کی کوئی صورت اختیار کرے، تو گو کہ اس کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے تاہم زندگی کو خوشگوار بنانے اور اختلافات کے اندیشہ سے بچنے کے لئے خاوند اور ولی سے اجازت لینا بہتر ہے۔

۵- اجازت لازمی ہے، ورنہ عورت ناشزہ ہوگی اور اس کا نان ونفقہ ساقط ہوجائے گا۔

مرد کے حقوق علی الزوجۃ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لا تخرج من بیته

إلا بإذنه فإن فعلت لعنها الله تعالى وملائكة الغضب حتى تتوب أو ترجع، وإن كان ظالما" (فقہ السنہ ۱۸۲/۲)۔

لہٰذا بغیر اجازت عورت کے لئے ازروئے شرع باہر نکلنا درست نہیں ہے۔

۶- خواتین کے لئے ملازمت کرنا یا معاش کی خاطر کوئی محنت کرنا اس سے اسلام نہیں روکتا ہے، حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ جنہیں طلاق ہوگئی تھی اپنے نخلستان میں کھجوروں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے نکلی تو ایک شخص نے اسے باہر نکلنے پر ڈانٹ ڈپٹ کی، اس پر وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم اپنی کھجوروں کی دیکھ بھال کرلو، شاید کہ تم ان میں سے کچھ صدقہ کردو یا اور کوئی نیکی کا کام کرو''۔

اسلام نے مرد پر کسب معاش فرض کیا ہے، لیکن عورت کے لئے مباح ٹھہرایا ہے، عورت بے شک ملازمت کرسکتی ہے، مگر اسلام نے اس پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں اور کچھ شرائط مقرر کی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱-عورت اپنی بنیادی ذمہ داریوں میں کوتاہی نہ کرے، یعنی گھر کی دیکھ بھال، اولاد کی پرورش، خاوند کی خدمت وغیرہ، ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اگر وہ ملازمت کے لئے وقت دے سکتی ہے تو بلاشک وہ ملازمت کرلے۔

۲-اپنی فطری تقاضوں اور خصوصیات سے تجاوز نہ کرے۔

۳-اپنے کام کو پورے وقار، سنجیدگی اور شرافت سے انجام دے، تاکہ بدگمانی اور فتنہ پردازی سے بچی رہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ عورت کو پردہ کی پابندی اور فتنوں وشک وشبہ کے مقامات سے دور رہنے کا حکم دیتے ہیں، نرم ولچکدار آواز میں بات کرنے سے منع کرتے ہیں، یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت خوشبو لگا کر نہ نکلے، زیب وزینت کا اظہار نہ کرے۔

۴-مخلوط مجالس اور اجنبی لوگوں کے ساتھ تنہائی میں بات چیت سے پرہیز کرے،

آپ ﷺ نے شاہراہوں میں مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوکر چلنے سے منع فرمایا:

"ویجب علی المرأة فی حال الخروج التزام الستر الشرعی، فلا تظهر شیئا من جسدها غیر الوجه والکفین، لأن فی کشف شئ مما وجب الله ستره تعریضاً للفتنة والتطلع إلیها" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۳۳۶)۔

"یا أیها النبی قل لأزواجک و بناتک ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن ذلک أدنی أن یعرفن فلا یؤذین" (احزاب:۵۹)۔

۷- ایسی جگہوں میں مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ عورت کی ملازمت برداشت کی جاسکتی ہے، پردہ کے احکام میں فرق نہ ہوگا، البتہ چہرہ اور کفین کے کشف کی گنجائش بوقت ضرورت نکل سکتی ہے، مگر معاملہ اللہ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے، ذمہ داروں کے ساتھ ملتے وقت اکیلی نہ جائے، بلکہ کسی عورت کا ساتھ ہوتو اچھا ہے۔

۸- پردہ کی حدود ہر جگہ یکساں ہیں، سن رسیدہ خواتین اور نوعمر خواتین پردہ کے لحاظ سے برابر ہیں، آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے امہات المومنین کو حجاب کا حکم جس تند لہجہ سے فرمایا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام میں پردہ کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ نوعمر اور معمر خواتین پردہ میں برابر ہیں۔

۹- یہ تو ظاہر بات ہے کہ جہاں زیادہ بے پردگی ہو وہاں کام کرنے سے جہاں نسبتاً کم بے پردگی ہو کام کرنا بہتر اگر نہیں تو بدتر نہیں ہے۔ "إذا ابتلیت ببلیتین فاختر أهونهما"۔

بہر حال یہ وہی صورتیں ہیں جن سے بچنے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو، ورنہ پردہ کو چھوڑنا چاہے چند ایک سے ہو یا بہت ساروں سے، دونوں اسلامی احکامات کے خلاف ہیں، چند ایک کے سامنے بے پردہ ہونے سے بہت لوگوں کے سامنے بے پردہ ہونا زیادہ شنیع اور خلاف حیاء ہے، جبکہ عورت کا زیور حیاء اور پردہ ہے۔

"الحیاء شعبة من الإیمان أو کما قال ﷺ"۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے یا کوئی اور ضرورت سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور قیام مفاسد سے خالی نہیں، شرعاً عورت مسافت یعنی ۴۸ میل یا اس سے زائد مسافت کا سفر بدون محرم شرعی نہیں کرسکتی، لہٰذا عورت کا اندرون ملک یا بیرون ملک مسافت سفر یا اس سے زائد فاصلہ کی جگہ جانا اور رہنا شرعاً درست نہیں ہے، صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر کرے“۔

لہٰذا مسلم عورتوں کا مستقل قیام ملک یا بیرون ملک بغیر محرم کے درست نہیں، فتاوی ہندیہ میں ہے:

”أقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام.....الأحكام التي تتغير بالسفر هي قصر الصلوة وإباحة الفطر وامتداد مدة المسح إلى ثلاثة أيام وسقوط وجوب الجمعة والعيدين و الأضحية وحرمة الخروج على الحرة بغير محرم الخ“ (فتاوی عالمگیریہ ۱/ ۱۳۸)۔

ماہنامہ ”البلاغ“ دارالعلوم کراچی کے شمارہ ۴۳ بابت ماہ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”شوہر کی اجازت یا مرضی کے خلاف مذکورہ مقاصد میں سے کسی بھی مقصد کے لئے گھر سے باہر جانا بیوی کے لئے جائز نہیں“، اس جواب کے سوال کے الفاظ اس طرح ہیں:

کیا مسلمان عورت خاوند کو اطلاع کئے بغیر یا خاوند کی اجازت کے بغیر محلے میں قرآن خوانی یا میت میں یا قریبی رشتہ داران میں یا مارکیٹ میں کوئی سامان خریدنے جاسکتی ہے؟۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

صورتیں اور احکام

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی ☆

۱ – اللہ رب العزت نے مرد و عورت دونوں کو ایک ہی جنس سے پیدا کیا، لیکن دونوں کی تخلیق کے اغراض و مقاصد، حقوق، واجبات و ذمہ داریاں الگ الگ بیان فرمائی ہے (نور الانوار: ۱۸)۔

کسب معاش کی ذمہ داری اللہ تعالی نے مرد کے ذمہ رکھا ہے، اور عورت کو کسب معاش کی ذمہ داری سے ہر حال میں بری رکھا، اگر وہ کسی کی لڑکی ہے تو اس کا نفقہ جب تک شادی نہیں ہوتی اس کے والد پر واجب ہے (ہندیہ ۱/ ۵۶۲-۵۶۳)۔

اگر وہ کسی کی بیوی ہے تو اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے (التفسیر المنیر ۳/ ۵۷)۔

اگر وہ کسی کی ماں ہے اور شوہر نفقہ سے عاجز ہو تو اس کا نفقہ اس کے والد پر لازم ہے (ہندیہ ۱/ ۵۶۴)۔

اگر وہ کسی کی بہن ہے اور اس کا شوہر نہیں ہے، اور نہ والد تو اس کا نفقہ اس کے بھائی پر واجب ہے (ہندیہ ۱/ ۵۶۶)۔

معلوم ہوا کہ عورت پر کسی بھی حال میں نفقہ واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کا کسب معاش میں مشغول ہونا بہت سے مفاسد کا سبب ہو سکتا ہے، اسی لئے شریعت عورت کے کسب معاش میں مشغول ہونے کو عام حالات میں ناجائز قرار دیتی ہے۔

☆ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواں، مہاراشٹر۔

۲- شریعت نے عام حالات میں خواتین پر نہ ان کے اپنے نفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے اور نہ ہی ان کے بچوں کے نفقہ کی، نفقہ کا ذمہ دار صرف اور صرف مرد ہی کو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ کوئی بھی خاتون یا تو کسی کی بیوی ہوگی، یا لڑکی ہوگی، یا ماں ہوگی، یا بہن ہوگی اور ان تمام صورتوں میں شریعت نے ان کا نفقہ شوہر، باپ، بیٹے، بھائی، وغیرہ پر لازم کیا ہے۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد اختیار کرنا شرعا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے اوامر شرعیہ کی مخالفت اور نواہی کا ارتکاب لازم آتا ہے، مثلاً:

اگر عورت معاشی جدوجہد اختیار کرتی ہے تو اسے اپنے گھر کی چہار دیواری چھوڑنی ہوگی، جبکہ اسے یہ حکم ہے کہ وہ گھر میں قرار کے ساتھ رہے، تبرج اور زینت نہ اختیار کرے (احزاب: ۳۳، احکام القرآن للجصاص ۳/ ۴۷۱)۔

خانگی امور کی اصلاح اور اپنی اولاد کی تربیت عورت کے ذمہ ضروری ہے، جو درحقیقت پوری قوم اور معاشرہ کی بنیاد ہے اور معاشی جدوجہد اختیار کرنے سے اس کی یہ ذمہ داری متاثر ہوگی، اور یہ بھی مخالفت امر شرع ہے (البخاری ۲/ ۷۸۳)۔

بے پردگی ہوگی، غیر محرم مردوں سے اختلاط ہوگا، اور بعض موقعوں پر مردوں سے خلوت اور تنہائی کا موقعہ بھی آسکتا ہے، بعض مرتبہ ان کے ساتھ بے تکلفانہ بات چیت اور آمد و رفت وغیرہ کے ہونے کا امکان ہے، یہ سب نواہی شرع کا ارتکاب ہے (الترمذی ۲/ ۲۳۰، مرقاۃ ۶/ ۲۵۷)۔

۴- اگر عورت اندرون خانہ ہی اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھے، تو اس صورت میں بھی اسے اپنے ولی یا شوہر کی اجازت درکار ہوگی، اور ولی اور شوہر کو چاہئے کہ وہ اسے معاشی سرگرمیوں کی اجازت دے، جن سے کوئی دینی ضرر یا اپنے حق میں کوئی نقصان لازم نہ آتا ہو خصوصا جبکہ مرد گھر پر نہ ہو، کیونکہ بے کاری، وساوس نفس و شیطان کی طرف آمادہ کرتی ہے، اور غیروں اور

پڑوسیوں کے ساتھ لایعنی کاموں میں اشتغال کا باعث ہے (ردالمحتار ۱۰/ ۵۷۵)۔

۵- اگر عورت واقعتا ایسے حالات سے دوچار ہو جن میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا ہی پڑے، تو اس صورت میں اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی۔

اگر خروج مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہے تو محض ولی یا شوہر کی اجازت کافی نہیں ہوگی، بلکہ کسی محرم کا ساتھ میں ہونا بھی ضروری ہے اور اگر مسافت سفر سے کم کے لئے ہے تو محض اجازت کافی ہوگی (ابوداؤد ۲۴۲، مسلم ۱/ ۴۳۴، ردالمحتار ۹/ ۵۷۴)۔

اور مجبوری کی اس صورت میں (جس میں کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا ہی پڑے) صرف دن میں خروج کی اجازت ہوگی، رات میں نہیں، کیونکہ اس سے بہت سارے فتنے جنم لے سکتے ہیں (مائدہ ۳۵)۔

۶- عام حالات میں عورت کے لئے کسب معاش کے لئے نکلنا جائز ہے ہی نہیں، لیکن اگر وہ مجبور ہو تو اس پر لازم ہے کہ بھرپور لباس اور پردہ کے ساتھ نکلے، نگاہیں نیچی رکھے، تنہائی اور اختلاط رجال سے گریز کرے، اگر کام کے دوران مردوں سے گفتگو اور تبادلہ خیال کی ضرورت پڑے تو گفتگو میں سختی و تلخی برقرار رکھے، نرم گفتاری سے پرہیز کرے، ایسی ملازمت اختیار نہ کرے جس میں کسی کے ساتھ تنہائی حاصل ہوتی ہو۔

۷- اگر عورت کسی ایسے ادارہ میں ملازمت کرتی ہو جہاں خواتین ہی اپنی خدمات انجام دیتی ہیں اور کام کی جگہوں میں مرد نہیں ہوتے ہیں، ایسے ادارہ میں عورت پر پردہ ضروری نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے عورت کو چند لوگوں سے پردہ نہ کرنے کی رخصت دی ہے، ان میں سے عورتیں بھی ہیں، مگر احتیاط یہی ہے کہ خواتین کے درمیان بھی بالکل بے پردہ نہ ہو جائے، خصوصاً جبکہ غیر مسلم خواتین بھی ہوں، کیونکہ بعض مفسرین نے (أو نسائهن) سے مسلم عورتوں کو مراد لیا ہے (درمختار ۹/ ۵۳۴)۔

شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو اجنبی مرد سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لئے ادارہ

کے ذمہ دار مردوں سے بہر حال پردہ کرنا ضروری ہے، البتہ بقدرِ ضرورت ان سے گفتگو کرسکتی ہیں، بایں شرط کہ آواز میں سختی برقرار رکھیں، تاکہ مخاطب کے دل میں کسی قسم کا کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو، اسی طرح تنہائی میں ملاقات کرنے سے کلی اجتناب کریں۔

۸ - اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد بھی کارکن ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے پردہ کی حدود یہ ہیں:

لباس بھرپور ہو، چہرہ دکھائی نہ دے، دونوں ہاتھ نظر نہ آئے، نگاہیں نیچی رکھی جائیں، تنہائی و اختلاط سے گریز کریں، محبت آمیز انداز میں گفتگو نہ کریں، کام کی نوعیت، تعاون، تبادلہ خیالات یا دیگر مصلحتیں مرد کے پاس آمد و رفت کے متقاضی ہوں تو ضرورت شدیدہ کی موجودگی میں بقدرِ ضرورت اس کی گنجائش ہوگی۔

مذکورہ بالا پردہ کی حدود جوان عورتوں کے لئے ہیں، اگر کوئی خاتون سن رسیدہ ہو، جوان عورتوں کی طرح فیشن نہ کرتی ہو، کوئی مرد اس کی طرف رغبت نہ کرتا ہو اور نہ اسے مرد کی رغبت ہو تو اس کے لئے پردہ میں تھوڑی سی رخصت ہے، وہ یہ کہ جو کپڑے اوپر سے رکھے جاتے ہیں، مثلاً نقاب وغیرہ اور اگر وہ نہ رکھنا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہے، جبکہ اس کے لئے بھی بہتر ہے کہ وہ جوان عورتوں کی طرح مکمل پردہ کرے۔

۹ - عورت کے لئے ملازمت کی اجازت بحالت مجبوری دی جائے گی، اس لئے وہ اپنے لئے ایسی ملازمت اختیار کرے جس میں کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے کم ہو، ایسی ملازمت اختیار نہ کرے جس میں کام کی انجام دہی میں عورت کا سامنا مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔

۱۰ - اگر عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنا ہی پڑے، اس کے بغیر اس کے پاس کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کے لئے خروج کی اجازت محض اتنی مسافت تک کے لئے ہی ہوگی جس سے اس کی ضرورت پوری ہو، اور ضرورت شہر میں ہلکا پھلکا کام کر کے پوری ہوسکتی ہے، محض ملازمت کی غرض سے اپنے گھر اور اپنوں سے دوری پر بلا محرم مستقل قیام کرنا جو مسافت شرعی کے برابر یا اس سے زیادہ ہو شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

خواتین کی ملازمت

مولانا افتخار احمد مفتاحی☆

۱- اسلام نے انسانی معاشرے کو فساد سے بچانے کے لئے مرد وعورت دونوں کے دائرہ کارکو ان کی فطری صلاحیتوں کے مطابق متعین کر دیا ہے، مرد کا دائرہ کار گھر سے باہر ہے اور عورت کا اصل دائرہ گھر کی چہار دیواری جیسا کہ قرآن نے کہا:

''وقرن فی بیوتکن'' (سورۂ احزاب: ۳۳) (کہ عورتیں گھروں میں رہیں)، کسب معاش کے سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ عام حالات میں عورت پر زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں کسب معاش کا بوجھ نہیں ڈالا جاسکتا، بلکہ مرد ہی ذمہ دار ہوں گے، اللہ تعالی نے فرمایا:

''الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من أموالھم'' (سورۂ نساء: ۳۴) (مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں)۔

مرد کی جس فضیلت کا یہاں ذکر کیا گیا، وہ یہی ہے کہ چونکہ وہ کفیل ہے اور کسب معاش کی ذمہ داری اس پر ہے اور وہی یہ بوجھ اٹھانے کے قابل ہے۔

جب تک عورت غیر شادی شدہ ہے ظاہر روایت کے مطابق مکمل کفالت باپ پر عائد ہوتی ہے، اسی پر فتوی بھی ہے، قرآن کی آیت ''وعلی المولودلہ رزقھن'' (سورۂ بقرہ: ۲۳۳) اس پر دلیل ہے۔

☆ استاذ جامعہ مفتاح العلوم، مئو۔

''وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن علی أبويه اثلاثا علی الأب الثلثان وعلی الأم الثلث هذا رواية الخصاف والحسن وفي ظاهر الرواية كل النفقة علی الاب لقوله تعالی وعلی المولود له رزقهن'' (عینی)۔

اور شادی کے بعد ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے، اللہ تعالی کا قول ہے:

''اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضار وهن لتضيقوا عليهن وإن كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتی يضعن حملهن'' (سورۂ طلاق: ۴) (تم اپنی عورتوں کو وسعت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور سکنی کا حکم نفقہ کے حکم کو بھی شامل ہے، کیونکہ عورت بغیر باہر نکلے اور کمائے نفقہ حاصل نہیں کر سکتی) اور ابن مسعود کی قرأت میں ''انفقوا عليهن'' کا لفظ بھی آیا ہے اور ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف مت پہنچاؤ، یعنی نفقہ میں تنگی مت کرو کہ وہ نفقہ حاصل کرنے کے لئے باہر نکلنے پر مجبور ہوں اور سکنی میں بھی تنگی مت پہنچاؤ۔

''وأما إذا كان الامتناع بحق بأن امتنعت تستوفي مهرها فلها النفقة''۔

ہاں اگر کسی عورت کا شوہر، رشتہ دار اور کفیل نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنی معاشی ضرورت کے لئے کام کاج کر سکتی ہے، بشرطیکہ اسلامی اخلاق وآداب کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے۔

۲- شریعت نے بعض حالات میں خواتین پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے، مثلاً اگر کسی بچہ کا باپ نہیں ہے بلکہ ماں اور دادا ہیں تو اس کا ایک تہائی نفقہ ماں پر واجب ہوگا، اسی طرح ایک بھائی تنگ دست ہے اور اس کی تین بہنیں خوش حال ہیں ایک حقیقی بہن ہے اور ایک علاتی اور ایک اخیافی ہے تو ان پر بھائی کا نفقہ بقدر میراث پانچ حصہ کر کے واجب ہوگا، یعنی تین حصہ حقیقی بہن پر اور ایک حصہ علاتی پر اور ایک حصہ اخیافی پر ہے (ہدایہ)۔

۳- معاشیات سے متعلق قرآن نے جن اصولوں کا تذکرہ کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ رزق اور معاش کا تعلق صرف ذات الٰہی سے ہے، اور وہی ہر فرد کا کفیل ہے، اور اگر چہ اس کی

مصلحت عام اور حکمت تام کا تقاضہ یہ ہے کہ دنیا کے اس متنوع ماحول میں رزق کے اندر تفاوت درجات پایا جائے، لیکن اس کے باوجود یہاں ایک فرد بھی معیشت سے محروم نہ رہنے پائے، کیونکہ اس نے حق معیشت کو سب کے لئے چاہے مرد ہوں یا عورت مساوی اور برابر رکھا ہے اور کسی کو بھی اس میں دخل اندازی کا حق نہیں دیا۔

''وجعلنا لکم فیھا معایش ''(سورۂ الحجر: ۲۰)(اور ہم نے تمہارے لئے زمین میں معیشت کے سامان بنادیئے)۔

''ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا''(سورۂ بقرہ: ۲۹)(وہ ذات پاک ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے)۔

ان آیات میں بغیر کسی تخصیص کے ہر فرد بشر (چاہے مرد ہوں یا عورت) کو خطاب ہے اس لئے اگر عورتیں بھی انفرادی اور اجتماعی حاجات کی تکمیل کے لئے اسلامی احکام و اخلاق کے دائرہ میں رہ کر معاشی جدوجہد کرنا چاہیں تو ضرورت کے تحت اجازت دینی چاہئے، لیکن فقط وقت گزاری اور سرمایہ جمع کرنے کی غرض سے معاشی جدوجہد کرنا جبکہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ جس میں تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے اور چلتا ہے تو اجازت دینے میں قباحت معلوم ہوتی ہے کیونکہ دولت وثروت جمع وذخیرہ کے لئے نہیں، بلکہ اجتماعی وانفرادی ضروریات کی کفالت کے لئے ہے۔

۴- چونکہ عورتوں کو اللہ نے معاش کی ذمہ داریوں سے فارغ رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ شادی سے پہلے باپ کے کندھے پر ان کے خرچ کا بوجھ ڈالا ہے، اور شادی کے بعد شوہر کو نان و نفقہ اور سکنی کا ذمہ دار بنایا ہے، اور بعد طلاق وانقضاء عدت پھر باپ پر ہی خرچ کا بوجھ لوٹ آتا ہے اور عورتوں کے کندھے پر خانگی امور میں نظم وضبط برقرار رکھنے اور اندرون خانہ بچوں کی صحیح تربیت وپرورش کا بوجھ ڈالا ہے، لیکن باوجود اس کے گھریلو صنعت اور دستکاری کو آپ علیہ السلام نے عورتوں کے لئے پسند فرمایا ہے، اور آپ علیہ السلام نے دھاگے کاتنے کی ترغیب دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ حضرت زینبؓ اسی سے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرتی تھیں، لیکن چونکہ عورتیں اپنے شوہروں کے ماتحت ہوا کرتی ہیں، اس لئے اگر اندرون خانہ معاشی سرگرمیاں اسلامی اخلاق وآداب کی روشنی میں جاری کرنا چاہیں اور ولی یا شوہر کی ناراضگی کا امکان نہ ہو تو کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی، لیکن اگر ولی یا شوہر کی ناراضگی کا امکان ہے تو اجازت ملنے ہی پر معاشی سرگرمیاں جاری کریں۔

۵- اسلام کی معاشرتی حکمت میں عورتوں کا فرض بچوں کی پرورش اور خانہ داری ہے اور اس کے بدلہ مردوں کا فرض عورتوں کی معاشی کفالت ہے تاکہ وہ بےفکر ہوکر اپنے دائرہ میں خاندان کی خدمت کرسکیں، اس لئے عورتوں کو کسب معاش کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر ضرورت کے باعث باہر نکلنا ہی پڑے تو بھی عفت وعصمت کی حفاظت لازمی ہے، جس کے سبب رات کے بجائے دن میں نکلیں اور شوہر، یا ولی سے اجازت لے لیں اور پردے کی پابندی کے ساتھ نکلیں اور جب دن میں شوہر یا ولی کی اجازت کی ضرورت ہے تو رات کو بدرجہ اولی ضرورت ہوگی۔

۶- اسلام اصولی طور پر اس بات کا قائل ہے کہ خواتین گھر میں رہیں اور کسب معاش کے بوجھ سے ان کو فارغ رکھا جائے اور مرد معاشی جدوجہد جاری رکھیں غیر شادی شدہ اولاً تو اپنے اولیاء سے اجازت لیں اگر شادی شدہ ہوں تو شوہر سے اور اس بات کا خیال رکھیں کہ دوسرے مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو اور جسم کے جن حصوں کا پردہ ضروری ہے انہیں ظاہر کرنے کی ضرورت نہ آئے، اسلام نے عورتوں کو ایسے ماحول میں رہنے کی اجازت نہیں دی جہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو، ایسا ماحول خود عورت کے لئے مضر ہے، ایسے ماحول میں خواتین کے لئے اپنی عزت وناموس کا تحفظ دشوار ہوتا ہے۔

۷- بلاشبہ اسلام میں عورتوں کو نامحرم مردوں سے پردہ کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، نامحرم استاذ ہوں یا ذمہ داران ادارہ ہوں سب سے پردہ کرنا واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مقدس کون ہوگا، لیکن باوجود اس کے صحابیات آپ ﷺ سے پردہ کیا کرتی تھیں، اس لئے اگر ایسے ادارہ میں ملازمت کرنا ہی پڑے جہاں ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں بھی شرعی پردہ کے ساتھ رہیں اور حتی الامکان کھلے منہ سامنے ہونے سے بچیں اور غیر ارادی طور پر اگر سامنا ہوجائے تو صفائی قلب کی حالت میں معافی کی امید ہے اور ذمہ داران کو بھی ہدایت دی جائے کہ شریعت کے حکم کا پاس ولحاظ رکھیں اور ذمہ داران کو اگر خواتین سے بات کرنے کی ضرورت پڑہی جائے تو پردہ کے پیچھے سے بات کریں۔

۸- اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی ہوں تو اس وقت خاتون کارکنوں کے لئے مکمل شرعی پردہ لازم ہونا چاہئے، اولا تو عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کسی طرح درست نہیں اور اگر ضرورت شدیدہ کے باعث درست بھی مانا جائے تو بھی عفت وعصمت کی حفاظت کی تدابیر بہر حال لازم ہوگی، اس لئے مکمل شرعی پردہ ہونا چاہئے اور اگر ایسی سن رسیدہ خواتین ہوں جن کی طرف مردوں کا میلان بالکل ہی نہ ہوتا ہو تو کچھ پردہ میں تخفیف کی گنجائش ہے، لیکن چونکہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے احتیاط ہی پر عمل بہتر ہے۔

۹- اجنبی عورتوں اور مردوں کا سامنا بہر حال مضر ہے، کسی حال میں جائز نہیں، معاشی ضرورت کے پیش نظر ایسی شکل اختیار کی جائے کہ مردوں کا سامنا نہ ہو مثلاً جس مکان یا دکان میں عورتیں سیلز گرل ہوں اس میں پردہ لٹکا ہوا ہوتا کہ ان میں سامانوں کی خرید وفروخت کے لئے عورتیں ہی جائیں اور جن دکانوں میں مرد ہوں ان میں مرد ہی جائیں، تا کہ عفت عصمت محفوظ رہ سکے جیسا کہ ہمارے شہر میں عورتیں اپنے گھروں اور دوکانوں میں سیلز گرل کا کام انجام دیتی ہیں، لیکن عورتیں ہی ان دکانوں میں جاتی ہیں، مرد نہیں۔

اور آفس میں یکسوئی کے ساتھ بیٹھ کر کام کرنے میں بھی اگر مردوں کا سامنا نہ ہو تو بہتر ہے اور اگر مردوں کا سامنا ہو لیکن کم تو بھی عصمت، عزت کے بچانے کی شریعت نے جو شکل پیش کی ہے اس کی رعایت ضروری ہے، ''إذا ابتليتم ببليتين فاختر......اهونهما'' پر عمل ضرورۃ

کیا جا سکتا ہے۔

۱۰- اگر ضرورت کے تحت ملازمت کے لئے مجبور ہے تو خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک ذی رحم محرم، اولاد، شوہر جیسے لوگوں کے ساتھ مستقل قیام کرنا چاہے تو اجازت ملنی چاہئے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مفتی عبدالاحد فلاحی ☆

۱ - شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو معاشی ذمہ داریوں کا مکلف نہیں بنایا البتہ ان کے لئے شرعی حدود میں رہ کر کسب معاش کی گنجائش بھی رکھی ہے، ابتداء اسلام میں خواتین ضروریات زندگی کے لئے جدوجہد کیا کرتی تھیں، گھر کی دیکھ بھال کے ساتھ باہر کے ضروری کام بھی کیا کرتی تھیں، گویا ذریعہ معاش کی فراہمی میں وہ مردوں کو ان کا تعاون حاصل تھا، حضرت سہل بن سعد ایک ایسی خاتون کا واقعہ بیان فرماتے ہیں جن کی اپنی کھیتی باڑی تھی اور وہ پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں، جمعہ کے دن سہل ابن سعد اور دیگر صحابہؓ ان سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے تو وہ چقندر اور آٹے سے تیار کیا ہوا حلوا ان حضرات کو پیش کرتیں (بخاری: ۱/ ۲۲۳، حدیث: ۹۳۸، کتاب الجمعہ باب قول اللہ تعالی فاذا قضیت الصلوۃ الخ، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اسی طرح قیلہ نامی ایک صحابیہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: "إنی امرأۃ أبیع و أشتری" (میں ایک عورت ہوں جو مختلف چیزوں کو خریدتی اور بیچتی ہوں یہ کہہ کر آپ ﷺ سے تجارت کے مسائل دریافت کئے) (عورت اسلامی معاشرہ میں بحوالہ طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۲۸)۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اسماء بنت مخرمہؓ کو ان کے لڑکے عبد اللہ ابن ابی ربیعہؓ یمن سے عطر بھیجتے تھے اور وہ اس کا کاروبار کرتی تھیں (عورت اسلامی معاشرہ میں بحوالہ طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۲۰، الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ ربیع ابن معوذ)۔

☆ دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، خیرامت ٹرسٹ، بی آئی ٹی چال، امام باڑہ کمپاؤنڈ، ممبئی۔

تجارت اور زراعت کے علاوہ کچھ عورتیں وہ بھی تھیں جو اپنے ہنر کے ذریعہ معاش کے مسئلہ کو حل کرتیں تھیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی صنعت وحرفت سے واقف تھیں، اس کے ذریعہ اپنے اور اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتی تھیں، ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

''انی امرأة ذات صنعة أبیع منها ولیس لی ولا لزوجی ولا لولدی شیء'' (میں ایک کاریگر عورت ہوں، چیزیں تیار کر کے فروخت کرتی ہوں اور اس طرح اپنا بچوں کا اور شوہر کا پیٹ پالتی ہوں کہ اس کے علاوہ ہمارے گذارہ کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے اور سوال کیا کہ میں جو کچھ خرچ کرتی ہوں کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں تم کو اس کا اجر ملے گا) (عورت اسلامی معاشرہ میں بحوالہ طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۱۲)۔

حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ زینبؓ ایک ایسی خاتون تھیں جن کے پاس ہنر تھا چنانچہ وہ چمڑے سے مختلف چیزیں بنانے کے علاوہ موتیوں کا ہار بھی بناتی تھیں اور اس سے ہونے والی آمدنی کو راہ خدا میں صدقہ کردیتی تھیں (عورت اور کاروان دعوت: ۵۵)۔

یہ چند واقعات ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ بوقت ضرورت شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے عورت کمائی کے ذرائع اپنا سکتی ہے، البتہ شریعت عورتوں کے لئے یہ پسند کرتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو گھریلو زندگی تک محدود رکھے، حضور ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا کس قدر موجب اجر وثواب ہے، لیکن ارشاد ہے:

''صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها أفضل من صلاتها فی بیتها'' (ابوداؤد ۱/ ۱۹۶، کتاب الصلوۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)، اسی وجہ سے شریعت نے نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالی وہ نماز پسند فرماتے ہیں جو عورت گھر کی کسی ایسی کوٹھری میں ادا کرے جہاں اسے کوئی دیکھنے والا نہ ہو، اس سے شریعت کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر ضرورت وحاجت

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کو پسند نہیں کرتی۔

۲- شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے، جب تک وہ بیٹی ہے اس کے والد اس کے نفقہ کے ذمہ دار ہیں، چنانچہ علامہ شامی نے اس مسئلہ کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے۔

"(بخلاف الإناث) فليس له أن يؤجر هن في عمل أو خدمة (تاتارخانیہ)، لأن المستأجر يخلوبها وذلک سيء في الشرع (ذخیرہ)" (رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۲۷۲، کتاب الطلاق باب الحضانۃ طبع مکتبہ زکریا دیوبند، نیز دیکھئے: رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۳۳۷، کتاب الطلاق باب العدۃ طبع مکتبہ زکریا دیوبند)۔

اور جب وہ بیاہ دی جائے تو اس کے نان ونفقہ کی ساری ذمہ داری شوہر پر ہے، حتی کہ اگر شوہر کسی وجہ سے نان ونفقہ نہ دے سکے تو بھی بیوی کو کما کر گذارہ کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر بیوی نے ان دنوں قاضی کی اجازت سے کما کر اخراجات پورے کئے ہیں تو وہ شوہر پر قرض ہوگا جس کی ادائیگی شوہر پر لازم ہوگی۔

۳- شوہر کو دیئے ہوئے اخراجات سے گذارہ ممکن ہو یا آمدنی کے ذرائع ایسے ہوں جو اخراجات کے لئے کافی ہوں اس کے بعد بھی عورت کا معیار زندگی بلند کرنے یا وقت گذاری کے لئے یا سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے معاشی جدوجہد کرنا شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے، اس لئے کہ اس میں (مثلاً عورت کا نامحرموں سے میل جول وغیرہ) عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا احتمال ہے، خاص کر جب گذارہ گھر کی آمدنی سے ممکن ہو تو سدذرائع کے طور پر عورتوں کی معاشی سرگرمیوں پر قدغن لگانی چاہئے۔

۴- جب کہ شوہر یا ولی اخراجات برابر دے رہے ہوں اور عورت کی معاشی سرگرمیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شوہر کے حقوق میں کسی طرح کی کمی آنے کے امکانات ہوں (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) تو بیوی پر ضروری ہوگا کہ وہ شوہر کی اجازت طلب کرلے، چاہے وہ معاشی سرگرمیاں

اندرون خانہ ہی تک کیوں نہ محدود ہوں، علامہ ابن نجیم نے تحریر فرمایا ہے:

''شوہر کو یہ حق ہے کہ عورت کو بنائی سے روک دے، نفل عمل یا روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے، جیسا کہ ظہیریہ میں لکھا ہے، مناسب تو یہ ہے کہ بنائی کو مخصوص نہ کیا جائے بلکہ شوہر کو یہ حق ہے کہ عورت کو کمائی کے تمام ذرائع سے روک سکتا ہے، اس لئے کہ اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری شوہر پر ہونے کی وجہ سے عورت کو کمائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب وہ کسی اور کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بلا معاوضہ کام کرے'' (البحر الرائق ۴/ ۲۳۲)۔

علامہ شامی نے اس مسئلہ کو نہایت شرح وسط کے ساتھ بیان کیا ہے (دیکھئے رد المحتار علی الدر المختار ۵/ ۳۲۵، کتاب الطلاق باب النفقہ طبع مکتبہ زکریا دیوبند)۔

۵- شوہر اور ولی اگر عورت کی کفالت کرتے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر کسب معاش کے لئے عورت کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہ ہوگا۔

''وكما يجوز ضربها للخروج إذا كان الخروج بغير حق'' (البحر الرائق کتاب الحدود باب حد القذف فصل فی التعزیر ۵/ ۸۲ طبع زکریا دیوبند)۔

اگر عورت کے لئے گزارہ کا کوئی سامان نہ ہو یا ہو مگر اتنا نہ ہو جو ضروریات زندگی کے لئے ناکافی ہو تو وہ شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کسب معاش کے لئے جا سکتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ اجازت اس کے لئے ضرورت اور حاجت کی بنا پر ہے اس لئے جس قدر نکلنے سے ضرورت پوری ہو جائے اس سے زیادہ نکلنا جائز نہ ہوگا، مثلاً ایک عورت کو دن کی ملازمت مل سکتی ہے تو اس کے لئے رات کو ملازمت اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر مسافت سفر میں ملازمت کے مواقع حاصل ہوں تو مسافت سفر سے زیادہ دور جانے کی اجازت نہ ہوگی، ہاں اگر حالات اس قدر خراب ہو جائیں کہ دن میں معاش کی کوئی راہ نہ نکل سکتی ہے تو ایسی عورت کے لئے رات کو بھی معاش کے لئے نکلنے کی گنجائش ہوگی، جیسا کہ ابن ہمام نے معتدہ کے بارے میں

ذکر کیا ہے (دیکھئے: فتح القدیر ۴/ ۳۰۹، کتاب الطلاق فصل وعلی المعتدۃ والمتوفی الخ طبع مکتبہ زکریا دیوبند)۔

۶-خواتین اگر ملازمت کریں:

خواتین اگر ملازمت کرتی ہیں تو لباس شرعی ہو، مردوں سے ملنے سے حتی الامکان احتراز کریں، بوقت ضرورت نامحرموں سے بات کرنے کی نوبت آئے تو لہجے میں کرختگی پیدا کریں، نگاہیں نیچی رکھیں، تنہائی اور خلوت سے بالکلیہ اجتناب برتا جائے۔

۷- اس صورت میں جب کہ کام کی جگہوں پر محض عورتیں ہوں اور ان کا ذمہ دار مرد ہو اور ایسی جگہ ہو جہاں سے ان عورتوں کو نہ دیکھ سکتا ہو تو عورتوں کے لئے پردے کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا، گھٹنہ سے ناف تک ڈھکا ہوا ضروری ہے۔

''وتنظر المرأة من المرأة إلى مايجوز للرجل أن ينظر إليه من الرجل''

(فتح القدیر ۱۰/ ۲۶، کتاب الکراہیۃ فصل فی الوطء والنظر واللمس، طبع مکتبہ زکریا دیوبند)، ہاں اگر وہ ذمہ دار مرد عورتوں کے سامنے ہی ہو اور انہیں دیکھ سکتا ہو تو وہ اجنبیہ کے حکم میں ہی ہوگی اور انہیں مکمل پردہ کرنا ہوگا۔

۸- اگر مردوں کے درمیان رہ کر ہی زیادہ وقت تک کام کرنا پڑتا ہو تو اس صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ چہرہ، ہاتھ اور قدم کھلے رکھے جائیں، ضرورت جہاں زیادہ ہو وہاں آستین کا اوپر ہو جانا گناہ میں شامل نہیں ہوگا، علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت امام ابو یوسفؒ نے عورت کو آستین بھی کھلی رکھنے کی اجازت دی ہے (دیکھئے: فتح القدیر ۱۰/ ۲۸-۲۹، کتاب الکراہیۃ فصل فی الوطء والنظر واللمس، طبع مکتبہ زکریا دیوبند، نیز دیکھئے: ہندیہ ۵/ ۳۲۹ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن طبع دارالکتاب دیوبند)۔

ملازمت پیشہ خواتین سر اور ذراعین کھلی رکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہیں، البتہ ذراعین میں امام ابو یوسف اجازت دیتے ہیں (امداد الفتاوی ۴/ ۱۹۹، ۱۸۱، ۱۸۴ طبع زکریا دیوبند)۔

۹- عورت کے لئے بدرجہ مجبوری ملازمت کی گنجائش ہے جس قدر کم معاصی میں مبتلا ہوتے ہوئے ملازمت کرسکتی ہوتو ایسی جگہ قابل ترجیح ہوگی، ایسی جگہ کے ہوتے ہوئے جہاں کم محظورات کا ارتکاب کرتے ہوئے ملازمت کی جاسکتی ہے، اگر عورت کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں زیادہ محظورات کا ارتکاب لازم آتا ہوتو عورت کے لئے ایسی جگہ ملازمت کرنا جائز نہ ہوگا۔

۱۰- عام حالات میں محرم کے بغیر عورت کے لئے کہیں اور قیام کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کے لئے معاشی جد وجہد کا مسئلہ

مولانا مبارک حسین ندوی، نیپال

۱- شریعت اسلامیہ اگر چہ عائلی اور معاشرتی زندگی کی جد وجہد میں خواتین کو مردوں سے الگ نہیں کرتی، لیکن کسب معاش کی جد وجہد عام حالات میں ان کے حق میں پسندیدہ نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے عورت گھر سے باہر رابطہ وتعلق پر مجبور ہوگی، جو اس کے لئے مفاسد سے خالی نہیں ہے، اسی لئے شریعت نے عمومی طور پر اس پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔

۲- جیسا کہ اوپر مذکور ہے کہ خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی گئی ہے، بلکہ ان کے نفقہ کی ذمہ داری اولیاء اور شوہر پر رکھی گئی ہے، رشتۂ ازدواج کے ختم ہوجانے کے بعد حسب سابق اولیاء کی طرف اس کی ذمہ داری لوٹ جاتی ہے اور جب اس پر اپنے نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہے تو بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری کے کیا معنی؟ بہت مجبوری کے حالات میں ہی بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری اس پر رکھی گئی ہے۔

۳- ایسی مجبوری کی صورت کہ جس میں عورت کے لئے گزر بسر کے نظم کی خاطر کچھ کرنا ضروری ہوجاتا ہوتو اس میں اس کے لئے معاش کی جد وجہد کی گنجائش ہوسکتی ہے، لیکن محض معیار زندگی کو بلند کرنے اور ضرورت سے آگے خواہشات کو پورا کرنے کی غرض سے معاش کی جد وجہد کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

۴- عورت کسب معاش کے لئے کوئی ایسی شکل اختیار کرے، جس کو وہ اپنے گھر کے اندر

گھریلو تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ کرسکتی ہو تو یہ جائز ہے، البتہ جب ولی اور شوہر کی طرف سے اس کے اخراجات بقدر ضرورت پورے کئے جارہے ہوں تو اس کے لئے ان سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

۵- کسب معاش کے لئے عورت کا گھر سے باہر نکلنا یہ بہر حال فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے اس لئے ولی اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

۶- عورت پر جب کسب معاش اور نفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی گئی تو ملازمت کی شکل جس میں اس کو گھر سے باہر نکلنا ہی پڑتا ہے درست نہیں، جن حالات میں یہ ذمہ داری اس پر آپڑتی ہے ان حالات میں شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ ہی ملازمت کی اجازت ہوگی، ان حدود میں سب سے اہم عفت وعصمت کی حفاظت ہے، اس لئے ملازمت کی وہ ساری شکلیں جن میں اس کی آبرو خطرہ میں پڑسکتی ہو یا اس پر حرف آسکتا ہو وہ درست نہیں ہوگی، خواہ مردوں سے سابقہ کم ہو یا زیادہ اور ماکانہ وحاکمانہ ہو یا معاملہ کا، اس سے اگلے سوالات ۷، ۸، ۹ کا جواب واضح ہے۔

۱۰- جب عورت کا اپنے گھر سے نکلنا ہی اس کے حق میں ایک مسئلہ اور فتنہ ہے تو ملازمت وغیرہ کی غرض سے گھر سے باہر اور دور مستقل قیام! اس کے جواز کے کوئی معنی نہیں، اس صورت میں تو فساد کی راہیں اور زیادہ کھلی ہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مفتی سراج احمد ملی ☆

۱، ۲ – شریعت اسلامی نے خواتین پر نہ ان کے اپنے نان ونفقہ کی ذمہ داری رکھی ہے، نہ ہی ان کے بچوں کی، اس لئے شریعت اسلامی خواتین کے کسب معاش کو جبکہ وہ گھر سے باہر جا کر ہو، مختلف مفاسد (پردہ کے اکثر احکامات کی خلاف ورزی) کی بناپر اور اگر کسب معاش گھر کے اندر رہ کر ہی ہو، مگر ولی یا شوہر کی اجازت کے بغیر ہو تو ولی یا شوہر کو شریعت نے جو قوام قرار دیا ہے، اس میں ان کی رضا کے بغیر دراندازی کی بناپر معیوب سمجھتی ہے۔

۳ – محض معیار زندگی کو بلند کرنے، یا وقت گذاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کے لئے گھر سے باہر جا کر یا گھر میں رہتے ہوئے بغیر اجازت ولی یا شوہر معاشی جد وجہد اختیار کرنا جبکہ گھر کی معاشی حالت ایسی ہے کہ تنگی وترشی سے ہی سہی کام چل سکتا ہے، پھر وہ معاشی جد وجہد اختیار کریں تو ان کی یہ کوشش ناجائز ہے۔

۴ – کسب معاش کی کوئی ایسی صورت جس میں خواتین اپنی معاشی سرگرمیوں کو اندرون خانہ ہی محدود رکھیں، اس کے لئے بھی انہیں اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا، تا کہ اوقات کسب میں وہ انہیں اپنے کسی حکم کی عدم پیروی کے باعث ان کی جانب ''نشوز'' کا انتساب نہ کریں۔

☆ طیب نگر، مالی گاؤں (ناسک)، مہاراشٹر۔

۵-   جب تک کسی خاتون کا عقد نہ ہو تب تک اس کے نفقہ کی ذمہ داری اس کے ولی پر ہے، اور بعد عقد شوہر پر ہے، طلاق یا بیوگی کی صورت میں یہ ذمہ داری پھر اس کے ولی کی طرف لوٹ جاتی ہے، اولیاء کی عدم موجودگی میں یہ ذمہ داری ذی رحم محرم پر یا پھر اہل محلہ پنچ پر آ جاتی ہے، اس لئے عورت کا کسب معاش کے لئے اوپر مذکور صورتوں کی موجودگی میں گھر سے نکلنا شرعاً بلا ضرورت اور نص ''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى'' (احزاب: ۳۳) کے خلاف ہے، جو اللہ کی نافرمانی ہے، اگر اس کی اجازت ولی یا شوہر دے بھی دیں تو ان کی یہ اجازت معتبر نہیں ہوگی۔

مذکورہ صورتوں میں سے اگر کوئی صورت نفقہ کی موجود نہ ہو، اس لئے اگر کوئی خاتون گھر سے باہر کسب معاش کے لئے نکلنے پر مجبور ہوجائے تو قاعدہ ''الضرورات تبيح المحظورات'' کے تحت گنجائش ہوسکتی ہے، مگر احکام حجاب کی پابندیاں دوران کسب بھی اور آمد و رفت میں بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔

اور بلا محرم کے ایک یوم کی مسافت (سولہ میل) تک بھی جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۱-''ويكره استيجار الحرة أو الأمة للخدمة، لأنه يودي إلى الخلوة بالأجنبية وأنه منهي عنه وتأويله ما ذكر في النوازل أنها إذا اجرت نفسها من ذي عيال لا يكره وإنما يكره إذا خلابها وبه يفتي '' (بزازیہ علی ہامش ہندیہ ۵/ ۱۲۴)۔

''ولا تسافر المرأة بغير محرم ثلاثة أيام وما فوقها واختلفت الروايات فيما دون ذلك قال ابويوسف اكره لها أن تسافر يوما بغير محرم وهكذا روي عن أبي حنيفةؒ وقال الفقيه أبو جعفر واتفقت الروايات في الثلاث وأما مادون الثلاث هو اهون من ذلك '' (المحیط ۵/ ۳۶۶، ہندیہ)۔

ظاہر بات ہے کہ مسافت سفر سے کم ایک یوم کی مسافت بھی بلا محرم طے کرنے کی کراہت بوجہ خوف فتن ومعاصی ہی ہے اور ان کے مقابلہ میں رات میں اس کا زیادہ امکان ہے،

اس لئے اگر اجازت ہوگی تو دن کے لئے ہوگی، رات کے لئے نہیں ہوگی۔

۶- ضرورت شدیدہ پر اگر اجازت ہوگی تو خواتین کے لئے لازم ہوگا کہ جب گھر سے نکلیں تو برقع ونقاب یا چادریں اپنے جسم پر ڈال لیں، صرف آنکھیں کھلی ہوں، پورا جسم بلکہ لباس بھی برقع ونقاب میں چھپا ہو، خوشبو کا استعمال نہ کریں، بجنے والا زیور نہ پہنے ہوئے ہوں، آمدورفت کے دوران مردوں کے درمیان گھسنے سے اجتناب کریں، دوران ملازمت غیر محرم مردوں سے نرم لہجہ میں گفتگو نہ کریں، غیر محرموں سے خلوت وتنہائی نہ ہونے پائے۔

۷- اگر ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں تو ان سے بھی پردہ ضروری ہوگا اور خلوت وتنہائی میں بات کرنے سے اجتناب ضروری ہوگا۔

۸- پردہ کے تمام امکانات کی رعایت کرنا ضروری ہوگا، البتہ اگر ایسی سن رسیدہ ہو کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے، جوان عورتیں خواہ محتاط ہوں، مگر ان کی وجہ سے مردوں کے ابتلاء کا اندیشہ ہو تو بھی ان کے لئے گنجائش نہیں ہوگی۔

۹- ملازمت میں وجہ ممانعت بے پردگی اور اجنبیوں سے خلوت ہے، خواہ دوکان میں سیلز کی حیثیت سے ہوں یا آفس میں کلرک، دونوں صورتوں میں وجہ موجود ہے، اس لئے دونوں جگہ ممنوع ہے۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک مستقل قیام کرنا درست نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا عطاء اللہ قاسمی ☆

معاشرہ میں انسان کی قدر ومنزلت معاشی استحکام سے وابستہ ہے، اسلام عورت کو معاشی اور مالی اعتبار سے استحکام عطا کرتا ہے،عورت کو وراثت کے وسیع حقوق دیتا ہے، باپ سے،شوہر سے اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے، نیز شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے اور ان تمام ذرائع سے جو مال اس کوملتا ہے اس میں تصرف وقبضہ کے پورے حقوق اسی کو دیئے گئے ہیں، اس میں مداخلت کا اختیار کسی کونہیں ہے،مزید برآں اگر وہ تجارت میں روپیہ لگا کر یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اس کی مالک کلیۃً وہی ہے، ان سب کے باوجود اسلامی قانون کی متفق علیہ شق ہے کہ ''باپ اپنی بیٹیوں کے بالغ ہوجانے تک اور بیٹیوں کے نکاح ہوجانے تک حسب استطاعت نفقہ دینے کا ذمہ دار ہوگا'' (مجموعہ قوانین اسلامی ۳؍۹۱۰)۔

اورشادی ہونے کے بعد کسی کی بیوی بننے کی صورت میں وہ کتنی ہی مالدار ہو اس کا شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح اسلام عورت کو معاشی استحکام کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔

باپ اورشوہر کے معذور ہونے کی صورت میں اس کے نفقہ کی ذمہ داری اس کے ان رشتہ داروں پر ڈالی ہے جو اس کے وارث بن سکتے ہیں۔

اگر والد،شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہوں یا ان دونوں کا انتقال ہوجائے اور اس کے نفقہ

☆ جامعہ امداد العلوم کوپا گنج،مئو۔

کے ذمہ دار دوسرے ورثاء اس لائق نہ ہوں تو ایسی عورتوں کے نفقہ کی ذمہ داری حکومت کے بیت المال پر عائد ہوگی۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ: الف-اسلامی شریعت عورت کو معاشی طور پر مستحکم رکھنا چاہتی ہے تا کہ عفت وعصمت، شرافت ونسوانیت کی حفاظت کر سکے، ب-عورت کے لئے کسب معاش کو بنظر جواز دیکھتی ہے مشروط طور پر مسلمان عورت کیلئے درج ذیل مقاصد کے تحت کسب معاش مستحب ہے۔

الف-تنگدست شوہر، باپ یا بھائی کی معاونت۔

ب-خیر کی راہوں میں خرچ کرنا۔

اگر کسی مسلمان عورت کے والد، شوہر، یا حکومت اس کی کفالت کرنے سے عاجز ہوں تو ایسی صورت میں عورت پر کسب معاش واجب ہوجاتا ہے۔

شریعت عورت کے لئے کسب معاش کو نہ صرف جائز کہتی ہے، بلکہ استحباب اور وجوب کی بھی قائل ہے تا کہ مسلمان عورت غیرت وخودداری اور عزت نفس کی حفاظت کے ساتھ خود کفیل رہے ساتھ ہی ناگزیر حالات میں اپنے متعلقین کی بھی کفالت کر سکے، چنانچہ شریعت نے مخصوص حالات میں عورت پر بھی نان ونفقہ کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ مجموعہ قوانین اسلامی میں ہے:

باپ کے مفلس ہونے کی صورت میں اولاد کے نفقہ کی ذمہ داری بشرط قدرت ماں پر ہوگی (۳؍۹۱۴)۔

سوال کا پس منظر:

یہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں ملازمت کی کچھ ایسی شکلیں بھی وجود میں آئی ہیں جو سراسر غیر ضروری ہیں جن کا مقصد اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مردوں نے صنف نازک کو اپنی ہوسناک نگاہوں کی تسکین کا ذریعہ بنالیا ہے، جیسے عورتوں کا پرائیوٹ سکریٹری بننا، دوکانوں میں سیلزگرل بننا وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے ایسی ملازمتیں اسلامی شریعت کی رو سے خارج

از بحث ہیں، اسی طرح وہ ملازمتیں بھی خارج از بحث اور حرام ہیں جو معصیت اور گناہ ہیں جیسے سینما اور اس کے متعلقات کی ملازمت، گانے بجانے کا کام، انشورنس کی ایجنسی، بینک اور انشورنس کی ایسی ملازمتیں جنہیں سودی کاروبار اور سودی لین دین کرنا پڑے کیونکہ معصیت ذریعہ معصیت اور تعاون علی المعصیۃ تینوں برابر درجہ میں حرام ہیں۔

اگر نفس ملازمت پر غور کیا جائے تو کچھ ناگزیر صورت حال ضرور سامنے آئے گی، تصویر کا ایک رخ یہ ہوگا کہ:

ملازمت گھر سے باہر ہوگی، جس کے سبب بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری پر منفی اثرات مرتب ہوں گے، ملازمت شہر میں ہوگی کیونکہ دیہاتوں میں روزگار کے مواقع شاذ و نادر ہیں، جبکہ شہروں میں اس کے مواقع زیادہ ہیں، نامحرم اجنبی مردوں سے سابقہ پڑے گا، مالکان، افسران، نگران کار اسٹاف سے ربط ضبط لازمی ہوگا۔

دوسرا رخ یہ ہے کہ امور خانہ داری کی ادائیگی، بچوں کی پرورش اور پرداخت عورت کا لازمی اور منصبی فریضہ ہے۔

اس زاویہ سے دیکھا جائے تو ضعیف البنیان عورت سہ طرفہ دباؤ میں آرہی ہے، ظاہر ہے اسلامی شریعت کسب معاش کی اس نوع (ملازمت) کی حوصلہ افزائی نہیں کرسکتی، محض معیار زندگی کی بلندی، سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے اور وقت گذاری کے پیش نظر ایسی ملازمت کی اجازت نہیں دے سکتی کیونکہ عورت پیدائشی طور پر کمزور ہے اتنے سارے دباؤ کی متحمل نہیں ہے۔

البتہ "الضرورات تبیح المحظورات" کے تحت ناگزیر اضطراری حالات میں اجازت ہوسکتی ہے جبکہ ان شرطوں کی پابندی لازمی ہوگی۔

عورت پر خود اپنے یا متعلقین کے نفقہ کی ذمہ داری آپڑی ہو۔

ملازمت کے متبادل کوئی شریفانہ پیشہ دستیاب نہ ہو۔

دوران ملازمت، عفت وعصمت، شرافت و نسوانیت کا تحفظ یقینی ہو۔

پردہ کا مکمل لحاظ ہو بمقتضائے حدیث "المرءة عورة"۔

ملازمت شرعی طور پر جائز ہو۔

یہ شرطیں لازمی ہیں، کسی ایک شرط کی عدم موجودگی ملازمت کے جواز کو معدوم کر دے گی، چنانچہ حصول رزق کے لئے یا زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنے یا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے عورتوں میں ملازمت کا جو رجحان بڑھ رہا ہے وہ کسی بھی زاویہ سے درست نہیں ہے، اور ایسی ملازمت کے لئے گھر بار چھوڑنا سراسر غیر اسلامی فعل ہے۔

بنیادی طور پر عورت کا فطری منصب اور شرعی فریضہ یہ ہے کہ اسے ماں بننا ہے اور بہترین ماں بننا ہے۔

اسی کے ساتھ عورت کی ایک اہم مسئولیت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ: عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے اور وہی اپنی حکومت کے دائرۂ عمل کے لئے جواب دہ ہے (بخاری)۔

عورت اگر بچوں کی پرورش وپرداخت، امور خانہ داری کی انجام دہی کے بعد جو وقت بچے اسے کسی مفید کام میں خرچ کرے مثلاً شوہر کی اجازت سے کوئی شریفانہ پیشہ اختیار کرے تو اس کی اجازت ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلام نے بنیادی طور پر کسب معاش کا بوجھ مردوں کے کندھوں پر ڈالا ہے، اور خواتین کے اخراجات بھی ان کے ذمہ ڈالا ہے، خاص طور پر شادی کے بعد ان کے نان و نفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے، یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس پر دلیل پیش کرنا کار عبث ہے، ہاں بعض صورتوں میں بے چاری عورتوں کو مردوں کا یہ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے، ایسی عورتوں کا کسب معاش پر مجبور ہونا ایک اضطراری حالت ہے چنانچہ وہ اپنی عفت وعصمت اور نسوانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی شریفانہ ذریعہ معاش اختیار کریں تو اس کی اجازت ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محفوظ الرحمٰن☆

۱- اسلام نے کسب معاش کا بوجھ عورتوں کے کمزور کندھوں پر نہیں ڈالا ہے، بلکہ شادی سے پہلے جبکہ عورت بیٹی یا بہن ہوتی ہے اور خاص طور سے شادی کے بعد جب عورت کو بیوی اور ماں ہونے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس کے نفقہ اور دیگر ضروری اخراجات کی ذمہ داری باپ بھائی شوہر اور بیٹا ہونے کے ناطے مردوں پر ڈالی گئی ہے، لہذا شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کو بنظر استحسان نہیں دیکھتی ہے۔

''له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه'' (شامی ۵/ ۲۵۸)۔

۲- شریعت نے نان ونفقہ کی ذمہ داری عورتوں پر نہیں رکھی ہے، خواہ اپنا نفقہ ہو یا اپنے بچوں کا۔

''فتجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية والفقيرة دخل بها أو لم يدخل'' (خانیہ علی الہندیہ ا/ ۴۲۳، ا/ ۵۵۳)۔

إلا یہ کہ عورت لاچار ہونے کی وجہ سے کسب معاش پر مجبور ہو، تو ایسی صورت میں اپنی عفت وعصمت اور نسوانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی شریفانہ ذریعہ معاش اختیار کرسکتی ہے۔

☆ جامعہ اسلامیہ جلالیہ، ہوجائی، نوگاؤں آسام۔

''والمتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها إلی نفقتها'' (البحر الرائق باب العدۃ)۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے یا وقت گزاری اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے مغربی معاشرہ کی پیروی میں عورتوں کا معاشی جدوجہد کا غیر ضروری بوجھ اپنے سر لے لینا مسلم معاشرہ کے لئے قابل شرم ہے نہ کہ لائق تقلید، خصوصاً جب کہ صبر وشکر کے ساتھ گزر اوقات ہوجاتا ہو۔

۴- اندرون خانہ معاشی سرگرمیوں کے محدود رکھنے کی صورت میں بھی حق الزوج متاثر ہوسکتا ہے، اورحق الزوج کی بنا پر جب عورت کے لئے اندرون خانہ بھی نفلی نماز اور روزہ جیسی اہم عبادت میں اذن شوہر ضروری ہے تو معاشی سرگرمیوں میں اس کی اجازت بدرجہ اولی ضروری ہوگی۔

''ولا تطوع للصلوۃ والصوم بغیر إذن الزوج'' (شامی ۵/۲۵۸)۔

نیز کاروباری سلسلہ میں عورت کو ایسے لوگوں سے (خواہ مرد ہوں یا عورت) واسطہ اور رابطہ کرنا پڑسکتا ہے جن سے واسطہ اور رابطہ شوہر کو پسند نہ ہو، اور عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف لوگوں سے رابطہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

''لقوله علیه السلام ''ولا یاذن في بیوتکم لأحد تکرهونه'' (ابوداؤد)۔

اور شامی میں ہے:''وفي البحر له منعها من الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبي ولو قابلة أو مغسلة لتقدم حقه علی فرض الکفایه'' (۵/۲۵۸)۔

خلاصہ یہ کہ اندرون خانہ بھی معاشی سرگرمی کے جاری رکھنے کے لئے عورت کو شوہر یا ولی سے اجازت لینا لازم ہے۔

۵- شوہر اور ولی کے ہوتے ہوئے تو عورت کو کسب معاش کی نوبت ہی نہیں آنی چاہئے، ہاں اگر شوہر یا ولی کے معذور ہونے یا مفقود ہونے کی وجہ سے عورت کسب معاش پر مجبور ہوجائے

اوراندرون خانہ کوئی نظم نہ ہوسکنے کی بناپر اس کو گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آجائے تو عورت کو شوہر یا ولی کی اجازت مطلقاً لازم ہوگی، خواہ یہ نکلنا مسافت سفر سے زیادہ ہو یا کم کے لئے، دن کے وقت ہو یا رات کے وقت خواہ شوہر یا ولی اس کی کفالت نہ کرتا ہو، اس لئے کہ مسئلہ صرف کسب معاش کا نہیں بلکہ عورت کی عصمت کا بھی ہے، جو شوہر اور ولی کی نگرانی کے بغیر مشکل ہے۔

اورکسب معاش کے لئے نکلنا ان صورتوں میں کسی میں داخل نہیں لہذا عورت کو کسب معاش کے لئے نکلنا پڑے تو شوہر یا ولی کی اجازت مطلقاً ضروری ہوگی، اور اگر یہ سفر ایک دن کی مسافت سے زیادہ کا ہو تو اجازت کے ساتھ ساتھ کسی معتمد محرم کا ساتھ ہونا بھی ضروری ہوگا (خانیہ علی الہندیہ ۱/ ۲۲۳)۔

”روی عن أبی حنیفة و أبی یوسف کراھیة الخروج بھا مسیرة یوم بلا محرم فینبغی أن تکون الفتوی علیه لفساد الزمان“ (البحر الرائق ۲/ ۳۳۹)۔

۶ – عورتوں کے لئے کسب معاش اور ملازمت کے سلسلہ میں شرعی حدود یہ ہیں گے: شوہر یا ولی سے نفقہ وغیرہ حاصل کرنا مقدمہ کے ذریعہ بھی ممکن نہ ہو، ذریعۂ معاش جائز اور حلال ہو، شوہر یا ولی سے اس کی اجازت حاصل ہو، حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کو انجام دینا ممکن ہو، بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسے حاصل کیا جائے۔

۷، ۸ – ایک عورت کو غیر محرم مردوں سے جتنا پردہ لازم ہے اتنا پردہ یہاں بھی ضروری ہوگا، اس لئے کہ دیگر خواتین غیر مسلم بھی ہوسکتی ہیں جو کہ پردہ کے سلسلہ میں غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں۔

”لا یحل لا مرأة مومنة أن تنکشف عند امرأة مشرکة أو کتابیة إلا أن تکون أمة لھا“ (ہندیہ)۔

خلاصہ یہ کہ دونوں صورتوں میں حتی الامکان پورا بدن ڈھکا ہو، چہرہ پر برقع یا گھونگھٹ ڈالا ہوا ہو۔

البتہ سن رسیدہ عورتیں چہرہ اور غیر ضروری کپڑے کھول کر کام کرسکتی ہیں۔

۹- بلاشبہ فرق ہوگا بایں طور کہ دکان میں سیلز گرل ہونا بے حیائی پر مشتمل ہونے کی بنا پر ناجائز اور حرام ہوگا، کیونکہ عورتوں کو سیلز گرل بنانے کا مقصد ہی اس کے حسن کی کشش اور دلفریب اداؤں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ گراہکوں کو مائل کرنا ہوتا ہے اور حسن کی نمائش حرام ہے۔

اور دوسری صورت یعنی یکسوئی سے آفس میں بیٹھ کر کام کرنا بشرائط مذکورہ بالا جائز ہوگا۔

۱۰- عورت کی نسوانیت کا تقاضہ ہے کہ عورت اپنوں میں رہ کر اپنی عفت کی حفاظت کرے، اپنوں سے دور غیروں کے رحم کرم پر اپنی عصمت کی حفاظت کا تصور فتنہ کے اس دور میں سنہرے خواب سے زیادہ کی حقیقت نہیں رکھتے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے عورت کو حج جیسے مبارک عمل میں بھی اپنوں سے الگ رہنے کی اجازت نہیں دی ہے، برخلاف کاروبار کے جس میں ملازمت اور پیسوں کا جھانسا دے کر صنف نازک کی عزت کا لوٹنا معمول بن چکا ہے، لہذا ملازمت کی غرض سے اپنوں سے دور کسی معتمد محرم کے بغیر رہنا ناجائز اور حرام ہوگا۔

اس سلسلہ میں ان تمام احادیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جن میں عورتوں کو گھر سے نکلنے اور سفر کرنے سے روکا گیا ہے۔

اور یہ مخفی نہیں کہ ایک عورت کے لئے اپنی عزت کو خطرے میں ڈالنا اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دینے سے بڑھ کر ہے، اور جب جان کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں تو عزت کو خطرہ میں ڈالنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت کا مسئلہ

اسلامی شریعت کے تناظر میں

مولانا محمد ابوبکر قاسمی ☆

۱- کسب معاش کے لئے خواتین کا کوشش کرنا اسی طرح مجبوری وپریشانی کے احوال میں اپنے صنفی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے اور شرعی پردہ کو ملحوظ رکھ کر اپنے گھریلو کام کو انجام دینا یا اجرت لے کر کام کرنا شرعا درست ہے، چنانچہ سورۂ طلاق میں صاف صراحت ہے کہ ''فإن أرضعن لکم فاٰتوھن أجورھن'' (سورۂ طلاق/۶) پھر اگر (مطلقہ) عورتیں تمہارے لئے (بچوں کو) دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دے دو۔

قرآن کریم کی یہ آیت عورت کے لئے کسب معاش کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے، حضرت حلیمہ سعدیہ نے عہد طفولیت میں حضور اکرم ﷺ کو جو دودھ پلایا تھا وہ معاش ہی کے سدھار کی خاطر تھا، چنانچہ آپ ﷺ کو دودھ پلانے کے سبب ان کی معاشی حالت کا سدھرنا اور ان کے گھر میں برکات کا ظہور پذیر ہونا تاریخ وسیر کا نہایت ہی مشہور ومعروف واقعہ ہے۔

نیز حضور اکرم ﷺ نے اپنے لڑکے ابراہیم کو موالی مدینہ کے ابوسیف نامی لوہار کی بیوی ام سیف کا دودھ پلوایا تھا آپ ﷺ کبھی کبھی وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح کے ''کتاب الفضائل باب رحمۃ الصبیان والعیال'' میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے (مسلم ۲/۲۵۴) یہ حدیث بھی عورت کے کسب معاش کے لئے کوشش کرنے کے جائز ہونے کو

☆ مفتی مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھروارہ، دربھنگہ۔

واضح دلیل ہے۔

اسی طرح عورت کا چادر بنا کر حضور پاک ﷺ کو پہنانا حدیث پاک سے ثابت ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کتاب البیوع باب النساج کے تحت مفصل واقعہ نقل کیا ہے۔

''عن سهل بن سعد قال: جائت امرأة بردة قالت: يا رسول الله إني نسجت هذه بيدي اكسوكها فاخذها النبي ﷺ الخ'' (بخاری ۱/ ۱۸۲)۔

نیز جنگ کے موقع پر زخمیوں کا دوا علاج عورتوں سے کرانا حدیث پاک سے ثابت ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح البخاری کتاب الجهاد میں رواۃ النساء الجرحی فی الغزو کا باب قائم کر کے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

''عن الربيع بنت معوذ قالت: كنا مع النبي ﷺ نسقي الماء ونداوی الجرحی ونرد القتلی '' (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول/ ۴۰۳)۔

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ کسب معاش کے لئے خواتین کا پیش رفت کرنا یا شوہر کی معاونت کرنا، اسی طرح خواتین کا رضاکارانہ طریقے سے کوئی کام کرنا یا معاوضہ لے کر کام کو انجام دینا شرعاً یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔

۲- شریعت نے عام حالات میں خواتین کا اور نابالغ اولاد کا نفقہ مرد پر رکھا ہے، ''قال الله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن الآية'' (سورۂ البقرۃ: ۲۳۲)، اسی طرح سورۂ طلاق میں ہے: ''فان أرضعن لكم فأتوهن أجورهن'' (سورۂ طلاق: ۶)، لیکن بالغ لڑکی اور اپاہج لڑکے کا نفقہ ماں باپ دونوں پر ہوگا، ترکہ میں حصہ پانے کی حیثیت سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وعلى الوارث مثل ذلك'' (سورۂ بقرہ ۲۳۳)۔

عورت بیٹی کی صورت میں ہو یا بیوی کی صورت میں ہو یا ماں کی صورت میں اس کا خرچہ باپ، شوہر اور اولاد پر واجب ہے، لیکن اگر کوئی خاتون بیوہ ہوجائے یا مطلقہ ہوجائے اور اس کا کوئی پرسان حال نہ ہو یا اس کے رشتہ دار غریب ہوں تو ایسی صورت میں اپنے کھانے پینے

اور زندگی بسر کرنے کے لئے خود عورت ہی کو کسب معاش کرنا پڑتا ہے، خصوصاً اس وقت جبکہ انسان غیر مسلم حکومت کی نگرانی میں زندگی بسر کر رہا ہو۔

۳- اگر گھر کی مالی حالت ایسی ہو کہ قدرے تنگی و ترشی کے ساتھ ہی سہی زندگی بسر ہو رہی ہو اور کچھ پریشانی کے ساتھ ہی سہی کام چل رہا ہو اور مرد با غیرت ہو کہ عورت کی ملازمت کو پسند نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا خوش عیشی کی خاطر سرمایہ و اثاثہ جمع کرنے کی غرض سے عورتوں کا گھر سے باہر نکل کر معاشی جد و جہد کرنا اور شوہر کی رضامندی کے بغیر ملازمت کرنا شرعاً سخت ناپسندیدہ بلکہ حرام ہے۔

۴- اگر کوئی خاتون اپنے گھر کے اندر رہ کر کسب معاش کی جد و جہد کرے مثلاً کپڑے کی سلائی کرے، یا کوئی دستکاری کا کام کرے، یا بچوں کو پڑھائے تو ایسی صورت میں ولی یا شوہر سے با ضابطہ اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی ولی یا شوہر کو مفید کام کرنے سے (جبکہ گھر میں رہ کر پردہ کے ساتھ کام کو انجام دے) منع کرنا چاہئے، البتہ اگر کسی خاتون کا شوہر اس قدر خوش حال ہو کہ وہ بیوی کے تمام اخراجات کو پورا کرتا ہو اور گھریلو کام کرنے کے لئے یا بیرونی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اس نے ملازم بھی رکھ رکھا ہو اور عورت کے کام کاج کرنے کو پسند نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں عورت کو کسب معاش کی جد و جہد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ کسب معاش سے رک جائے۔

۵- اگر کسی عورت کا ولی یا شوہر تنگ دست ہو جس کے سبب کسب معاش کے لئے گھر سے باہر جانا پڑے تو ایسی صورت میں بھی نیک فرمانبردار عورت پر لازم ہے کہ شوہر یا ولی سے اجازت لے کر گھر سے باہر جائے البتہ اگر ملازمت کی جگہ سفر کے بقدر دور ہو تو پھر عورت کا تنہا ملازمت کی جگہ جانا ناجائز ہے۔

۶- چونکہ عورت کا نان ونفقہ مذہب اسلام نے اس کے سرپرست، شوہر پر رکھا ہے اس لئے مسلم معاشرہ کی اکثر و بیشتر خاتون کو ملازمت کرنے کی اور گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں

پڑتی، البتہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو یا مطلقہ ہو اور اس کے نان ونفقہ کا کوئی بندوبست نہ ہو تو مجبوری کے تحت مذہب اسلام نے عورت کو کسب حلال کی اجازت دی ہے، لیکن اس حال میں کہ عورت کو اپنی شرعی حیثیت "**المرأۃُ عورۃ**" ستر چھپانے کی چیز ہے، کو ملحوظ رکھ کر پردہ کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

رہا عورتوں کا کسی کمپنی میں جاکر ملازمت کرنا یا دوکان میں بیٹھ کر تجارت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حضرت مفتی عبد الرحیم لاجپوریؒ نے فتاوی رحیمیہ (۱۰/ ۳۰۸) میں لکھا ہے:

''عورت کمپنی میں ملازمت یا دوکان میں تجارت کرے گی تو کئی ممنوعات کا ارتکاب ہوگا، بے پردگی ہوگی نامحرم مردوں سے اختلاط ہوگا اور بعض موقعوں پر خلوت وتنہائی کا موقع بھی آسکتا ہے، ان کے ساتھ بے تکلفانہ بات چیت اور نامحرم مردوں کے ساتھ آمد ورفت ہوگی وغیرہ وغیرہ، اس لئے شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی''۔

۷ - اگر کسی ادارہ کا ذمہ دار تو مرد ہے، لیکن اس ادارہ میں تنہا صرف عورتیں ہی کام کرتی ہوں تو ایسے ادارے خواہ تعلیمی ہوں یا صنعتی وہاں عورتوں کا ملازمت کرنا شرعاً جائز ہے اور ادارہ کے ذمہ دار مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کو اگر کوئی ہدایت دینی ہو یا کوئی اور کام درپیش ہو بہر صورت عورتوں سے پردہ کے پیچھے رابطہ کریں ہو جیسا کہ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**إذا سئلتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب**......'' (سورۂ احزاب: ۵۳)۔

اور اگر ادارہ کا ذمہ دار شخص اپنی کسی محرم عورت کے ذریعہ سے عورتوں سے رابطہ رکھے اور اسی محرم عورت کے ذریعہ ہی لین دین وغیرہ کا معاملہ رکھے تو شرعاً یہ صورت بھی بلا کسی قیل و قال کے اور بلا کسی نکیر کے درست ہے۔

۸ - اگر کسی ادارہ میں عورتوں کے ساتھ مرد بھی کارکن ہوں تو ایسے ادارہ میں عورتوں کا کام کرنا اور خدمت انجام دینا شرعاً درست نہیں ہے، ہاں اگر مرد وعورت کے کام کرنے کی جگہ علاحدہ

علاحدہ ہو اور مرد و عورت کا باہم اختلاط نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں عورت دیگر عورتوں کے ساتھ مل کر کام کرسکتی ہے۔

عورت سن رسیدہ ہو یا جوان اسی طرح خوبصورت ہو یا بدصورت جب اس کا مردوں کے ساتھ اختلاط طویل ہوگا تو کوئی نہ کوئی بدکاری و برائی کا واقعہ رونما ہوسکتا ہے۔

۹- جس کام کی انجام دہی میں مردوں سے سابقہ ہو جیسے کسی شاہراہ والی عام دوکان میں سیلز گرل ہونا جہاں مرد و عورت دونوں سے سابقہ پڑے وہاں کسی خاتون کا ملازمت کرنا شرعا درست نہیں ہے، رہا کسی آفس میں یکسوئی کے ساتھ رہ کر کام کرنا جہاں کسی مرد سے سابقہ نہ پڑے تو وہاں عورت کا ملازمت کرنا درست ہے (ملاحظہ ہو: فتاوی رحیمیہ ۱۶۷/۳)۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے عزیز و اقارب سے دور رہ کر خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک مستقل قیام کرنا شرعا جائز نہیں، اور مفاسد و منکرات سے خالی نہیں ہے، ہاں شوہر و بیوی اگر ساتھ رہ کر اندرون ملک یا بیرون ملک کسی جگہ مستقل قیام کریں اور باعزت طریقے سے شرعی حدود کو ملحوظ رکھ کر ملازمت کریں تو شرعا درست ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مفتی ظہیر احمد قاسمی ☆

۱- اسلام نے عمومی احوال میں عورت کو کسب معاش کا مکلف قرار نہیں دیا ہے اس کی خلقی پیدائش کے اعتبار سے اس کے کمزور ہونے کی وجہ سے اس کو مطلقا عاجز عن الکسب گردانا ہے، الفقہ الاسلامی وأدلتہ میں ہے: "**العجز من الکسب أن یکون انثی مطلقا**" (۱۰/ ۷۳۵۷، الدر مع الشامی ۲/ ۹۳۸)۔

اور اس کا نفقہ کبھی والدین پر کبھی شوہر پر اور کبھی قریبی رشتہ داروں پر رکھا ہے، اور اس پر کچھ دوسری ذمہ داریاں ڈالی ہیں تا کہ ان کی ادائیگی میں کوئی تقصیر نہ رہ جائے جس کی وجہ سے اس کی تخلیق ہوئی ہے (والغرض من المرأة کونہا مستفرشۃ آتیۃ بالولد مدبرۃ لحوائج البیت، نور الانوار/ ۱۸)۔

اس وجہ سے بھی شریعت نے اس کو معذور اور عاجز عن الکسب شمار کیا ہے، جیسا کہ طالب علم کو بھی عاجز عن الکسب مانا جاتا ہے کہ وہ علمی تحقیق میں مشغول رہتا ہے، البتہ اگر عورت کا کوئی نفقہ اٹھانے والا نہ ہو تو پھر بدرجہ مجبوری اس کو کسب معاش کا مکلف قرار دیا جائے گا، اور اس کو اس کی اجازت دی جائے گی کہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر اپنے کے شایان شان پیشوں اور ملازمتوں کو اختیار کرے۔

۲- اگر عورت کا کوئی بھی خرچ اٹھانے والا نہ ہو نہ شوہر ہو نہ والدین اور نہ ہی اس کی اولاد اور بھائی وغیرہ تو ایسی صورت میں اس پر خود اپنا خرچ اور اپنے بچوں کا خرچ اٹھانا لازم ہوگا (شامی ۲/ ۹۲۳)۔

☆ مدرسہ اشاعت العلوم کانپور (یوپی)۔

۳- بغیر مجبوری اور ضرورت کے عورت کا کسب معاش میں لگنا اسلام میں پسندیدہ نہیں، کیونکہ عورت کے ذمہ اور دیگر ذمہ داریاں بھی ہیں، جیسے شوہر کی خدمت بچوں کی پرورش وغیرہ، البتہ اگر وہ تمام تر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ (اپنے شوہر یا ولی کی اجازت سے) کسب معاش میں لگتی ہے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن کسب معاش محض وقت گذاری کے لئے لگنا ٹھیک نہیں، بلکہ اپنے آپ کو مشغول رکھنے اور اس کمائی کو اطاعت اور جائز کاموں میں خرچ کرنے کی نیت سے درست ہوگا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

''أخرجي فجدي نخلک لعلک أن تصدقي منه أو تفعلي خيرا''

(ابوداؤد باب في المعتدہ تخرج بالنہار)۔

معیار زندگی اس حد تک بلند کرنے کی اجازت ہوگی کہ زندگی گزارنے میں آسانی ہو محض تعیش کے لئے کسب معاش کی اجازت نہ ہوگی۔

''هذا مستفاد مثل هذه العبارة الفقهية و تفوض على الزوج إذا كان موسرا نفقة خادمها ووجهه أن كفايتها واجبة عليه، وهذا من تمامها اذلا بدلها منه'' (الہدایہ ۲/۳۹، ۴۳۹، البدائع ۴/ ۲۴)۔

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: ''اتفق الفقهاء على وجوب أجرة القابلة ......فقال الحنفية يجب على الزوج آلة طحن وخبز وآنية شراب وطبخ ككوز وجرة وقدر مغرفة وكذا سائر أدوات البيت'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹۴ ۴۳/ ۷)۔

معلوم ہوا ان اشیاء کی فراہمی ضروریات زندگی میں سے ہیں، یہ تعیش کے درجہ کی اشیاء نہیں ہیں (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۹۴، ۱۹/ ۳۸، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۰/ ۸۰ ۷۴)۔

۴- اگر شوہر یا ولی نفقہ کی مکمل ادائیگی کر رہے ہیں تو اندرون خانہ بھی کسب معاش میں شوہر یا ولی کی اجازت لازم ہوگی۔

''له أن يمنعها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه

بوجوب كفايتها عليه وكذا من العمل تبرعا"۔

اگر کسب معاش سے عورت کے حسن وجمال میں کمی کا اندیشہ یا خاندان میں عار دلانے کا اندیشہ ہو تو بھی شوہر عورت کو کسب معاش سے منع کر سکتا ہے۔

البتہ اگر عورت اندرون خانہ کوئی ایسا کام اختیار کرے جس سے شوہر کو کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہو تو شوہر کی خدمت میں اور نہ بچوں کی پرورش میں تقصیر اور نہ ہی اس کے حسن وجمال میں کوئی کمی یا اور نہ ہی عار تو پھر اس صورت میں بغیر اجازت کے بھی ایسے امور انجام دے سکتی ہے۔

۵- اگر ولی یا شوہر عورت کے تمام شرعی اخراجات پورا کرتا ہے تو عورت کو اجازت لینا لازم ہوگا ورنہ نہیں۔

"ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة" (الدر المختار باب المہر ۳؍۱۴۵)۔

الف- اگر شوہر یا ولی نفقہ پورا ادا کرتا ہے تو اجازت کے بغیر خواہ ایک دن کی مسافت ہو یا تین دن کی مسافت دونوں صورتوں میں بغیر اجازت نکلنا درست نہ ہوگا، البتہ تین دن کی مسافت بغیر محرم یا شوہر کے ساتھ درست نہیں چاہے شوہر یا ولی کی اجازت ہی کیوں نہ حاصل ہو۔

البتہ تین دن کی مسافت سے کم میں ولی یا شوہر کی اجازت کے ساتھ بغیر محرم اور شوہر کے نکل سکتی ہے، لیکن بہتر نہیں۔

لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام: "عن ابی هريرةؓ قال قال النبی ﷺ لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة" (بخاری ۱؍۱۴۸)۔

ب- رات اور دن کی تفریق کا مدار خوف فتنہ پر ہے کیونکہ رات کا وقت عورت کے لئے زیادہ پرخطر ہوتا ہے، لیکن اگر کسی شہر میں یا ملک میں دن کی طرح رات میں بھی عورت کے لئے امن ہو اور کوئی خطرہ نہ ہو تو پھر کوئی فرق نہیں کیا جائے گا، اور کہیں دن میں بھی خطرہ ہے تو ایسی جگہ

عورت کو دن میں بھی نکلنے کی اجازت نہ ہوگی، فقہی عبارات کا مدار اپنے زمانہ کے لحاظ سے حالات پر ہے۔

''المتوفی عنها زوجها تخرج نهارا وبعض الليل ولا تبيت فی غير منزلها'' (ہدایہ ۲/ ۴۲۸)۔

''ومعتدة الموت تخرج يوماً و بعض الليل تكتسب لأجل قيام المعيشة، لأنه لا نفقة لها'' (البحر الرائق ۴/ ۲۵۸)۔

ج -اگر ولی یا شوہر اس کے نفقہ کی ادائیگی یا کفالت نہیں کرتا ہے تو ایسی صورت میں عورت بغیر اجازت کے اپنی معاشی ضرورت پورا کرنے کے لئے محرم کے ساتھ تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت پر اور اس سے کم بغیر محرم کے بھی کسب معاش کے لئے جاسکتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''أنه أذن لكن أن تخرجن لحاجتكن'' (مسند احمد ۶/ ۵۶) (بے شک اللہ تعالی نے تم کو اپنی ضرورت پورا کرنے کے لئے اجازت دی ہے)۔

''ولها السفر والخروج من بيت زوجها للحاجة'' (درمختار ۳/ ۱۴۵)۔

اور اس عبارت سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کسب معاش کے لئے اس لئے نکل سکتی ہے چونکہ اس کا نفقہ نہیں ہے تو اس طرح جو شوہر یا ولی عورت کی کفالت اور نفقہ نہ دیتا ہو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

''ومعتدة الموت تخرج يوما وبعض الليل تكتسب لأجل قيام المعيشة، لأنه لا نفقة لها'' (البحر الرائق ۴/ ۲۵۸)۔

۶ - عورت کا نفقہ یا کفالت کا نظم نہ ہو تو وہ عورت کسب معاش کرسکتی ہے، پردہ اور عدم اختلاط بالرجال کے ساتھ۔

اگر نفقہ یا کفالت کا نظم نہ ہو تو پھر اندرون خانہ کسب معاش بلا اجازت شوہر یا ولی اس

وقت کرسکتی ہے جبکہ وہ اپنے مفوضہ امور کی ادائیگی میں کوتاہی کئے بغیر اپنے حسن و جمال کا خیال اور ساتھ ہی شوہر یا ولی کو کسی قسم کا عار نہ لاحق ہو، ورنہ اندرون خانہ ہو یا گھر سے باہر ہر جگہ شوہر یا ولی کی اجازت لازم ہوگی، خواہ تین دن یا اس سے زائد مسافت سفر ہو یا تین دن سے کم مسافت سفر ہو۔

کسب معاش میں اصل حدود پردہ کا التزام اور اختلاط بالرجال کا نہ ہونا ہے اور عورت کے شایان شان پیشہ کا انتخاب یہی اصل حدود اور قیود ہیں عورت کی ملازمت یا تجارت یا کسب معاش کی کسی بھی صورت کے لئے ،''لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان''(مشکوۃ ۲/ ۲۶۹)۔

۷- اگر ادارہ کے ذمہ داروں سے خلوت نہ ہوتی ہو تو ایسی صورت میں شوہر یا ولی کی اجازت سے یا ان کی کفالت یا نفقہ نہ برداشت کرنے کی صورت میں بلا اجازت بھی پردہ کے ساتھ ایسی ملازمت درست ہوگی۔

''ولها الخروج من بیت زوجها للحاجة'' (الدر المختار ۳/ ۱۴۵)، ادارہ کے اجنبی مردوں سے پردہ کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی۔

''ویجوز الکلام المباح مع امرأة أجنبیة'' (رد المحتار مع الدر المختار ۹/ ۵۳۰)۔

۸- بغیر کسی شدید مجبوری کے ایسی جگہوں پر ملازمت کرنا شرعاً درست نہیں، ایسی جگہوں اور ایسے پیشوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرنا چاہئے جس میں کوئی شرعی محظور لازم نہ آئے، لیکن اگر ایسی صورت بن جاتی ہے کہ دوسرے جائز اور مناسب ذرائع آسانی سے اختیار نہیں کئے جاسکتے تو مجبوری میں حتی الوسع (چہرے کے ڈھانکنے کے ساتھ) مکمل پردہ کے ساتھ آپسی ملازمت کرنے کی بھی گنجائش ہوگی۔

''تمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال لا، لأنه عورة بل لخوف الفتنة أن یری الرجل وجهها فتقع الفتنة، لأنه قد یقع النظر إلیها

بشهوة" (شامی ۹/۲۷۹)۔

جوان عورت کے مقابلہ میں بوڑھی عورتوں کے احکام میں یقیناً تخفیف ہے، کیونکہ ان کی مردوں کے ساتھ ملازمت کرنے میں فتنہ کا اندیشہ نہ کے برابر ہے، تاہم شرعی پردہ کا اہتمام حتی الوسع ان پر بھی لازم ہے۔

''أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس لمصافحتها ومس يدها إذا امن ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو إذا أمن عليه وعلها وإلا لا'' (الدر المختار مع الرد ۵۲۹/۹)۔

۹- اصلاً تو عورتوں کا اختلاط مطلقاً مردوں سے حرام ہے، مگر جب شدید مجبوری میں ملازمت کی اجازت دی جائے گی تو کم اور زیادہ اختلاط کی صورت میں یقیناً فرق ہوگا، جہاں اختلاط کم ہو ایسی ہی جگہوں پر ملازمت کرنی چاہئے، جہاں اختلاط زیادہ ہوگا وہاں گناہ اشد درجہ کا ہوگا، بنسبت جہاں اختلاط کم ہے۔

اہون البلیتین کے قاعدے کے مطابق مجبور عورت کو اولاً کم اختلاط والی ملازمت اختیار کرنی چاہئے، إلا یہ کہ ایسی کوئی ملازمت اس کو میسر نہ ہو اور وہ ملازمت کرنے پر مجبور ہو تو ضرورت کے موقع پر اس کی بھی گنجائش ہوگی۔''الضرورة تبيح المحظورة''۔

۱۰- کسب معاش اور ملازمت کی خاطر عورت کو بغیر محرم یا شوہر کے مستقل باہر قیام کرنا درست نہیں، لیکن اگر شوہر یا محرم اس کے ساتھ ہو تو مجبوری کی حالت میں درست ہوگا (مزید دیکھئے: فقہی مقالات ۱/۹ ۲۴۳ از مولانا تقی عثمانی)۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا حافظ شیخ کلیم اللہ عمری ☆

۱- "للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن"(نساء:۳۲)۔

(مردوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور عورتوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے)۔

اسلامی شریعت میں کسب معاش کی ذمہ داری مرد حضرات پر عائد ہوتی ہے اور مرد عورت کا کفیل ہوتا ہے اور اس کا نگراں بنایا گیا ہے، مرد کو عورت پر فوقیت کا دارومدار بھی اس کی کفالت کی وجہ سے ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم"(نساء:۳۴)۔

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس برتری کی بدولت جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر دے رکھی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے)۔

۲- شریعت اسلامیہ نے عورتوں پر نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے، البتہ گھر کا سرپرست باپ، شوہر، بیٹا، بھائی یا چاچا وغیرہ یہی لوگ شرعاً واصولاً سرپرست اور ذمہ دار ہیں، اسلام نے عورتوں کے نازک کندھوں پر یہ ذمہ داری نہیں رکھی ہے، اسی وجہ سے مرد کے لئے عورت کے بالمقابل دوگنا حصہ (ترکہ میں)مقرر ہے اور اسے عصبہ بھی بنایا گیا ہے۔

۳- معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گزاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے

☆ جامعہ دار السلام، عمر آباد، تامل ناڈو۔

عورتوں کے لئے معاشی جدوجہد تا کہ شوہر کا ہاتھ بٹائے یا صدقہ وخیرات کرے ان نیک مقاصد کی تکمیل کے لئے عورتوں کا معاشی جدوجہد جائز ہے، جیسا کہ حدیث میں حضرت زینبؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ وخیرات کیا کرتی تھیں۔

''فكانت أطولنا يدا زينب، لأنها كانت تعمل بيدها وتصدق'' (مسلم: ۴۴۹۰)۔

۴- جب عورت اندرون خانہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو محدود رکھنا چاہے تو بہتر یہی ہے کہ اپنے ولی یا شوہر سے اجازت لے لے، نان ونفقہ کی کوئی ذمہ داری شرعاً عورتوں پر عائد نہیں ہوتی اور اسی طرح کسی شادی شدہ خاتون کو یہ حکم دیا گیا کہ نفل روزہ رکھنا چاہے تو شوہر کی موجودگی میں اس سے اجازت لے لے ورنہ نہیں، اسی طرح معاشی سرگرمیوں میں بھی اپنے شوہر کی اجازت اور رضامندی کو ملحوظ رکھنا ہی ضروری ہے۔

۵- اگر کوئی عورت کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے تو اس کے لئے ولی یا شوہر کی اجازت ضروری ہوگی، البتہ مسافت سفر سے کم پر عورتوں کا کسب معاش کے لئے نکلنا بہتر ہے اور رات کا سفر اور رات کے وقت کسب معاش کی ذمہ داریاں عورتوں کے لئے شرعاً واخلاقاً غیر مناسب ہیں، البتہ وہ عورت جس کی کفالت ولی یا شوہر کرتا ہو اس عورت کا کسب معاش کے نام سے گھر سے باہر نہ نکلنا بہتر ہے، البتہ شوہر کی اجازت سے بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری یا رفاہی خدمات کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

۶- ولی یا شوہر کی اجازت ہر حال میں ضروری ہے، باپردہ نکلنا، دن کے وقت جانا اور دن میں واپسی، بغیر زیب وزینت کے اور خوشبو کے استعمال سے احتراز کرتے ہوئے عورتوں کے ساتھ آنا جانا، شرم وحیا اور عصمت وعفت وپاکدامنی کو ملحوظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے، مقر عمل میں پردہ کا پورا خیال رکھنا ضروری ہے، عورت کا از سرتا پا مکمل ستر میں رہنا ضروری ہے، ارشاد نبوی ہے:

"المرأة عورة إذا خرجت استشرفها الشيطان" (ترمذی)، اعضائے جسم کا پردہ میں رہنا ضروری ہے، اعضاء تو کیا ان پر موجود زینت کا بھی اظہار کسی حال میں نہ ہو، اپنے سروں کو اوڑھنیوں کو اپنی گردنوں سے اور سینوں پر لٹکانا بھی ضروری ہے، تاکہ سر کے بال، گردن اور کان کی بالیاں اور سینے سبھی چھپ جائیں، عورت جب خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گذرتی ہے تو زانیہ ہوتی ہے (ترمذی)۔

۷ - ملازمت کرنے والی خواتین اگر ایسے اداروں میں کام کریں، تعلیمی ادارے ہوں یا دوسرے ادارہ جات، جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں، اگر ادارہ کے سربراہ اور ذمہ دار مرد ہوں تو اس صورت میں پردہ کے احکامات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، چاہے ذمہ دار ایک فرد ہو یا کئی افراد، حکم ایک ہی ہوگا۔

۸ - مرد حضرات جہاں کارکن ہوں اور خواتین کارکنوں کے لئے پردہ کے تعلق سے ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

اختلاط سے اجتناب کیا جائے، اظہار زینت نہ ہو، خوشبو کے استعمال سے احتراز، اعضائے جسم کا پردہ میں رہنا ضروری ہے، سوائے آنکھوں اور ہاتھوں کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو، البتہ سن رسیدہ خواتین کے لئے پردہ کے معاملہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ "والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحا" (نور: ۶۰)، یعنی وہ بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی خواہش نہ رہی ہو ان کے لئے گناہ کی بات نہیں کہ وہ اپنے دوپٹے وغیرہ اتار کر رہیں بشرطیکہ وہ اپنی زینت نہ دکھاتی پھریں اور اس سے بھی پرہیز کریں تو ان کے لئے بہتر ہے۔

قرآن کریم ان سن رسیدہ خواتین کے لئے یہ شرط لگاتا ہے کہ جسم کی پوشیدہ زینتوں کو ظاہر نہ کریں، جیسے ہاتھوں کا خضاب، کنگن اور پازیب وغیرہ اور ان سن رسیدہ خواتین کے لئے بھی بہتر قرار دیا گیا کہ وہ غیروں کے سامنے اپنے سروں سے اوڑھنی اور اپنے جسم سے برقعہ نہ اتاریں اسی میں ان کے لئے بھلائی ہے۔

۹- عورت کا آفس میں کام کرنا بہتر ہے، سیلز گرل یا استقبالیہ وغیرہ میں کام کرنے سے ،جس کام میں مردوں کا سامنا زیادہ ہوتا ہو اس کام سے احتراز اولیٰ ہے، البتہ وہ کام جس میں عورت کا مرد سے کم سامنا ہوتا ہو اس میں بھی شریعت کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے، مثلاً پردہ کا لحاظ اور شرع کی پابندی، آواز پست رکھنا، نگاہیں نیچی رکھنا، بلاضرورت مرد سے بات چیت سے احتراز کرنا، ہر حال میں ضروری ہے۔

۱۰- عورت کا ملازمت کی غرض سے اپنوں سے دور سفر کرنا (اندرون ملک یا بیرون ملک) اور مستقل قیام کرنا از روئے شرع درست نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: **جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک دن اور رات کا سفر بغیر کسی محرم مرد کے کرے، دوسری روایت میں تین دن کے الفاظ وارد ہیں (بخاری)۔**

☆☆☆

خواتین کی ملازمت-اسلامی نقطہ نظر

مولانا محمد صادق مبارک پوری ☆

دور حاضر مردوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کا دور ہے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا رواج عروج پر ہے ہمارے مسلم معاشرہ کی خواتین میں بھی اعلیٰ تعلیم کا رواج دن بدن ترقی پر ہے، عصری تعلیم گاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیوں کا سیلاب ہے، حصول تعلیم کے بعد بہت سی خواتین مختلف ملازمتوں سے وابستہ ہورہی ہیں، یا وابستہ ہونے کی جدوجہد میں لگی ہیں، اور حکومت بھی عورتوں کی ملازمت پر توجہ دے رہی ہے۔

ان حالات میں یہ مسئلہ سامنے آتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے خواتین کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ حالات ومعاشرہ کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ خواتین کی ملازمت درست وجائز قرار دینے کی صورت میں بہت سارے مفاسد وفتنے کے دروازے کھلیں گے۔

قرآن وحدیث اور تصریحات فقہاء کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ مفاسد وفتن کے سدباب کے لئے خواتین کی ملازمت ناجائز ہے، ہاں مجبوری اور ضرورت کی صورت میں شرعی حدود کے ساتھ ملازمت کی گنجائش ہے۔

سوالات کے جوابات:

۱- بلاضرورت عورت کا گھر سے نکلنا، اجانب کو مائل کرنے کا سبب بننا، بے پردگی، زینت ومحاسن کا اظہار، مردوں سے اختلاط، بسا اوقات خلوت وتنہائی، شوہر کی خدمت، اولاد کی

☆ استاذ فقہ جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارکپور، اعظم گڑھ۔

اصلاح وتربیت اور بنیادی ذمہ داریوں سے غفلت وغیرہ مفاسد ومضرات کے پیش نظر شریعت اسلامی عام حالات میں خواتین کے لئے کسب معاش کو جائز نہیں قرار دیتی۔

۲- شریعت اسلامیہ نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے، نہ اپنی اور نہ اپنے بچوں کی، بلکہ شادی سے پہلے ان کے باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر رکھی ہے اور بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری ان کے باپ پر رکھی ہے قرآن کریم میں ہے:

''وللمولود له رزقهن'' (سورۂ بقرہ ۲۳۳) (اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا ہے)۔

ہدایہ میں ہے:''النفقة واجبة للزوجة علی زوجها'' (باب النفقہ ۴۳۷/۲) (بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے)۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:''تجب علی الرجل نفقة امرأته'' (۱۸۳/۴) (آدمی پر اس کی بیوی کا نفقہ واجب ہے)۔

ہدایہ میں ہے:

''نفقة الأولاد الصغار علی الأب'' (۴۴۴/۲) (نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر ہے)۔

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے یا وقت گذاری اور سرمایہ اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کو معاشی جد وجہد کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عورتوں کے لئے معاشی جد وجہد اختیار کرنا ضرورت اور مجبوری میں شرعی حدود کے ساتھ جائز ہوتا ہے اور مذکورہ صورت مسئولہ میں مجبوری اور ضرورت نہیں ہے، اس لئے جائز نہیں کیا جاسکتا۔

۴- خواتین کسب معاش کے لئے اندرون خانہ معاشی سرگرمیاں محدود رکھیں تب بھی ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔

البحر الرائق (۱۹۶/۲) میں ہے:

''أن يمنع امرأته من الغزل ولا تطوع للصلوة والصوم بغير إذن الزوج كذا في الظهيرية ولا ينبغي تخصيص الغزل بل له أن يمنها من الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه لوجوب كفايتها'' (شوہر عورت کو سوت کاتنے سے روک سکتا ہے، عورت نفل نماز وروزہ بغیر شوہر کی اجازت نہیں ادا کرسکتی، صرف سوت کاتنے کی تخصیص نہیں ہے بلکہ شوہر ہر ایسے عمل سے روک سکتا ہے جو کسب کا مقتضی ہو، وجہ ممانعت یہ ہے کہ نفقہ کی طرف سے کفایت ہونے کی وجہ سے اسے کمانے کی کوئی ضرورت نہیں)۔

۵- اگر ولی اس خاتون کی کفالت کرتا ہو تو اس خاتون کو کسب معاش کے لئے نکلنا مطلقاً ممنوع اور ناجائز ہے، چاہے دن میں ہو یا رات میں، گھر سے نکلنا مسافت سفر پر ہو یا اس سے زیادہ کے لئے یا اس سے کم کے لئے ہو۔

اگر ولی اس خاتون کی کفالت نہ کرتا ہو، اور اس کے پاس ضروریات زندگی کا انتظام نہ ہو تو شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ بلا اجازت ولی بھی کسب معاش کے لئے دن میں نکلنے کی گنجائش ہے۔

''نظيره الموسوعة الفقهيه ۱۹/ ۱۱۰: ويجوز للزوجة الخروج بغير إذن الزوج لما لاغناء لها عنه كاتيان بنحو ماكل والذهاب إلى القاضي لطلب الحق واكتساب النفقة إذا اعسر بها الزوج والاستفتاء إذا لم يكن زوجها فقيها'' (بحوالہ لاتاخ ۲/ ۹۵)۔

۶- مجبوری اور ضرورت کی صورت میں مثلاً عورت کے نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کا انتظام نہ ہو تو خواتین کو شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ ملازمت کی گنجائش ہے۔

۷- ایسے ادارے میں بھی عام حالات میں کام کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں بھی بہت سارے مفاسد پائے جاتے ہیں، مثلاً بلا ضرورت شرعی گھر سے نکلنا، عورت کا بن سنور کر نکلنا، ان کی طرف فساق وفجار کا میلان، مردوں کی نگاہوں کا ان کی طرف اٹھنا۔

ہاں اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا نہ شوہر ہے اور نہ باپ ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا رشتہ دار ہے جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور خود اس عورت کے پاس نہ اتنا مال ہے جس کے ذریعہ اپنی ضروریات پوری کر سکے تو ایسی صورت میں شرعی حدود کی پابندی کے ساتھ ایسے ادارہ میں کام کرنے کی گنجائش ہے۔

۸ - ایسے ادارہ میں کام کرنا جائز نہیں، خواہ سن رسیدہ ہو یا نوجوان، کیونکہ اس پرفتن دور میں جب کہ سبھی عورتوں کو چاہے وہ سن رسیدہ ہوں یا نوجوان، تمام نمازوں میں مسجد میں حاضری سے متاخرین فقہاء حنفیہ نے منع کر دیا ہے۔ تو ایسے ادارے میں ملازمت کی کیوں کر گنجائش ہو سکتی ہے، علامہ سید طحطاویؒ لکھتے ہیں:

"وأما في زماننا فالمفتي به منع الكل عن الكل حتى في الوعظ ونحوه" (حاشیہ طحطاوی علی الدر ۱/ ۲۴۵)۔

اور بہر حال مفتی بہ قول یہ ہے کہ سبھی عورتوں کو تمام نمازوں میں حاضر ہونا منع ہے، یہاں تک کہ مجلس وعظ وغیرہ میں بھی حاضر ہونا منع ہے۔

۹ - مردوں کا سامنا کم ہو یا زیادہ دونوں قسم کی ملازمت بغیر شدید مجبوری جائز نہیں ہے کیونکہ مفاسد اور مضرات دونوں میں موجود ہیں، ایک میں کم اور دوسرے میں زیادہ ہو سکتے ہیں، بہر حال دونوں قسم کی ملازمت ناجائز ہے۔

۱۰ - ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور مستقل قیام جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

ضرورت شدیدہ میں عورتوں کا ملازمت کرنا

مفتی تنظیم عالم قاسمی ☆

فطری طور پر مرد اور عورتوں میں صلاحیتیں الگ الگ رکھی گئی ہیں، گھر سے باہر کا کام مردوں کے لئے اور گھر کے اندر کا کام عورت کے لئے زیب ہے، اور یہ دونوں خداداد صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے دائرہ کار میں بہتر، بحسن وخوبی کام انجام دے سکتے ہیں، عورتوں میں چونکہ جاذبیت اور میلان نفس کے عناصر موجود ہیں اس لئے ان کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنی سرگرمیاں گھر کے اندر تک محدود رکھیں، اور اگر نماز حج یا ضرورت شدیدہ کی بنیاد پر نکلنے کی اجازت بھی دی تو اتنے قیود اور شرائط کے ساتھ کہ فتنہ کا ادنی احتمال بھی باقی نہ رہے، چونکہ عورتوں کا دائرہ گھر تک محدود رکھا گیا ہے اس لئے کسب معاش کو ان سے وابستہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کے ولی یا شوہر کے ذمہ ان کے معاش کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ اپنے ماتحت عورتوں کے نان ونفقہ اور ضرورت کی تکمیل کا انتظام کریں، شادی سے پہلے، باپ، دادا اور دوسرے ولی کے ذمہ نان ونفقہ حسب ترتیب ہے اور شادی کے بعد شوہر پر اس کو واجب کیا گیا ہے۔

''ففرضت لها النفقة على أوليائها إن لم تكن ذات زوج ثم على بعلها إذا نكحت'' (ماذا عن المرأۃ للدکتور نور الدین عتر، ص ۱۳۶ طبع دار الفکر بیروت)، ''ونفقة الإناث واجبة مطلقا على الآباء مالم يتزوجن اذا لم يكن لهن مال'' (فتاوی ہندیہ ۱/ ۵۶۳ طبع بیروت)۔

☆ دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد۔

ہاں البتہ شوہر نہ ہو یا اولیاء میں کوئی نہ ہو اور اگر ہو تو اس کا نفقہ برداشت کرنے کی قدرت اولیاء میں نہ ہو تو عورت کا نفقہ خود اس پر واجب ہوگا اس لئے شریعت کے مقاصد پنجگانہ میں حفظ نفس نسل شامل ہے، اپنی جان کی حفاظت خود انسان پر واجب ہے جب کوئی شکل نہ ہو تو میتہ اور حرام اشیاء بھی حلال کر دی گئی ہیں، لیکن بہر حال نفس کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح عورت پر اس کے چھوٹے بچوں کا نفقہ بھی واجب ہے جبکہ بچوں کا باپ موجود نہ ہو یا تنگ دست ہو اور ماں کے پاس مال ہو۔

"الأم أولى بالتحمل من سائر الاقارب حتى لو كان الاب معسرا والأم موسرة والصغير جد مؤسر تومر الام بالانفاق من مال نفسها ثم ترجع على الاب" (فتاوی ہندیہ ۱/ ۵۶۲ طبع بیروت)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات عورت کے ذمہ بھی نان ونفقہ رکھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے اسے گھر سے باہر بھی نکلنا پڑیگا، یا اسی طرح اپنے ماں، باپ اقرباء سے ملاقات یا دوا، علاج ومعالجہ کی غرض سے کبھی گھر سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے شریعت نے اگر چہ عورتوں کو گھر میں رہنے کی سخت تاکید کی ہے، مگر ضرورت کے تحت یا نیک ارادے سے نکلنے میں شریعت نے لچک رکھی ہے اور انہیں گنجائش دی ہے کہ ضرورت کی تکمیل کے لئے گھر سے باہر نکلیں، خواہ وہ دینی ضرورت ہو یا طبعی، جیسے حج کے ارادے سے عورتوں کے لئے نکلنا جائز ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنی خواتین کو عیدین کے لئے لے جاتے تھے (ابن ماجہ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین)۔

جنگ میں ازواج مطہرات اور خواتین اسلام حضور ﷺ کے ساتھ جاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں، یہ طریقہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہا (تفصیل کے لئے دیکھئے: ترمذی باب ماجاء فی خروج النساء فی الغزو)۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر صاف طور پر اس مسئلہ کو بیان فرمایا: "قد اذن

اللہ لکن أن تخرجن لحوائجکن" (مسلم) (اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے)۔

عورتوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت چند شرائط کے ساتھ دی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:

۱-غیر جاذب نظر و کیفیت و ہیئت کے ساتھ نکلے اس طرح کہ خوشبو کا استعمال نہ کیا گیا ہو، کپڑا، برقع وغیرہ ایسا ہو جس سے مردوں کے لئے اس میں کشش کا سامان نہ ہو (الموسوعہ الفقہیہ ۱۹/ ۱۰۸)۔

۲-راستہ اور محل کسب پر امن ہو۔

۳-ملازمت اور کسب معاش کی جگہ مردوں سے خالی یعنی اختلاط رجال نہ پایا جائے (حوالہ مذکورہ)۔

۴-مسافت سفر کے برابر اگر ملازمت یا کسب معاش کے لئے جانا پڑے تو محرم کا ساتھ ہو۔

۵-اگر شادی شدہ ہو تو شوہر کی اجازت اور غیر شادی شدہ ہو تو والدین یا اولیاء کی اجازت ضروری ہے، خواہ مسافت قصر کے برابر دوری کے لئے نکلے یا اس سے کم اجازت ہر حال میں ضروری ہے (کتاب احکام النساء/ ۲۰۹)۔

مولانا محمد تقی عثمانی ابن قدامہ کے حوالے سے اپنی رائے یہی ظاہر کرتے ہیں:

"ہاں! اگر عورت ایسی ہے جس کا نہ تو شوہر ہے اور نہ باپ ہے اور نہ دوسرا کوئی ایسا رشتہ دار جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود اس عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اس صورت میں اس عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا جائز ہے" (فقہی مقالات ۱/ ۲۴۹)۔

تقریباً تمام فقہاء کرام لزوم پردہ اور عدم اختلاط رجال کی شرط لگاتے ہیں، اگر ان چیزوں میں ذرا بھی کمی ہو تو پھر عورتوں کے لئے خروج درست نہ ہوگا (الموسوعہ الفقہیہ ۳۴/ ۲۳۵)۔

پریشان حال عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ گھر ہی میں کسب معاش کا کوئی طریقہ اختیار کریں، عورت اگر پڑھی ہوئی ہو تو بچوں کو ٹیوشن پڑھائے، ناخواندہ ہے یا ٹیوشن نہیں پڑھا سکتی تو کوئی چھوٹا کام کرے، اور اگر گھر میں گنجائش نہ ہو تو ایسے آفس، فیکٹری وغیرہ میں کام کرے جہاں کارندہ صرف عورتیں ہی ہوں، ۔ بلاشبہ عورتوں کے رہنے سے فتنہ کم ہو جاتا ہے۔ اور اگر دونوں ہوں تو فتنے کے سبب ملازمت جائز نہ ہوگی۔

ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے وطن سے اور کسی ملک یا کسی ریاست میں مستقل قیام جبکہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم نہ ہو جائز نہیں، جب مسافت سفر کے برابر تنہا ان کے لئے خروج جائز نہیں تو یہ بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگا۔

''بخلاف ما اذا كان بينها و بين مكة اقل من ثلثة أيام، لأنه يباح لها الخروج إلى مادون السفر بغير محرم'' (فتح القدیر ۲/۴۲۷)۔

مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

ایک مسلمان عورت کے لئے حصول معاش کے لئے یا حصول تعلیم کے لئے محرم کے بغیر تنہا غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا جائز نہیں، اسی طرح قیام کرنا بھی جائز نہیں، ہاں اگر کسی عورت نے محرم کے ساتھ کسی غیر مسلم ملک کا سفر کیا اور وہاں رہائش پذیر ہو کر اس کو اپنا وطن بنالیا پھر یا تو اس عورت کے محرم کا وہاں انتقال ہو گیا یا کسی وجہ سے وہ محرم وہاں سے سفر کر کے کسی اور جگہ چلا گیا اور عورت وہاں تنہا رہ گئی اس صورت میں اس عورت کے لئے وہاں تنہا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ وہ عورت وہاں رہ کر شرعی پردہ کی پابندی کرے (فقہی مقالات ۱/۲۴۹)۔

واضح رہے کہ ملازمت کے باب میں یا بغیر محرم کے تنہا سفر کرنے یا کہیں مستقل قیام کرنے کے سلسلے میں سن رسیدہ خواتین اور جوان عورتیں برابر ہیں۔

''و أجمعوا على أن العجوز لا تسافر بغير محرم و لا تخلو برجل شابا كان أو شيخا'' (فتاوی قاضی خاں ۱/۸۷)۔

ظاہری بات ہے کہ تنہا سفر، تنہا قیام یا ملازمت کے لئے آمد و رفت اور آفس میں کسب معاش کی کوشش ایسی عورتیں ہی کر سکتی ہیں جن میں نسوانیت ابھی موجود ہے، صحت وطاقت ہو اور ایسی عورتیں محل فتنہ ہیں اور اصل چیز حلت وحرمت میں فاصل فتنہ ہے ورنہ بالکل بوڑھی عورت جس کی طرف کسی کا میلان نہ ہوتا ہو اس کے لئے جواز معلوم ہوتا ہے۔

''أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إذا أمن ومتى جاز المس جاز سفره بها ويخلو إذا أمن عليه وعليها وإلا لا'' (شامی ۳۶۴/۵)۔

خلاصہ بحث:

۱- شریعت اسلامی نے عورتوں کو بلاضرورت شدیدہ کسب معاش سے علاحدہ رہنے کی ہدایت دی ہے۔

۲- شوہر یا ولی نہ ہو یا نان ونفقہ کے انتظام کی کوئی شکل نہ ہو تو خود اپنا اور بچوں کا نفقہ عورت پر واجب ہے۔

۳- محض معیار زندگی کو بلند کرنے کی غرض سے سات شرائط کے ساتھ عورتوں کے لئے کسب معاش مباح ہے، اور اگر نیت صدقہ، خیرات، مواساۃ وغیرہ ہے تو احقر کی رائے میں مستحسن ہے۔

۴- اندرون خانہ معاشی سرگرمیوں سے اگر شوہر یا ولی کا کوئی حق مارا جاتا ہو یا وہ کام ان کے لئے عار کا سبب ہو تو اجازت ضروری ہوگی ورنہ نہیں۔

۵- عورت کا کسب معاش کے لئے خروج کی صورت میں شوہر یا ولی سے بہر حال اجازت ضروری ہوگی، ہاں اگر عورت کے نفقہ کی کوئی شکل نہیں اور ولی عناداً اجازت بھی نہ دے تو اجازت ضروری نہ ہوگی۔

۶ – خواتین کے لئے ملازمت کے سلسلہ میں حدود بیان کر دیئے گئے ہیں۔

۷ – جہاں صرف خواتین ہی کام کریں، ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں مگر اس سے اختلاط نہ ہو تو ملازمت درست ہے، ذمہ دار سے پردہ یہاں بھی واجب ہوگا کہ فتنہ کی گنجائش برقرار ہے۔

۸ – جہاں مرد حضرات بھی کارندہ ہوں وہاں عورتوں کے لئے ملازمت درست نہیں، مکمل حجاب ان سے ضروری ہوگا، جوان اور سن رسیدہ میں شدت اور عدم شدت کا فرق ہوگا اور بس۔

۹ – اختلاط رجال حرمت کی اصل علت ہے، وہ آفس ہو یا عام دکان، تاہم جتنا زیادہ احتمال فتنے کا ہوگا اسی قدر انسداد لازم ہے کے اعتبار سے یہاں بھی شدت اور عدم شدت کا فرق ہوگا۔

۱۰ – ملازمت کی غرض سے گھر سے دور کسی جگہ مستقل قیام تنہا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا شمس الدین مظاہری ☆

۱- اسلامی اصول وقواعد کی رو سے عورتوں کا نان ونفقہ اور جملہ ضروریات کی تکمیل مردوں پر ہے، گھر کی حفاظت، بچوں کی پرورش اور تربیت عورت کا دائرہ کار ہے، لہذا عورتوں کو نہ کسب معاش کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس بوجھ کی وہ ذمہ دار ہے، تاہم اگر عورت کا شوہر یا ولی اپنی ذمہ داری کو نبھانے یا کسی بھی وجہ سے عورت کسب معاش پر مجبور ہو تو مجبوری اور اضطراری کی حالت میں حدود شرع میں رہ کر عورت کے لئے کسب معاش کی گنجائش ہے۔

"لا يكلف الله نفسا إلا وسعها"۔

۲- شریعت نے نان ونفقہ کی ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے، عورت پر عام حالات میں نہ اپنے کی ذمہ داری ہے اور نہ دوسرے کے نفقہ کی۔

"نفقة أولاد الصغار والأناث المعسرات على الأب" (ہندیہ ۱/ ۵۶۰، خانیہ ۱/ ۴۴۵)۔

"فتجب على الرجل نفقة امراته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أولم يدخل" (فتاوی قاضی خاں ۱/ ۴۴۳)۔

اگر عورت مستطیع ہے اور اس کا نفقہ کسی دوسرے پر شرعا واجب نہیں تو اس صورت میں اس کا نفقہ خود اس کے ذمہ ہوگا۔

☆ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ جلالیہ، ہوجائی، نوگاؤں، آسام۔

"لو استغنت الأنثى بنحو خياطة وغزل فتجب أن تكون نفقتها في كسبها كما هو ظاهر" (ردالمحتار ۵/۲٦۸)۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے مغربی معاشرہ کی پیروی میں عورتوں کا معاشی جد وجہد اختیار کرنا اور شرعی حدود کو توڑ کر اپنی عفت وعصمت کو بھینٹ چڑھانا افسوس ناک اور نا قابل تلافی جرم ہے، خصوصاً جبکہ صبر وشکر کے ساتھ گزر اوقات ہوجاتا ہو تو اس پر اولیاء اور ازواج کو شرم آنی چاہئے۔

"له أن يمنعها في الأعمال كلها المقتضية للكسب، لأنها مستغنية عنه" (شامی ۵/۲۵۸)۔

۴- اندرون خانہ معاشی سرگرمیوں کے لئے بھی ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما أنفقوا من أموالهم" (سورۂ نساء: ۳۴)۔

لہذا عورت کو ہر حال میں مرد کی نگہبانی میں رہنا ضروری ہے، نیز عورت ناقص العقل ہونے کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ غیر مناسب سرگرمیوں میں مشغول ہوجائے اور اس کو اس کا اندازہ تک نہ ہو اگر ولی یا شوہر سے اجازت لے گی تو وہ اس کا صحیح ادراک کرسکتا ہے، نیز شوہر کی اجازت کے بغیر معاشی جد وجہد خواہ اندرون خانہ ہی کیوں نہ ہو ممنوع اقتباس ہے اس سے حق الزوج متاثر ہوسکتا ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے نفل روزہ، نفل نماز کے لئے بھی اذن زوج کو ضروری قرار دیا ہے۔

"لا تطوع للصلوة والصوم بغير إذن الزوج" (ردالمحتار ۵/۲۵۸)۔

نیز کاروباری سلسلہ میں ایسے لوگوں سے واسطہ یا رابطہ کرنا پڑسکتا ہے جن سے رابطہ کو شوہر یا ولی پسند نہ کرتے ہوں اور یہ عورت کے لئے جائز نہیں۔

"قال النبی ﷺ ولا تأذن فی بیوتکم لاحد تکرھونه" (ابوداؤد شریف بحوالہ بدائع ۳؍۴۱۷)۔

۵- شوہر اور ولی کے ہوتے ہوئے عورت کو کسب معاش کے لئے نکلنے کی نوبت ہی نہیں آنی چاہئے، ہاں اگر شوہر یا ولی کے معذور یا مفقود ہونے کی بناپر عورت کسب معاش کے لئے مجبور ہوجائے اور اندرون خانہ کوئی نظم نہ ہونے کی وجہ سے عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو اس کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت مطلقا لازم ہوگی، خواہ نکلنا مسافت سفر سے زیادہ کے لئے ہو یا کم کے لئے دن کے وقت ہو یا رات کے وقت۔

"قالوا لیس للمرأة أن تخرج بغیر إذن الزوج إلاباَسباب متعدة منھا إذا کانت فی منزل یخاف السقوط علیھا، ومنھا الخروج إلی مجلس العلم إذا وقعت لھا نازلة، ولم یکن الزوج فقیھاً، ومنھا الخروج إلی حج الفرض إذا وجدت محرما-ومنھا الخروج إلی زیارة الوالدین" (خانیہ ۱؍۴۴۳)۔

البتہ اگر ایک دن یا اس سے زیادہ ہو تو شوہر کی اجازت کے ساتھ عورت کے ہمراہ کسی معتمد محرم کا ہونا ضروری ہے۔

"وروی عن أبی حنیفة وابی یوسف کراھیة الخروج لھا مسیرة یوم بلا محرم فینبغی أن تکون الفتوی علیه لفساد الزمان" (البحر الرائق ۲؍۳۳۹)۔

۶- اگر کاہل شوہر سے مقدمہ کے ذریعہ بھی نفقہ حاصل کرنا عورت کے لئے ممکن نہ ہو یا شوہر کے معذور یا مفقود ہونے کی وجہ سے عورت کسب معاش کے لئے مجبور ہو تو اس کو کسب معاش کی شرط کے ساتھ اجازت ہوگی کہ ذریعہ معاش جائز اور حلال ہو بقدر ضرورت اسے حاصل کیا جائے۔

۷- غیر محرم مردوں سے پردہ لازم ہے اتنا پردہ یہاں بھی ضروری ہوگا، اس لئے کہ خواتین غیر مسلم بھی ہوسکتی ہیں، اور غیر مسلم عورتیں غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حتی الامکان پورا بدن ڈھانکنا چہرہ پر گھونگھٹ یا برقع ہو اور آنکھوں میں شرم وحیا اور دل میں خوف خدا ہو۔ البتہ سن رسیدہ عورتیں چہرہ کھول سکتی ہیں، لیکن اظہار زینت کی اجازت کسی کو نہیں ہوگی۔

۸- یقیناً فرق ہوگا بایں طور کہ شکل اول یعنی دکان میں سیلزگرل ہو (متبادل موجود ہونے کی وجہ سے) ناجائز اور حرام ہوگا، کیونکہ عورت کو سیلزگرل بنانے کا مقصود ہی عموماً اس کی کشش اور اداؤں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ گراہکوں کو مائل کرنا ہوتا ہے۔ اور صورت ثانی بدرجہ مجبوری جائز ہوگا بشرائط مذکورہ۔

۹- اگر یہ قیام شوہر یا کسی معتمد محرم کے بغیر ہو تو ناجائز اور حرام ہوگا۔ ایک شریف عورت کا اپنے گھر سے مستقل دور رہنا ضرر رہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا صبیح اختر ☆

اسلام سے قبل عورت معاشرہ میں ایک اچھوت شئی سمجھی جاتی تھی، بچیوں کا زندہ درگور کرنا، جوان عورتوں کی عصمت دری، بیواؤں کی عدت وغیرہ میں انسانیت اور اس کے علاوہ دیگر غیر انسانی برتاؤ عورتوں کے ساتھ ہوتے رہے، اہل ہنود میں قریب زمانہ تک ستی کا رواج، اسلام نے اس صنف نازک کے ساتھ احسان عظیم کیا، بچیوں کی پرورش پر جنت کی بشارت سنا کر ماں باپ کو خوش دلی کے ساتھ بچیوں کی پرورش پر آمادہ کیا، جوان ہونے پر ان کی شادی بیاہ کی پوری ذمہ داری اولیاء پر رکھی، بیوی بن جانے پر شوہر سے کہا گیا "خیر کم خیر کم لأهله" اور ان کا مکمل نان ونفقہ شوہر کے ذمہ کیا گیا مزید برآں مہر کے ذریعہ ان کی عزت افزائی کی گئی، ماں بننے پر اولاد سے کہا گیا کہ ان کے پیروں کے تلے تمہاری جنت ہے۔

الغرض اسلام نے اس صنف نازک کی عصمت وعفت کی حفاظت سے لے کر نان و نفقہ تک کے جملہ امور کی انجام دہی کے لئے مردوں کو ذمہ دار بنایا، بلکہ مختلف انداز سے ترغیب دے کر خوشدلی کے ساتھ اس صنف نازک کے ہر مسئلہ کے انجام دہی کے لئے مردوں کو اس طرح امادہ اور تیار کر دیا کہ ہر مومن مرد، عورت کے نان ونفقہ سے لے کر جملہ امور کا خیال اپنی ذات پر آج بھی مقدم سمجھتا ہے۔

۱ – خواتین کے لئے کسب معاش کی چنداں ضرورت ہی نہیں کہ اس کا نفقہ شوہر یا ولی

☆ خادم حدیث جامعہ جلالیہ ہوجائی، آسام۔

کے ذمہ ہے۔

"فتجب علی الرجل نفقة امرأة المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أولم يدخل" (فتاویٰ قاضی خاں ۱/ ۴۲۴، العالمگیری ۱/ ۵۴۴)۔

تاہم اگر کبھی ایسی مجبوری اور اضطراری صورت حال بن جائے کہ عورت شوہر والی نہ ہو اور نہ ہی اس کا کوئی ولی یا کفیل ہو اور کسب معاش کے لئے مجبور و مضطر ہو جائے تو شرعی حدود میں رہ کر باعزت پیشہ اختیار کرنے کی گنجائش ہوگی۔

"لا يكلف الله نفسا إلا وسعها" (بقرہ ۲۸۶)۔

۲- اگر عورت صاحب استطاعت ہے اور اس کا نفقہ شرعاً کسی دوسرے پر واجب بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کا نفقہ خود اس کے ذمہ ہوگا، یہی حال بچوں کا ہے کہ اگر ماں غریب ہے اور ماں سے مقدم کوئی اہل قرابت نہیں ہے، جن کے ذمہ نان ونفقہ واجب ہو تو ماں پر نفقہ واجب ہوگا، بشرطیکہ وہ بچے غریب ہوں۔

"لو استغنت الأنثى بنحو خياطة وغزل فتجب أن تكون نفقتها في كسبها كما هو ظاهر" (ردالمحتار ۵/ ۳۶۸)۔

۳- اللہ تبارک وتعالیٰ نے معاشی جدوجہد کی مکمل ذمہ داری مردوں پر رکھی ہے، عورت کا دائرہ کار اور جدوجہد کا میدان اس کا گھر ہے، اور یہ مسئلہ اتنا واضح اور فطری ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، لہٰذا عورت کے نحیف کندھوں پر معیار زندگی کو بلند کرنے یا سرمایہ و اثاثہ پیدا کرنے کی ذمہ داری رکھنا عورت پر بہت بڑا ظلم ہے اور شرعی حدود کو توڑ کر اور اپنی عفت کو قربان کر کے خود عورت کا اس میدان میں اترنا اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے۔

۴- ولی یا شوہر کی موجودگی میں خواتین کو کسب معاش کی اولاً تو ضرورت ہی نہیں، تاہم اگر حدود شرعی میں رہ کر اندرون خانہ ہی کوئی معاشی جدوجہد اختیار کرنا چاہتی ہے تو ولی یا شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت کا مرد کی نگہبانی میں رہنا ضروری ہے،

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبما أنفقوا من أموالهم''(سورۂ نساء: ۳۴)۔

دوسرا یہ کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لہذا عورت نے جس معاشی جدوجہد کو اختیار کیا ہے وہ کس حد تک مناسب ہے اس کو شوہر اور ولی ہی صحیح سمجھ سکتا ہے، نیز شوہر پر نان ونفقہ احتباس کی وجہ سے ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر معاشی جدوجہد خواہ اندرون خانہ ہی کیوں نہ ہو مخل احتباس ہے۔

نیز حق الزوج کے متاثر ہونے کی وجہ سے جب اندرون خانہ عبادات نفلیہ کے لئے اجازت کی ضرورت ہے تو معاشی سرگرمیوں کے لئے اجازت بدرجہ اولی ضروری ہوگی۔

''ولا تطوع للصلاة والصوم بغير إذن الزوج''(شامی ۵/ ۲۵۸)۔

۵- مذکورہ تمام صورتوں میں شوہر یا ولی سے اجازت لینا ضروری ہے، ''ليس للمرأة أن تخرج بغير إذن الزوج''(خانیہ ۱/ ۴۴۳)۔

٦- اولاً خواتین کو ملازمت کی ضرورت نہیں ہے، تاہم اگر مجبوری کی وجہ سے ملازمت کرنی پڑے تو شوہر یا ولی کی اجازت اور نگرانی میں شرعی پردہ کے ساتھ کوئی باعزت ملازمت کرنے کی گنجائش ہوگی۔

۷، ۸- پردہ تو ہر ایک کے لئے بہر صورت لازم ہے، البتہ سن رسیدہ خواتین چہرہ کھول سکتی ہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

''والقواعد من النساء اللاتي لا يرجون نكاحا فليس عليهن جناح أن يضعن ثيابهن غير متبرجات بزينة''(النور: ٦۰)۔

۹- دونوں میں فرق واضح ہے، پہلی صورت میں مقصود ہی عورتوں کی کشش اور اداؤں کے

ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ خریداروں کو مائل کرنا ہوتا ہے، جو سراسر بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔

''وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى'' (احزاب: ۳۳)۔
اورصورت ثانیہ میں بشرط مجبوری وحدودِ شرعی گنجائش ہوگی۔

۱۰- شوہر اور محرم کے بغیر عورت کا تنہا مستقل قیام خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک، حرام اور نا جائز ہے۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد ذکاء اللہ شبلی، اندور

۱، ۲ – اللہ تعالی نے عورتوں کے معاش کی ذمہ داری مردوں پر عائد فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

''وعلی المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف'' (سورۂ بقرہ ۲۳۳) اور فرمایا: ''ولینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلیفق مما آتاه الله'' (سورۂ طلاق: ۷)۔

اور عورتوں کو حکم دیا گیا: ''وقرن فی بیوتکن'' (سورۂ احزاب: ۳۳) (کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں)۔

البتہ خواتین شوہر کی اجازت وخوشی سے حیاء وپردہ کا لحاظ کر کے گھر یا محفوظ مقام پر کام کرسکتی ہیں، اس طرح کہ بیع مضاربت ہو، یا گھر میں سامان رکھ کر فروخت کریں بایں شرط کہ شوہر سے متعلق ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں نہ نقص ہو اور نہ تسلیم نفس میں رکاوٹ۔

آج کل مرد وزن کے اختلاط نے جن برائیوں اور فحاشیوں کو جنم دیا ہے، وہ اظہر من الشمس ہیں، ان حالات میں اگر شوہر کی اجازت ہو یا خود شوہر خواہش ظاہر کرے کہ ملازمت کرلو تو بھی ایک شریف مومنہ کے لئے ملازمت جائز نہ ہوگی، بلکہ ایسی عورت کو یہ حق ہوگا کہ وہ شوہر سے مناسب نفقہ وکسوہ کا مطالبہ کرے اور شوہر پر انتظام لازم ہوگا۔

۳ – اپنی فانی شان وشوکت اور ٹھاٹ باٹ کے حفظ وبقا کا رجحان مغربی تہذیب کی دین

ہے، العیاذ باللہ آج اس کو بھی معیار زندگی تصور کیا جانے لگا ہے، اس نظریہ وخیال سے معیشت کی راہ اختیار کرنا قطعاً درست نہیں۔

۴- گھر میں رہ کر بھی حصول زر کی کسی بھی نوعیت کے کام کو اختیار کرنے میں شوہر کی اجازت ضروری ہوگی۔

۵- اگر شوہر یا ولی کی جسمانی حالت اچھی نہ ہو یا وہ کفالت نہ کرتا ہو تو مجبوراً عورت معاش کے لئے نکل سکتی ہے، لیکن اس کے لئے اتنی دور جانا جائز نہ ہوگا کہ وہ حد مسافت میں آئے۔

۶- شوہر یا ولی کی اجازت سے جبکہ عسر کی حالت میں ہو شرعی حدود وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے ملازمت کرسکتی ہے۔

بایں شرط کہ:

مسافت سفر مسافت شرعی سے کم ہو۔

اگر مسافت شرعی کے برابر یا زیادہ ہو تو محرم کے ساتھ آنا جانا ضرورہ ہوگا۔

ڈیوٹی کے درمیان غیر محرم کے ساتھ تنہائی نہ ہو خواہ چند ہی منٹوں کے لئے ہو۔

چند خواتین کے درمیان ہو۔

البتہ اگر کوئی عورت انتہائی بوڑھی ہو یا جس کے چہرہ پر نظر پڑنے سے شر وفتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو وہ بے حجاب بھی کام کرسکتی ہے۔

حسین قامت اور جوان عمر خواتین کا اپنوں سے دور رہ کر ملازمت کرنا خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک، سخت فتنہ ومعاصی میں مبتلا ہونے کے خطرہ کے تحت درست وجائز نہیں۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مفتی عبدالرشید قاسمی ☆

۱- شریعت اسلامی خواتین کے لئے کسب معاش کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور گھر سے باہر نکل کر ملازمت کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی، تاکہ وہ گھریلو ذمہ داریوں کو بہتر طور پر انجام دے سکیں، اور ان پر دوگنا بوجھ نہ ہو۔

۲- شریعت نے خواتین پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی، نہ اپنی اور نہ ہی اپنے بچوں کی ،یعنی وہ کما کر نفقہ ادا کرنے کی مکلف نہیں ہیں، البتہ اگر ان کے پاس مال موجود ہو تو بعض شکلوں میں اپنا اور دوسرے اعزاء و اقرباء کا نفقہ ان کے ذمہ ہوگا، جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

۳- معیار زندگی بلند کرنے ، یا سرمایہ اور اثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے خواتین شرعی حدود میں رہ کر معاشی جد وجہد اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

۴- اندرون خانہ کسب معاش کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت لینا ضروری نہیں بشرطیکہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کی جسمانی صحت، حسن و جمال متاثر ہو، شوہر اور ولی کے لئے باعث ننگ و عار ہو یا ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا سبب بنے۔

۵- عورت کو کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے میں بہر حال شوہر یا ولی کی اجازت

☆ مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

ضروری ہوگی، اور اگر ولی کفالت کرتا ہے تب تو اسے روکنے کا پورا اختیار ہے اور اگر ولی کفالت نہیں کرتا اور عورت کے لئے بغیر باہر نکلے کوئی اور ذریعہ معاش بھی نہیں ہے تو جائز کسب معاش کے لئے بدون اجازت ولی مجبوراً عورت گھر سے باہر نکلے گی اور ایسی صورت میں ولی اسے باہر نکلنے سے روک نہیں سکتا، البتہ یہ نکلنا مسافت سفر سے کم کے لئے ہو کیونکہ مسافت سفر اور زیادہ کی صورت میں محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے، اور اس صورت میں اس میں مسئلہ کا تعلق ''عورت کا تنہا سفر کے لئے نکلنے اور نہ نکلنے سے'' ہوگا۔

دن کی بنسبت رات فتنوں سے بھری ہوتی ہے، لہٰذا معتدۃ العرفات پر قیاس کرتے ہوئے رات کے کچھ حصے میں نکل سکتی ہے۔

۶- خواتین کے لئے ملازمت کے شرعی حدود یہ ہیں کہ وہ ملازمت کی جائز شکلوں میں پردہ میں رہ کر ملازمت کریں، نیز مردوں سے اختلاط بھی نہ ہو کیونکہ ملازمت کی کسی بھی صورت میں بے حجاب ہونا یا مردوں سے اختلاط کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۷- خواتین کا ایسے اداروں میں کام کرنا جہاں کام کی جگہ پر صرف خواتین ہوں اور مرد ذمہ دار ہوں، ذمہ دار مردوں سے پردہ کے ساتھ ہی گفتگو ہوگی، اس موقع پر پردہ کے مسئلہ میں کوئی تخفیف نہ ہوگی، نیز خلوت بھی نہ ہونے پائے۔

۸- عورت کا ایسی جگہ کام کرنا جہاں مرد کارکن بھی ہوں، پردے کے ساتھ کام کرنا ممکن نہیں ہے، نیز اختلاط بھی ہوگا لہٰذا ایسی جگہ کام کرنا جائز نہ ہوگا البتہ بوڑھی عورت کے لئے گنجائش ہوگی۔

۹- ناجائز ملازمتوں میں قدر مشترک عدم جواز کے باوجود ان میں آپس میں فرق ہوسکتا ہے، لہٰذا جس ملازمت میں جتنی زیادہ بے پردگی اور شریعت کی خلاف ورزی ہوگی، قباحت اور حرمت اتنی ہی شدید ہوتی چلی جائے گی۔

۱۰- عورت کا ملازمت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی جو بھی حدود و شرائط بیان کی گئیں ہیں وہ درحقیقت مسافت سفر کے اندر اندر کے بارے میں تھیں، رہا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے تنہا نکلنا اور مستقل تنہا قیام کرنا تو اس کی قطعا گنجائش نہیں ہے (خواہ اندرون ملک ہو یا بیرون ملک) کیونکہ یہ ان تمام روایتوں کے خلاف عمل ہوگا جن میں عورت کو اتنی دور تنہا جانے سے روکا گیا ہے، اور سفر کی بنسبت تنہا قیام کرنے میں فتنے اور مفاسد زیادہ ہیں، لہذا یہ بطریق اولی ناجائز ہوگا۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا عبیداللہ ندوی ☆

اسلام کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عورتوں اور مردوں کے حقوق متعین کئے اور کچھ فطری اصول وضوابط کئے جو مردوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور عورتوں کے لئے بھی، اور اسی میں خاندانی نظام کی بقاء واستحکام بھی ہے، چنانچہ مرد کو خاندان میں قوام کی حیثیت دی اس کو حاکم، محافظ اور اخلاق ومعاملات کا نگراں بنایا، اور اس پر خاندان کے لئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی کی فراہمی کی ذمہ داری رکھی اور عورت کو گھر کی ملکہ بنایا تا کہ وہ امور خانہ داری کو انجام دے اور شوہر کے کمائے ہوئے مال سے گھر کا انتظام کرے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:"**المرأة راعية على بيت زوجها**" (بخاری کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم نارا)، نیز عورت کو ایسے تمام فرائض وذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا گیا جو بیرون خانہ امور سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً:

اس پر نماز جمعہ واجب نہیں (ابوداؤد باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ)، اس پر جہاد بھی فرض نہیں، اگر چہ بوقت ضرورت وہ مجاہدین کی خدمت کے لئے جاسکتی ہے جیسا کہ صحابیاتؓ بعض غزوات میں شرکت کیں، پیاسوں کو پانی پلایا، زخمیوں کی خدمت کی، وغیرہ۔ اس کے لئے نماز جنازہ میں بھی شرکت ضروری نہیں، بلکہ اس سے روکا گیا ہے، اس پر نماز باجماعت اور مسجدوں کی حاضری بھی لازم نہیں قرار دی گئی، اس کو بغیر محرم سفر کی اجازت بھی نہیں دی گئی اگر چہ وہ سفر عبادت کی

☆ استاذ مدرسہ فلاح المسلمین، تیندوا، رائے بریلی۔

غرض سے ہی کیوں نہ ہو۔

غرض ہر طریقہ سے عورت کا گھر سے نکلنا ناپسند کیا گیا اور اس کے لئے قانون اسلامی میں پسندیدہ صورت یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے جیسا کہ "وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" (سورۂ احزاب: ۳۳) سے ظاہر ہے، لیکن اس باب میں زیادہ سختی اس لئے نہیں کی جاسکتی کہ بعض حالات میں عورتوں کے لئے گھر سے نکلنا ضروری ہوجاتا ہے، خاص کر جب کوئی عورت بیوہ ہو یا مطلقہ یا اس کا شوہر بے روزگار اور کاہل ہو، یا شوہر کی آمدنی اخراجات کے لئے ناکافی ہو یا عورت کے بوڑھے ماں باپ یا چھوٹے چھوٹے بھائی بہن وغیرہ ہوں، تو اس وقت آبرومندانہ زندگی گذارنے کے لئے عورت کسب معاش پر مجبور ہوجاتی ہے، ایسی تمام صورتوں میں قانون میں کافی گنجائش ہے جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے (بخاری باب خروج النساء لحوائجهن، مسلم باب إباحة الخروج للنساء)، رہا سوال عورتوں کی ملازمت کے جواز وعدم جواز کا تو اس سلسلہ میں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ عورتوں کی ملازمت کی کئی شکلیں ہوسکتی ہیں:

۱- اندرون خانہ ملازمت: مثلاً سلائی، کڑھائی، بنائی، کشیدہ کاری، کم سن بچوں اور بچیوں کی تعلیم وغیرہ تو اس طرح کے کام بلاشبہ جائز ہیں۔

۲- بیرون خانہ ملازمت: پھر اس کی بھی کئی شکلیں ہوں گی، ایسی جگہ ملازمت جہاں عورتیں ہی عورتیں ہوں، مردوں سے اختلاط نہ ہو، مثلاً زنانہ اسکول، زنانہ اسپتال، زنانہ فوجی تربیت وغیرہ تو بلاشبہ عورتوں کی ملازمت ایسی جگہوں پر جائز ہوگی اور اس حکم میں بھی سن رسیدہ خواتین اور نوجوان عورتیں برابر ہوں گی۔

ایسی جگہوں پر ملازمت جہاں عورتوں اور مردوں میں اختلاط ہو، تو ایسی جگہوں پر سن رسیدہ خواتین جو پردہ کے احکام سے مستثنیٰ ہیں، ملازمت کرسکتی ہیں کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے، البتہ نوجوان عورتوں کے لئے اگر کوئی شدید مجبوری نہیں ہے تو ایسی جگہوں کی ملازمت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا، درج ذیل وجوہات کی بنا پر۔

۱-شریعت نے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے نہ کہ عورت پر جیسا کہ ’’وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن‘‘(سورۂ بقرہ ۲۳۳) سے واضح ہے۔

۲-قال رسول اللہ ﷺ :’’المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان‘‘(ترمذی)۔

۳-’’وفی الدر المختار ’’تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة‘‘ ملازمت اختیار کرنے کی صورت میں چہرہ ہر وقت بند رکھنا مشکل ہے اور کھولنا فتنہ سے خالی نہیں ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ ملازمت نہ کرے۔

۴-عورت اگر اپنی اصلی جگہ چھوڑ کر کمانے کی تدبیروں میں پڑ کر گھر سے نکلے گی ملازمت اختیار کرے گی تو اس کو روحانی ومادی دونوں طرح کے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۵-عورتوں کے مخصوص ایام میں کئی یوم کے ناغہ کی وجہ سے کام میں بڑا نقصان ہوگا، نیز ہر دوسرے تیسرے سال کئی ماہ اس پر ایسے آئیں گی کہ وہ خود دوسرے کی محتاج ہوگی، یعنی زمانہ حمل سے لے کر ولادت کے بعد کئی ماہ تک۔

۶-عورتوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر بچے نہ ہوں تو شاید وہ زیادہ کام کرسکے گی تو پھر اس کے لئے وہ بڑے بڑے اقدام کرے گی، جس کی اجازت شریعت میں کسی صورت میں نہیں ہے۔

۷-ملازمت کے نتیجہ میں مردوں کے اوپر حاکمانہ ذہنیت، شوہروں کی نافرمانی جیسی غیر شرعی باتیں پیدا ہوں گی، جس کی وجہ سے طلاق کی کثرت ہوگی جس کا مشاہدہ روزمرہ کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے۔

۸-ملازمت اختیار کرنے کی صورت میں اولاد کی تعلیم وتربیت (جو عورت کی اہم ذمہ داری ہے) پر کافی اثر پڑتا ہے ان میں آوارگی، تعلیم سے بے روی، اخلاقی گراوٹ اور دوسری نامناسب اور خلاف شرعی عادتوں کے پڑنے کا خطرہ ہے اور عموماً دیکھنے میں آیا ہے جو والدین

بچوں سے دور رہتے ہیں ان کی اولادیں نکمی ناکارہ ہی رہتی ہیں، اور دیگر اخلاقی جرائم کا شکار ہوتی ہیں۔

۹-عورتوں کی ملازمت گھریلو زندگی پر زہریلا اثر ڈالتی ہے۔

۱۰-آپسی اختلاط کی وجہ سے نظر کا فتنہ شروع ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے "قل للمومنین یغضوا من أبصارھم" (سورۂ نور:۳۰) کا حکم دیا، اور حدیث پاک میں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: "لا تتبع النظرة النظرة"۔

جن علماء نے عورتوں کی ملازمت اور خروج من البیت کو جائز قرار دیا ہے تو انہوں نے عہد نبوی اور عہد صحابہ کے ان واقعات کو دلیل میں پیش کیا ہے جن میں صحابیات کے غزوات میں شریک ہونے، نمازوں میں مسجدوں میں حاضری کا ذکر ہے لیکن ان میں سے بیشتر واقعات نزول حجاب سے پہلے کے ہیں، اور اگر بعد کے بھی ہوں تو ان میں صراحت سے ملازمت کا تذکرہ نہیں ہے۔

البتہ اگر واقعی ضرورت ہو کہ بغیر ملازمت کے کام نہ چل سکتا ہو تو پھر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اجازت ہوگی، کیونکہ "الضرورات تبیح المحظورات"۔

شرائط جواز:

عورت اور مرد غض بصر سے کام لیں، ایک دوسرے کی طرف شہوت کی نظر سے نہ دیکھیں، عورت پر لازم ہے کہ وہ ساتر لباس میں ہو، معاملہ کرتے وقت اسلامی آداب کا بھرپور خیال رکھے مثلاً گفتگو کا انداز شریفانہ ہو، چال ڈھال میں حیا اور وقار ہو، ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس میں مردوں کے لئے کشش ہو، تنہائی میں کسی مرد کے ساتھ نہ بیٹھے، بلاضرورت مردوں سے اختلاط نہ ہو وغیرہ۔

خلاصہ بحث:

۱- خواتین کے لئے کسب معاش شریعت اسلامی کی نظر میں بہت زیادہ پسندیدہ عمل نہیں

ہے، البتہ بوقت ضرورت اجازت اور گنجائش ہے، اس لئے کہ نان ونفقہ کی ساری ذمہ داری مردوں پر ہے۔

۲- نان ونفقہ کی ذمہ داری شریعت نے مردوں پر رکھی ہے، نہ کہ عورتوں پر خواہ اپنا نفقہ ہو یا بچوں وغیرہ کا جیسا کہ "وعلی المولود له رزقهن وكسوتهن" (سورۂ بقرہ:۲۳۳) سے ظاہر ہے۔

۳- اگر گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ تنگی وترشی سے کام چل سکتا ہے تو محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے معاشی جد وجہد بالکل درست نہیں، بلکہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو صحابہ وصحابیات کی زندگیوں کے نمونہ کو دیکھنا چاہئے۔

۴- اجازت تو بہر حال لازم ہے خواہ اندرون خانہ یا بیرون خانہ، کیونکہ جب بیوی کو نفلی نماز پڑھنے یا نفلی روزہ رکھنے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے تو دوسرے کام میں اجازت بدرجہ اولی ضروری ہوگی، نیز اس لئے بھی کہ بہت سے شوہر اپنی بیوی کی معاشی سرگرمیوں کو عیب اور ذلت سمجھتے ہیں۔

۵- اجازت ہر صورت میں ضروری ہوگی، اور اگر گھر سے نکلنا مسافت سفر یا اس سے زیادہ کے لئے ہو یا رات میں ہو اور ولی اس کی کفالت کرتا ہو تب اجازت واجب ہوگی۔

۶- خواتین کی ملازمت کے شرعی حدود وہ ہیں جن کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے۔

۷- وہاں پردہ کا کوئی مسئلہ ہی نہیں چونکہ عورتیں ہی عورتیں ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ بدن کے جن اعضاء کا چھپانا عورتوں سے بھی لازم ہے اس کا پردہ ضروری ہوگا۔

۸- اگر عورت اتنی سن رسیدہ ہے کہ اس کی طرف نظر کرنے سے فتنہ کا اندیشہ نہیں تو اس پر پردہ لازم نہیں ہے، اگر پردہ کرے تو بہتر ہے، لیکن جوان عورتوں کے لئے مکمل بدن کا ڈھکا ہوا لازم ہے۔

۹- جی ہاں دونوں میں فرق ہوگا، جس کام کی انجام دہی میں مردوں کا سامنا زیادہ ہو تو عورت کو مکمل بدن ہر وقت ڈھکنا ضروری ہوگا سوائے ہتھیلی کے الا یہ کہ کوئی معمر خاتون ہو، اور جس کام میں مردوں سے اختلاط کم ہو تو مثلاً آفس میں یکسوئی سے کام کرنا تو اس پر پردہ ضروری نہیں الا یہ کہ کسی کے آنے کا امکان ہو۔

۱۰- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنوں سے دور مستقل قیام بالکل درست نہیں ہے، فتنہ سے مامون نہ ہونے کی وجہ سے، البتہ اگر شوہر یا ولی بھی ساتھ میں ہو یا کوئی محرم ہو تو کوئی حرج نہیں ۔

☆☆☆

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد یاسر اعظمی قاسمی ☆

۱- شریعت اسلامی نے خواتین کے لئے بلا کسی حاجت شدیدہ کے کسب معاش کو ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ اگر عورت شادی شدہ ہے تو اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کے اولیاء کے ذمہ اس کی کفالت واجب ہے، چنانچہ فتاوی شامی میں ہے:

''إلا إذا كان لا يكفيها فتجب على الأب كفايتها بدفع القدر المعجوز عنه'' (رد المحتار علی الدر ۳۳۷/۵)، حتی کہ اگر شوہر غلام ہے اور بیوی کے نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو اس غلام کو بیچ کر اس کی قیمت سے اس کی بیوی کا نفقہ ادا کیا جائے گا، چنانچہ در اور رد میں ہے:

''فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها؛ لأنها جزاء الاحتباس قوله: على زوجها أى ولو عبدا حتى يباع فى نفقتها'' (درمع الشامی ۲۷۸/۵، الموسوعہ الفقہیہ ۳۸۲/۲)۔

بیوی کے لئے نکاح صحیح کی وجہ سے اس کے شوہر پر نفقہ واجب ہوجاتا ہے، اس لئے کہ نفقہ محبوس رکھنے کا بدلہ ہے، ان کا قول علی زوجہا یعنی خواہ غلام ہو یہاں تک کہ بیوی کے نفقہ میں اسے بیچ دیا جائے گا۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:

''لا تكلف المرأة الاكتساب للانفاق على نفسها أو على غيرها وكون

☆ استاذ بیت العلوم، سرائے میر اعظم گڑھ

نفقتها إن كانت فقيرة واجبة على غيرها سواء كانت متزوجة ام ليست بذات زوج"(موسوعہ فقہیہ ۹۶/۶)۔

یعنی عورت کو اپنے یا دوسرے کے نفقہ کے لئے کمانے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا، اگر وہ تنگدست ہے تو اس کا نفقہ دوسرے پر واجب ہوگا، خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ (البتہ شادی شدہ خواہ کتنی ہی مالدار ہو اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے بخلاف غیر شادی شدہ کے)۔

الغرض اولاً عورت پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں ہے، ثانیاً اگر عورت کسب معاش کے لئے نکلے گی تو اسے مفاسد کا سامنا کرنا پڑے گا، لہذا عام حالات میں عورت کے لئے کسب معاش کے لئے نکلنے کی گنجائش نہیں۔

۲- شریعت اسلامی نے عورتوں پر نان ونفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے نہ اپنا نہ بچوں کا، بلکہ عورتوں کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر پر واجب ہے، اسی طرح نابالغ بچہ کا نفقہ بھی باپ کے ذمہ ہے، غیر شادی شدہ لڑکی جس کے پاس مال نہیں اور معذور بالغ بیٹے کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے، نیز بچوں کی دینی تعلیم کے سارے اخراجات باپ پر واجب ہیں، اور اگر لڑکا بالغ ہے یا مالدار ہے تو پھر اس صورت میں نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے سوائے طالب اور معذور کے (دیکھئے ہندیہ ۵۶۳/۱)۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے کے لئے یا وقت گزاری اور سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے عورتوں کا معاشی جدوجہد اختیار کرنا جب کہ گھر کی مالی حالت ایسی ہے کہ تنگی سے کام چل سکتا ہے تو یہ تمام صورتیں حاجت وضرورت شدیدہ کے اندر داخل نہیں، لہذا اس غرض سے عورت کا نکلنا جائز نہیں ہے (رد المحتار علی الدر ۲۹۳/۴ طبع زکریا)۔

۴- عورت کے لئے کسب معاش علی الاطلاق ناجائز وحرام نہیں ہے، بلکہ گھر میں رہتے ہوئے کسب معاش کی اجازت ہے، بلکہ پسندیدہ اور بہتر ہے، لیکن اگر عورت کے کسب معاش سے شوہر کے حقوق میں کوتاہی ہوتی ہو تو ایسی صورت میں وہ روکنے کا مجاز ہے (دیکھئے رد المحتار علی الدر ۳۲۵/۵)۔

۵- عورت خواہ کسب معاش یا کسی اور ضرورت کے لئے نکلے، نکلنا دن میں ہو یا رات میں مسافت سفر ہو یا اس سے کم بہر صورت بغیر ولی یا شوہر کی اجازت کے نکلنا جائز نہیں (رد المحتار علی الدر ۳۴۵/۵)۔

اگر عورت کا ولی یا اس کا شوہر اس کی کفالت کرتا ہو تو پھر اس کے لئے نکلنا جائز نہیں، اور اگر کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو تو بھی اس کے لئے بہتر ہے کہ گھر میں رہ کر کسی قسم کے معاشی کام میں لگ جائے اور اس سے اخراجات کا انتظام کرے، اگر یہ صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر بدرجہ مجبوری اس کے اقرباء پر اس کی کفالت واجب ہے، اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو پردہ اور دیگر شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے نکلے اور کام سے فارغ ہو کر حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے گھر واپس آجائے۔

۶- خواتین کے لئے اصل حکم قرار فی البیت ہے، مگر بدرجہ مجبوری شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ملازمت اختیار کر سکتی ہیں، باہر نکلنے کے چند شرعی حدود یہ ہیں:

اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت کی نوبت نہ آئے، اس کے خرچ کا اور کوئی بندوبست کرنے والا نہ ہو، اس کی ملازمت اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں نہ ہو، جیسے گانا، اور مردوں کے سامنے رقص کرنا وغیرہ، اگر ان شرائط کی رعایت نہ پائی جائے تو ملازمت جائز نہیں (الفتاوی الشرعیہ ۱۰/۴۰۱، ۴۰۲)۔

۷- اگر خواتین ایسے اداروں میں کام کریں جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں کام کی جگہوں میں مرد نہ ہوں تو وہاں اگر غیر مسلم عورتیں پائی جائیں تو ان سے ایسے ہی پردہ کریں جیسے اجنبی مرد سے درمختار میں ہے:

"والذمية كالرجل الأجنبي في الأصح فلا تنظر إلى بدن المسلمة" (ردالمحتار ۹/ ۵۳۴ طبع زکریا)۔

نیز اگر کام کرنے والی فاسقہ و فاجرہ عورتوں سے بھی سامنا ہوتا ہو تو ان سے بھی ایسا ہی

پردہ کریں جیسے مردوں سے اس لئے کہ فاسق وفاجر عورتوں کا دیکھنا مسلمان نیک عورت کی باعث فتنہ ہے، اس لئے کہ وہ جاکر مردوں سے ان کی خوبصورتی بیان کریں گی۔

اور اگر کبھی مردوں سے سامنا کی نوبت آئے تو ان سے بقدر ضرورت ہی گفتگو کریں اور مزید شرائط کی بھی پابندی ضروری ہے۔

۸ – اگر عورت ایسی جگہ کام کرے جہاں مرد کارکن بھی موجود ہوں تو کئی ممنوعات کا ارتکاب ہوگا، بے پردگی ہوگی، نامحرم مردوں کے ساتھ اختلاط اور بعض موقع پر خلوت وتنہائی کا موقع بھی آسکتا ہے، بے تکلفانہ بات چیت، اور نامحرم مردوں کے ساتھ آمد ورفت کا دروازہ بھی کھل سکتا ہے، نیز اس جیسے بہت سے مفاسد رونما ہوسکتے ہیں، اس لئے شرعا ایسی ملازمت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ جب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا، بغیر محرم کے سفر حج سے روک دیا گیا تو مردوں کے ساتھ ملازمت کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے، جوان اور عمر رسیدہ عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۹ – دونوں صورتوں میں خواہ عورت دوکان میں سیلز گرل کی حیثیت سے کام کرے یا آفس میں یکسوئی سے بیٹھ کر کام کرے چونکہ دونوں صورتوں میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور خلوت ناگزیر ہے اس لئے اسلامی شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

۱۰ – ملازمت کی غرض سے یا کسی اور غرض سے عورت کا اندرون ملک یا بیرون ملک تنہا بغیر محرم کے قیام بہت سے مفاسد کا داعی ہے، جیسے اجنبی مردوں کا تاک جھانک کرنا ان کے ساتھ خلوت وتنہائی سے دوچار ہونا وغیرہ وغیرہ شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

ملازمت خواتین

مولانا عبدالتواب ناوی ☆

شریعت مطہرہ نے عورت کی کفالت کی ذمہ داری شادی سے قبل اس کے والد پر اور شادی کے بعد اس کے شوہر پر ڈالی ہے، اس لئے عورت کو کسب معاش کے لئے کوشاں ہونا چہ معنی دارد، ہاں اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا نہ تو شوہر ہے، نہ باپ اور نہ کوئی دوسرا ایسا رشتہ دار ہے جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود اس کے پاس اتنا مال ہے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے تو اس کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کی شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ اجازت ہے، خواہ وہ بحیثیت ملازمت ہو یا کسی اور سبب سے۔

"**وفی البحر–ومعتدة الموت تخرج یوما وبعض اللیل لتکتسب لأجل قیام المعیشة، لانه لا نفقة لها، حتی لو کان کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها أن تخرج لزیارة ولا لغیرها لیلا أو نهارا – والحاصل ان مدار الحل کون خروجها سبب قیام شغل المعیشة فیقتدر بقدره فمتی انقضت حاجتها لا یحل لها بعد ذلک صرف الزمان خارج بیتها**" (۲۸۵/۳)۔

حضرت مولانا تھانویؒ لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

اگر ایسی استانی مل جائے جو تنخواہ نہ لے تو تجربہ سے یہ تعلیم زیادہ بابرکت اور بااثر ثابت ہوئی ہے، ورنہ بدرجہ مجبوری تنخواہ کا بھی مضائقہ نہیں، جہاں کوئی بھی ایسی استانی نہ

☆ جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ۔

ملے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں (تجدید تعلیم وتبلیغ / ۱۴۳)۔

حضرت مولانا مفتی محمودؒ لندن میں اسکولی بچیوں کو فیکٹری میں کام کرنے کی بابت استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

بوقت حاجت شرعی حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اجازت ہے (فتاوی محمودیہ ۱۹/ ۱۸۴)۔

نیز بیوی کی کمائی کے استعمال کی بابت استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

جائز کمائی خوشی سے دے تو جائز ہے مگر بیوی کی کمائی پر نظر رکھنا خلاف غیرت ہے (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۹۴)۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

''قال عليه الصلوة والسلام لزوجه سودة قد أذن الله لكن أن تخرجن لحوائجكن -رواه البخاري كتاب النكاح باب الخروج النساء، لحوائجهن من حديث عائشة''۔

''قال يوسف القرضاوي، ومن هنا نعلم أن الإسلام لو يفرض على المرأة كما يقال أن تظل حبيسة البيت لا تخرج منه إلا إلى القبر، بل أباح لها الخروج لصلوة وطلب العلم و قضاء الحاجات وكل غرض ديني أو دنيوي مشروع كما كان يفعل ذلك نساء الصحابة ومن بعدهم من خير القرون'' (الحلال والحرام ليوسف القرضاوی/ ۱۶۱)۔

مذکورہ روایات وجزئیات اور فتاوی کی روشنی میں مستفاد ہے کہ عورت اگر حدود شرعیہ کے دائرہ میں رہ کر کسب معاش میں حصہ لیتی ہے تو اسے باجازت شوہر وولی بلا کراہت اور بلا اجازت بکراہت درست ہونا چاہئے وہ کسب معاش بشکل ملازمت ہو یا کسی دوسری طرح، البتہ عورت کا تنہا بلا محرم بعید از سفر شرعی جانے اور قیام کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہئے، بلکہ بہر صورت عورت کو اپنوں سے دور قیام نادرست ہی معلوم ہوتا ہے۔

خواتین کی ملازمت

مولانا محمد فاروق باڑولی ☆

۱- شریعت اسلامی نے خواتین کے جملہ حاجات کی ذمہ داری ان کے اقرباء ذی رحم محرم اور شوہر کے ذمہ رکھی ہے، بلاضرورت شدیدہ کسی کے پاس ملازمت کرنے کو ہرگز گوارہ نہیں کیا ہے، اس لئے کہ اسمیں جہاں ان کی غرض نسوانیت کو پامال کرنا اور غیر فطری طریقہ سے کسب پر آمادہ کرنا ہے وہیں غیر محرموں کے ساتھ خلوت و بے حیائی کرنے اور بے راہ روی کے مواقع بھی فراہم کرنے ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ باوثوق عورتوں کے پاس رہ کر خانگی امور کے ساتھ ساتھ خیاطت، تطریز اور غزل وغیرہ حرفت کی تعلیم حاصل کرلے اور اپنے گھروں میں رہ کر اپنے شوہر کی اجازت سے کچھ کرلے، تو اس کی گنجائش ہے۔

"فليس له أن يوجر هن في عمل أو خدمة؛ لأن المستأجر يخلوبها وذلك سيء في الشرع ومفاده أنه يد فعها إلى امرأة تعلمها حرفة كتطريز وخياطة إذلا محذور فيه" (ردالمحتار ۵/۲۱۹)۔

۲- اللہ تعالی نے عورت کے ضعف و نازک ہونے اور عمل شاق کے غیر متحمل ہونے کی وجہ سے خود اس کا یا اس کی اولاد کا نان ونفقہ اس کے ذمہ عائد نہیں کیا، بلکہ والد و اقرباء یا شوہر کے ذمہ کیا، تاہم اگر کوئی غیر شادی شدہ مالدار ہو تو اس کا نفقہ خود اس کے مال میں واجب ہوگا، اسی طرح اگر شوہر ہو لیکن شوہر کسب سے نہایت عاجز ہو اور خود صاحب ثروت ہو، تو اس صورت میں اپنا، اور

☆ جامعہ دارالاحسان کی مسجد باڑولی، سورت، گجرات۔

اپنے بچوں کے نفقہ کی خود ضامن ہوگی، جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

''والأم لا يلزمها نفقة ولدها مع وجود أبيه قلت يلزم الأم نفقة ولدها إذا كان ابوه فقيرا عاجزا عن الكسب جدا، وذكرأصحابنا أن الأب إذا كان معسرا كسوبا وله ابن زمن وله أم موسرةهل تومر بالانفاق على الإبن اختلف المشائخ فيه قيل تؤمر، وقيل: لا ترجع الأم على الأب، وهو مروى عن ابى حنيفة ايضا'' (عمدۃ القاری ۶/۲۷۴)۔

۳- محض سرمایہ واثاثہ کی فراہمی اور وقت گذاری کے لئے معاشی جد وجہد کرنا، اور اس کے لئے گھر سے باہر جاکر بازاروں، کارخانوں اور دکانوں کی زینت بنا دینی عزت وناموس کو سر بازار نیلام کرنا ہے، اس لئے اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

۴- اپنے گھروں میں اپنے شوہر کی اجازت سے حلال صنعت وحرفت اختیار کرسکتی ہے، اوراذن زوج اس لئے شرط ہے کہ شوہر کو ہر ایسے عمل سے روکنے کا حق ہے جو شوہر کے لئے تنقیص حق یا ضرر و بے حیائی کا باعث ہو، البتہ ایسا عمل جس میں کوئی ضرر (دینی ودنیوی نہ ہو تو اس سے روکنے کی کوئی وجہ نہیں) خاص طور سے جبکہ عورت تنہا ہو، اور شوہر غائب ہو، اس لئے کہ ایسے تنہائی کے وقت میں نفس وشیطان کے وساوس یا اجانب وپڑوسیوں کا اختلاط تم قاتل ہے، جن سے بچنے کے لئے عورت کو اپنے گھر میں کسی نہ کسی عمل میں مشغول رہنا چاہئے، حضرت علامہ شامیؒ نے بڑے اچھے اور صاف انداز میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

''والذى ينبغي تحريره أن يكون له منعها عن كل عمل يؤدى إلى تنقيص حقه أو ضرره أو إلى خروجها من بيته، أما العمل الذى لا ضرر له فيه فلا وجه لمنعها منه خصوصا فى حال غيبته من بيته، فإن ترك المرأة بلا عمل فى بيتها يؤدى إلى وساوس النفس والشيطان، أوالاشتغال بما لا يعنى مع الأجانب والجيران'' (شامی ۵/۲۵۹)۔

اسی طرح غیر شادی شدہ کے لئے بھی اپنے ولی کی اجازت سے گھریلو صنعت انجام دینے کی گنجائش ہے، تاہم تدبیر منزل اور امورِ خانہ داری سیکھنے کے بعد ہی اس کی طرف توجہ دینی چاہئے، یا کچھ ایسی ترتیب ہونی چاہئے کہ امور خانہ کے تعلم کے ساتھ ساتھ یہ امور بھی انجام دیئے جائیں، کیونکہ عورت کو عورت ہونے کی حیثیت سے ان امور خانہ کا سیکھنا اولاً ضروری ہے۔

''**مفاده أنه يدفعها إلى امرأة تعلمها حرف كتطريز وخياطة إذلا محذور فيه**'' (شامی ۵/۲۱۹)۔

۵- ایسی عورت جس کی کفالت کا انتظام ہو اس کا کسب معاش کے لئے نکلنا خواہ ولی یا شوہر کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو، بہر صورت ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ خروج بلاضرورت شرعی ہے، البتہ کفالت کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ گھر میں رہ کر کوئی صنعت کر سکتی ہو تو اسے دن کے وقت میں مسافت سفر کے اندر خصوصی طور سے گنجائش ہوگی، جیسا کہ فقہاء کرام نے مختلعہ اور متوفی عنہا زوجہا کو ضرورۃً کسب معاش کے لئے نکلنے کی اجازت دی ہے، علامہ شامی رقم طراز ہیں:

''**والحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع، فإن علم في واقعة عجز هذه المختلعة عن المعيشة إن لم تخرج، افتاها بالحل، وإن علم قدرتها افتاها بالحرمة كما في فتح القدير**'' (شامی ۵/۱۷۹)۔

۶- خواتین کی ملازمت سے متعلق حدود شرعیہ حسب ذیل ہیں:

کوئی متکفل نہ ہو، گھریلو صنعت وحرفت کی کوئی صورت نہ ہو، موقع ملازمت میں مرد وزن کا اختلاط نہ ہو، گھر سے تنہا نکلنا مسافت سفر کے اندر اندر ہو، لباس فاخرہ اور زیب وزینت کے ساتھ نہ ہو، بلکہ شرعی پردہ کے ساتھ ہو، ضرورت پوری ہوتے ہی رات ڈھلنے سے پہلے واپسی یقینی ہو، اپنے اوقات پر نماز ادا کرنا متاثر نہ ہو، حلال اور مباح امور کے لئے ہو وغیرہ۔ ان جملہ شرائط کی موجودگی میں اس قسم کے خصوصی موقع پر ملازمت کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

۷- اگر ایسا ادارہ ہو جہاں صرف خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں، اور وہ متدین ہوں

فاسقہ نہ ہوں نیز ذمہ دار ادارہ مرد ہوں لیکن اپنی بیوی، بیٹی یا ذی رحم محرم عورتوں کے ذریعہ نگرانی کا کام انجام دیتے ہوں خود ملازمہ عورتوں کے ساتھ اختلاط نہ رکھتے ہوں، یا کسی باوثوق عورت ہی کو نگراں مقرر کر رکھا ہو، اور شوہر یا ولی کی جانب سے خواتین کو اجازت حاصل ہو، مذکورہ حدود شرعیہ میں سے آخر الذکر ۵ شرطوں کے ساتھ ملازمت کی اجازت دی جائے گی ورنہ نہیں، اور اگر وہاں سبھی متدین عورتیں ہوں تو پردے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر وہاں فاسقہ غیر متدینہ عورتیں ہوں تو وہاں بھی پردہ ضروری ہوگا (دیکھئے: شامی ۹/ ۵۳۴)۔

۸- ایسی جگہ جہاں مرد و زن کا اختلاط ہو کسی تفصیل کے بغیر عورتوں کے لئے ملازمت کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ یہاں بہت سی خرابیوں کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً اجنبی مرد سے خلوت کا ہونا یقینی چیز ہے، جو شرعاً ناجائز ہے۔

۹- مردوں سے کم وبیش اختلاط کا کوئی اعتبار نہیں، ضرورت شدیدہ کے بغیر نفس اختلاط حرام ہے۔

۱۰- عورت کا ملازمت کے ارادہ سے بے محرم مسافت سفر کی دوری تک جانا جائز نہیں، اور وہاں اسی طرح قیام کرنا یقیناً غلط ہے، البتہ جائے ملازمت میں صرف باوثوق عورتیں ہی ہوں اور ماقبل کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں، اور کوئی محرم وہاں تک آنے جانے کے وقت ساتھ ہو تو پھر گنجائش دی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

☆☆☆

خواتین کا صنعت وحرفت سے وابستہ ہونا

مولانا محمد اشرف قاسمی ☆

۱- شریعت نے کسب معاش سے عورت کو آزاد رکھتے ہوئے اس کی تمام تر ذمہ داری والد، اقرباء، شوہر پر عائد کی ہے۔

۲- شریعت نے عورت اور اس کی اولاد کا نان ونفقہ والد، اقربا یا شوہر پر واجب کیا ہے، تاہم غیر شادی شدہ مالدار عورت خود اپنے نفقے کی ذمہ دار ہوگی، نیز اگر شوہر فقیر اور کسب سے نہایت عاجز ہو تو بھی وہ خود ضامن ہوگی۔

۳- محض معیار زندگی بلند کرنے، وقت گذاری یا سرمایہ واثاثہ پیدا کرنے کی غرض سے معاشی جد وجہد اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۴- اندرون خانہ حلال صنعت وحرفت کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔

۵- اگر کفالت کی کوئی صورت نہ ہو اور اندرون خانہ بھی صنعت وحرفت نہ کر سکتی ہو تو اسے دن میں مسافت سفر کے اندر رہتے ہوئے خصوصی طور سے نکلنے کی گنجائش ہوگی۔

حدود شرعیہ حسب ذیل ہیں:

۶- کوئی متکفل نہ ہو، اندرون خانہ صنعت وحرفت کی کوئی شکل نہ ہو، ملازمت کی جگہ مردوں کا اختلاط نہ ہو، مسافت سفر کے اندر اندر ہو، لباس فاخرہ اور زیب وزینت کے ساتھ نہ ہو۔

☆ جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، بھروچ گجرات۔

۷- مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز ہے، البتہ اگر دوسری خواتین غیر مسلم ہوں تو ان سے بھی پردہ ضروری ہے۔

۸- ایسی جگہ ملازمت جائز نہیں۔

۹- دونوں ہی صورتیں نا جائز ہیں، البتہ دوسری صورت میں قباحت کم ہے۔

۱۰- محرم کے بغیر مسافت سفر کی دوری تک سفر بھی جائز نہیں، لہذا اگر عورت محرم کے ساتھ بہ غرض ملازمت کسی جگہ مقیم ہے اور دیگر تمام شرطیں موجود ہیں تو اجازت ہے، ورنہ نہیں۔

☆☆☆

خواتین کو کسب معاش کا حق

مولانا محی الدین غازی ☆

۱- خواتین کو کسب معاش کا حق حاصل ہے۔

۲- بیشتر صورتوں میں خواتین کے لئے شریعت کی جانب سے کوئی نہ کوئی مرد کفیل ہوتا ہے، جو ان کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، لیکن یہ ذمہ داری محض اس نان ونفقہ کی ہوتی ہے جو قانونی طور پر لازم کیا جاتا ہے، اس سے ماوراء خواتین کے اخراجات کی ذمہ داری اصلا خود خواتین پر ہوتی ہے، بطور مثال اگر کوئی عورت حج کرنا چاہتی ہے تو اس کے اخراجات خود اس کو برداشت کرنا پڑیں گے۔

۳- اگر مردوں کو حق ہے کہ وہ جتنا چاہیں کمائیں تو عورتوں پر اس سلسلے میں کوئی پابندی نہیں ہونا چاہئے۔

۴- اگر شوہر کی حق تلفی نہیں ہورہی ہے تو عورت اپنے موجود سرمایہ کی حفاظت کے لئے اس کی سرمایہ کاری کے لئے اور نیا سرمایہ وجود پذیر کرنے کے لئے شوہر یا ولی کی اجازت کی پابند نہیں ہے، البتہ اس طرح کی سرگرمیوں میں شوہر کو اعتماد میں لینا خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے مناسب ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک عورت کو وراثت میں کھیت ملتا ہے، یا باپ کے کاروبار کی وہ وارث ہوتی ہے، ایسی صورت میں اسے پورا اختیار ہے کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ کھیت کی

☆ دارالشریعہ متحدہ عرب امارات۔

زراعت یا کاروبار کی سرگرمیوں کو جاری رکھے۔

ملازمت کے سلسلے میں صورت حال کچھ مختلف ہوسکتی ہے، کیونکہ وہاں عمومی طور پر شوہر کی قوامیت اور ملازمت کے شعبہ میں دیگر افراد کی قوامیت میں تعارض ہوسکتا ہے، ایسی صورت میں شوہر کی اجازت ضروری ہونی چاہئے۔

۵- ملازمت کی وجہ سے پردہ وغیرہ کے عمومی احکام میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، لمبی مسافت کے سفر میں محرم کی رفاقت، اجنبی مرد کے ساتھ خلوت اور زینت کے اظہار وغیرہ سے متعلق تمام عمومی احکام کی پابندی ضروری ہوگی اور ملازمت یا کاروبار کسی بھی عام شرعی حکم میں رخصت کی وجہ جواز نہیں بنیں گے۔

☆☆☆